عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا

فتاویٰ محمودیہ

جلد ۱۲

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206

F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq



مقدمہ فتاویٰ محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶



انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۱۲
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۶۰۵
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

☆......☆......☆......☆......☆



تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆......**باب شانزدھم**......☆	
	ذکرودعا کے احکام	
	فصل اول : نماز کے بعد اذکار وظائف	

☆.....باب هفدهم.....☆

نماز کے متفرق مسائل

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

کتاب الجمعة والعیدین

نماز جمعہ وعیدین کا بیان

☆......باب اوّل......☆

نماز جمعہ

فصل اول : وقتِ نمازِ جمعہ

فصل دوم : اذان جمعہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۶	عید کی نماز شہر سے کتنی دور ہو	۴۸۵
۳۳۷	دو بستیوں میں ایک عید گاہ	۴۸۵
۳۳۸	جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعید	۴۸۷
۳۳۹	بارش میں نماز عید کہاں پڑھیں	۴۸۸
۳۴۰	کیا عید گاہ کیلئے وقف ہونا لازم ہے	۴۸۸
۳۴۱	مجوسی کے وقف کردہ میدان میں نماز عید	۴۸۹
۳۴۲	نماز عید قبرستان میں	۴۹۰
۳۴۳	قبرستان میں نماز عید	۴۹۱
۳۴۴	مساجد میں عید کی نماز	۴۹۳
۳۴۵	نماز عید مسجد میں	۴۹۴
۳۴۶	کیا عید گاہ بحکم مسجد ہے	۴۹۵
۳۴۷	عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں	۴۹۶
۳۴۸	بلا عذر مسجد میں عید کی نماز	۴۹۷
۳۴۹	عید گاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے فروخت کرنے کا حکم	۴۹۸
	فصل سوم : نماز عیدین میں تعدد وتکرار	
۳۵۰	متعدد عید گاہ	۴۹۹
۳۵۱	نماز عید دو جگہ	۵۰۱
۳۵۲	دو عید گاہوں میں نماز عید ادا کرنا	۵۰۱
۳۵۳	ایک سے زائد جگہ عید کی نماز	۵۰۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل پنجم: تکبیرات تشریق	
۳۷۳	تکبیر تشریق بعد نماز عید	۵۲۳
۳۷۴	نماز عید کے بعد تکبیر تشریق	۵۲۴
۳۷۵	تکبیر تشریق عورت، دیہاتی، منفرد پر	۵۲۵
۳۷۶	تکبیر تشریق میں فتویٰ	۵۲۶
۳۷۷	خطبہ میں تکبیر پڑھنا	۵۲۷
۳۷۸	عید کی نماز میں جانے اور واپس آنے میں تکبیر تشریق	۵۲۷
۳۷۹	تکبیر تشریق عیدگاہ سے لوٹتے وقت	۵۲۸
۳۸۰	عید الفطر کا خطبہ بغیر تکبیر کے	۵۲۸
۳۸۱	نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول گیا بات چیت بھی کر لی	۵۲۹
	فصل ششم: خطبۂ عیدین	
۳۸۲	خطبۂ عیدین میں عصا لینا	۵۳۰
۳۸۳	دوران خطبہ خطیب کو روپیہ دینا	۵۳۱
۳۸۴	خطبہ سے پہلے تکبیر	۵۳۱
۳۸۵	عید الفطر کے بعد خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل	۵۳۲
	فصل ہفتم: عیدین کے بعد دعا ومصافحہ	
۳۸۶	دعا بعد خطبۂ عیدین	۵۳۳
۳۸۷	دعا بعد نماز عید	۵۳۴
۳۸۸	دعا بعد نماز عید	۵۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۲۳	صلوٰۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں	۵۷۰
۴۲۴	کیا صلوٰۃ استسقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہوں	۵۷۱
۴۲۵	صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگر بتی وغیرہ ساتھ لے جانا	۵۷۲
۴۲۶	نماز استسقاء کے بعد دعاء ترنم سے	۵۷۲
۴۲۷	نماز استسقاء کے بعد کھانا کھلانا	۵۷۳
۴۲۸	بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء	۵۷۴

☆......☆......☆......☆......☆

باب شانزدہم

ذکرودعاء کے احکام

فصل اول : نماز کے بعداذ کار ووظائف

نماز کے بعد ذکر جہری

سوال: ۔پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر مثلاً آیت الکرسی اس کے مثل اوردعا بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں اس نماز کا سلام پھیر کر مختصر سی دعا پڑھ کر وہاں سے ہٹ کر حجرہ شریف میں جا کر سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار وتلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۱۴۰۶ھ

[1] فان کان بعد ها ای بعد المکتوبة تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام فاذا قام الامام الی التطوع لایتطوع فی مکانه بل یتقدم اویتاخر اوینحرف یمیناً وشمالاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فرض اور سنت کے درمیان وظیفہ

سوال:۔ یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعاء مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دوتین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہئے ،مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے ایسے امام کی اقتداء میں کچھ خرابی تو نہیں ۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار وتشدد کی ضرورت نہیں کیونکہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں ''ویکره تاخير السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ قال الحلواني لابأس بالفصل بالاوراد واختاره الكمال قال الحلبي ان اراد بالكراهة التنزيهية ارتفع الخلاف لانه اذاكانت الزيادة مكروهة تنزيهية كانت خلاف الاولىٰ الذى هومعنىٰ لابأس قوله وفى حفظى حمله علىٰ القليلة الىٰ قوله فالكراهة علىٰ الزيادة تنزيهة لماعلمت من عدم دليل التحريمية اھ درمختار وشامی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/ربیع الاول ۰ےھ

الجواب صحیح ،سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الاوّل ۰ےھ

(گذشتہ کا بقیہ) كمافى ابوداؤد والترمذى عن المغيرة بن شعبة انه عليه السلام قال لايصلى الامام فى الموضع الذى يصلى فيه حتى يتحول اويذهب الى بيته فيتطوع ثمه لانه عليه السلام انما كان يصلى السنن فى بيته (ملخصاً من كبيرى ،ص ۳۳۱-۳۳۲/) يكره تاخير السنة عن الفريضة كتب خانه رحيميه ديوبند، ترمذى شريف ج ۱/ص ۴۰۰/ كتاب الصلوٰة باب مايقول اذا سلم مطبوعه بلال ديوبند. (اس صفحہ اگلے صفحہ پر)

تسبیحات فرض کے بعد ہیں یا سنن کے

سوال:۔ تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیت الکرسی وغیرہ وظیفہ پڑھنے کے لئے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر، تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً

سوال:۔ فرضوں کے بعد اکثر لوگ لاالٰہ الا اللّٰہ زور سے پڑھتے ہیں تین بار اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں اکثر لوگ منع کرتے ہیں،؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ذکر اللہ خاص کر ذکر لاَاِلٰـــہ اِلَّا اللّٰــــہ کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی[۲] ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۱] درمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۶-۲۴۷/ باب صفة الصلوة، مطلب هل يفارقه الملكان در مختار مع الشامی کراچی، ج۱/ص ۵۳۰.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ويستحب ان يستقبل بعده اى بعد التطوع وعقب الفرض......ان لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس ويستغفرون الله العظيم ثلاثاً ويقرؤن آية الكرسى والمعوذات ويسبحون الله ثلاثاً وثلاثين ويحمدون كذلك ويكبرون كذلك الخ (مراقى الفلاح، ص ۴۹/ باب الامامة، شامی کراچی ج۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل يفارقه الملكان، اعلاء السنن ج۳/ص ۱۵۲/ كتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء، مطبوعه ادارة القرآن كراچی) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے، مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے التزام کرنا یعنی اسکو واجب اور ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے پر ملامت کرنا شرعاً ثابت نہیں، لہٰذا نفس ذکر جائز اور التزام منع ہے،[۱] بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ ہوتے ہیں یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے، اس لئے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلام یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئاً اَذْکُرُکَ بِہٖ اَوْاَدْعُوْکَ بِہٖ فَقَالَ یَامُوْسیٰ قُلْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئاً تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَامُوْسیٰ لَوْاَنَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَعَامِرِ ھِنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِی کَفَّۃٍ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کَفَّۃٍ لَمَا لَتْ بِھِنَّ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ فی شرح السنہ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰۱/ باب ثواب التسبیح والتمھید والتھلیل والتکبیر) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں اور تجھ سے دعا مانگوں پروردگار نے فرمایا موسیٰ لَا اِلٰہَ اِلا اللہ کہو موسیٰ نے عرض کیا میرے پروردگار تیرے تمام بندے یہ کلمہ کہتے ہیں میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تو میرے ہی لئے مخصوص کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان کے سارے مکین اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً ان چیزوں کے پلڑے سے لَا اِلٰہَ اِلا اللہ کا پلڑا جھک جائے گا۔

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ کم مباح یصیر بالالتزام من غیرلزوم والتخصیص من غیرمخصص مکروھا، سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر ص ۲۷/ مطبوعہ لکھنؤ، سعایۃ ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفہ الصلوٰۃ قبیل فصل فی القراءۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور، طیبی شرح مشکوٰۃ ج ۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فی التشھد الفصل الاول، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

۲؎ اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصل اوقاری (شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۳۴/ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کشمیر میں نماز کے بعد درود شریف

سوال:۔ کشمیر میں نماز فجر اور عشاء کے بعد جو درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو درود شریف[1] نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے، لیکن جب[2] لوگ نماز میں مشغول ہوں تو

(**گذشتہ کا بقیہ**) مطبوعہ کراچی، ج۲/ص ۶۶۰/ باب مایفسد الصلاۃ مطلب فی رفع الصوت بالذکر) والجمع بینهما بان ذلک یختلف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تأذی المصلین أو النیام والجهر افضل حیث خلا الخ شامی کراچی ج٦/ص ۳۹۸/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

(**صفحہ ہذا**) [1] عَنْ اُبَيِّ بنْ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰه ﷺ اِنِّي اُكَثِّرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌلَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌلَكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌلَكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذَايُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف، ص ۸٦/ الفصل الثانی، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلها)

ترجمہ:۔ ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کیا میں نے اے اللہ کے رسول میں آپؐ پر بہت درود بھیجتا ہوں پس میں اپنی دعا میں سے آپؐ کے لئے کتنا مقرر کروں، حضور ﷺ نے فرمایا جس قدر چاہو، میں نے کہا چوتھائی، فرمایا جس قدر چاہو، اگر زیادہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے میں نے کہا آدھا مقرر کروں فرمایا جس قدر تو چاہے، ہاں اگر تو زیادہ کریگا تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے پس میں نے کہا دو تہائی، فرمایا جس قدر چاہو، ہاں اگر زیادہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا میں آپ کیلئے اپنی پوری دعا مقرر کروں فرمایا اب کفایت کیا جائیگا تو اپنے غموں سے اور مٹادیا جائے گا، تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو۔

[2] اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصل او قاری، (شامی زکریا، ج۲/ص ۴۳۴/ مطلب فی رفع الصوت بالذکر) شامی کراچی، ج۱/ص ٦٦٠/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها)

آہستہ پڑھیں جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں، اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ وسلام

سوال:۔ جب کہ مسلمان فرض اور سنت کی پابندی اور عمل آوری کو چھوڑ کر یوم الجمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی ادائیگی با جماعت بلند آواز سے پڑھنا فرض عین کا درجہ دیتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر اگر منع کیا جائے تو ہنگامہ کرتے ہیں اس صورت میں اس کا حاصل جواب کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، تقاضا ایمان ہے اداءِ حق کا ذریعہ ہے، [۱] لیکن فرائض [۲] وسنن مؤکدہ [۳] کو چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے، صلوٰۃ وسلام کے ذریعہ سے ترک فرائض کی ہرگز ہرگز مکافات نہیں ہوگی، اس کا وبال دنیا وآخرت میں نہایت سخت ہے، نہ اللہ اس سے خوش نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوں

[۱] مَنْ صَلّی عَلَی وَاحِدَةً صَلّی اللّٰہ علیہِ عَشَراً ۔مشکوۃ شریف،ص ۸٦/ (مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبیؐ)

[۲] الفرض ماثبت بدلیل قطعیّ الثبوت وقطعیّ الدلالۃ حیث لاسبهة فیه ویکفر جاحده ویعذّب تارکه قواعد الفقه ص ۴۱۰/ مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند.

[۳] وسننها ترک السنة الی قوله إساء ة لوعامداً غیر مستخف وفی الردالمحتار وتارکها یستوجب إساء ة أی التضلیل واللوم و فی التلویح ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام الدر المختار علی الشامی کراچی ج ۱/ص ۴۷۳/ مطلب فی قولهم الإساء ة دون الکراهة باب صفة الصلوة.

گے، پہلے فرائض کی پابندی کرے اور سنت مؤکدہ کو اختیار کرے اور حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھے اس کو پوری زندگی میں نافذ وجاری کرے تب تو صلوٰۃ وسلام کی کثرت نورعلیٰ نور ہے، لیکن صلوٰۃ وسلام کے لئے بھی اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو بیٹھ کر پوری توجہ واخلاص سے اس تصور سے پڑھا جائے کہ میری طرف سے ملائکہ تنہائی میں اس صلوٰۃ وسلام کو لیجا کر خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں،[۱] اور دربار عالی سے جواب بھی ملتا ہے، اور بلند آواز سے جماعت کا صلوٰۃ وسلام پڑھنا صحابۂ کرام، محدثین ومتاخرین مجتہدین اور اولیاء کاملین سے ثابت نہیں اس طریقہ کو بند کیا جائے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۲ھ

فرض نماز کے بعد وظیفہ

سوال:۔کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض کے بعد دو تین منٹ بیٹھ کر کچھ خصوصی وظائف پورے کر سکتے ہیں یا فرض کے بالکل فوراً بعد سنت پڑھ کر اس کے بعد وہ وظائف پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں طرح گنجائش ہے زیادہ بہتر یہ ہے کہ سنن کے بعد پڑھے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

---

[۱] قَالَ قَالَ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ. مشکوٰۃ شریف، ص۸۷/ (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند) باب الصلوٰۃ علی النبیؐ)

[۲] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ. مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے بعد اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہ پڑھنا

سوال: ۔نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید ’’ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ لَااِلٰہ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ‘‘ پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے بیشک یہ بہت بڑا استغفار ہے لیکن سلام کے بعد تو اللّٰہ اکبر اور تین مرتبہ استغفر اللّٰہ پڑھنا منقول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ منقول[1] ہے، بعد کے صفات منقول نہیں، مگر ’’عمل الیوم واللیلۃ‘‘ ص۳۵ / میں ہے ’’ حَدَّثَنِیۡ مَعَاذٌ ؓ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یَقُوۡلُ مَنۡ قَالَ بَعۡدَ الۡفَجۡرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَبَعۡدَ الۡعَصۡرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ الَّذِیۡ لَااِلٰہَ اِلَّا ھوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ کفر عنہ ذُنُوۡبُہٗ وَاِنۡ کَانَتۡ مِثۡلَ زَبَدِالۡبَحَرِ[2]‘‘۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] وقال الکمال عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ قال لابأس بقرأۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ فالا ولیٰ تاخیر الاوراد عن السنۃ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص ۲۵۳/ فصل فی صفۃ الاذکار الواردۃ بعد صلاۃ الفرض، مطبوعہ مصری، شامی کراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفۃ الصلوۃ مطلب ھل یفارقہ الملکان، سعایہ ج ۲/ص ۲۶۴/ باب صفۃ الصلوۃ قبیل فصل فی القراءۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور)

(صفحہ ہٰذا) [1] ویستحب ان یستغفر ثلاثاً الخ درمختار علی الشامی زکریا ج ۲/ص ۲۴۷/ باب صفۃ الصلاۃ قبیل مطلب فیمالوزاد علی العدد فی التسبیح الخ.

[2] عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۵/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح مطبوعہ حیدرآباد.

ترجمہ :۔حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر کے بعد تین مرتبہ اور عصر کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے، میں استغفار چاہتا ہوں اللہ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ رہنے والا اور قائم رہنے والا ہے، اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں تو اس سے اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم

سوال:۔ایک امام صاحب روزانہ بعد نماز فجر کے سلام کے بعد بغیر مناجات زبردستی مقتدیوں کو سورۂ یٰسین پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے ختم قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے، کیوں ذراسے وقت کے لئے آپ اس سے محروم ہوں اس کے بعد دعا کرتے ہیں (مناجات کرتے ہیں) کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع صحیح ہے، یا ناجائز ہے احکام شرعی بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک مرتبہ سورۂ یٰسین شریف پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے، حدیث شریف میں موجود ہے، [۱] اس سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے، [۲] اپنے زیر تربیت لوگوں کو زوردیکر بھی عمل کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن سب کو مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے دعا کے بعد چلا جائے، یا تسبیح، نوافل، تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوجائے جس کا دل چاہے تلاوت یٰسین کرے، ترغیب کو جبر کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱؎ عن انس ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان لکل شیئ قلبا وقلب القرآن یٰسین ومن قرأ یٰسین کتب اللّٰہ له بقراء تها قرأة القرآن عشر مرات .رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ شریف، ص۱۸۷/ باب فضائل القرآن، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے، جو شخص ایک مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتا ہے تو اس کو دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

۲؎ عن ابن ابی رباح قال بلغنی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من قرأ یٰسین فی صدر النهار قضیت حوائجه، مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹/ کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

فجر کے بعد امام کا مع مقتدی کے جہراً تسبیحات پڑھنا

سوال:۔ہمارے محلّہ کے آدمی چونکہ کاروبار میں رہتے ہیں محلّہ کی جامع مسجد میں ہروقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے ،صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں،اس لئے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درودشریف ''سبحان اللہ وبحمدہ صلّی اللہ علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم استغفر اللہ'' بلاناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں،امام صاحب سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب وبرکت کے لئے پڑھتے ہیں اگر چہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنیوالے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں، یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں ورنہ جہراً اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے یا منع ہے، نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فجر کے بعد درودشریف ذکر تسبیح استغفار سب کچھ درست ہے اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے، [۱] مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے ،امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے رہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر جب تک چاہے پڑھتا رہے، اور جس کو کوئی کام کرنا ہو اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے مجبور کسی کو نہ کیا جائے ،اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے دعاء میں اصل اخفاء ہے۔ [۲] ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً

---

[۱] اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقاری الخ شامی زکریا، ج۲/ص ۴۳۴/ مطلب رفع الصوت بالذکر شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۶۰/ باب مایفسدالصلاة ومایکره فیها.

[۲] لابأس للامام عقب الصلاة بقرأة آیة الکرسی وخواتیم سورة البقرة والاخفاء افضل شامی زکریا، ج۹/ص۶۰۷/ کتاب الحظر والاباحة.

وَخُفْيَةً "[۱] تعلیم مقصود ہو یا کوئی اور دینی مصلحت ہوتو جہراً بھی درست ہے۔[۲]

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعاء ثابت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا

سوال:۔ایک شخص صبح کی نماز میں مختلف مسجدوں میں روزانہ جاتا ہے،اور سلام پھیرتے ہی کھڑا ہوجاتا ہے،اور یہ کہتا ہے کہ نماز میں سجدہ اس طرح پر کرو رکوع اس طرح پر اگر ٹخنے خشک رہ گئے یا پیشاب کا قطرہ نکل گیا اور بھی چند باتیں بیان کرتا ہے، کہ یہ باتیں ہوں تو نماز نہیں ہوگی، یہ تو ٹھیک ہے مگر وہ سلام پھیرتے ہی کھڑا ہوجاتا ہے، جو لوگ دوسری رکعت میں شریک ہوتے ہیں،ان کا دھیان اسکے وعظ میں تبدیل ہوجاتا ہے،اس سے کہتے ہیں کہ جب سب نماز سے فارغ ہوجائیں اس وقت بیان کرو،بہتر تو یہ ہے کہ امام جب دعا سے فارغ ہوجائے تو اس وقت بیان کریں،مگر وہ نہیں مانتا اور ناراض ہوتا ہے حکم تو یہ ہے کہ قرآن شریف بھی زور سے نہ پڑھا جائے،مسجد میں داخل ہوتو سلام بھی مت کرو لوگوں کا دھیان ہٹے گا،کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟

---

[۱] سورہ اعراف پارہ۸/۔آیت ۵۵۔ **ترجمہ**:۔پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔(بیان القرآن)

[۲] واولیٰ منه القول بتقديم الاخفاء على الجهر فيمااذا خيف الرياء او كان فى الجهر تشويش على نحو مصل او نائم الیٰ قوله و بتقديم الجهر على الاخفاء فيما اذا خلا عن ذلک و كان فيه قصد تعليم جاهل الخ روح المعانى ج۸/ص ۱۴۰ / مطبوعه مصطفائى ديوبند، سعايه ج۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلاة، سهيل اكيڈمى لاهور.

الجواب حامداًومصلیاً!

جس وقت لوگ نماز میں مشغول ہوں اس وقت اس شخص کو بیان نہیں کرنا چاہئے اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

نماز فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر ونعت میلاد کا حکم

سوال:۔ جماعت ہونے کے بعد بالخصوص صبح اور عصر کی نماز کے بعد داخل مسجد میں تقریر یا کتابی تعلیم کرنا جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے صحن میں مولود اور قصیدہ وغیرہ آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

دینی تقریر وتعلیم کتاب درست ومفید ہے صحیح قصیدہ بھی پڑھا جائے جس میں حمد ونعت ہو وہ بھی درست ہے مولود مروجہ درست نہیں [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هكذا يستفاد من الفتاوىٰ الحديثيةثم ان كان هناك من يتأذى بجهرهم كمصل اونائم ندب لهم الاسرار (الفتاوىٰ الحديثية ،ص ٧٦/) مطلب في ان الجهر بالاوراد عقب الصلاة سنة و شامي كراچي ج ١/ص ٦٦٠/ و شامي زكريا ج ٢/ص ٤٣٤/ باب مايفسد الصلاة الخ مطلب رفع الصوت بالذكر.

[2] واتباع السلف اولىٰ بل اوجب من ان يزيد نية مخالفة لماكانوا عليه لانهم اشدالناس اتباعاً لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعظيماً له ولسنته صلى الله عليه وسلم ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد الخ المدخل ،ج٢/ص ١٠/ (مطبوعه مصرى) مولدالنبى صلى الله عليه وسلم .

فجر کے بعد ہواخوری افضل ہے یا اوراد وظائف؟

سوال:۔ فجر میں دعا کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد وظائف حمد ونعت ،صلوٰۃ وسلام یا تلاوت کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے، یا ہواخوری کے لئے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہواخوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے، تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائیگا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابل اہتمام ہے، ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

---

[۱] وعنه (ای انسؓ) قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰه حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تامة تامةٍ رواه الترمذی (مشکوٰة شریف، ص ۸۹/ الفصل الثانی، باب الذکر بعد الصلوٰة، ترمذی شریف ج ۱/ص ۱۳۰/ ابواب السفر، باب ماذکر ممایستحب من الجلوس فی المسجد بعدصلاة الصبح الخ مطبوعه اشرفی دیوبند، مجمع الزوائد ج۱۰/ص۱۳۳/ باب مایفعل بعد صلاة الصبح والمغرب الخ، رقم (۱٦۵۳۸)، مطبوعه دارالفکر بیروت، مسلم شریف مطبوعه رشیدیه دهلی ج ۱/ص ۲۳۵/ کتاب الصلوة، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھ لی پھر وہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھ لی، تو اس کے لئے حج وعمرہ کی مانند ثواب ہوگا، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورے پورے حج وعمرہ کا ثواب ہوگا۔

عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم

سوال: ۔ جب بدامنی عام ہو جائے اور اہل اسلام کی جان واموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہو جائیں، تو ایسی صورت میں اہل اسلام کو کیا کرنا چاہئے ؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوٰۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے، اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ "لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّاۤ اَنْـتَ سُبْحَـانَکَ اِنِّیْ کُنْـتُ مِّنَ الـظّٰالِمِیْن " پڑھ کر دعا کرتے ہیں، ایسے حوادث تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپ ؐ یا صحابہ کرام ؓ سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصیبت عامہ کے وقت جب بدامنی پھیل جائے قتل وغارت کی وجہ سے جان ومال اولاد محفوظ نہ رہے، تو قنوت نازلہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے،[1] آیت کریمہ کا عمل بھی

---

[1] عن انس بن مالک ؓ قال قنت النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم شهر ایدعو علی رعل وذکوان (بخاری شریف، ج ۱/ص ۱۳۶/ باب القنوت قبل الرکوع وبعدہٗ، ابواب الوتر، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسلم شریف ج ۱/ص ۲۳۷/ کتاب الصلوة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۲۰۴/ کتاب الصلوة باب القنوت فی الصلوة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی اور آپ قبیلہ رعل وذکوان کو بددعا فرماتے تھے۔

"اذا وقعت نازلة قنت الامام فی الصلوٰة الجهریة ،لکن فی الاشباه عن الغایة قنت فی **صلاة الفجر** ..وهو مذهبنا وعلیه الجمهور .(شامی زکریا، ج۲/ص۴۴۸/ باب الوتر مطلب فی القنوت للنازلة حاشیة الشلبی علی التبیین ج ۱/ص ۱۷۰/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الانهر علی مجمع الانهر ج ۱/ص ۱۹۳/ باب الوتر والنوافل مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

مفید ومجرب ہے توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے، یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب کوئی اہم امر پیش آ تا تو ''بادر الی الصلوٰۃ[1]'' اس لئے آیت کریمہ کی توفیق ہوجائے تو اعتراض کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تسبیح فاطمی نہ پڑھنا

سوال:۔ایک شخص فجر اورعصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا بلکہ جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، انکا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے، بلکہ یہ مستحب ہے،[2] جو

---

[1] عن حذیفة قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا حزبه امر فزع الى الصلوٰة (درمنثور، ج ۱/ص ۱۶۳/ سورۂ بقرہ تحت آیت ۴۵/ مطبوعہ دارالفکر)

ترجمہ:۔حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اہم امر پیش آتا تھا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے تھے۔

[2] عن زيدبن ثابت قا ل امرنا اى اَمر ندب ان نسبح فى دبر كل صلوٰة ثلاثا وثلاثين ونحمد ثلاثاً وثلاثين ونكبّر اَرْبَعًا وثلاثين اى تكملة للمائة .مرقاة المفاتيح ،ج ۲/ص ۲۵/ باب الذكر بعد الصلوٰة، الفصل الثالث مطبوعه اصح المطابع ممبئى، مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۲۵۵/ فصل فى صفة الأذكار الخ، مطبوعه مصر، الدر المختار على الشامى زكريا ج ۲/ص ۲۴۷/ باب صفة الصلاة، مطلب فيما لوزاد على العدد الخ.

ترجمہ:۔زید بن ثابتؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم کو حکم دیا گیا (بطور استحباب) کہ ہم ہر نماز کے بعد ۳۳/ بار سُبْحَانَ اللّٰه، ۳۳/ بار اَلْحَمْدُلِلّٰه، اور ۳۴/ بار اَللّٰهُ اَكْبَر کہیں (۱۰۰/ کی تعداد مکمل کریں)

شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وخیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا، تاہم گنہگار نہیں ہوگا، نمازی اس سے نفرت نہ کریں برانہ کہیں محبت وہمدردی سے سمجھائیں ترغیب دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] **ألدعوة** اليه (اى الى امرالاستحباب) على طريق الاستحباب دون الحتم والايجاب، وفى إتيانه ثواب وليس فى تركه عقاب، الفقه الحنفى وأولته ج ١/ص ٤٤/ كتاب الطهارة، مستحبات الوضوء، مطبوعه دارالفيحاء بيروت، ردالمحتار على الدرالمختار ج ١/ص١٠٣/ كتاب الطهارة، مطلب فى السنة و تعريفها، مطبوعه كراچى.



فصل دوم

درمیان نماز اوراس کے بعد دعاء وغیرہ

فرض نماز کے بعد دعا الحمد سے شروع کرنا

سوال:۔ فرض نماز کے بعد ''الحمد للّٰہ رب العالمین '' سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا سے پہلے حمد وثنا آدابِ دعا میں سے ہے ''الحمد للّٰہ '' اس کا اعلیٰ مصداق ہے جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا ''اھدنا الصراط المستقیم الخ'' سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مِنْ حَدِیْثِ مُحْمُوْدِ بْنِ غَیْلانَ مَرْفُوْعًا اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدأ بِتَحْمِیْدِ اللّٰہِ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ثُمَّ لیَدْعُ بَعْدُبِمَا شَاءَ هٰذَاحدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ، ج۲/ص ۱۸۶ / باب ماجاء فی جامع الدعوات) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے ختم پر اللہم انت السلام کی دعا کہاں تک ہے

سوال:۔نماز کی چھوٹی کتابوں میں بعد فرائض پڑھنے کے جو دعا ہے ''اللّٰھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنادارالسلام تبارکت وتعالیت یاذالجلال والاکرام '' اس کو نمازی سنت ہی سمجھ کر پڑھتے ہیں، مگر ایک عالم صاحب نے بتایا کہ سنت صرف اتنی دعا ہے ''اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام '' ان کی بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جو الفاظ حدیث شریف میں نہیں ان کو اس طرح پڑھنا جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ بھی حدیث شریف کے الفاظ ہیں مغالطہ کا موجب ہے، اس لئے اس سے پرہیز چاہئے عالم صاحب نے جو بتایا وہ صحیح ہے[1] جہاں مغالطہ نہ ہو وہاں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص ۲۲۰/ فصل فی بیان واجب الصلوٰۃ)

ترجمہ:۔محمود بن غیلان کی سند سے ایک مرفوع حدیث شریف ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء سے شروع کرے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر وہ اس کے بعد دعا مانگے جو وہ چاہے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] عن عائشة رضی اللّٰہ عنها ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم كَانَ اذا سلّم وقال خالد كان يقول هولاء الكمات اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام.

عمل الیوم واللیلة ،ص ۳۰/ باب مایقول اذاسلم من الصلاۃ، مطبوعه حیدرآباد.

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تھے اور خالد نے کہا کہ یہ کلمات پڑھتے تھے ''اللّٰھم انت السلام الخ '' اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے، تو برکت والا ہے اے بزرگی اور اکرام والے۔

فجر کے بعد اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے

سوال: ۔حدیث شریف میں نماز صبح ونماز عصر کے بعد ذرا دیر ذکر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، تو اس تھوڑی دیر سے نماز فجر وعصر کے بعد پورا وقت مراد ہے، یا اس سے کم اگر کم مراد ہے تو کم از کم کتنی دیر ذکر کرنے سے فضیلت مل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کے بعد اشراق تک اور عصر کے بعد غروب تک ذکر میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت ہے[۱]، اگر یہ سارا وقت نہ مل سکے تو کم سے کم تسبیحات فاطمہ کی مقدار پر ہی قناعت کرے، یعنی ''سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳/ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳/ اَللّٰہُ اَکْبَر ۳۴/ لاَاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوٰۃ الغداۃ حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعۃ من ولد اسماعیل ولان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوٰۃ العصر الٰی ان تغرب الشمس احب الی من ان اعتق اربعۃ مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بیٹھنا ایک قوم کے ساتھ کہ وہ یاد کریں اللہ کو صبح کی نماز سے آفتاب نکلنے تک بہتر ہے، میرے نزدیک اس سے کہ آزاد کروں میں چار غلام حضرت اسماعیل کی اولاد سے اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھنا کہ یاد کریں وہ اللہ کو عصر کی نماز کے وقت سے غروب آفتاب تک بہت بہتر ہے، میرے نزدیک اس سے کہ آزاد کروں چار غلام۔

[۲] وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سبح اللّٰہ فی دبر کل صلوٰۃ ثلثا وثلثین وحمد اللّٰہ ثلثا وثلاثین وکبر اللّٰہ ثلثا وثلثین فتلک تسعۃ وتسعون وقال تمام المائۃ لااله الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد وھوعلی کل شئی قدیر (بقیہ آئندہ پر)

(بقیہ آئندہ پر)

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام

سوال: ۔عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث بر طریقہ حنفیہ مع دلائل وبراہین صراحۃً تحریر فرما کر عنداللہ ماجور فرما کر عندالناس مشکور فرمائیں، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام بلا ناغہ نماز پنجگانہ میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اوّل بعد ادائے فریضہ، دوم بعد اتمام سنت ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعا مانگی جاتی ہے اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہٰذا یہ تحریر فرمایئے گا کہ دعا اول وثانی کا حق امام کو ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے اور بعد صلوٰۃ خصوصیت سے مقرون بالاجابتہ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد[۱] ہے لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریق محدث ہے اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے، بعض نواح میں فرض جیسا

(گذشتہ کا بقیہ) غفرت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر، مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۲۱۹/ باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ، مطبوعہ سعد دیوبند.

ترجمہ: ۔حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے ہر نماز کے بعد تینتیس بار اور الحمد للہ کہے تینتیس بار اور اللہ اکبر کہے تینتیس بار پس ننانوے ہوئے اور سینکڑا پورا کرنے کے واسطے یہ کلمہ کہے، نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے، نہیں شریک اسکا کوئی اسی کے لئے ہے بادشاہت اور اسی کے لئے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو بخش دیئے جائیں گے اسکے گناہ اگرچہ دریا کے جھاگ کے مانند ہوں۔

(صفحہ ہٰذا) [۱] عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ وَ دُبَرَ الصَّلٰوَاتِ الْمَکْتُوبَۃِ، مشکوٰۃ شریف ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

معاملہ اس دعا کیساتھ کیا جاتا ہے، بلکہ فرض سے بڑھ کر مثلاً اگر کوئی تارک صلوٰۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے اس پر طعن وتشنیع نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ کر آوے جو کہ مستحدث وبے اصل ہے[1]، اس پر سبّ وشتم لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے، اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے، اوراس کو واجب کا درجہ دیدیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے، ''**الاصرار علیٰ المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة من اصر علیٰ امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علیٰ بدعة اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعودؓ ان اللّٰه یحب ان تؤتیٰ رخصه کمایحب ان توتی عزائمه انتهی عن الطیبی**[2] شرح مشکوٰۃ اھ سعایہ[3]، ج۲/ بدعت پر عمل ہی جائز نہیں اصرار کی گنجائش تو کہاں ہوسکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر اگر چہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے، مگر قلت کے ساتھ لہٰذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعاء

---

[1] ورحم اللّٰه طائفةً من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام و من معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم اللّٰهم انت السلام و منک السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقیب الفاتحة جهراً مرة ثانیة وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام وأیم اللّٰه إن هذا امر محدث فی الدین، اعلاء السنن مختصراً ج۳/ ص۱۳۷/ کتاب الصلوة، باب انحراف بعد السلام الخ مطبوعه کراچی.

[2] (طیبی شرح مشکوٰة، ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فی التشهد الفصل الاول)

[3] سعایه، ج۲/ص۲۶۵/(مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)باب صفة الصلوٰة. سباحة الفکر ص۲۷/ مطبوعه لکهنؤ.

ثانیہ بحیثیت اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں امام کا دعاء میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جولوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

''عن زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلوٰةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ رَوَاهُ ابوداؤد وسكت عنه والمنذری اھ اعلاء السنن، ج۷/۳۷ [۱]''

''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنْ صَلوٰةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم عَنْ تَطُوُّعٍ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعاً ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ النَّاسَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلاً طَوِيْلاً قَائِماً وَلَيْلاً طَوِيْلاً قَاعِداً وَاِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ اِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ هُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . رواه مسلم وزادابوداؤد ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلوٰةَ الْفَجْرِ اھ مشكوٰة شريف، ص ۱۰۴ [۲]'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۶۰ھ

---

[۱] اعلاء السنن، ج۷/ص ۵۷/ باب افضلية التطوع فى البيت مع جوازه فى المسجد، مطبوعه كراچى (سعايه، ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، ابوداؤد شريف ج ۱/ص۱۵۶/ باب صلاة الرجل فى بيته التطوع) مطبوعه ديوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دعاء ثانی

سوال:۔ دعاء ثانی شرعاً جائز ہے یا کہ ناجائز ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں کسی فعل کا عدم وقوع جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہوایسا فعل کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ عدم وقوع سے شرعاً عدم جواز لازم آیایا کہ نہیں اورعدم وقوع اورعدم صدور زمانۂ نبوی حجت شرعیہ ہے یا کہ نہیں؟ اور حجت ادلۂ شرعیہ کتنے اورکون کون سے ہیں؟ کونسی چیز ائمہ اربعہ اوراجلہ علماء کا عمل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

دعا ہروقت جائز ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ کرامؓ سے دعاء ثانیہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز اس کے گھر میں زیادہ بہتر ہے اس نماز کی بنسبت جو میری اس مسجد میں ہومگر فرض نماز۔

[۲] **مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۴ / باب السنن وفضائلها الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ج ۱ /ص ۲۵۲ / کتاب صلوة المسافرین باب سنن الراتبة قبل الفرائض الخ مطبوعه سعد دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۱/ ص ۱۸۵ / باب تفریع ابواب التطوع.**

ترجمہ:۔ عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا آپؐ اپنے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے، پھر وہ نکلتے اورلوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر وہ گھر میں داخل ہوتے اوردورکعت نماز پڑھتے اور آپؐ لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر گھر میں داخل ہوکر دورکعات نماز پڑھتے، پھرلوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور گھر میں داخل ہوتے اور دورکعات نماز پڑھتے اورآپؐ رات میں ۹/رکعات پڑھتے تھے وتر کے ساتھ، اورآپؐ رات کو دیر تک کھڑے اور بیٹھے نماز پڑھتے اور جب آپ کھڑے ہوکر پڑھتے تو رکوع وسجدہ کرتے درانحالیکہ وہ کھڑے ہوتے، اورجب آپؐ بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع اورسجدہ کرتے درانحالیکہ وہ بیٹھے ہوتے اورجب فجر طلوع ہوتی تو دورکعت نماز پڑھتے اورامام مسلم نے اس کوروایت کیا ہے اورامام ابوداؤد نے اس چیز کی زیادتی کی کہ پھر نکل کرلوگوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے۔

ثابت نہیں ہے، اس کو سنت کہنا غلط ہے، جو فی نفسہٖ مباح ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جس سے اس چیز کا واجب یا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے درست نہیں[1]، جس چیز کا داعیہ شرعیہ زمانہ خیر القرون میں موجود ہو اور پھر بھی وہ چیز موجود نہ ہو تو یہ اسکی عدم مشروعیت کی دلیل ہے، ادلہ شرعیہ چار ہیں[2] (۱) کتاب اللہ (۲) سنت، جس میں آثار صحابہ بھی شامل ہیں (۳) اجماع (۴) قیاس مجتہد اصول فقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے ان چار اصول (یعنی ادلۂ شرعیہ) کا تذکرہ اور ان کا حجت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۵ھ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کو دعاء کے اخیر میں پڑھنا

سوال: ''فی زماننا بعد صلوٰۃ العصر وبعد الفجر'' دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ الفاتحہ کہہ کر اس آیت مبارکہ ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الخ'' کو پڑھا جاتا ہے، بعدہٗ جمیع مقتدی وپیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

(۱) زمانہ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

---

[1] فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها الخ سباحة الفكر، ص ۴۲/ (مطبوعه لكهنؤ) طيبى شرح مشكوٰة ج ۲/ص ۳۷۴/ باب الدعاء فى التشهد الفصل الاول، سعايه ج ۲/ص ۲۶۵/ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فى القراءة.

[2] فان اصول الفقه اربعة كتاب اللّٰه تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الامة والقياس الخ اصول الشاشى، ص ۵/(مطبوعه معراج بكڈپو ديوبند) نورالانوار ص ۷/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

(۲) آیت مبارکہ کی تلاوت وجوب درودشریف پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا نہ ہو بطریق ایصال ہو تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

(۴) بعض جہلاء اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا التزام مالایلزم مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں، اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو ”فَفِرُّ وا اِلَی الْبَیْتِ“ ہوجاتے ہیں وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے اس امر مستحسن بلکہ احسن پر طعن کرکے اہل حق کی تذلیل پر کمربستہ ہیں حالانکہ فقہاء کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں۔

(ا) عالمگیری ۲۱۴/ ج۵/ قال استاذ نا لکنها مستحسنة للعادة والاٰثار

(ب) ایضاً قرأة الفاتحة بعد المتکوبة لاجل المهمات مخافتةً اوجهراً مع الجمع مکروهة .

(ج) واختار القاضی بدیع الدین انه لاتکره.

(د) واختار القاضی الامام جلال الدین ان کانت الصلوٰة بعدها سنة تکره والا فلا ، کذافی التاتارخانیه.

(ر) قوم یجتمعون ویقرؤن الفاتحة جهراً دعاء لایمنعون عادة والاولیٰ المخافتة.

(ز) وفی خجندی امام یعتاد کل غدا ة مع الجماعة قرأة اٰیة الکرسی واٰخر البقرة وشهد اللّٰه ونحو ها جهراً لاباس به کذا فی القنیة.

عبارات مذکورہ سے جواز بالشرع موجود ہے، لیکن چونکہ بالشریعت ہے ونیز ”بفحواء“ آیت مبارکہ ”فاسئلو ااهل الذکر ان کنتم لاتعلمون الخ“ اہل ذکر ہی سے ہوسکتا ہے لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا، براہِ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہِ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) میں نے قرون مشہود لہا بالخیر یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں اس مخصوص دعاء کا ثبوت کتب فقہ میں نہیں دیکھا[۱]

(۲) اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ " وقوله یاایها الذین اٰمنوا صلوا علیه قد تضمن الامر بالصلوٰة علی النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم وظاهره یقتضی الوجوب وهو فرض عندنا الخ احکام، ج۳/ ص ۴۶۵/[۲] باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ، حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں جنکی تفصیل طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۴۷/[۳] میں موجود ہیں۔

(۳) جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں " مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَردٌ[۴]، متفق علیہ۔

---

[۱] فتاوی رحیمیه، ج ۱/ص ۲۱۵/ کفایت المفتی، ج۳/ص ۲۷۹/ اغلاط العوام، ص ۹۷/امداد الاحکام، ج ۱/ص ۱۷۹/ احسن الفتاویٰ، ج ۱/ص ۳۴۴.

[۲] احکام القرآن للجصاص، ج۳/ص ۳۷۰/ سورة الاحزاب، باب ذکر حجاب النساء، مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت لبنان.

[۳] والصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فرض فی العمرة مرة ابتداء ای من غیرتقدم ذکر وتفترض کلما ذکر اسمه هوقول الطحطاوی قال بعضهم یتداخل الوجوب اذا اتحد المجلس وتکفی صلاة واحدة کسجود التلاوة اذلووجبت کل مرة لأفضی الی الحرج وظاهر تعبیره بتفترض انه فرض عملی والذی فی کلام غیره ان المراد الوجوب المصطلح علیه قال السرخسی فی شرح الکافی ،وقول الطحطاوی مخالف للاجماع وعامة العلماء علی ان ذٰلک مستحب فقط لما فی غایة البیان وهوالمختار للفتویٰ ......والصلاة فی ضمن صلاة فلاتجب **الصلاة** لارتکاب المکروه (طحطاوی علی المراقی الفلاح ،ص ۲۲۰/ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصر، بحر ج ۱/ ص ۳۵۲/ بیان شروع الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، درمختار مع الشامی کراچی ج ۱/ص ۵۱۸/ بیان شروع الصلوة مطلب نص العلماء علی استحباب الصلوة علی النبی) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۴) جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں، اور اس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے بلکہ حدیث ''من احدث الخ'' پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں، تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے، اور وہ اپنے ادعاء اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلاء کہہ کر حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں بلکہ بڑی معصیت ہے، اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو ما، انا علیه و اصحابی کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلاتحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے، جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلافِ شرع واقع ہو اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علماء سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلافِ شرع سرزد ہو جائے، تو اس فعل کی تردید حسبِ حیثیت لازم ہے، لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے، جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں، ان میں سے کسی میں الفاتحہ اور ''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ الخ'' کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے کسی جواب کی ضرورت نہیں، تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جاسکتا ہے۔

(الف) اس عبارت میں ''لٰکنها'' کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے، اور یہ کس سے استدراک ہے۔

(ب) اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج) یہ اصل مذہب اور قول جمہوریت کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د) انہوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی دوسری میں مخالفت۔

---

[۴] مشکوٰۃ شریف ،ص۲۷/ الفصل الاوّل باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔جس شخص نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو کہ اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

(ر) اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے نہ کہ امر شرعی، اور امر شرعی وہ ہے جو کہ (ب) میں مذکور ہے۔

(ز) اس میں فقط لابأس ہے جو کہ بالاصالہ خلافِ اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے، اسی عالمگیری کے اسی صفحہ پر (د) اور (ر) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جو کہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی وہ یہ ہے "**قرأة الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعین کذافی المحیط** اھ چند سطر بعد ہے "**یکره للقوم ان یقرأ القرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والانصات المامور بهما کذا فی القنیة**[۱]"، یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے، جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استنا امورِ ذیل سے ہے۔

(۱) اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا مضمون حدیث "**من احدث الخ**" کی وجہ سے قابل رد ہے۔

(۲) فاتحہ آیت "**ان اللّٰـــه الخ**" پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی[۲] وغیرہ کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اس ہیئت کے اجتماع کو فقہاء کرام نے بدعت لکھا ہے، "**قد صح عن ابن مسعودؓ انه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد الخ فتاویٰ بزازیه**[۳]، ص ۳۷۸/۔

---

[۱] عالمگیری، ج۵/ص ۳۱۷/. کتاب الکراهیة، الباب الثالث فی الصلوٰة والتسبیح الخ.

[۲] اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصلی اوقاری (شامی زکریا، ج۲/ص ۴۳۴/مطلب فی دفع الصوت بالذکر) شامی کراچی، ج۱/ص ۶۶۰/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها.

[۳] وَقَدْ صَحَّ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ قَوْماً اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَسْجِدٍ یُهَلِّلُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ جَهْراً فَرَاحَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ مَاعَهِدْ نَا ذٰلِکَ عَلیٰ عَهْدِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمَااَرَاکُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِیْنَ فَمَا زَالَ یَذْکُرُ ذٰلِکَ حَتّٰی اَخْرَجَهُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ (فتاویٰ بزازیه، ج۶/ص ۳۷۸/ کتاب الاستحسان) (باقی اگلے پر)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالانکہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہوجاتا ہے "الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة ،سعایه[1] "، بلکہ طیبی[2] شرح مشکوٰۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے، جب امر مندوب مکروہ ہوجاتا ہے، تو مباح بطریق اولیٰ ہوجاتا ہے،"الجهر[3] المفرط ممنوع شرعاً وكذا الجهر الغير المفرط اذاكان فيه ايذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فيه الخ كماصرح به على القارى فى شرح مشكوٰة والحصكفى فى الدر المختار وغيرهما اھ سباحة الفكر ،ص ۷۲/۔

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن سبّ وشتم کیا جاتا ہے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے "سباب المسلم فسوق[4] اھ والیٰ غیر ذٰلک من المفاسد،،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۹/۶۲ھ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔ اور حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کے متعلق سنا کہ وہ مسجد میں جمع ہوکر بلند آواز سے آپؐ پر درود بھیج رہے ہیں، تو آپؓ انکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ حضورؐ کے زمانہ میں ہم لوگ اسکو جانتے بھی نہیں تھے، اور میرے خیال سے تم لوگ محض دین میں نئی بات پیدا کرنے والے ہو اس کے بعد بھی حضرت ابن مسعودؓ برابر اسکا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکالدیا۔

[1] سعايه ،ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل فى القراءة مطبوعه لاهور.

[2] من اصر على امرمندوب وجعله عزماً ولم يجعل بالرخصة فقداصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف بمن تصر على بدعة ومنكر (طيبى شرح مشكوٰة شريف، ص ۲/ ج ۳۷۴/تحت باب الدعا فى التشهد، الفصل الاول)

[3] سباحة الفكر ،ص ۷۲/ الباب الاول فى حكم الجهر بالذكر. (مطبوعه لكهنؤ)

[4] عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (مسلم شريف مع نووى، ج ۱/ص ۵۸/ كتاب الايمان باب بيان قول النبیؐ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر) مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے۔

جواب صحیح ہیں اس مسئلہ پرایک رسالہ " **دلیل الخیرات فی ترک المنکرات** " شائع ہوچکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کیلئے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۲/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۲/۹/۶۲ھ

نماز جمعہ کے بعد دعاء ثانیہ

سوال:۔ جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہوکر دعا کرلیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے لیکن سنتوں سے فارغ ہوکر سب کا منتظر رہنا اورامام صاحب مقتدیوں کا پھرمل کر دعا کرنا جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے، اوراس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سبّ وشتم اورلعن طعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہے اس کو ترک کرنا چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ورحم اللّٰہ طائفةً من المبتدعة فی بعض اقطار الھند حیث واظبوا علیٰ ان الامام و من معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تھم اللّٰھم انت السلام و منک السلام الخ فاذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الامام عقب الفاتحة جھراً بدعاء مرةً ثانیةً والمقتدون یوقنون علیٰ ذلک وقد جری العمل منھم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام الی قوله وأیم اللّٰہ إن ھذا امر محدث فی الدین الخ اعلاء السنن ج۳/ص۱٦۷/ کتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام الخ مطبوعه ادارة القرآن کراچی، فتاویٰ رحیمیه ج۱/ص۲۱۵/ و ج٦/ص۱۸۴.

دعاء ثانیہ جبکہ نماز میں خلل واقع ہو

سوال: ۔ہم نماز مسجد میں ادا کررہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن نے دعا ثانی شروع کردی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے یا نہیں یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

اس طرح دعاء ثانیہ کرنا جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے ،مکروہ[۱] ہے اس کو ترک کرنا چاہئے ،اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے[۲]، دعاء ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض واجب ترک نہ ہوتو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۷/۸۹ھ

نماز کے بعد دعاء ثانی

سوال: ۔بمبئ میں ہر نماز کے بعد الفاتحہ کہا جاتا ہے،اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں،لہٰذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئ کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے،[۳] جس کا جو دل چاہے دعا کرے،اس میں

---

۱ هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء قيل نعم و فى الشامى والأسرار افضل حيث خيف الرياء وتأذى المصلين او النيام الخ درمختار مع الشامى زكريا ج ۹/ص ۵۷۰/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع.

۲ فتاویٰ رحیمیه، ج ۱/ص ۲۱۵/ ۱۸۴/ ج ۶/.

۳ عن ابى امامة رضى الله تعالىٰ عنه قال قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم أيُّ الدُّعَاءِ اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات، مكشوٰة شريف ص ۸۹/ باب الذكر بعد الصلاة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ترمذى شريف ج ۲/ ص ۱۸۷/ ابواب الدعوات، مطبوعه اشرفى ديوبند.

امام کو بھی حق ہے، اور مقتدیوں کو بھی حق ہے، لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے ثابت ہے،[۱] جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/ ۸۹ھ

دعاء ثانیہ وثالثہ

سوال:۔ احادیث سے الفاظ دعا کو تین یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے، لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کو جزو دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/ ۵۷ھ

---

[۱] عن عائشة رضى الله عنها قالت قيل النبى صلّى اللّه عليه وسلّم مَنْ أَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مشكوٰة شريف ص۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] مَنْ أَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مشكوٰة شريف ص۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ج۳/ص۱۶۷/ کتاب الصلوۃ باب الانحراف بعد السلام الخ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا

سوال:۔ رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں، بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے[1]، مسجد میں اس کی نوبت کم ہی آتی تھی، فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے ''والافضل فی السنة اداء ها فی المنزل الا التراویح''[2]، (بحر الرائق، ج۲/ص ۵۰/)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

سنت ونفل کے بعد کس قدر طویل دعاء مسنون ہے

سوال:۔ سنت ونفل کے بعد طویل دعاء مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟

---

[1] لانه صلى الله عليه وسلم يصلى السنن فى بيته الخ كبيرى ص ۳۳۲/ يكره تاخير السنة عن الفريضة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[2] البحر الرائق، ج۲/ص ۵۰/ باب الوتر والنوافل. (مطبوعه كراچى) درمختار على الشامى زكريا ج۲/ص ۴۶۴/ باب الوتر والنوافل قبيل مطلب سنة الوضوء، عالمگيرى ج ۱/ص ۱۱۳/ الباب التاسع فى النوافل، مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت ونفل کے بعد ہر شخص اپنے شرح صدر کے موافق جس قدر چاہے دعا کرے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا

سوال: ۔فرائض کے بعد سنتوں کے قبل وہ دعائیں جو حصن حصین وغیرہ میں منقول ہیں ،مانگنا کیسا ہے؟ افضل ہے یا مکروہ جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں طویل دعائیں مانگنا مکروہ لکھا ہے، جب کہ حجۃ اللہ البالغہ[۲] میں شاہ صاحب فرماتے ہیں ''والاولیٰ ان یاتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب'' امید کہ تفصیل سے مشرف فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں دونوں قول ہیں۔ کذافی الدر المختار علی ھامش ردالمحتار[۳] ج ۱/ص ۳۵۶/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۱ھ

---

[۱] ثم یسألہ اذا انصرف عنہ لکن الاذکار الواردة بعد المکتوبة یستحب لمن اتی بھا ان یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد ان یفرغ منھا ویدعو بماشاء الخ، سعایہ ج۲/ص۲۵۸/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور.

[۲] حجة اللّٰہ البالغة ج۲/ص۱۲/ اذکار الصلاة الخ مطبوعہ مصری.

[۳] ویکرہ تاخیر السنة الابقدر اللھم انت السلام الخ قال الحلوانی لا بأس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ،ان ارید بالکراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلة ویستحب ان یستغفر ثلاثاً ،ویقرآیة الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمدہ ویکبر ثلاثا وثلاثین ،ویھلل تمام المائة ویدعو ویختم بسبحان ربک ، شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۳۰/ قبیل فصل فی القراءة)

وتر کے بعد دعا

سوال: ۔تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ہر ترویحہ کے بعد دعا

سوال: ۔ہمارے یہاں بیس رکعت کی تراویح نماز میں پانچ دفعہ ہاتھ اٹھا کر مناجات ہوتی ہے، یعنی چار رکعت نماز کے بعد ایک دفعہ دعا ہوتی ہے، اس کے بعد پھر ہاتھ اٹھا کر دعا ہوتی ہے، مگر ساری یوپی میں صرف بیس رکعت پر دعا ہوتی ہے، اگر ہمارے وہاں بیس رکعت کے بعد دعا کے لئے کہا جاتا ہے، تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اگر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ چار پر ضروری سمجھ کر دعا مانگنا بدعت ہے، کیونکہ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، تو وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ بیس رکعت پر بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، وہ بھی بدعت ہونی چاہئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر چار پر بدعت ہے، تو فرض کے بعد بدعت ہونی چاہئے کیونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر ساری دنیا پر یہ دعا ہوتی ہے اگر چہ ضروری نہ سمجھتے ہوں مگر ظاہری طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ضروری نہیں سمجھتے تو کبھی کبھی ترک دعا ہونی چاہئے، مگر کبھی ایسا نہیں کرتے ہیں تو تراویح کی بیس رکعت نماز میں پانچ دفعہ دعا مانگنا بدعت کیوں ہوگی؟ یہ بدعتی کے قول ہیں، لہٰذا مع دلائل عقلی ونقلی سے تحریر فرماویں؟

---

[۱] لابأس للامام عقب الصلاة بقرأة آية الكرسى وخواتيم سورة البقره والا خفاء افضل (شامى زكريا، ج۹/ص ۷ ۰ ۶/كتاب الحظر والاباحة) (شامى كراچى، ج۶/ص ۴۲۳)

الجواب حامداً ومصلیاً!

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ سے نہیں ہے، چہ جائے کہ اس پر اصرار اور اس کا التزام، اور بیس رکعت تراویح چونکہ پوری ایک نماز ہے جو دس سلام اور پانچ ترویحوں سے ادا کی جاتی ہے، اس لئے اس کے اختتام پر دعا کے ثبوت کے لئے ہر نماز کے بعد دعاء کا ثبوت کافی ہے، باقی رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ فرض نمازوں کے بعد بھی دعاء کا ثبوت نہیں ہے، یہ قول جہالت اور کتب حدیث وفقہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، فرض نمازوں کے بعد دعاء کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً موجود ہے۔

''عَنْ ثَوْبَانؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم اِذَا اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ . رواه مسلم، مشكوٰة شريف، ص ۸۸ [۱]''، ثُمَّ يَدْعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِالْاَدْعِيَةِ الْمَاثُوْرَةِ الْجَامِعَةِ لِقَوْلِ اَبِىْ اُمَامَةَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَبِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ اُوْصِيْكَ يَامُعَاذُ لَاتَدَعَنَّ دُبُرَكُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ

[۱] مشكوٰة شريف، ص ۸۸/ باب الذكر بعد الصلوات الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ج ۱/ص ۲۱۸/ باب استحباب الذكر بعدالصلاة وبيان صفته كتاب المساجد مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ: ۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے، تو برکت والا ہے، اے بزرگی اور اکرام والے۔

عِبَادَتِکَ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، ج ۲/ص ۲۵۷) [۱] مطبوعه مصر)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۸۸ھ

تراویح میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال:۔ تراویح نماز میں چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا!

نہیں [۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ

بعد فجر سورۂ یٰسین شریف کا اہتمام

سوال:۔ ہمارے یہاں صبح بعد نماز فجر پابندی سے اسی جگہ سورۂ یٰسین ایک شخص پڑھتا ہے اور سب سنتے ہیں، تو عالیجناب فرمایئے یہ عمل ٹھیک ہے کہ نہیں، بلا ناغہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سورہ یٰسین شریف کے فضائل حدیث پاک میں وارد ہیں، ایک مرتبہ پڑھنے سے دس

---

[۱] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، ص ۲۵۶–۲۵۷/ مطبوعه مصر فصل فی صفة الاذکار **الواردة** بعد **صلاة** الفرض الخ) مشکوٰۃ شریف ص ۸۹ باب الذکر بعد الصلاة، ترمذی شریف ج ۲/ص ۱۸۷/ ابواب الدعوات باب بلاترجمه، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۲] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ أَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ **مشکوٰۃ** شریف ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے[۱]، پریشانی اور مصائب کا دفعیہ بھی اس سے ہوتا ہے[۲]، وغیرہ وغیرہ لہٰذا اگر کوئی شخص پڑھے اور دوسرے لوگ سنیں تب بھی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی شخص شریک نہ ہوتو اس کو زبان سے برا کہنا یا دل سے برا سمجھنا درست نہیں کہ اس سے التزام اور اصرار کی شان پیدا ہوتی ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۲۱ھ

جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا

سوال: ۔میرا معمول ہے کہ بعد نماز فجر متصلاً وبعد اذان اول جمعہ کتاب مسجد میں سناتا رہتا ہوں، ایک نمازی نے اعتراض کیا کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے میں نے اس کو کچھ

۱؎ عن انسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان لکل شیئی قلباً وقلب القرآن یٰسین ومن قرأ یٰسین کتب اللّٰه لهٗ بقراتها قرأة القرآن عشرمرات رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث غریب، مشکوٰة شریف ،ص ۱۸۷/ باب فضائل القرآن ،الفصل الاول) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے لئے دل ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے جو اس کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس قرآن کے برابر ثواب لکھتا ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے اور دارمی نے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

۲؎ عن عطاء ابن ابی رباح قال بلغنی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ مَنْ قَرأ یٰسین فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُهٗ، مشکوٰة شریف ص ۱۸۹/ کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

۳؎ فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیرلزوم والتخصیص من غیرمخصص مکروها، سباحة الفکر ص ۴۲/ مطبوعه لکهنؤ، سعایه ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه لاهور، طیبی شرح مشکوٰة ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعاء فی التشهدالفصل الاول.

جواب نہیں دیا، اور یہ استفتاء جناب کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، آج کل تبلیغی جماعت اور علماء کا جو معمول ہے وہ بھی دیکھنے میں آتا ہے، اور آداب المساجد میں بھی جو دیکھا تو قول فیصل یہی نظر آیا کہ اگر نمازی اور نائم وغیرہ کو خلل انداز ہو تو ذکر جہری وغیرہ ممنوع ہے، یہاں تک کہ قرآن کریم بھی جہراً پڑھنا ممنوع لکھا ہے، اس کو مفصل تحریر فرمائیں نیز ہماری مسجد بہت تنگ ہے باہر برآمدہ پر بھی جگہ نہیں ہے، اس لئے مسجد کے اندر کے سوا نماز پڑھنا مشکل ہے، اور مسجد چھوٹی ہے کتنی ہی آہستہ سے پڑھیں آواز تو پہنچتی ہی ہے، اور فجر میں بعد نماز لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جمعہ کے لئے مشورہ سے طے کر کے سب نمازیوں کو اطلاع کردیں کہ اذان اول کے بعد کتاب سنائی جائیگی، لوگ آکر شریک ہوتے رہیں، جب اذان ثانی یعنی خطبہ میں ۵؍منٹ باقی رہ جائیں، تو کتاب بند کردی جائے اور اس وقت سب لوگ سنتیں پڑھ لیں اس سے کتاب بھی ہوجائے گی، اور کسی کی سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا، یہ تو سہل ہے، لیکن فجر کے بعد جو لوگ آئیں ان کی نماز کو خلل سے بچانے کی آپ کی چھوٹی مسجد میں کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی الا یہ کہ طلوع شمس کے قریب تک تسبیح وتلاوت میں مشغول رہیں پھر کتاب سنائیں، جب نماز کا وقت نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز میں درود کے بعد کی دعا

سوال:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں التحیات کی جگہ کونسی دعا پڑھی ہے، حدیث سے ثابت کیجئے، اور قعدہ میں درود ابراہیمی کی جگہ کونسی دعا پڑھی ہے، یا درود پڑھی ہے، حدیث سے ثابت کیجئے، اور فرض نماز میں کیا پڑھا ہے وہ لکھئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہر دو رکعت پر قعدہ میں التحیات پڑھا کرتے تھے، اور جب سلام پھیرنا ہوتو التحیات کے بعد درود ابراہیمؑ پڑھا کرتے تھے، اور درود کے بعد دعا بھی پڑھتے تھے، ایک دعا یہ ہے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ''[1] اور بھی دعائیں منقول ہیں۔

رسالہ تعلیم الاسلام میں پوری طرح نماز کی ترکیب شروع سے اخیر تک درج ہے، یہ رسالہ عام طور پر اردو کتب فروشوں کی دوکانوں میں مل جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

بعد فجر وعصر تسبیح ودعا میں ترتیب

سوال:۔ فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعا مانگنے سے قبل تکبیر، تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے ''ویسبحون اللّٰہ تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین ویحمدونہ کذٰلک ویکبرونہ کذالک الیٰ قولہ ثم یدعون

---

[1] ابوداؤد شریف ، ص ١٤١ / باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد .

ترجمہ:۔اے میرے اللہ میں تجھ سے جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں، اور تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ وفساد سے پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ چاہتا ہوں اور ہر قسم کے گناہوں اور تاوانوں سے پناہ چاہتا ہوں ١٢۔

لانفسهم وللمسلمين بالادعية المأثورة الجامعة رافعي ايديهم ثم يمسحون بها بايديهم وجوههم في اٰخره اھ مراقي الفلاح ،مختصراً، ص ۴۹/ ۱ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ،صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۵۷ھ

نماز کے بعد تسبیح صف سے ہٹ کر

سوال:۔نماز فجر اورنماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے،کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

وہ شخص محل اعتراض نہیں ،اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہورہی ہے ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لئے افضل ہے۔ ۲ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۸۹ھ

---

۱ مراقي الفلاح ،ص ۴۹/ باب الامامة (فصل في بيان الاحق بالامامة) شامي كراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل يفارقه الملكان.

۲ اما الصلوٰة التي لا يتطوع بعدها فيتشاغل الامام ومن معه بالذكر المأثور ولا يتعين لهٗ مكان بل ان شاؤوا انصرفوا وذكروا ان شاؤوا مكثوا وذكروا (فتح الباري، ج۲/ص ۲۰۵/ كتاب الاذان، باب مكث الامام في مصلاه بعد السلام مطبوعه دارالفكر) بذل المجهود، ج ۱/ص ۳۴۴ و ۳۴۵/ كتاب الصلوة باب الإمام ينحرف بعد التسليم مطبوعه رشيديه سهارنپور) شامي كراچی ج ۱ ص ۵۳۱/ باب صفة الصلوٰة مطلب فيما لوزاد على العدد الخ.

تشہد کے بعد کی دعاء

سوال: ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں کونسی دعائیں پڑھتے تھے؟ اور بعد نماز کونسی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلامُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلاَمُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَام وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَام تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام) دعا مانگی ہے، مشکوٰۃ شریف میں اتنی بھی کوئی دعا نہیں مل رہی ہے بلکہ مختصر شک اس وجہ سے پیدا ہوا ہے، کہ یہ دعاء ایک دیوبندی فارغ التحصیل طالب علم نے اپنے کتابچہ میں درج فرمائی ہے، ملاحظہ ہو: کتابچہ شائع کردہ محمد شریف پونچھی کشمیر درسال ۱۹۴۹ء جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے، برائے مہربانی جواب سے مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حالت تشہد میں سلام سے پہلے " اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی الخ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ الخ "، وغیرہ منقول ہیں، مشکوٰۃ شریف[1] میں باب الدعاء فی التشھد ملاحظہ کریں نیز باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں منقول ہے "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام[2]"، اور دعائیں بھی منقول ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ،ص ۸۷/ باب الدعاء فی التشھد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ج ۱/ص ۱۱۵/ کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف،ص ۸۸/باب الذکر بعد الصلوٰۃ ،الفصل الاول عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰/ باب مایقول اذا سلم من الصلاۃ رقم الحدیث ص ۱۰۹/ مطبوعہ حیدرآباد۔

امام کی دعا پر آمین کہے یا اپنی دعا مانگے

سوال: ۔امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہئے یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے کون اولیٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنی دعا مانگے یا آمین کہتا رہے[1] دونوں درست ہیں، دعا میں اخفاء افضل ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

دعا کے فوائد اور اس کے قبول ہونے کا مطلب

سوال: ۔ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ

---

[1] عن حبیب بن مسلمة الفهری سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لایجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم اللّٰه تعالیٰ (فتح الباری، ج ۱۲/ص۷ ۴۹/ باب التامین ،کتاب الدعوات، مطبوعه دار الفکر، سعایه ج ۲/ص ۲۴۶ / باب صفة الصلوة تحت القول یدعو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

ترجمہ: ۔حبیب بن مسلمہ فہری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کوئی جماعت جمع نہیں ہوتی ہے اور بعض دعا کرتے ہوں اور بعض آمین کہتے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

[2] لابأس للامام عقب الصلوٰة بقرأة آیة الکرسی الخ والاخفاء افضل (شامی زکریا ج۹/ص۶۰۷/ کتاب الحظر و الاباحة)شامی کراچی ،ج۶/ص ۴۳۳/)

ہوتا ہے، طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا آخری رات میں اور دوسرے جو طریقے معلوم ہوسکے اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا دین مہر کی ادائیگی کے لئے عرصہ سے دعاء مانگتا ہوں مگر ادائیگی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی، ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے ہوجاتا ہے، اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے نہیں ہوتا، محض طفل تسلی ہے ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا کا حکم ہے[1] اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے[2] جن دعاؤں پر اس دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا، وہ بھی بیکار نہیں،[3] قیامت میں ایسی دعاؤں کو دکھلا کر فرمایا جائیگا، کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات و نعمتیں ہیں جن کو دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا (اس لئے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے آخرت کے مقابلہ میں بہت مفید اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے، اور جو کچھ یہاں مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھدیا جاتا ہے اور سب کا معاوضہ آخرت میں ملتا ہے، پس دعا یقیناً نافع ہے[4] اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ، سورۃ الغافر آیت ۶۰.

[2] إذا سألک عبادی عنی فإنّی قرِیبٌ أجیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إذا دَعانی، سورۃ البقرة آیت ۱۸۶.

[3] ولا ینبغی للعبد أن یمل من الدعاء لأنه عبادة، وتاخیر الإجابة أما لأنه لم یأت وقته لأنّ لکل شیء وقتاً مقدراً فی الأول أو لأنه لم یقدر فی الأزل قبول دعائه فی الدنیا فیعطی فی الآخرة من الثواب عوضه الخ، مرقاة المفاتیح ص ۱۳۶ ج ۲ کتاب الدعوات الفصل الاول طبع بمبئی.

[4] اعلم ان دعاء المؤمن لایرد غیر انه قد یکون الاولیٰ لهٗ تاخیر الاجابة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درازیٔ عمر کی دعاء

کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ اللہ پاک تیری عمر دراز کرے تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا، کیونکہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھدی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقۃً اگر چہ عمر میں درازی نہ ہو، لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ کرلینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درازیٔ عمر ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ننگا ہونے کی حالت میں دعا ودرود

سوال:۔ ننگا ہونے کی حالت میں دعا درود شریف یا اس وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) اویعوض بما هو اولیٰ عاجلاً اوآجلاً فینبغی للمؤمن ان لایترک الطلب من ربه والاحادیث ایضاً تدل علی ان دعوة المؤمن لاتردوانما اما ان تعجل له الاجابة واما أن تدفع عنه السوء مثلها واما ان تدخر فی الاخرة خیر مماسأل (بذل المجهود، ج ۲/ص ۳۵۰/ مطبوعه سهارنپور باب الدعاء، مرقات شرح مشکوٰة ج ۲/ص ۵۳۵ و ۵۳۶ کتاب الدعوات الفصل الاول مطبوعه اصح المطابع ممبئی)

[۱] ولایزید فی العمر الا البر معناه اذا أبرفلا یضیع عمره فکانه زاد الی قوله وذکر فی الکشاف انه لا یطول عمر انسان ولایقصر الا فی کتاب (طیبی شرح مشکوٰة شریف، ج ۴/ص ۳۰۷/ کتاب الدعوات الفصل الثانی مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی) مرقاة، ج ۲/ص ۶۳۷/ کتاب الدعوات، الفصل الثانی مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ننگا ہونے کی حالت میں درود شریف یا دعائیں ماثورہ وغیرہ زبان سے پڑھنا خلاف ادب اور مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۸ھ

مناجات مقبول اور حزب اعظم

سوال: ۔زید پابند شریعت ہے اور اکثر باوضو تمام ماثورہ دعائیں پڑھتا رہتا ہے، تو کیا اس کے لئے یہی کافی ہے یا مناجات مقبول بھی پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص شریعت کی بتائی ہوئی دعائیں ان کے اوقات میں پڑھنے کا اہتمام رکھتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے، جو شخص اہتمام نہیں رکھتا وہ مناجات مقبول یا الحزب الاعظم کی دعائیں پڑھ لیا کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم یوبند ۲۶/۱/۸۸ھ

حزب البحر پڑھنے کی اجازت

سوال: ۔دعاء حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت اور طریقۂ عمل بتلائیں؟

---

[1] يستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله (الخلاء) و قبل كشف عورته و إن نسى ذالک أتى به فى نفسه لابلسانه (وكذا قال) لانه موضع تكشف فيه العورة ولايذكر فيه اسم الله تعالىٰ (طحطاوى مع المراقى مختصراً ص ۴۰/ فصل فى مايجوز به الاستنجاء الخ طبع مصر، هنديه كوئٹه ج ۱/ص ۵۰/ قبيل كتاب الصلاة، شامى زكريا ج ۲/ص ۲۳۱/ باب صفة الصلاة، مطلب فى المواضع التى تكره فيها الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر محض ثواب کے لئے پڑھنا ہو تو روزانہ ایک دفعہ کسی وقت پڑھ لیا کریں[۱]، نہ کسی طریقۂ خاص کی ضرورت ہے، نہ کسی کی اجازت کی اگر کسی خاص عمل کے لئے پڑھنا ہو تو کسی عامل سے اجازت لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳؍سال کی عمر ملے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی شخص میں اتباعِ سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے، اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا، اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں بلکہ انشاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲؍۱؍۸۶ھ

---

[۱] قال النووی اجمع اهل الفتاویٰ فی الامصار فی جمیع الاعصار علی استحباب الدعاء (مرقاة ج۲/ص۶۳۳/ اول کتاب الدعوات، طبع بمبئی)

[۲] تنبیہ:۔ تریسٹھ سال عمر کا ہونا یہ سنن زوائد کے قبیل سے ہے، لہٰذا اس میں اتباع کی خاطر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لافرق بین النفل وسنن الذوائد من حیث الحکم لانه لایکره ترک کل منهما انما الفرق کون الاول من العبادات والثانی من العادات الخ (شامی کراچی، ج۱/ص۱۰۳/ مطلب فی السنة وتعریفها)

ظالم کے لئے بد دعا کرنا

سوال: ۔ایک شخص بے نمازی ہے،نماز پڑھنے والوں کو بُرا کہتا ہے،شراب پیتا ہے جوا کھیلتا ہے علماء کرام کی توہین کرتا ہے، ہر معزز آدمی کو ناحق مقدمات کے چکر میں پھنسانے کی رات دن کوشش کرتا ہے،لہٰذا ایسے آدمی کے واسطے بد دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اپنی بددعا میں اتنی قوت کا یقین ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے گا،تو اس کے حق میں دعائے خیر کے ذریعہ اسکی اصلاح کا یقین کیوں نہیں،اس سے اسکو بھی نفع ہوگا اور سب کو بھی [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل

سوال: ۔ دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہئے یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے، "**والافضل فی الدعا ان یبسط کفیه ویکون بینهما**

---

[۱] عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قدم الطفيل بن عمرو علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلّم فقال يا رسول اللّٰه إن روساً قد عصت و أبت فادع اللّٰه عليها فظن الناس أنه يدعو عليهم فقال اللّٰهم اهدر وسا رأت بهم (بخاری ج ۲/ص ۹۴۶/ كتاب الدعوات، باب الدعاء للمشركين، طبع اشرفی ديوبند)

فرجة وان قلت اھ عالمگیری ، ج۵/ص ۳۱۸/[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا

سوال: ۔کیا دعاء کے وقت منھ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صلوٰۃ استسقاء کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے اس کو ابتہال کہتے ہیں[۲] دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/صفر/۶۸ھ

---

[۱] هـنـديـه كوئٹه ج۵/ص۳۱۸، كتاب الكراهية الباب الرابع فى الصلوة والتسبيح و قراءة القرآن الـخ، الـدرمـع الـرد زكريا ج ۲/ص ۲۱۵/ باب صفة الـصلوة، مـطلب فـى اطالة الـركـوع لـلـجـائـى، طحطاوى على المراقى ص۲۵۷/ فصل فى صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض، طبع مصر.

[۲] ابـن عبـاسؓ قـال الـمسئلة أن ترفع يديك حذو منكبيک أو نحوهما والاستغفار أن تشير باصبع واحدة والابتهال أن تمد يديک جميعا ابوداؤد شريف ج ۱/ص ۲۰۹/ كتاب الصلوة، تـفريع ابواب الوتر، باب الدعاء طبع سعد بكڈپو ديوبند، اعلاء السنن ج۳/ص ۱۷۱/ باب فـى بـعـض آداب الـدعـاء طبـع امداديه مكه مكرمه، اتحاف ج۵/ص ۳۴/ كتاب الاذكار، اداب الدعاء، دارالفكر بيروت.

[۳] ان تـرفـع يـديـک حذومنكبيک اودونهما واما ماروى انه كان يرفع يديه حتى يرى بياض ابـطيه فمحمول على بيان الجواز اوعلى حالة الاستسقاء (طحطاوى على مراقى الفلاح، ص۲۵۷/ فـصـل فـى صفة الاذكار الواردة بعد صلوٰة الفرض طبع مصر، شامى زكريا ج۲/ص ۲۱۵/ باب صفة الصلوة، مطلب فى اطالة الركوع للجائى)

قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال: ۔قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں[1]، وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں، اس لئے فرائض کے قومہ، جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۰ھ

قومہ کی دعاء

سوال: ۔''یاایھا المفتی ماتقول فی ھذہ المسئلۃ رجل حنفی یتبع مذھب

[1] کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم إذا رفع رأسہ من الرکوع قال : ربنا لک الحمد ملأالسموات وملأالأرض وملأ ماشئت من شئی بعد اھل الثناء والمجد احق ماقال العبد وکلنا لک عبد اللھم لامانع لماأعطیت ولامعطی لمامنعت ولاینفع ذالجد منک الجد (مسلم شریف ج ۱/ص ۱۹۰/ کتاب الصلوۃ، باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع، مکتبہ بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۱/ص۱۲۳/ کتاب الصلوۃ باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع أیضا باب الدعاء بین السجدتین، سعد بکڈپو دیوبند)

[2] ویجلس بین السجدتین مطمئناً ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا بعد رفعہ من الرکوع دعاء علی المذھب وماورد محمول علی النفل شامی زکریا، ج۲/ص ۲۱۳/ مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی، باب صفۃ الصلوٰۃ)شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۰۵/ تبیین الحقائق ج ۱/ص۱۱۸/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل و إذا اراد الدخول الصلاۃ کبر الخ طبع امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ج ۱/ص ۳۲۱/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوۃ الخ)

ابی حنیفة فی جمیع الافعال لکن فی الصلوٰة بعد الرکوع یقرء ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه لامن حیث انه یخالف مذهب ابی حنیفةؒ بل یفهم ذٰلک من ربنا لک الحمد فقط فما تقول فی هذه المسئلة صلوته صحیحة ام لا ان کانت صحیحة فکراهة اوبلاکراهة ؟

الجواب حامداًومصلياً!

ثم یرفع راسهٗ من رکوعه مسمعا ویکتفی به الامام وقالا یضم التحمید سراً

ترجمہ سوال:۔ مفتی صاحب اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں ایک حنفی شخص ہے جو تمام افعال میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کا اتباع کرتا ہے، لیکن نماز میں رکوع کے بعد ''ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ'' پڑھتا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مخالفت کرے بلکہ وہ اس کو ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' سے سمجھتا ہے۔ پس اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں اس کی نماز صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو بکراہت یا بلا کراہت۔

ترجمہ جواب:۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا اپنا سر رکوع سے اٹھائے اور امام اسی (تسمیع) پر اکتفاء کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تحمید کو بھی ملائے سراً، اور مقتدی تحمید پر اکتفا کرے اور اس (تحمید) میں افضل ''اللھم ربنا ولک الحمد'' ہے پھر واؤ کے حذف کے ساتھ (اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد) پھر اَللّٰھُمَّ کے حذف کیساتھ (رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد) اور منفرد معتمد قول پر دونوں کو جمع کرے تسمیع اوپر اٹھتا ہوا کہے اور تحمید سیدھا کھڑا ہوکر۔ اھ درمختار۔

قولہ (صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تحمید کو بھی ملائے) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی کی طرف فضلی اور طحاوی مائل ہوئے ہیں، اور متاخرین کی ایک جماعت بھی۔

اور حاوی القدسی میں اسی کو اختیار کیا ہے، نورالایضاح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن متون میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیا گیا ہے۔

(قولہ پھر اللّٰھم کے حذف کے ساتھ) یعنی واؤ کے اثبات کے ساتھ (ربنا ولک الحمد) چوتھی صورت باقی رہ گئی اور وہ دونوں (اللّٰھم اور واؤ) کا حذف کرنا ہے (ربنا لک الحمد) اور افضلیت میں چاروں (جملے) اسی ترتیب پر ہیں، جیسا کہ ثم کے ذریعہ عطف لانے سے اس کا فائدہ حاصل ہوا۔

(قولہ علی المعتمد) یعنی تصحیح شدہ تینوں اقوال میں سے خزائن میں کہا ہے ''وھو الاصح'' جیسا کہ ہدایہ اور مجمع اور ملتقی میں ہے اور مبسوط میں اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ مثل مقتدی کے ہے، اور سراج میں شیخ الاسلام کی طرف منسوب کرکے اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ مثل امام کے ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ویکتفی بالتحمید المؤتم وافضله اللّٰهم رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد ثم حذف الواو ثم حذف اللّٰهم فقط ویجمع بینهما لومنفردًاعلی المعتمد بسمع رافعاً ویحمد مستویا اھ الدرالمختار قوله وقالا یضم التحمیدهوروایة عن الامام ایضاً والیه مال الفضلی والطحاوی وجماعة من المتاخرین معراج عن الظهیریة واختاره فی الحاوی القدسی ومشی علیه فی نورالایضاح لکن المتون علی قول الامام قوله ثم حذف اللّٰهم ای مع اثبات الواؤ وبقی رابعة وهی حذفهما والاربعة فی الافضلیة علیٰ هذا الترتیب کما افاده بالعطف بثم قوله علی المعتمد ای من اقوال ثلاثة مصححة قال فی الخزائن وهو الاصح کمافی الهدایة والمجمع والملتقیٰ وصحح فی المبسوط انه کالمؤتم وصحح فی السراج معزیا لشیخ الاسلام انه کالامام قال الباقانی والمعتمد الاول اھ رد المحتار[1]، ج ١/ص ٥١٩/۔

''قال مولانا بحرالعلوم اعلم انه قد جآء فی ادعیة القومة زائداعلی

(گذشتہ کابقیہ) باقانی نے کہاہےاورقول معتمداول ہے،ردالمحتار۔ملابحرالعلوم نےفرمایاہےجان لےکہ قومہ کی دعاؤں میں اس سےبھی زیادہ واردہواہے،جس کوہم نےذکرکیاہے۔

حضرت ابوسعیدالخدری رضی اللہ عنہ سےروایت ہےکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپناسرمبارک رکوع سے اٹھاتےتویہ دعاپڑھتےتھے''اللّٰهم ربنا لک الحمد ملاء السموات وملأ الارض وملأ ماشئت الخ رواه مسلم۔

اوربذل میں دعاءطویل کونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کےمنفردہونےکےساتھ مقیدکیاہے''باب ماجاء فی مایقول اذارفع رأسه من الرکوع''میں اسی طرح ہےعبارات منقولہ سےمسئلہ کاجواب ظاہرہوگیا''

''الحرزالثمین''میں دعاؤں کی تفصیل ہےاورجب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سےکھڑےہوتےتو پڑھتے''رَبَّنَالَکَ الْحَمْد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه الخ۔

[1] (شامی زکریا، ج٢/ص ٢٠٠–٢٠١/باب صفة الصلوٰة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی) شامی کراچی، ج ١/ص ٤٩٦–٤٩٧/)

ماذکرنا''[1]

''عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدرِیْؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَأسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰواتِ وَمِلْاءَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَئْیٍ بَعْدَ اَھْلِ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَالَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَااَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّرواہ مسلم[2]''

وقید فی البذل الدعاء الطویل بانفرادہ ﷺ کذافی باب ماجاء فی مایقول اذا رفع راسہ من الرکوع[3] فقد ظھر من العبارات المنقولة جواب المسئلة وبسط الادعیة فی الحرز[4] الثمین، ص ۲۶۲/۔

واذا قام من الرکوع قال ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکةً فیہ خ ،د،س،اھ حصن،[5] ص ۴۰/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف، صحیح سعیداحمدغفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۲۴/ج۱/۵۹ھ

---

[1] (قد وردت الروایات الصحیحة والاخبار الصریحة فی زیادۃ الاذکار والادعیة فی الرکوع والسجود والقومة ''(سعایہ ،ج۲/ص ۱۸۸/ باب صفة الصلوٰة)

[2] (مشکوٰة شریف،ص ۸۲/باب الرکوع) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ج۱/ص۱۹۰/ کتاب الصلوة، باب مایقول إذا رفع رأسه من الرکوع طبع بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ج۱/ص۱۲۳/ کتاب الصلوة، باب مایقول إذا رفع رأسه من الرکوع، سعد بکڈپو دیوبند.

[3] (والحدیث الذی استدلابہ محمول علی حالة الانفراد فی صلوٰة التطوع (بذل المجھود ج۲/ص ۶۸/ با ب ماجاء فی مایقول اذا رفع راسهٗ من الرکوع، طبع رشیدیہ سھارنپور)

[4] الحرز الثمین للحصن والحصین لملاعلی القاری ص ۲۶۲.

[5] حصن حصین ،ص ۸۷/باب دعاء الرکوع (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند).

عصر کے بعد باتیں کرنا

سوال: ۔نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک باتیں جائز ہیں یا نہیں (۱) تلاوت قرآن (۲) درس قرآن (۳) دینی بحث و مباحثہ اور آخر میں یہ بھی معلوم کرادیں کہ اس وقت میں کس قسم کی عبادت ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب باتیں اس وقت بھی درست ہیں البتہ وقت غروب جب کہ نماز مکروہ ہوتی ہے، ذکر تسبیح وغیرہ میں مشغول ہونا تلاوت میں مشغول رہنے سے افضل ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قومہ کے بعد جلسہ کی دعا

سوال: ۔قومہ میں ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' کے بعد ''حَمْداً طیباً مبارکاً فیہ'' کے بجائے اگر جلسہ میں پڑھنے والی دعا منفرد سہواً پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، یا سجدۂ سہو سے درست ہوگئی، یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے؟

---

[1] **والصلاۃ** علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء والتسبیح افضل من قرأۃ القرآن فی الاوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا (شامی زکریا ، ج۹/ص ۶۰۲/کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع باب الاستبراء وغیرہ) شامی کراچی ، ج۶/ص ۴۲۳/، عالمگیری ج۵/ص۳۱۶/ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح الخ مطبوعہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً!

سجدۂ سہو لازم نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفر لہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل

سوال:۔ (۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہئے؟

(۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے واجب ہے، سنت ہے مستحب ہے وغیرہ وغیرہ؟

(۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۴) امام کے لئے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۵) مسجد میں میری نظر سے دفتی پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لئے لکھا ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِی وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ" اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہگار ہوتا ہے۔

(۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار معلوم ہوتا ہے ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے تحریر فرما دیجئے؟

---

[۱] انہ لایجب الا بترک الواجب فلایجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ ...... وتکبیرات الانتقالات والتسبیحات .(حلبی کبیری ،ص ۴۵۵/فصل فی سجود السھو طبع لاھور، تبیین الحقائق ج ۱/ص ۱۹۳/ باب سجود السھو، طبع امدادیہ ملتان، ھندیہ کوئٹہ ج ۱/ص ۱۲۶/ الباب الثانی عشر فی سجودالسھو)

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمایئے واجباً عرض ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ویجلس بین السجدتین مطمئناً ولیس بینهما ذکر مسنون علیٰ المذهب وما ورد محمول علیٰ النفل اھ درمختار قوله وماورد الخ وبین السجدتین اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ رواه ابوداؤد[۱] وقوله محمول علی النفل ای تهجداً اوغیره ثم الحمل المذکور صرح به المشائخ فی الواردفی الرکوع والسجود وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال علیٰ انه ان ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد والجماعة والماموموں محصورون لایتثقلون بذٰلک[۲] اھ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا، اور امام کیلئے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت ملجاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے ورنہ امام کا اتباع کرے اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے یا دونوں نہ پڑھیں تب بھی نماز بلاکراہت درست ہوجائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی، اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس

---

۱ ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۱۲۳/ کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء بین السجدتین طبع سعد بکڈپو دیوبند.

۲ شامی زکریا، ج۲/ص ۲۱۲-۲۱۳/مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، کتاب الصلوٰۃ شامی کراچی، ج۱/ص ۵۰۵-۵۰۶، تبیین الحقائق ج ۱/ص۱۱۸/ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوة، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ج ۱/ص ۳۲۱/ باب صفة الصلاة، فصل واذا ارادالدخول فی الصلوة.

سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کے چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا[1]، بلکہ سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے،[2] اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ نوافل میں ہے یا منفرد کے لئے، اورامام کے لئے اس شرط کے ساتھ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی ہوتب امام کے لئے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لئے بھی مستحب نہیں اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے "رب اغفرلی"۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٢٦/١/٥٨ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ٦/ذیقعدہ ٥٨ھ صحیح عبداللطیف سہارنپور ٦/ذیقعدہ ٥٨ھ

سجدۂ نماز میں دعا

سوال:۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا مانگا کرتے تھے، اس سے کیا مراد ہے، آیا نماز ختم کرکے سجدہ میں جا کر کے دعا مانگتے یا پھر نماز کے دوران میں سجدہ کے دوران میں دعا مانگا کرتے تھے، کسی نے مجھے بتایا کہ نماز کے دوران سجدے میں جب جاتے تھے تو گھنٹوں سجدے میں گرے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کی تشریح مجھے چاہئے؟

---

[1] ترکہ (أی المستحب والمندوب) لایوجب اساءۃ ولاعتابا لکن فعلہ أفضل (طحطاوی ص ٢٢٤/ فصل من آدابھا، مصری)

[2] الاصح أنہ یأثم بترک المؤکدۃ (طحطاوی علی المراقی ص ٥١/ فصل فی سنن الوضوء، طبع مصری)

[3] عن ابی حذیفۃ أنہ انتھی إلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام إلی جنبہ .... وکان یقول بین السجدتین رب اغفرلی، رب اغفرلی (نسائی شریف ج ١/ص ١٢٩/ کتاب الافتتاح، باب الدعاء بین السجدتین مطبوعہ فیصل دیوبند، تبیین الحقائق ج ١/ص ١١٨/ باب صفہ الصلوۃ، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوۃ الخ امدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفل نماز بہت طویل پڑھتے تھے، قیام بھی بہت طویل ہوتا تھا، بعض دفعہ سوا پارہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے، اتنے طویل قیام کے ساتھ رکوع بھی طویل ہوتا تھا، اور سجدہ بھی اسی کے موافق ہوتا تھا[۱] اور تسبیحات کے علاوہ کچھ[۲] دعائیں بھی ہیں یہ نماز کے ساتھ انتہائی انس اور ذوق کی بات ہے، کہ اتنی دیر تک اپنے مولیٰ جل شانہٗ کے سامنے سر رکھے ہوئے دعائیں مانگ رہے ہیں، یہ صورت نہیں تھی کہ نماز سے فارغ ہوکر کے مستقل سجدہ کر کے اس میں دعا مانگتے تھے، جیسا کہ بعض آدمی کرتے ہیں، البتہ کسی خاص نعمت کے شکریہ میں[۳] سجدہ بھی درست ہے

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۸۵/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دار العلوم دیو بند ۸۵/۶/۲۱ھ

---

[۱] عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ اَنَّهٗ صلّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلّى اللّٰه عليه وسلّم مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِيْ الصَّلٰوةِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ذُوْالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ الْبَقْرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْواً مِنْ قَيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَكَانَ مَابَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ (الحديث) شمائل ترمذى، ص ۱۸/ (باب ماجاء فى عبادة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم) مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند.

[۲] عن ابى هريرة رضى اللّٰه تعالٰى عنه قَالَ كَانَ رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَّتَهٗ وَسِرَّهٗ. مشكوٰة شريف، ج ۱/ص ۸۴/ (باب السجود وفضله) مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند.

[۳] وصورتها عند هما أن من تجددت عنده نعمة ظاهرة (الىٰ قوله) يستحب لهٗ ان يسجد شكرًا اللّٰه تعالىٰ. فتاوى عالمگيرى، ج ۱/ص ۱۳۶/ (كتاب الصلاة ومما يتصل بذالك مسائل سجدة الشكر قبيل الباب الرابع عشر فى صلاة المريض) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا

سوال:۔نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں انفرادی طور پر فرض یانفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں مختلف جگہوں پر ہیں ان کو جمع کرکے فرض ونفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

نماز میں رکوع سجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، اگرچہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی،[1] بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/ ۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/ ۹۴ھ

(گذشتہ کابقیہ) (مطبوعہ کوئٹہ بلوچستان، طحطاوی علی المراقی ص۴۰۸/ فصل سجدة الشکر، مطبوعه مصر، شامی زکریا ج۲/ص۵۹۷/ باب سجود التلاوة، مطلب فی سجدة الشکر)

(صفحہ ہٰذا) [1] لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح الی قوله ینهی عن القرأة فی الرکوع والسجود وعدم کونه مسنوناً لاینافی الجواز. (شامی زکریا، ج۲/ص ۲۱۲/ باب صفة الصلوٰة مطلب فی اطالة الرکوع للجائی)شامی کراچی، ج۱/ص ۵۰۵/۔

[2] لایاتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب و ماورد محمول علی النفل (الدر مع الرد زکریا ج۲/ص۲۱۳/ باب صفة الصلوة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، تبیین الحقائق ج۱/ص۱۱۸/ باب صفة الصلوة، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوة، بحر کوئٹه ج۱/ص ۳۲۱/ باب صفة الصلوة فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوة)

نماز میں دعائے غیر ماثورہ

سوال:۔ جوالفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا نماز کے اندر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ تکلم بکلام الناس نہ ہو تو درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ

اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کی دعا کا اثر

سوال:۔ ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں اهدناالصراط المستقیم کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر ونیاز اولیاء کا قائل ہے، تو اس کے لئے اہدنا الصراط المستقیم کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے وہی صراطِ مستقیم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

قبول دعا کے کچھ شرائط بھی ہیں، کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ

---

[1] ودعابما يشبه الفاظ القرآن والسنة لا كلام الناس (البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۳۰/ باب صفة الصلوٰة، طبع كوئٹه، تبيين الحقائق ج ۱/ص ۱۲۲/ باب صفة الصلوة، طبع امداديه ملتان، الدرمع الرد ج ۲/ص ۲۳۷/ باب صفة الصلوة، مطلب فى الدعاء المحرم)

ہوتو دعا قبول نہیں ہوتی[۱]، ہدایت کے بھی درجات ہیں، نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے[۲] اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے، الغرض کسی غلط چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دعا کس نیت سے مانگی جائے

سوال:۔ سب کچھ منجانب اللہ ہے، تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہٰذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے نہ ملے تو اس میں عین خوشی، اور مل جائے تو شکر کریں ایسا خیال کیسا ہے؟

۱؎ من حديث ابی هريرة مرفوعاً ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديهِ الیٰ السماء يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فانی يستجاب لذالک رواه مسلم (مشكوٰة شريف، ص ۲۴۱/ الفصل الاول باب الكسب وطلب الحلال طبع ياسرنديم ديوبند)

ترجمہ:۔ پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف کرتا ہے کہتا ہے: اے میرے رب اے میرے رب جبکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اور اس کی پرورش حرام غذا سے کی گئی ہو، ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو۔

۲؎ ان دعوة المؤمن لاترد وانما اماان تعجل له الا جابة واما تدفع عنه من السوء مثلها واما ان تدخر له فی الاخرة خير مما سأل .(بذل المجهود، ج۲/ص ۳۵۰/ باب الدعاء، مكتبه يحيويه سهارنپور)

الجواب حامداً ومصلیاً!

گو یہ خیال فی نفسہ صحیح ہے، لیکن اس میں ایک قسم کا استغناء ہے، اس لئے دعا اس طرح مانگنا چاہئے کہ بہت حاجت ہے مالک تو ہی حاجت پوری فرما، اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں، اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

دعا کا ایک مخصوص طریقہ

سوال:۔ میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں، لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں ''**لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم حَسْبُنَا اللّٰہ وَنِعْمَ الْوَکِیْل لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِّنَ الظَّالِمِیْن**''؟

---

[1] وعنہ (ای ابی هريرة) قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دعا احدکم فلایقل اللّٰھم اغفرلی ان شئت ولکن لیعزِم وَلْیُعَظِّمُ الرغبةَ فان اللّٰہ لایتعاظمه شیئی اعطاہ. رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۹۴/الفصل الاول کتاب الدعوات، مسلم شریف ج ۲/ص ۳۴۲/ ماقال العلماء عزم المسئلة الشدة فی طلبها والجزم به من غیر ضعف فی الطلب الیٰ قوله ومعنی الحدیث استحباب الجزم فی الطلب وکراهة التعلیق علی المشیة قال العلماء سبب کراهته انه لایتحقق استعمال المشیة الا فی حق من یتوجه علیه الاکراه واللّٰہ تعالیٰ منزہ عن ذلک وقیل سبب الکراهة ان فی هذا اللفظ صورة الاستغناء علی المطلوب والمطلوب منه، نووی علی المسلم ج ۲/ص ۳۴۲/ کتاب الذکر والدعاء، باب العزم فی الدعاء الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، فضل اللّٰہ الصمد فی توضیح الأدب المفرد ج ۱/ص ۵۹۰/ باب لیعزم الدعاء فان اللّٰہ لامکره له، رقم الباب (۲۷۵)، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما، بلکہ وہ یقین کے ساتھ طلب کرے اور اپنی رغبت کو بڑا کرے کیونکہ اللہ کو کوئی چیز دینا مشکل نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۲۴ھ

فاسق وفاجر کے لئے دعاء مغفرت

سوال: ۔مسلمان فاجر وفاسق کیلئے دعاء مغفرت کرنا بہتر ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ مسلمان فاجر وفاسق کے لئے ہرگز دعائے مغفرت نہیں کرنا چاہئے ،اگر چہ حرام نہیں ہے، اورخالد کہتا ہے مسلمان فاسق وفاجر کے لئے بھی اس کے مرنے کے بعد بھی دعاء مغفرت کرنا چاہئے اور دعاء مغفرت نہ کرنے سے دعاء مغفرت ایسے مسلمان فاجر وفاسق کے لئے بھی بہتر ہے۔

---

[1] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم اكثر من قول لاحول ولاقوة الا باللّٰه فانها من كنز الجنة قال مكحول فمن قال لاحول ولاقوة الا باللّٰه ولامنجأ من اللّٰه الا اليه كشف عنه سبعون بابا من الضر ادناهن الفقر، ترمذی شريف ج۲/ص ۲۰۰/ عن سعد قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم دعوة ذی النون إذ دعا و هو فی بطن الحوت لااله إلا انت سبحانک ...... فانه لم يدع بها رجل مسلم فی شئی قط الا استجاب اللّٰه له ترمذی ج۲/ص۱۸۸/ ابواب الدعوات، مطبوعه اشرفی ديوبند، واخرج ابن مردويه عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم اذا وقعتم فی الاسر العظيم فقولوا حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل، روح المعانی ج۳/ص ۱۲۰/ الجزء الرابع، تحت آيت ۷۳/ من سورة آل عمران، مطبوعه دار الفكر بيروت، صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة، الدر المختار علی الشامی ج۲/ص ۲۹۹/ باب الإمامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعه زكريا ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیا!

لقوله عليه الصلاة والسلام صَلُّوْا عَلىٰ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ الحديث (ابوداؤد شریف[۱]) خالد کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۶۷ھ

مشرک کے لئے دعائے مغفرت

سوال: ۔ایک شخص عبدالحیٔ تھا اعمال شرکیہ میں مبتلا تھا، عقیدہ بھی شرک کا رکھتا تھا، اور لوگوں کو بھی شرک میں مبتلا کرتا تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہتا تھا، نذر و نیاز کرتا اور کراتا تھا غیر اللہ کی، اکابرین امت کو کافر کہتا تھا اب وہ مرگیا، میں اس کو مشرک کہتا ہوں اور اس کے لئے دعاء مغفرت وغیرہ کچھ نہیں کرتا ہوں کیا میں اس کو شرعاً مشرک سمجھوں یا دعاء مغفرت وغیرہ کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص بحالت شرک مرے اس کے لئے دعاء مغفرت ناجائز ہے[۲] مگر اس کا حکم

---

[۱] ہر نیک وبد پر نماز (جنازہ) پڑھو۱۲/ ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۳۴۳/کتاب الجهاد باب في الغزو مع ائمة الجور، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشكوٰة شريف، ص ۱۰۰/الفصل الاول باب الامامة، والحديث لم يوجد بهذا اللفظ في ابى داؤد بل وجدناه بهذا اللفظ في السنن الكبرى للبيهقي ج ۴/ص ۱۹/كتاب الجنائز، باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، كنز العمال ج ۶/ص ۵۴/ الفرع الثانی فی اطاعة الأمير الخ، رقم (۱۴۸۱۵) مطبوعه موسسة الرسالة بيروت، كشف الخفاء ج ۲/ص ۲۹/ حرف الصاد المهملة، رقم (۱۶۱۱) مطبوعه داراحياء التراث العربي.

[۲] ماكان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربى من بعد ماتبين لهم انهم اصحب الجحيم. سورة التوبة الاية ۱۱۳/. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لگانا کہ فلاں شخص مشرک مرا ہے یہ بھی آسان کام نہیں[۱]بہرحال جس پر شرک کا حکم نہ لگایا جائے دعائے مغفرت تو اس کے لئے بھی لازم نہیں سکوت ہی مناسب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

توبہ واستغفار میں فرق

سوال: ۔توبہ واستغفار میں کیا فرق ہے؟ اگر زانی اور زانیہ نے صرف توبہ واستغفار کیا تو ان سے ہر قسم کی تعظیم وتکریم، سلام حسن سلوک کرنا چاہئے یا برائے تنبیہ ترک موالات ہو

الجواب حامداًومصلیاً!

توبہ میں گذشتہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کا پہلو غالب ہے، اوراستغفار میں جرم کی معافی کا پہلو غالب[۲] ہے، جبکہ بذریعہ توبہ واستغفار اصلاح کے آثار ظاہر ہوجائیں تو پھر

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔(بیان القرآن) **فان اللّٰہ لم یجعل للمؤمنین أن یستغفروا للمشرکین، فطلب الغفران للمشرک ممالایجوز، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج۴/ص ۱۹۲/ الجزء الثامن، سورۃ براءۃ تحت آیۃ ۱۱۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت.**

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] **الکفر شئی عظیم فلااجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایۃ انہ لایکفر، البحر الرائق ج۵/ص ۱۲۵/ باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ.**

[۲] **(الاستغفار)ای طلب المغفرۃ ....والتوبۃ فی الشرع ترک الذنب لقبحہ والندم علی مافرط منہ والعزیمۃ علی ترک المعاودۃ تدارک ماامکنہ ان یتدارک من الاعمال بالاعادۃ (مرقاۃ ، ج۳/ص ۵۹-۶۰/ باب الاستغفار، مطبوعہ بمبئی، تنبیہ الغافلین ص ۵۶/ باب التوبۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)**

ترک موالات نہیں چاہئے[1] ہاں اگر ترک تعلق اصلاح کا ذریعہ بن سکے تو ترک تعلق ٹھیک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۴۰۱ھ

افطار کے وقت اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے

سوال: ۔بعض لوگ ماہِ رمضان المبارک میں افطار سے قبل ایک جگہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اوران میں سے ایک روزہ دار دعا کراتا ہے اورسب لوگ آمین کہتے ہیں کیا یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رائج تھا یا بعد کے بزرگوں نے رائج کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ کہ ایسے وقت میں اجتماعی دعا کی جائے حضرت نبی اکرم ﷺ اورصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اورفقہائے مجتہدین سے ثابت نہیں، اگر امام صاحب تعلیم کے لئے ایک دو دفعہ دعا کرادیں، پھر روزہ دار اپنی اپنی جداگانہ دعا کرلیا کریں، تو بہتر ہے اوراس اجتماعی دعا کو ترک کیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۰ھ

---

[1] وقوله (نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (مفهم شرح مسلم شريف، ج۷/ص۹۸/ باب يهجر من ظهرت معصية مطبوعه دار ابن كثير، بيروت)

[2] اذا دعا بالدعاء الماثور جهراً وجهر معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعا لابأس به واذا تعلموا يكون الجهر بدعة (سعايه ،ج ۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه لاهور)

افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے لیکن اجتماعی دعا نہ ہو

سوال: ۔حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اپنی کتاب فضائل رمضان ،ص ۲۰/ پر لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے ،اس وقت کی بعض دعاء مخصوص لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کسی دعا کی تخصیص نہیں، اجابت دعا کے وقت اپنی اپنی ضرورت کے لئے دعا فرمائیں، یاد آجائے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے، اب یہاں پر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ پورے گاؤں کے ۶۰/۷۰/ آدمی ہیں، جو ایک ساتھ جمع ہوکر مسجد میں ایک دسترخوان پر روزہ افطار کرتے تھے، اکثریت جاہلوں کی ہے ،جن کو صحیح طریقے پر آداب رمضان بھی نہیں معلوم ہیں، روزہ افطار کی دعا بھی سوائے دو چار آدمی کے کسی کو نہیں معلوم ہے اور سب اپنا اپنا افطار لیکر ٹھیک افطار کے وقت مسجد میں پہنچتے تھے ،اسی حالت میں امام صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا متبرک وقت دعا کی مقبولیت کا ضائع نہ ہوجائے عوام سے یہ کہہ کر کہ بھائی یہ وقت بہت متبرک ہے دعا کرلو، اور دسترخوان بچھا ہوا ہے، امام صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور دل ہی دل میں دعا مانگی اور عوام نے بھی آمین کہا، اس کے بعد روزہ افطار کیا، امام صاحب نے محض اس خیال سے ایسا کیا تا کہ عوام کے ذہن نشین ہوجائے کہ اس وقت دعاء مانگنے کی بڑی فضیلت ہے ،لہٰذا تفصیل سے جواب دیا جائے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسئلہ بتلانے کے لئے امام صاحب نے دعا کرادی ٹھیک کیا مگر اجتماعی حیثیت سے اس دعا کی پابندی نہ کریں[1] بلکہ وقتاً فوقتاً ان کو متنبہ کرتے رہا کریں، کہ اس وقت دعا قبول ہوتی

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهةفکیف اصرار البدعة لا اصل لها فی الشرع (سعایه ،ج۲/ص ۲۶۵ / الفصل قبیل فی القرأة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) سباحة الفکر ص ۲۷ مطبوعه لکهنؤ.

ہے،[۱] ہر شخص اپنی اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ لے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترک دعا میں کتنا وقت صرف ہونا چاہئے

سوال:۔(۱) اشتراکی دعاء کتنی دیر تک مانگنی چاہئے ؟ اگر آدھ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مشترکہ دعا میں وقت لگایا جائے جب کہ آج کی دنیا میں مختلف لوگوں کی مختلف مصروفیات ہیں تو کیا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

(۲) مسجد میں مشترکہ دعاء کے وقت الحاح وزاری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ہر شخص کا حال یکساں نہیں کسی کو دعاء میں وقت خرچ کرنا عین سعادت معلوم ہوتا ہے، اور واقعۃً ہے بھی بہت بڑی سعادت کسی کو یہ وقت بار معلوم ہوتا ہے، یا حوائج وضروریات کی وجہ سے گنجائش نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص بالکل شریک نہ ہو یا جلدی ہی ختم کر کے چلا آئے وہ اپنی مصالح کو خود جانتا ہے اس لئے کسی پر اصرار نہ کیا جائے،[۲] ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔

---

[۱] وتحری ساعات الاجابة ومنها یوم الجمعة ....وقت نزول الغیث والافطار (روح المعانی، ج۸/ص ۱۴۰/ تحت قوله تعالیٰ ادعوربکم تضرعاً الخ، سورة الاعراف آیت ۵۶/ مطبوعه مصطفائیه دیوبند، عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم ثَلٰثَةٌ لاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِیْنَ یَفْطِرُ الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۱۹۵، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

[۲] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة السعایة، ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة قبیل الفصل فی القرأة (مطبوعه لاهور) مجموعه رسائل لکهنوی رساله سباحة الفکر ص ۲۷ مطبوعه لکهنؤ.

(۲) بہت خوش نصیبی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

چلتے پھرتے اوقات میں ذکر

سوال: ۔اٹھتے ، بیٹھتے ، لیٹتے تو میرے نزدیک عبادت درست ہے، کیا چلتے پھرتے بھی تسبیح تحمید وغیرہ یا درود شریف ادا کی جاسکتی ہے، اور کیا درود شریف بھی بغیر زبان ہلائے چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں یا زبان ہلا کر پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہاں زبان سے چلتے پھرتے بھی ذکر اللہ کیا جاسکتا ہے، حدیث پاک میں ہے ’’لایزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰه‘‘ الحدیث[2] یہ جملہ اوقات واحوال کو شامل ہے ہاں جس جگہ جس حال میں منع ہے اس سے اجتناب چاہئے جیسے بیت الخلاء میں پہنچ کر زبان ہلا کر پڑھنے سے زبان بھی عبادت میں مشغول رہے گی، صرف دل سے پڑھنے سے دل تو مشغول عبادت

---

[1] ومن الآداب فی الدعاء أن یدعو بخشوع وتذلل وخفض صوت الخ طحطاوی علی المراقی، ص ۲۵۷/(مطبوعه مصر) کتاب الصلوٰة فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوٰة الفرض، احیاء العلوم ج ۱/ص ۲۷۶/ الباب الثانی فی آداب الدعاء، آداب الدعاء و هی عشرة، مطبوعه عثمانیه مصر.

[2] **مشکوٰة شریف،** ص ۱۹۸/ باب ذکر اللّٰه عزوجل والتقرب الیه الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ج۲/ص ۱۷۵/ ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر، مطبوعه اشرفی دیوبند، ابن ماجه شریف ج۲/ص ۲۹۸/ ابواب الدعوات، باب فضل الذکر، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: ۔تیری زبان خدا کی یاد سے ہمیشہ تر رہے۔

رہے گا زبان مشغول عبادت نہیں رہے گی [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مذکورہ طریقہ پر دعاء سے متعلق سوال

سوال: ۔نماز استسقاء کو جاتے وقت جو بھی عمل ہو رہا تھا اس میں ذی علم حضرات بھی موجود تھے، یعنی عالم حافظ مفتی بھی موجود تھے، ان حضرات نے ان میں کچھ بھی نہیں کہا یعنی شرعی مسئلہ نہیں بتایا تو ان کا خاموش رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ان عالم ومفتی ہی سے دریافت کریں ہوسکتا ہے کہ وہ خود خشوع وخضوع میں غرق ہوں، سر جھکا ہوا آنکھیں نیچی ہوں کسی چیز کی طرف التفات نہ ہو یا عوام نے نہ مانا ہو۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم　　حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۹۱ھ

دعاء بناء مسجد

سوال: ۔مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

’’وَاِذْيَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ

---

[۱] ولایتکلم ولایذکر اللہ تعالیٰ ولایشمت عاطسا ولایجیب المؤذن فان عطس یحمد اللہ بقلبہ ولایحرک لسانہ الخ عالمگیری، کوئٹہ، ج ۱/ص ۵۰/کتاب الطھارۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء. قبیل کتاب الصلاۃ، مراقی الفلاح ص ۲۳/ کتاب الطھارۃ، فصل لایجوز کشف **العورۃ** الخ، مطبوعہ المکتبۃ الأسعدی سھارنپور، شامی کراچی ج ۱/ص ۳۴۵/ باب الأنجاس، مطلب فی الفرق بین الاستبراء الخ.

اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذکر بالجہر والجماعۃ

سوال: ۔دلیل الخیرات فی ترک المنکرات مولفہ جناب مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی ادام فیوضہم مصدقۂ علماء اطراف واکناف میں روایت دیکھی گئی ہے جو درج کی جاتی ہے۔

''اخبر عبداللّٰہ ابن مسعودؓ بالجماعة الذين يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل يقول كبروا اللّٰه كذاوكذا اوحمدوالله كذا وكذا فيفعلون فحضر هم فلما سمع مايقولون قام فقال اناعبد الله بن مسعود فوالذى لااله غيره لقد جئتم لقد جئتم بدعة ظلماً اولقد فقتم على اصحاب محمد عليه الصلوٰة والسلام علماً''(مجالس ابرار)

دوسری عبارت نفائس مرغوبہ مؤلفہ مفتی علامہ دہلوی میں بحوالہ واقعات وبحر الرائق حسب ذیل درج ہے۔

''قال فى الواقعات قرأة الفاتحة بعد المكتوبة لاجل المهمات وغيرها مكروهة لانها بدعة لم ينقل عن الصحابة والتابعين وفى بحر الرائق عن ابن مسعودؓ انه سمع قوماً اجتمعوا فى المسجد يهللون ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم جهراً فراح اليهم فقال ماعهدنا ذٰلك فى عهده صلى الله عليه وسلم وما اراكم الامبتدعين'' اس روایت میں تسبیح وتہلیل کے علاوہ درود کا ذکر بھی ہے۔

---

[1] سورہ بقرہ پارہ ۱/آیت ۱۲۷۔

ترجمہ: ۔اور جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل علیہ السلام بھی اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں۔(بیان القرآن)

مفتی صاحب نے دلیل الخیرات کے صفحہ ۴؍ میں روایت عبداللہ ابن مسعودؓ کی تشریح فرمائی ہے کہ اس روایت سے واضح ہوا کہ ان لوگوں کا فعل باوجود یہ کہ ذکر الٰہی وتسبیح وتہلیل تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا وجود شریعت مطہرہ سے نہ تھا، اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس کو بدعت قرار دیا۔

اوراحادیث میں ذکر باجماعت کی فضیلت ثابت ہے، ایک دوروایات نقل کی جاتی ہیں:

"ان للّٰہ ملٰئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللّٰه عزوجل تناد واهلموا الیٰ حاجتکم قال فیحفونهم باجنحتهم الیٰ السماء الدنیا. (مسلم شریف)

دوسری حدیث **"لایقعد قوم یذکرون اللّٰه الا حفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکر هم الله فیمن عنده. (مسلم شریف، ترمذی شریف، ابن ماجه شریف)**

اجمع العلماء سلفاوخلفا علیٰ استحباب ذکر الجماعةفی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اوعلیٰ مصلٍ اوقارىٍ (شامی ج ۱ ؍مطبوعه میمنه مصر ،ص ۴۶۳؍)

اوراحادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدعت کی تشریح یہ ہے **"البدعة الشرعیة وهی مالیس له دلیل شرعی وکل مافعله الشارع علیه السلام اوامر به فهولیس ببدعة شرعیة"**

پس احادیث اورعبارت شامی ذکر باجماعت کی فضیلت ثابت ہوئی اورحضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے بدعت سیئہ ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے جماعت کے ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب ہے۔

پس روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اورعبارت بحرالرائق اورروایت شامی اوراحادیث میں وجہ تطبیق کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو، خواہ اجتماعاً بالاجماع امر مستحسن ہے[۱]، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، نصوص[۲] قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے[۳]، البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت کی جاتی ہے، مثلاً کسی خاص ہیئت وضع وتاریخ وغیرہ جن کا ثبوت شرعی نہیں ہے، ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سبّ وشتم کرنا یا ریا کا پایا جانا یا جہر مفرط کا ہونا[۴] جس سے نائم مصلی قاری وغیرہ کو تشویش ہو۔

---

[۱] اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها (شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۳۴/مطلب فی رفع الصوت بالذکر، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۲/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض مطبوعه مصر).

[۲] "فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِیْ وَلَاتَكْفُرُوْن (القرآن) سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۲/۔

ترجمہ:۔سوتم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں گا تم کو اور میری شکر گذاری کرو اور ناشکری مت کرو۔

[۳] "عن ابی هريرة وابی سعید رضی الله عنهما قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ. (مشكوة شريف، ص ۱۹۶/ باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه، مسلم شريف ج۲/ص ۳۴۵/ كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، مسند احمد ج۳/ص ۴۴۷/ مسند ابی هريرة، مطبوعه دار الفكر بيروت)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ اور حضرت سعیدؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم نہیں بیٹھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، مگر ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اوران پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں سے کرتا ہے، جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔

[۴] الجهر المفرط ممنوع شرعاً وكذاالجهر الغير المفرط اذكان فيه ايذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فيه شبهة رياء اولوحظت فيه خصوصيات غيرمشروعة اوالتزم كالتزام الملتزمات فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً (سباحة الفكر، ص ۲۷/الباب الاول فی حكم الجهر بالذكر، مطبوعه يوسفی لكهنؤ، شامی زكريا ج۲/ص ۴۳۴/ باب مايفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذكر، سعايه ج۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے بحر، واقعات وغیرہ کا محمل بھی یہ ہی ہے بسا اوقات ایک مباح بلکہ مندوب شئی اصرار والتزام سے مکروہ ہوجاتی ہے۔

''الاصرا على المندوب يبلغه الى حدالكراهة ،من اصرعلى امرمندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال، سعايه، ج۲/ص ۲۶۵/'' [1]

اور یہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ماخوذ ہے **'' كمافى الطيبى شرح مشكوٰة،'' [2]**

شامی [3] نے جواز ذکر پر علامہ حموی سے بحوالہ امام شعرانی حنبلی اجماع نقل کیا ہے اس میں بھی ان عوارض کا استثناء موجود ہے [4]، چنانچہ امام شعرانی نے **''ذكر الذاكر للمذكور**

---

[1] سعايه ،ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] عن عبد اللّٰه ابن مسعودؓ قَالَ لَايَجْعَلُ اَحَدُكُمُ لِلشَّيُطَانِ شَيْئاً مِنُ صَلَاتِهٖ يَرىٰ اَنَّ حَقًّا عَلَيُهِ اَنُ لَايَنُصَرِف اِلَّا عَنُ يَمِيُنِهٖ لَقَدُ رَاَئيُتُ رَسُولَ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم كَثِيُراً يَنُصَرِفُ عَنُ يَسَارِهٖ متفق عليه قوله(لايجعل) الى اخره فيه أن من اصرعلى امرٍ مندوب الخ(طيبى شرح مشكوٰة شريف، ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فى التشهد فصل اول، مرقاة شرح مشكوٰة ج۲/ص ۱۴/ مطبوعه بمبئى)

[3] وفى حاشية الحموى عن الامام الشعرانى اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكرالجماعة فى المساجد وغيرها الاان يشوش جهرهم على نائم اومصل اوقارئ، (شامى زكريا ،ج۲/ص ۴۳۴/ شامى كراچى،ج ۱/ص ۶۶۰/ باب مايفسد الصلاة، مطلب فى رفع الصوت بالذكر.

[4] ونص الشعرانى فى ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور مالفظه واجمع سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالىٰ جماعةً فى المساجد وغيرها من غير نكيرالا ان يشوش جهرهم بالذكر على نائم اومصل اوقارى ،(طحطاوى على المراقى، ص۲۵۸/ فصل فى صفة الاذكارالواردة بعد صلوٰة الفرض، قبيل باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه مصرى)

والشاکر للمشکور" میں اس کی تصریح کی ہے، اجتماعاً وانفراداً ذکر میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے، کہ ذکر جہراً افضل ہے یا سراً۔

علامہ طحطاویؒ نے شرح مراقی الفلاح[1] میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں، ان اختلافات اور دلائل کو اس میں دیکھئے پوری تفصیل اور بسط سے دیکھنا ہو تو "سباحة الفکر فی الجهر بالذکر" کو دیکھئے اس میں، ص ۴۸/ پر لکھا ہے[2]

"الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر اعلم انهم اختلفوا فی ذٰلک فجوزه بعضهم وحرمه بعضهم وجعله بعضهم بدعة الا فی مواضع ورد الشرع بالجهر فیها"

پھر ممانعت جہر کی روایات کو ذکر کرکے جوابات دئے ہیں، اس کے بعد اڑتالیس دلیلیں جواز جہر کی نقل کی ہیں، "خلاصة المرام فی هذاالمقام انه لاریب فی کون السر افضل من الجهر للتضرع والخیفة وکذا لاریب فی کون الجهر المفرط ممنوعا لحدیث اربعوا علیٰ انفسکم واماالجهرا لغیرا لمفرط فالاحادیث متظاهرة والأثار متوافقة علی جوازه ولم نجددلیلاً یدل صراحة علی حرمة اوکراهة (الی قوله) والظاهران مراد من قال الجهر حرام هوالجهر المفرط ومن قال انه بدعة ارادبه ......علی وجه مخصوص والتزام فتلزم مالم یعهد فی الشرع، ص ۷۰/"[3]

اورسب روایات کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے:۔

"وهناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذٰلک

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۵۸/فصل فی صفة الاذکار الوارده بعدصلوٰة الفرض.

[2] سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ص ۴۸/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر، مطبوعه احمدی لکهنؤ.

[3] سباحة الفکر ص۷٦/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر.

یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کی یجمع بین الاحادیث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقراء ة القرآن ولایعارض ذٰلک حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریا اوتأذی المصلین اوالنیام[1]۔

اسی طرح علامہ شامی[2] نے جمع کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۱۳۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۱۳۵۷ھ

دعا جہر وسر کے درمیان

سوال: ۔قرآن پاک میں آیا ہے ''وَادْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً'' اس سے کیا مراد ہے دعا کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آداب دعاء میں یہ ہے کہ اس طرح دعا کریں کہ سر اور جہر کے درمیان ہو نہ تو بالکل دل میں ہو، نہ اتنے زور سے کہ دوسروں کے لئے مخل بنے ''ومن الاداب فی الدعاء ان یدعو بخشوع وتذلل و خفض صوت ای بان یکون بین المخافة والجهر کمافی الاذکار عن الاحیاء لیکون اقرب الی الحاجة

---

[1] سباحة الفکر ص ۵۲/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر، مطبوعه احمدی لکهنؤ.

[2] شامی زکریا، ج۹/ص ۵۷۰/ کتاب الحظر الاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ج۲/ص ۴۳۴/ باب مایفسد الصلاة الخ مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۱۷۳)[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

ہمبستری کے وقت کی دعاء

سوال: ۔صحبت کرتے وقت جو دعا پڑھنی ہے وہ کس وقت پڑھنی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک دعاء صحبت کرنے سے پہلے پڑھی جائے،[2] اور ایک انزال ہونے پر[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۹/۱/۸۸ھ

---

[1] طحطاوی علی المراقی الفلاح ،ص ۲۵۷/ کتاب الصلاة باب الامامة، فصل فی صفة الاذکار **الواردة** بعد صلاة الفرض (مطبوعه مصری)، احیاء العلوم ج ۱/ص ۳۱۳، ۳۱۴/ کتاب الاذکار والدعوات، آداب الدعاء وهی عشرة، مطبوعه مصطفی البابی الحلبی مصر، اتحاف السادة المتقین ج۵/ص ۳۶، ۳۸/ کتاب الاذکار، آداب الدعاء، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم لَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَرَادَاَن يَّأتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا. الحدیث مشکوة شریف ،ص ۲۱۲/ باب الدعوات فی الاوقات(مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بخاری شریف ج ۱/ص ۲۶/ کتاب الوضوء، باب التسمیة علی کل حال وعندالوقاع، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ج ۱/ص ۴۶۳/ کتاب النکاح، باب مایستحب ان یقوله عند الجماع، مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ :۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے تو کہے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اے اللہ شیطان سے ہماری حفاظت فرما، اور شیطان کو دور فرما اس چیز سے جو تو ہم کو عطا فرمائیگا۔

[3] وَقَدْ رَوىٰ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ مَوْقُوْفاً اَنَّهٗ اِذَا اَنْزَلَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْباً.مرقات ،ص ۱۱۳/ج۳/باب الدعوات، الفصل الاول (مطبوعه اصح المطابع بمبئی، فتح الباری ج ۱/ص ۳۲۶/ کتاب الوضوء، باب التسمیة علی کل حال الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، حصن حصین ص ۹۹/ اذکار وقت الجماع، مطبوعه حمیدیه) (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ دعا کرنا کہ یا اللہ صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ

سوال:۔ اگر کوئی دعا کرتا ہے کہ یا اللہ نیک اولاد دے یا اس سے محروم رکھ تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس دعاء کی گنجائش ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۹/۶۹ھ

دعا میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو؟

سوال:۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں نیز بیٹھنا بھی قعدۂ نماز کی طرح نہ ہو تو اس میں کوئی گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں گناہ نہیں ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفاً مروی ہے کہ انزال کے وقت یہ کہے اے اللہ شیطان کو اس چیز میں حصہ مت دیجئے جو آپ مجھ کو عطا فرمائیں گے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ، سورہ آل عمران آیت ۳۸.

[۲] دعاء میں سینہ اور مونڈھے تک ہاتھ اٹھانا آداب دعاء میں سے ہے اور آداب کے ترک سے کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے ثم يدعون لانفسهم وللمسلمين رافعا ايديهم حذاء الصدر الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۵۶/ فصل فيمايفعله المقتدی بعد فراغ امامه، التعليق الصبيح ج۳/ص۴۴/ كتاب الدعوات، آداب الدعاء، مطبوعه المكتبة الفخريه ديوبند، اتحاف السادة المتقين ج۵/ص۴۱/ كتاب الاذكار، آداب الدعاء، مطبوعه دارالفكر بيروت، ولاتركه لايوجب اساءة و عتابا، طحطاوی علی المراقی ص۲۲۴/ فصل فی آدابها، مطبوعه مصر.

انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے

سوال: ۔انڈا کھانے کے وقت پھوڑتے ہوئے دعایا کچھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیا!

بسم اللہ پڑھ کر کھالیا جائے اس کا کھانا جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دل سے دعاء پڑھنا

سوال: ۔وقتی دعائیں دل میں پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ درود وغیرہ،کلمہ سوم واستغفار میں اگر زبان سے حرکت نہ کرے صرف دل میں پڑھے تو یہ افضل ہے یا زبان سے حرکت دینا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ قلبی توجہ ہے جو کہ خیر ہے مگر پڑھنا زبان کا فعل ہے جس کا اجر کثیر ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۷ھ

---

[1] وسنة الاكل البسملة اوله (درمختا رمع الشامی کراچی ،ص ۳۴۰/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری کوئٹه ج ۵/ص ۳۳۷/ کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۸۱/ کتاب الکراهية فصل فی الاکل، مطبوعه دارالکتب العلميه بيروت.

[2] اماذكر اللسان مجردا فهواضعف الاذكار ولكن فيه فضل عظيم كما جاء ت به الاحاديث الى قوله و ان ذكر اللسان مع حضور القلب افضل من القلب وحده، نووی شرح مسلم، ص ۳۴۴/ج ۲/ باب فضل مجالس الذكر،كتاب الذكر والدعاء والتوبة.

مختلف دعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا

سوال:۔ دعا مانگنے کے تین طریقے ہیں ہاتھ پھیلا کر، بغیر ہاتھ پھیلائے، صرف زبان سے یا صرف دل سے تینوں طریقوں کے مواقع اور اوقات وقواعد سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمازوں کے بعد عموماً ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا منقول ہے اوقات مختلفہ میں صبح وشام رات مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت، جانور خریدتے وقت، کھانا کھا کر لیٹتے وقت بغیر ہاتھ اُٹھائے منقول ہے، دل میں ہر وقت [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبولیت دعاء کے شرائط

سوال:۔ میں مقروض ہوں اور ہر عمل میں نے کیا ہے، اللہ رب العزت کے دربار میں میری کوئی دعاء مقبول نہیں ہوتی، اور نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے، آپ نے بھی ایک بار یہ دعا

---

[1] ثم یدعون لانفسهم رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره وفی الطحطاوی لم یرفع یدیه فی الدعاء لم یمسح بهما وهو قید حسن لانه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو کثیراً کما هو فی الصلاة والطواف وغیرهما من الدعوات الماثورة دبر الصلوات وعند النوم وبعد الاکل وامثال ذالک ولم یرفع یدیه الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۷/ (مطبوعه مصر) کتاب الصلاة،فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض الخ، مرقاة شرح مشکوٰة ج۵/ص۴۶/ کتاب الدعوات، الفصل الثالث، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۱۸/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ اذا دخل احدکم المسجد فلیقل اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ و اذا خرج فلیقل اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ، مسلم شریف ج ۱/ص ۲۴۸/ کتاب صلاة المسافرین، باب مایقول اذا دخل المسجد.

بتلائی تھی، ''اللّٰھُمَّ اکفِنِی بِحَلالِکَ عَنْ حَرَامِک وَ اغنِنِی بِفَضْلک عَمن سوَاک'' ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھتا ہوں، لیکن یہ بھی قبول اور منظور نہیں ہوتی ہے، درود شریف کے ساتھ پڑھتا ہوں، اور عاجزی بھی اللہ تعالیٰ سے بہت کرتا ہوں، لیکن عاجزی بھی منظور نہیں ہوتی ہے، اور مصیبت پر مصیبت آرہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میری دعاء قبول نہیں ہوتی، اس کی دعاء واقعۃً اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، اس لئے ایسا ہرگز نہ کہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کا وقت مقرر ہے، ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے، اس لئے جلدی کا تقاضہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ سمجھنا چاہئے کہ دعاء کے قبول ہونے میں جو کچھ دیر ہورہی ہے، تو اس میں بھی مصلحت ہے[1]، پھر یہ کہ دعاء کے قبول ہونے کے لئے شرائط بھی ہیں، کھانا حلال ہو، پینا حلال ہو، لباس حلال ہو، کمائی حلال ہو، دل حاضر ہو غافل نہ ہو، وغیرہ وغیرہ[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۱۲/۶/۹۰ھ

---

[1] ولاينبغي للعبد ان يمل من الدعاء لانه عبادة وتأخير الاجابة امالانه لم يأت وقته لان لكل شئى وقتا مقدرافى الازل اولانه لم يقدر فى الازل قبول دعائه فى الدنيا فيعطى فى الآخرة من الثواب عوضه اويؤخر دعاءه ليلح ويبالغ فى الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خيرلهٗ من تحصيله والله يعلم وانتم لاتعلمون ، مرقاة شرح مشكوة، ج۲/ص۶۳۶/كتاب الدعوات الفصل الاول مطبوعه بمبئى، طيبى شرح مشكوٰة ج۵/ص۳۶۸/ مطبوعه زكريا ديوبند، التعليق الصبيح ج۳/ص۴۷/ مطبوعه المكتبة الفخريه ديوبند.

[2] وآكدها تجنب الحرام مأكلا ومشربا و الاخلاص لله تعالىٰ و تقديم عمل صالح والوضو واستقبال القبلة والصلاة والثناء على الله تعالىٰ والصلاة على نبيه صلى الله عليه وسلم اولا و آخرا وبسط يديه ورفعهما حذو منكبيه وكشفهما مع التاديب والخشوع والمسكنة والخضوع الخ التعليق الصبيح ج۳/ص۴۴/ كتاب الدعوات آداب الدعاء، مطبوعه المكتبة الفخريه ديوبند، اتحاف السادة المتقين ج۵/ص۱۴/ كتاب الاذكار، آداب الدعاء مطبوعه دارالفكر بيروت.

دعا میں توسل

سوال:۔ ہماری دوکان میں ایک بزرگ کو بلایا گیا، کاروباری حالات تسلی بخش نہ رہنے کی وجہ سے انہوں نے یہ ورد پڑھنے کیلئے بتایا"**بسم الله الرحمن الرحیم ، الحمدللّٰہ رب العالمین اَللّٰھم صلّی علیٰ سید نا محمد و علیٰ الہٖ**"اخیر میں یہ ورد ہے،"یادستگیر بے کساں حال زار پر رحم کرو اللہ کے واسطے"اس طریقہ پر ورد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مانگنا اللہ سے مقصود نہیں، اس لئے ایسا ورد نہیں کرنا چاہئے[۱] بلکہ اللہ سے مانگا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کا توسل کیا جائے مثلاً اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل رحم فرمائے ،انشاء اللہ تعالیٰ دعا جلد قبول ہوگی[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۸۷ھ

---

[۱] الثانی ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللّٰہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی واللائق بحال المومن عدم التفوہ بذلک وان لایحوم حول حماہ وقد عدہ اناس من العلماء شرکاء وان لایکنہ فھو قریب منہ، روح المعانی ج۶/ص ۱۲۸/ سورۂ مائدہ تحت آیت ۳۵/ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

[۲] واستدل بعض الناس بھذہ الایة علیٰ مشروعیة الاستغاثة بالصالحین وجعلہ وسیلة بین اللّٰہ تعالیٰ وبین العباد والقسم علی اللّٰہ تعالیٰ لھم بان یقال انا نقسم علیک بفلان ان تعطینا کذا.ومنھم من یقول للغائب اوالمیت من عباد اللّٰہ تعالیٰ الصالحین یافلاں ادع اللّٰہ تعالیٰ یرزقنی کذاوکذا ویزعمون أن ذالک من باب ابتغاء الوسیلة الیٰ ماقال وکل ذٰلک بعیدعن الحق بمراحل الخ ان الاستغاثة بمخلوق وجعلہ وسیلة بمعنی طلب الدعاء منہ لاشک فی جوازہ الخ روح المعانی، ج۶/ص ۱۲۴/(مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)تحت قولہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلة .سورة المائدة آیت۳۵/.

دعا میں بحقِ محمد رسول پڑھنا

سوال:۔ زید نے یہ دعا پڑھی الٰہی بحق محمد رسول، دعا مجھ گنہگار کی ہووے قبول، بکر نے اعتراض کیا یہ دعا مکروہ بھی ہے، اور ناجائز بھی ہے، اس کا پڑھنا روا نہیں ہے، لہٰذا آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی شئی پر ناجائز یا مکروہ کا حکم بغیر دلیل کے تو نہیں ہوسکتا[۱] بکر کے پاس کوئی دلیل ہوگی اس سے دریافت کرکے لکھیں تاکہ اس میں غور کیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۴ھ

نماز جنازہ کے بعد دعا

سوال:۔ دعا بعد جنازہ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں لاہور سے الفلاح کے پروگرام میں بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ''**اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء** (ابوداؤد شریف، ج ۲/ص ۴۵۶) والی روایت سے پیش کی جب کہ ہم نے ہمیشہ اکابرین کا معمول یہ دیکھا کہ بعد جنازہ متصلاً کوئی دعا نہیں مانگی جاتی براہ کرم اس حدیث کی تشریح بھی فرمائیں اور نوعیت مسئلہ بھی؟

---

[۱] وكره قوله بحق رسلك وانبياء واوليائك او بحق البيت و فى التاتارخانية و جاء فى آثار مادل على الجواز قوله لانه لاحق للخلق على الخالق قد يقال انه لاحق لهم وجوبا على الله تعالىٰ لكن الله سبحانه وتعالى جعل لهم حقا من فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب الوسيلة، الدرالمختار مع الشامى زكريا ج ۹/ص ۵۶۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، البحر الرائق كوئٹه ج ۸/ص ۲۰۷/ كتاب الكراهية، فصل فى البيع.

الجواب حامداً ومصلیاً!

فقہ حنفی کی مستند کتاب ''خلاصة[1] الفتاویٰ'' میں بصراحت مذکور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر وہاں دعا کے لئے نہ ٹھہریں مرقات[2] شرح مشکوٰۃ میں بھی ایسا ہی ہے، نماز جنازہ درحقیقت دعا ہی ہے، اس کے بعد مستقلاً دعا ثابت نہیں، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس پر ہندوستان کے بہت سے علماء کی تائیدات ہیں، جس کا نام ہے دلیل الخیرات[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۱۴۰۰ھ

دعائے ماثور میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ

سوال:۔ احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے ہے نہیں، مثلاً ''اِهْدِنِیْ'' کی جگہ ''اِهْدِنَا''؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة خلاصة الفتاویٰ ص ۲۲۵/ الفصل الخامس و العشرون فی الجنائز، نوع منه اذا اجتمعت الجنائز، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۸۰ ج ۴ الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید.

[2] ولایدعو للمیت بعد صلاة الجنازة لان یشبه الزیادة فی صلاة الجنازة مرقاة شرح مشکوٰة ج ۲/ص ۳۶۹/ باب صلاة الجنائز مطبع اصح المطابع، البحرالرائق ج ۲/ص ۱۸۳/ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته مطبوعه کوئٹه. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہواحسن الفتاویٰ ج ۱/ص ۳۳۶/ باب ردالبدعات۔

[3] دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، مولفه حضرت مولانا مفتی کفایت اللّٰه صاحب دهلویؒ.

بعد فجر تا اشراق بیٹھے رہنے کا ثواب اٹھنے سے نہیں ملتا

سوال:۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق پڑھ کر اٹھے تو بہت ثواب ملتا ہے، مگر دینی کتاب تقریر وتفسیر سننے کے لئے اٹھے یا کوئی کتاب پڑھنے کے لئے خود اٹھائے تو کیا ثواب میں کمی ہو جائے گی، مفصل ومدلل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ مخصوص ثواب تو اسی جگہ بیٹھے رہنے کے بعد وقت پر اشراق پڑھنے سے حاصل ہوگا[1] ذکر وتقریر کے لئے اٹھنے سے حاصل نہیں ہوگا، مگر ذکر وتقریر کا ثواب ملے گا جو کم نہیں، ممکن ہے وہ بعض حالات میں بہت بڑھ جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند

---

[1] حدثنا طيب بن سليمان قال سمعت عمرة قالت سمعت ام المومنين تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صلى صلاة الفجر اوقال الغداة فقعد فى مقعده ولم يلغ بشئى من امرالدنيا بذكر الله عزوجل حتى يصلى الضحىٰ اربع ركعات خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه، عمل اليوم والليلة، ص ۴۰/ باب فضل الذكر بعد صلوٰة الفجر، مطبوعه دائرۂ معارف عثمانيه حيدر آباد، **مشكوٰة** ص ۸۹/ باب الذكر بعد الصلاة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند. الاذكار للنووى ص ۱۷/ باب الحث على ذكر الله تعالىٰ بعد صلاة الصبح، مطبوعه دارالكتاب بيروت..

ترجمہ:۔ طیب بن سلیمان بیان کرتے ہیں، کہ میں نے عمرہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے جس نے فجر کی نماز یا صبح کی نماز پڑھی اور اپنی جگہ پر بیٹھا رہا دنیاوی کسی کام میں مشغول نہیں ہوا، اللہ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ چار رکعت اشراق کی نماز بھی پڑھ لی، تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے، اس دن کے مثل جس دن اس کو اس کی اماں نے جنا تھا۔

ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت

سوال:۔ بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہیں یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، شافی جواب سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد[1] جگہ آیا ہے، اور ترک دعا پر وعید بھی ہے[2] نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چنانچہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' سے نقل کی جاتی ہیں:۔

(۱) ''عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ ؓ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی الصُّبْحَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبّلاً وَرِزْقاً طَیِّباً''[3]

(۲) عن زید بن ارقم ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

---

[1] ''وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ ''القرآن، پارہ ۲۴/ سورۂ مؤمن''(آیت ۶۰/)

ترجمہ:۔اورتمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

''اُدْعُوْ رَبّکُمْ تضرعاً وَخُفْیَۃً'' القرآن '' پارہ ۸/ سورۂ اعراف.(آیت۵۵/) نیز سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶.

ترجمہ:۔تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلیل ظاہر کرکے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

[2] ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ''(والقرآن) پارہ ۲۴/ سورہ مومن. (آیت ۶۰/)

ترجمہ:۔جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

[3] عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد رقم الحدیث ۱۱۰.

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر یہ پڑھا کرتے تھے ''اے اللہ میں تجھ سے علم نافع، عملِ مقبول، پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔''

يَدْعُوْفِيْ دُبُرِالصَّلوٰةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئْيٍ اَنَاشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئْيٍ اَنَا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئْيٍ اِجْعَلْنِيْ مُخْلِصاً لَكَ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَاَهْلِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرام ،اَللّٰهُمَّ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ الاكْبَرُ اَللّٰهُ الْاكْبَرُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰه الاكْبَرُ اللّٰه الاكْبَرُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اللّٰهُ الْاَكْبَرُ اَللّٰه الْاَكْبَرُ“۔[1]

(٣) عَنْ اَبِى اُمَامَةَؓ قَالَ مَادَنُوْتُ مِنْ رَسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم فِي دُبُرِ صَلوٰةٍ مَكْتُوْبَةٍ وَلَاتَطَوُّعٍ اِلَّا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَخَطَايَایَ كُلَّهَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنِي وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّهٗ لَايَهْدِى لِصَالِحِهَا وَلَايَصْرِفُ سَيِّئَهَااِلَّااَنْتَ ۔[2]

[1] كتاب عمل اليوم والليلة ص ٣٢/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانيه حيدرآباد رقم الحديث ١١٤ .

ترجمہ :-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے سنا ”اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ ہی تنہا رب ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب، میں گواہی دیتا ہوں بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے بندے ہیں اور رسولؐ ہیں، اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب میں گواہی دیتا ہوں بیشک تمام بندے (آپس میں) بھائی ہیں، اے اللہ ہمارے اور ہر شئی کے رب مجھے ہر گھڑی میں اپنا مخلص بنالے اور میرے اہل کو بھی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اے ذوالجلال والاکرام، اے اللہ سن لے قبول فرمالے، اللہ بہت بڑا، اللہ بہت بڑا، آسمانوں زمین کو منور کرنے والا اللہ بہت بڑا، اللہ بہت بڑا، اللہ میرے لئے کافی ہے، اور بہترین کارساز ہے، اللہ بہت بڑا اللہ بہت بڑا۔

[2] عمل اليوم والليلة ص ٣٢/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانيه حيدرآباد رقم الحديث ١١٦ .

ترجمہ :-حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی فرض ونفل نماز کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں ہوا مگر یہ فرماتے سنا ”اے اللہ میرے تمام گناہوں اور خطاؤں کو بخشدے، اے اللہ میری فریاد رسی فرما اور میری حالت درست فرما، صالح اعمال واخلاق کی رہنمائی فرما، بیشک آپ کے سوا نہ کوئی ان کی ہدایت فرماسکتا ہے نہ کسی شئی کو دفع کرسکتا ہے۔

(۴) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم فَقَالَ لِيْ يَامُعَاذُ اِنِّيْ اُحِبُّكَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ اللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ[۱]

(۵) ''عَنْ اَنس بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِي صَلّى اللّٰه عليه وسلّم مَامِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَسْأَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّي مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمُنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّي مُبْتَلِيً وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيْ عَنِّي الْفَقْرُ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ اِلَّا كَانَ حَقّاً عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَايَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ[۲] ''

(۶) فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے،[۳] جیسا کہ بعض جگہ کیا جاتا ہے،

[۱] حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا میں نے حضرت نبی اکرم سے ملاقات کی، مجھ سے ارشاد فرمایا، معاذ میں تم کو محبوب رکھتا ہوں پس ہر نماز کے بعد یہ پڑھنا مت چھوڑ نا ''اے اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی حسن عبادت پر میری مدد کرنا'' ''کتاب عمل اليوم والليلة، ص ۱۳۱/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح، مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد رقم الحديث ۱۱۸ ـ''

[۲] حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہر نماز کے بعد کہے، اے اللہ میرے معبود ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے معبود جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی فرمالینا کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں اور میرا دین سچا ہے، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں، اور مجھے اپنی آغوش رحمت میں لیلے کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں اور مجھ سے فقر کو دور فرما، کیونکہ میں بہت مسکین ومحتاج ہوں، مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔
''كتاب عمل اليوم والليلة، ص ۳۸/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح رقم الحديث ۱۳۸/ مطبوعه دائرة العمارف العثمانية حيدر آباد.''

[۳] كم مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها، سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ص ۴۲/ مطبوعه لكهنؤ، سعايه ج ۲/ ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوة قبيل فصل فى القراء ة، طيبى شرح مشكوٰة ج ۲/ ص ۳۷۴/ باب الدعاء فى التشهد الفصل الاول.

اوراسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کراور بلا ہاتھ اُٹھائے دونوں طرح ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۳/ ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کردے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۳/ ۶۴ھ

ہر نماز کے بعد دعا

سوال:۔ پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے؟ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کتب فقہ[2] مراقی الفلاح، درمختار وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب وتائید مذکور ہے، جس

---

[1] وفی روایة ابن عباس قال سَلوا اللّٰہ ببطُونِ اکُفِّکُمْ وَلَاتَسَاَلُوْہُ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھاوجوھکم رواہ ابوداؤد (مشکوٰة شریف،۱۹۵، کتاب الدعوات) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.
ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے (دعا) کروتو اپنے ہاتھوں کے باطنی حصہ کے ساتھ اور تم ہاتھوں کے ظاہری حصہ سے مت مانگو اور جب تم دعا سے فراغ ہوجاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیردو۔ صاحب مرقاة فرماتے ہیں "یسن رفع الیدین الی السماء فی کل دعاء وصحت به الاحایث الکثیرة عنه علیه الصلاة والسلام من غیر حصر (مرقاة، ج۲/ص ۱۴۱/ کتاب الدعوات) مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[2] ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلةیستقبل (الناس) ویستغفرون ثلاثاً ویقرؤن آیة الکرسی والمعوذات الی قوله ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین بالادعیة المأ ثورة الجامعة (مراقی الفلاح، ص ۴۹/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوٰة الفرض باب الامامة) شامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۷/ مطلب هل یفارقه الملکان، باب صفة الصلوٰة، شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۳۰.

فرض[۱] نماز کے بعد سنتیں ہیں اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہوجانا چاہئے ،اور جس فرض[۲] نماز کے بعد سنتیں نہیں ہیں (فجر ،عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اورطویل دعا بھی لکھی ہے، کتاب[۳] عمل الیوم واللیلۃ میں ایک حدیث مذکور ہے،جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کی ترغیب ہے،اوردعا کے قبول ہونے کی اُمید ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] القيام الىٰ اداء السنة التى تلى الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير انه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه الصلاة والسلام اذاسلم يمكث قدر مايقول اللّٰهم انت السلام ومنک السلام واليک يعود السلام تبارک ياذالجلال والاكرام ثم يقوم الىٰ السنة مراقى الفلاح مع الطحطاوى ،ص ۲۵۲ / باب الامامة مطبوعه مصر.

[۲] ويستحب ان يستغفر ثلاثا ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثا وثلاثين ويدعو (شامى زكريا، ج۲/ص۲۴۷/) مطلب هل يفارقه الملكان ،باب صفة الصلوٰة) شامى كراچى ،ج ۱/ص ۵۳۰ .

[۳] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال مامن عبدبسط كفيه فى دبر كل صلوٰة ثم يقول اللهم الهى واله ابراهيم واسحاق ويعقوب واله جبرئيل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام اسألک ان تستجيب دعوتى فانى مضطروتعصمنى دينى فانى مبتلى وتنالنى برحمتک فانى مذنب وتنفى عنى الفقر فانى متمسكن الاكان حقا على اللّٰه عزوجل ان لايرد يديه خائبتين (كتاب عمل اليوم والليلة ،ص ۳۸/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد.

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو ہرنماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہرنماز کے بعد کہے اے اللہ میرے معبود ابراہیم ،اسحاق ،یعقوب علیہم السلام کے معبود جبرئیل ،اسرافیل ،میکائیل علیہم السلام کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں اورمیری میرے دین کے سلسلہ میں حفاظت فرما، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں ،اور مجھے اپنی آغوش رحمت میں لیلے ، کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں ،اور مجھ سے فقر کو دورفرما، کیونکہ میں بہت مسکین محتاج ہوں ،مگر اللہ تعالیٰ پرحق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔

ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام

سوال: ۔نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلہ میں ''عمل الیوم واللیلۃ'' والی روایت ہے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے جو عرض کیا تھا، یعنی عمل الیوم واللیلۃ کی قوی حدیث الکوکب الدری[۱] میں اس سے تعرض کیا ہے، غالباً کتاب الدعوات میں ہے وہاں دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

فرض نماز کے بعد دعا

سوال: ۔فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا

---

[۱] لابد من اتیان الدعاء مستقلاً علی حدۃ فیعزر تارک الدعوات بعد الصلوٰۃ ولایعذر علی ترکھا (الکوکب الدری، ج۲/ص ۲۹۱/ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ) ویغتنم الدعاء بعد المکتوبۃ وقبل السنۃ علی ماروی عن البقالی من انہ قال الافضل ان یشتغل بالدعا ثم بالسنۃ وبعد السنن والاوراد علی ماروی عن غیرہ وھو المشھور المعمول بہ فی زماننا فانہ مستجاب بالحدیث وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث رواہ ابن عباسؓ من لم یفعل ذٰلک فھو خداج من لم یدع بعد الصلوٰۃ رافعاً یدیہ الی ربہ مستقبلاً ببطونھا الی وجھہ ولم یطلب حاجاتہ قائلاً یارب فمافعلہ من الصلوٰۃ ناقصۃً عند الحق سبحانہ (ھامش علی الکوکب الدری، ج۲/ص ۲۹۱/ ابواب الدعوات عن رسولؐ، مطبوعہ یحیوی سھارنپور)

نہیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یا صحابہؓ کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہ عنہ عَنِ النَّبِیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَنَّہٗ قَالَ مَامِنْ عَبْدٍبَسَطَ کَفَّیْہِ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلوٰۃٍ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ عَلَیْھِمُ السَّلامُ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلیً وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِیَ عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَایَرُدَّیَدَیْہِ خَأبَتَیْنِ[۱] (عمل الیوم واللیلۃ، ص ۳۸)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد دعائیں

سوال: ۔دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہے وہ کیا کیا ہیں؟

---

[۱] حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہر نماز کے بعد کہے اے اللہ میرے معبود ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے معبود، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی فرمالینا کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں، اور میرے دین میں میری حفاظت فرما، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں اور مجھے اپنی آغوش رحمت میں لیلے کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں اور مجھ سے فقر کو دور فرما کیونکہ میں بہت مسکین محتاج ہوں، مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔(کتاب عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۸/ باب مایقول فی دبرصلاۃ الصبح للحافظ الجلیل ابی بکر احمدبن محمد بن اسحاق الدنیوری المعروف بابن السنیؒ) مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عن[۱] ام سلمةؓ تقول کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اذا صلّی الصُّبح قال اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَرِزْقاً طَیِّباً ''وَعن[۲] انسؓ قال ماصلّی بنا رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم صلوٰۃً مکتوبۃً الّا اَقْبَلَ علینا بوجھہٖ فقال اَللّٰھُمَّ اِنّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ یُخْزِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ صَاحِبٍ یُؤْذِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ یُلْھِیْنِیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ کُلِّ فَقْرٍ یُّنْسِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ غنی یُّطْغِیْنِیْ'' عمل الیوم واللیلۃ '' میں کچھ اوپر تیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

عَنْ[۳] مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہ عنہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

۱؎ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۳۱/ رقم الحدیث ۱۱۰/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح، مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ :۔حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے (تو یہ دعا پڑھتے) اے اللہ میں آپ سے علم نافع عمل مقبول اور پاکیزہ رزق کی درخواست کرتا ہوں۔

۲؎ (عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۳/ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح للحافظ الجلیل ابی بکر احمدبن محمدالمعروف بابن السنی) مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ :۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی مگر آپ ؐ نے اپنے چہرۂ انور کو ہماری طرف کیا اور فرمایا اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے کام سے جو مجھے رسوا کرے ،اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے ساتھی سے جو مجھے تکلیف پہنچائے ،اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی امید سے جو مجھے غافل کردے،اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے (آپ کی یاد سے) بھلا دے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی مالداری سے جو مجھے سرکش بنادے۔

۳؎ (عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۵/ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح ابی بکر احمدبن محمدالمعرف ابن السنی) مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ:۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جوشخص نماز فجر اور عصر کے بعد تین تین مرتبہ کہے (استغفر اللہ الخ) میں مغفرت چاہتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو زندہ جاوید ہے،اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں ،تو اس سے اس کے گناہوں کو مٹادیا جائے گا اگر چہ وہ دریا کے جھاگ کی طرح ہوں۔

يَـقُوْلُ مَنْ قَالَ بَعْدَ الْفَجْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاالٰـهَ اِلَّاهُـوَ الْـحَیُّ الْـقَیُّـوْمُ وَاَتُـوْبُ اِلَیْـهِ كُـفِّـرَتْ عَـنْهُ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِالْبَحْرِ رواه ابن السنی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲/۸/۵۳ھ

نماز کے بعد دعا کا طریقہ

سوال:۔ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد جماعتی رنگ میں بالجہر یا آہستہ دعا مانگا کرتے تھے، یا سب مقتدی اپنی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے انفرادی طور پر مانگا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی پابندی نہیں تھی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۱۴۰۰ھ

نماز کے بعد دعا وآمین

سوال:۔ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۱/ص ۷۹۵/ رسالۃ استحباب الدعوات عقیب الصلوات مطبوعہ زکریادیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے[۱] اس وقت دعا کرنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا اس کی پابندی ثابت نہیں، جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے جیسے ظہر، مغرب، عشاء اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہوجائے، اور جس کے بعد سنت نہیں جیسے فجر وعصر، انکے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص ۳۰/تا ۴۰/یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں ''عن[۲] صُهَيْبٍؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بِشَئٍ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اِنَّكَ تُحَرِّكُ شَفَتَيْكَ بَشَيْئٍ مَّاكُنْتَ تُطِيْلُ بِهٰذَا الَّذِیْ تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَاوِلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ .(عمل الیوم واللیلة، ص ۳۲)

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ مَاصَلّٰى بِنَارَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم صَلٰوةً

---

[۱] عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَؓ قَالَ قِيْلَ يَارَسُولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اَىُّ الدُّعَا اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ رواه الترمذی (مشکوٰة شریف، ص ۸۹/الفصل الثانی، باب الذکر بعد الصلوٰة) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ :۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی کہ حضورا نے ارشادفرمایا آخری رات میں اور فرائض نمازوں کے بعد۔

[۲] حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد کسی چیز کی وجہ سے اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے، پس میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ آپ اپنے ہونٹوں کو کس چیز کے ذریعہ حرکت دیتے ہیں، آپ اس چیز کے ذریعہ لمبا کرتے ہیں جس کو آپ کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ کہتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے قوت حاصل کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمن پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے جنگ کرتا ہوں۔

(کتاب عمل الیوم واللیلة، ص ۳۲/ باب مایقول فی دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد، آندھرا پردیش.

مَکْتُوْبَةً اِلَّا اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ عَلَيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ يُخْزِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ صَاحِبٍ يُؤْذِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ يُلْهِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ فَقْرٍ يُنْسِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ غِنًی يُطْغِيْنِیْ[1] " (عمل اليوم والليلة، ص ۳۳)

"القيام الی السنة التی تلی الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير انه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه الصلاة والسلام اذا سلم يمكث قدرمايقول اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ اِلَيْکَ يَعُوْدُالسَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ثُمَّ يَقُوْمُ اِلَی السُّنَّةِ" (مراقی[2] الفلاح، ص ۴۸/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا

سوال:۔ دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے، تو ایک شخص "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن" اور ختم دعا کے وقت برحمتک الخ بالجہر کہہ دیتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی، مگر آپ ؐ اپنے چہرۂ انور کے ساتھ ہماری جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے کام سے جو مجھے رسوا کرے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے ساتھی سے جو مجھے تکلیف پہنچائے، اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی امید سے جو مجھے غافل کرے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے (آپ کی یاد) بھلادے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی مالداری سے جو مجھے سرکش بنادے۔

(كتاب عمل اليوم والليلة، ص ۳۳/ باب مايقول فی دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد.

[2] (مراقی الفلاح، ص ۴۸/ فصل فی صفة الاذكار والواردة بعد صلاة الفرض) مراقی مع الطحطاوی، ص ۲۵۲/مطبوعه مصر، شامی كراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل يفارقه الملكان

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے مگر اہتمام کی ضرورت نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور

ہر نماز کے بعد دعاءِ جہری کا التزام

سوال: ۔ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر یہ معمول بنالیا کہ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں کلمہ طیبہ، درود شریف، اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں [۲]، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے، اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لئے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو وہ صحیح یاد کرا دیں، جو یاد ہو اس کا مطلب سمجھا دیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ

[۱] ان التزام الجهر مكروه وبدعة لا الجهر ولو مرة فانه لاشک فی جوازه (سعایه، ج ۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلوٰة)

[۲] ایضاً حواله بالا.

مختصر سا مدرسہ ہوجائیگا اور سب کی نمازیں بھی درست ہوجائیں گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد جہراً دعا

سوال:۔ (۱) فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد کیا کوئی آیت پڑھنا چاہئے یا دعا بعد نمازِ فرض مانگنا فرض ہے یا نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے کیا دورد شریف "اللّٰھم صل علی محمد" صحیح نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱/۲/ دعا کی ترغیب بھی ہے، فضیلت بھی ہے اسکو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے[۱]، اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے[۲] اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے، بغیر درود شریف کے دعا معلق رہتی ہے[۳]

---

[۱] عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ھذا حدیث غریب (ترمذی شریف، ج ۲/ ص ۱۷۳/ باب ماجاء فی فضل الدعا)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔

[۲] عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ قِیْلَ یَارسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الزکر بعد الصلوٰۃ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کونسی دعا سب سے زیادہ سنی جاتی ہے، آپؐ نے فرمایا آخیر رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد۔

[۳] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَایَصْعَدُ مِنْہُ شَیْئٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم (ترمذی شریف، ج ۱/ ص ۶۴/ باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ابواب الوتر ج ۱/ ص ۱۱۰/ مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف ہے اس سے آگے وہ بالکل نہیں بڑھتی ہے تاآنکہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

درجۂ قبول کونہیں پہنچتی ہے، مگر دعا میں اخفاء افضل ہے، اور درود شریف بھی دعا ہے اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة[۱] '' الآیة۔ اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں درود شریف بھی دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھیگا، اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے[۲]، یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے آہستہ درود شریف پڑھے پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء راشدینؓ سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں اس لئے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے کیونکہ اتباع سنت میں خیر ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۰ھ

دعاء زور سے مانگنا

سوال: ۔امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا باآواز بلند دعا نماز کا جز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے[۴] اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں، مگر

---

[۱] پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے۔ (پارہ ۸/رکوع ۱۳/اعراف آیت نمبر ۵۵/)

[۲] عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین، بخاری شریف ج ۱/ص ۷/ باب حب الرسول صلی الله علیه وسلم من الایمان، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۳] فی حدیث عرباض بن ساریة فعلیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ الحدیث مشکوٰة شریف ص ۳۰/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[۴] امام الادعیة والاذکار فبالخفیة اولیٰ الخ شامی کراچی ج ۲/ص ۵۰۷/ کتاب الحج مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة.

اس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو[1] نماز سلام پر ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد دعا نماز کا جز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ دیکر

سوال:۔زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دے کر دعا مانگنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں بعد سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے تاہم اگر معمولی وقفہ ہوجائے تب بھی مضائقہ نہیں۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ج ا/۵۵ھ

---

[1] واولی منه القول بتقدیم الاخفاء علی الجهر فیما اذا خیف الریاء او کان فی الجهر تشویش علی نحو مصل اونائم الیٰ قوله وبتقدیم الجهر علی الاخفاء فیما اذا خلاعن ذٰلک وکان فیه قصد تعلیم جاهل الخ (روح المعانی ، ج۸/ص ۱۴۰/ مطبوعه مصطفائیه) شامی زکریا ، ج۹/ص ۵۷۰/کتاب الحظر والاباحة، فتاویٰ عالمگیری ج۵/ص۳۱۸/ کتاب الکراهیة الباب الرابع مطبوعه کوئٹه.

[2] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِی دُبُرِ کُلِّ صَلوٰةٍ ثَلٰثاً وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثاً وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَثَلٰثِیْنَ فَتِلْکَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٍ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. رواه مسلم (مشکوٰة شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعدالصلوٰة) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ تینتیس بار الحمد اللہ تینتیس بار اور اللہ اکبر تینتیس بار کہے گا پس یہ ننانوے ہوئے اور سو کو پورا کرنے کے لئے ”لا الہ الخ“ کہے نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو بخش دیئے جائیں گے اس کے گناہ اگرچہ دریا کے جھاگ کے مانند ہوں۔

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد کی دعا

سوال:۔نماز ظہر وعشاء کے بعد کتنی مختصر اور کونسی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے یا نہیں، دعا میں کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللّٰهم انت السلام[1] الخ استغفر اللّٰه ،استغفر اللّٰه ،استغفر[2] اللّٰه "،مختلف کلمات ذکر منقول ہیں مگر مختصر، معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے " لاشتراک السبب وهو اداء السنن بعد الفريضة"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان اذا سلم وقال خالد كان يقول هؤلاء الكلمات، اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت يا ذالجلال والاکرام، عمل اليوم والليلة ،ص ١٣١/ باب مايقول اذاسلم من الصلاة، مطبوعه حيدرآباد.

[2] حدثنى معاذ رضى اللّٰه عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُوْلُ مَنْ قَالَ بَعْدَ الْفَجْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ كَفَرْتُ عَنْه ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ، عمل اليوم والليلة ،ص ٣٥/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح، مطبوعه حيدرآباد دكن.

عن ثوبان قال كان النبى صلى الله عليه وسلم إذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اَسْتَغْفَرَ ثَلاثاً وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَ مِنْكَ السَّلامُ تَبَارَكْتَ ذَالْجَلالِ وَالإكْرَامِ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلأوزاعِىْ كَيْفَ الاسْتِغْفَارُ قَالَ يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ اَسْتَغْفِرُاللّٰه مسلم شريف ج ١/ص ٢١٨/ كتاب المساجد باب استحباب الذكر بعد الصلوة وبيان صفته مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر کے بعد اور عصر کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے " استغفر اللّٰه الذى لااله الا هو الحى القيوم واتوب اليه "،تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

فجر اور عصر میں دعا تسبیحات کے بعد ہو یا سلام کے معاً بعد

سوال: ۔عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمہ کے بعد دعا کرنا مسنون ہے یا سلام پھیرنے کے فوراً بعد دعا کر لینا مسنون ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

تسبیحات کے بعد بہتر ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۲ھ

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا

سوال: ۔کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر بعد سلام کے اس جگہ سے الگ ہوکر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے، آیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

---

[1] ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة یستقبل الناس ویستغفرون الله ثلاثاً ویقرؤن آیةالکرسی ویقرؤن المعوذات ویسبحون الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین ویحمدون کذالک ویکبرون کذالک الی قوله ثم یدعون انفسهم وللمسلمین (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۴-۲۵۶/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوٰة الفرض)مطبوعه مصر، شامی کراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل یفارقه الملکان إعلاء السنن ج۳/ص ۱۵۲/ باب الانحراف بعد السلام وکیفیته الخ مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس جگہ سے علیحدہ ہو جانے میں کچھ نقصان نہیں بلکہ جائز ہے کذا فی الکبیری وغیرہ[1] البتہ فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے[2] لہٰذا اگر اسی دعا کے پڑھنے کی خواہش ہوتو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح:۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح:۔عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۵/۵۲ھ

جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں امام کسطرف منہ کرکے بیٹھے

سوال:۔جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ نہیں ہیں ان نمازوں میں امام کس طرف

---

[1] فاذاتمت صلوٰۃ الامام فھو مخیران شاء انحرف عن یسارہ وانشاء انحرف عن یمینہ وان شاء ذھب الیٰ حوائجہ لانہ قضی صلوتہ .(کبیری ،ص ۳۳۰، ایضاً ص ۳۴۰/ صفۃ الصلاۃ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

[2] حدثنا طیب بن سلیمان قال سمعت عمرۃ قالت سمعت ام المؤمنین تقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من صلی صلاۃ الفجر اوقال الغداۃ فقعد فی مقعدہ ولم یلغ بشئی من امر الدنیا یذکر اللّٰہ عزوجل حتی یصلی الضحی اربع رکعات خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (کتاب عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۴۰/ باب فضل الذکر بعد صلاۃ الفجر ،ابوبکراحمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنیؒ، ایضاً ص ۵۵/ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

ترجمہ:۔عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور وہ اپنی جگہ ہی بیٹھا رہا، اور دنیا کے کسی بھی معاملے کا مشتاق نہیں ہوا، (بلکہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ اشراق کی چار رکعت پڑھ لی تو وہ گناہوں سے نکل جاتا ہے، اس دن کے مثل جس دن اس کو اس کی اماں نے جنا تھا۔

متوجہ ہو داہنی طرف یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف زید کہتا ہے کہ داہنی طرف متوجہ ہو، عمر کہتا ہے کہ مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو! ان میں سے کونسا قول صحیح ہے اور کس قول پر فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تینوں طرح درست ہے کسی ایک کا التزام درست نہیں، داہنی جانب متوجہ ہونا کہ قبلہ بائیں جانب ہوجائے اولیٰ ہے، ''وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة یستقبل الناس اِن شاء ان لم یکن فی مقابلته مصلٍ کمافی الصحیحین . کَانَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ علیه وسلّم اِذَا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ وَاِنْ شَاء الْاِمام انحرف عَنْ یَمِیْنِه وَجَعْلَ القِبْلة عَنْ یَسَارِهٖ وَهٰذااولیٰ لمافِی مسلم ، کُنَّااِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَحْبَبْنَااَنْ نَّکُوْنَ عَن یَّمِیْنِهٖ حَتّٰی یُقْبِلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ وَاِنْ شَاءَ ذَهَبَ لِحَوَائجه قال تعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْامِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَالْاَمْر لِلاباحة اهـ[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

امام کا مقتدیوں کی جانب یا بجانب شمال رُخ کر کے بیٹھنا

سوال:۔ ہر نماز کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا سنت ہے یا کسی خاص وقت کی نماز کے بعد؟

---

[1] مراقی الفلاح ،ص ۴۹/ باب الامامةفی صفة الاذکارالواردة بعد صلوة الفرض، مراقی مع الطحطاوی ص ۲۵۴/ مطبوعه مصر، شامی زکریا ج ۲/ص۲۴۸/ باب صفة الصلوة، مطلب فیمالوزاد علی العدد فی التسبیح عقب الصلاة، حلبی کبیر ص ۳۴۰/ صفة الصلوة، طبع لاهور.

الجواب حامداًومصلیاً!

جس نماز کے بعد سنتیں نہیں اس کے بعد شمال،جنوب یامقتدیوں کی طرف رخ کرلینا ثابت ہے،اورجس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد ثابت نہیں بلکہ مختصر دعا کر کے سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوجانا چاہیئے۔طحطاوی ص۱۷۱،[۱] بدائع۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یفیدان الامام مخیر بعد الفراغ من التطوع اوالمکتوبة اذالم یکن بعدها تطوع ان شاء انحرف عن یمینه وان شاء عن یساره وان شاء ذهب الی حوائجه وان شاء استقبل الناس بوجهه (طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۲۵۴/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر،بدائع زکریا، ج ۱/ص ۳۹۳/ فصل فی بیان مایستحب للإمام ان یفعله عقیب الفراغ من الصلاة، تاتارخانیه ج ۱/ص ۵۵۶/ الفصل الثالث فی بیان مایفعله المصلی فی صلاته الخ، قبیل ومایتصل بهذا الفصل، مطبوعه کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہفدہم

نماز کے متفرق مسائل

اگر نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو

سوال: ۔وضو بنا کر جب نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نیت باندھے یا بغیر بسم اللہ پڑھے نیت باندھ لے، یعنی نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر بسم اللہ کے نیت باندھنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں، اس موقع پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں،[1] اس کوضروری سمجھنا غلط اورنا جائز ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بسم اللہ پڑھ کر نیت باندھنا مسنون نہیں بلکہ نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا وغیرہ مسنون ہے، ”وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر اصابعه عالمگیری، ج ۱/ص ۷۲/ الفصل الثالث فی سنن الصلوٰۃ. فتاوی التاتارخانیه ص ۱۱۵/ج ۱، ”سنن صلاۃ“، مطبوعه ادارۃ القرآن کراچی، شامی زکریا مع الدرالمختار ص ۱۷۰/ ج ۲، باب صفة الصلوة، مطلب فی قولهم الاساء ة دون الكراهة.

صلوات خمس کی ابتداء

سوال:۔ کونسی نماز کس پیغمبر پر فرض تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"قال فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح اول کتاب الصلوٰۃ اخرج الطحاوی عن عبیداللّٰہ بن محمد عن عائشةؓ ان آدم لما تیب علیه عند الفجر صلیٰ رکعتین فصارت صلوٰۃ الصبح وفدی اسحٰق علیه السلام عندالظهر فصلیٰ اربع رکعات فصارت الظهر وبعث عزیر فقیل له کم لبثت قال لبثت یوماً فرأی الشمس فقال اوبعض یوم فقیل له انک لبثت مائة عام میتا ثم بعثت فصلی اربع رکعات فصارت العصر وغفرلداؤد عندالمغرب فقام فصلی اربع رکعات فجهد فی الثالثة ای تعب فیها عن الاتیان بالرابعة لشدة ماحصل له من البکاء واقترفه مما هو خلاف الاولیٰ فصارت المغرب ثلاثاً واول من صلی العشاء الاخیرة نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم"

قال فی شرح المشکوٰۃ ومعناه ان نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم اول من صلی العشاء مع امته فلا ینافی ان الانبیاء علیهم الصلوٰۃ والسلام صلوها دون امهم ویؤیده قول جبریل علیه السلام فی حدیث الامامة هذاوقت

۲؎ انّ الامر علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة فکیف اصرار البدعة التی لااصل لها فی الشرع، السعایة ص ۲۶۵ ⁄ ج ۲، قبیل فصل فی القراءۃ طبع لاهور، من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال، مرقاۃ ص ۱۴ ⁄ ج ۱، باب الدعاء فی التشهد طبع بمبئی. فتح الباری ص ۲۰۹ ⁄ ج ۲، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال طبع دارالفکر بیروت.

الانبیاء من قبلک اھ۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۶۸ھ

کیا قرآن کریم سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہے؟

سوال: ۔میرے ایک عزیز دوست آج کل کچھ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم سے پانچ وقت کی نماز ثابت نہیں ہے، صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث وہی معتبر ہے جو قرآن حکیم سے مطابقت رکھتی ہو، نیز یہ بھی خیال ہے کہ خطۂ ارض پر دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں کہیں دن میں بس ۴/۵ گھنٹے سورج چمکتا ہے، اور ۱۹/۲۰ گھنٹے کی رات ہوتی ہے، ان صاحب کے کہنے کا مطلب یہ کہ پانچ وقت کی نماز کی فرضیت منجانب اللہ نہیں ہے، صرف سنت مؤکدہ ہے، معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ ان کو ضعیف اور ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں، امید ہے کہ آنجناب ہمارے دوست کی راہنمائی فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں ہے "**وما اٰتاکم الرسول فخذوهُ**"[۲] الخ نیز ارشاد ہے "**وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ**"[۳] الخ نیز فرمایا ہے "**ومن یطع الرسول فقد**

---

[۱] **الطحطاوی علی المراقی، ص ۱۳۶ – ۱۳۷/ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصر، شرح معانی الآثار لطحاویؒ ص ۱۲۹/ ج ۱، اواخر باب الصلوۃ الوسطیٰ ای الصلوات طبع مکتبۂ بلال دیوبند، مرقاۃ المفاتیح ص ۳۹۵/ ج ۱، باب المواقیت، الفصل الثامن طبع بمبئی.**

[۲] سورۃ الحشر الایۃ ۷ (ترجمہ) اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو۔ (بیان القرآن)

[۳] سورۃ النساء الایۃ ۶۴ (ترجمہ) اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے، کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔ (بیان القرآن)

اطـاع اللـه" الخ "[۱] ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث واجب القبول ہے۔[۲] اپنے ان دوست سے معلوم کیجئے کہ کس کس وقت کی نماز قرآن کریم سے ثابت ہے۔

نیز کتنی رکعتیں ثابت ہیں، نیز ان کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور ان کا انتہائی وقت اور ابتدائی وقت کیا ہے، یہ سب قرآن کریم ہی سے ثابت کریں، جس بات سے قرآن کریم ساکت ہو اور حدیث پاک میں وہ موجود ہو اس کو قرآن پاک کے موافق قرار دیں گے یا خلاف، یا حدیث کا ضعیف اور نا قابل اعتبار ہونا کس بناء پر ہے، قوی اور قابل اعتبار ہونا کس بناء پر ہے اس میں سند کو کچھ دخل ہے کہ نہیں، اس سلسلہ میں ان کے اصول معلوم ہوں تو بات آگے چلے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۲/۱۸/ ۹۵ھ

نماز و جہاد میں افضل کون

سوال:۔ جہاد افضل ہے، یا دو رکعت نماز فجر با جماعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاد مستقلاً مقصود نہیں بلکہ یہ اعلاءِ دین کا ذریعہ ہے، جیسا کہ قرآن پاک کی آیت "اَلَّـذِيـنَ اِنْ مَّـكَّنّٰا هُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ[۱] الخ" سے مستفاد ہوتا ہے، کہ اگر ہم

[۱] سورۃ النساء الایۃ۔ (ترجمہ) جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (بیان القرآن)

[۲] ومـاآتـاكم الخ هذايوجب ان كل ماامر به النبى صلى الله عليه وسلّم امر من الله والاية وان كـانـت فـى الـغـنـائم فجميع اوامره ونواهيه دخل فيها (تفسير قرطبى، ص۱۸/ج۹/ الجزء الثـامن عشر، سورة الـحشـر تـحـت آيـت ۷/ مـطـبـوعـه دارالفكر بيروت. روح المعانى، ص۵۰/ج۲۸، مطبوعه مصطفائيه ديوبند) راجع الكفاية، ص۲۷.

[۳] سورة حج آيت ۴۱/ **ترجمہ**:۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں (بیان القرآن)۔

اقتدار اور تسلط اپنے بندوں کے عطا فرمائیں تو اس تسلط کے نتیجے میں (کیا کام کریں گے) اقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اقامت صلوٰۃ تو اصل مقصود ہے، اور اقتدار وتسلط اس کے لئے ذریعہ ہے، جو شخص اصل مقصود کو ترک کرتا ہے، اور آلات میں مشغول ہوتا ہے، وہ قلب موضوع کرتا ہے،[1] یہ بھی سوچئے کہ جہاد فرض کفایہ ہے[2] کہ کچھ لوگ اس میں شرکت کریں کچھ شرکت نہ کریں، اور مقصود حاصل ہوجائے، تو یہ کافی ہے، اور اقامت صلوٰۃ فرض عین ہے، جو ہر مکلّف کو کرنا ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

کیا مجذوب مکلّف ہے

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ مجذوب پر نماز، روزہ معاف ہے، اور عمر کہتا ہے کہ نہیں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ روزہ، نماز کی فرضیت کو سمجھتا اور اس کے ادا کرنے کا ہوش رکھتا ہے، تو اس سے معاف نہیں اور اگر نہ فرضیت کو سمجھتا ہے اور نہ ہوش رکھتا ہے تو وہ مکلّف نہیں ہے۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

---

[1] أن المواظبة على أداء فرائض الصلاة فى أوقاتها أفضل من الجهاد، لأنها فرض عين و تتكرر، ولأن الجهاد ليس إلّا للإيمان و إقامة الصلاة فكان حسناً لغيره، والصلاة حسنة لعينها وهى **المقصودة** منه، شامی کراص ۱۲۰/ج۴، كتاب الجهاد، مطلب فيه فضل الجهاد. فتح القدير ص۱۸۸/ج۵، كتاب السير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] الجهاد فرض كفاية ابتداء (البحر الرائق، ج۵/ص ۷۰/ كتاب السير (مطبوعه پاکستان) شامی کراچی ص ۱۲۲/ج۴، كتاب الجهاد، فتح القدير ص ۱۸۹/ج۵، كتاب السير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] هى فرض عين على كل مكلف (الدرالمختار على الشامى نعمانيه، ج۱/ص۲۳۴) كتاب الصلوٰة، تاتارخانية كراچى ص ۴۰۱ ج۱ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدۂ شکر

سوال: ۔سجدہ نماز وسجدۂ تلاوت کے علاوہ زائد سجدۂ شکر کرنا خارج صلوٰۃ صحیح ہے یانہیں؟ اگر صحیح ہےتو کس درجہ میں اوراگرنا جائز ہےتو کس درجہ میں، جوشخص ناجائز ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے،ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت زائل ہو بہتر یہ ہے کہ شکریہ کے لئے دورکعت ادا کرے اگر یہ نہو تو سجدہ کرنا بھی مفتی بہ قول کی بناء پر مستحب ہے، لیکن نماز کے بعد کرنا مکروہ وممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے، اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز میرے نزدیک بہتر ہے ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں نہایت سخت اور خطرناک ہے ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے۔[1] **"وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوٰة لان الجهلة يعتقدونها سنة**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) او كتاب الصلوة، طبع ادارة القرآن كراچى.

[۴] لايصل العبد مادام عاقلاً بالغاً لىٰ إلىٰ حيث، سقط عنه الأمر والنهى (شرح عقائد ص ۱۶۰، مطبوعه ديوبند) نبراس ص ۳۳۶، مكتبه امداديه پاكستان، هى فرض عين على مكلف (درمختار) ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو انثى او عبداً (الشامى نعمانيه ص ۳۳۴/ج ۱، اول كتاب **الصلاة**، فتاوى تاتارخانه ص ۴۰۱/ج ۱، اول كتاب الصلاة، طبع ادارة القرآن كراچى.)

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] اذاجاء احد الخصمين الى صاحبه بفتوىٰ الائمة فقال صاحبه ليس كما افتوا وقال لانعمل بهذا كان عليه التعزير (عالمگيرى، ج ۲/ص ۲۷۲/ منها مايتعلق بالعلم والعلماء. الباب التاسع فى احكام المرتدين. مجمع الانهر ص ۵۱۰-۵۰۹/ج ۲، باب المرتد الاستخفاف بالعلم طبع دارالكتب العلميه بيووت.

اوواجبة وکل مباح یودی الیه فمکروه اھ[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۹ھ

نماز کی ہیئت ترکیبیہ کیوں ہے؟

سوال:۔ جس وقت نماز ادا کی جاتی ہے تو نماز کا یہی طریقہ کیوں لیا ہے کہ رکوع میں جاؤ، سجدہ میں جاؤ، اگر عبادت ہی کرنی ہے تو ایک جگہ بیٹھ کر کیوں نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھو اسی طرح تم نماز پڑھا کرو[۱] نماز کے ارکان، قیام، رکوع، سجود، قرأت سب ہی قرآن پاک میں مذکور ہیں اور ان کا تفصیلی طریقہ خود آنحضرت انے عمل کر کے سکھا دیا ہے[۲]

---

[۲] الدر المختار ص ۵۲۴/ ج ۱، مکتبه نعمانیه، شامی زکریا ص۵۹۷/ ج ۲، باب سجود التلاوة مطلب فی سجدة الشکر، طحطاوی مع المراقی ص۴۰۸ فصل سجدة الشکر مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱۳۶/ ج ۱، الباب الثالث عشر سجود التلاوة ومما یتصل بذالک مسائل سجدة الشکر مطبوعه کوئٹه.

[۱] وعنه (ای عن مالک بن الحویرث) قَالَ قَالَ لَنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْاکَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (**مشکوٰة شریف** ،ص ۶۶/ کتاب الصلاة باب فیه فصلان بخاری شریف، ص ۸۸/ ج ۱ کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت رسول کریم نے ارشاد فرمایا نماز پڑھو جس طرح تم مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[۲] فی حدیث أبی هریرة إذا قمت إلی الصلوة فکبر ثم اقرأ ماتیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم افعل ذلک فی صلاتک کلها، بخاری شریف ص ۱۰۹/ ج ۱، کتاب الأذان باب أمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۶۶/ ج ۱، باب ماجاء فی وصف الصلاة، مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوٰة شریف ص ۷۶/ باب صفة الصلوة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

قرآن پاک پر ایمان لے آنے، اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کو قبول کر لینے کے بعد ''کیوں'' کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، ویسے ہر ہر چیز میں حکمتیں بہت ہیں، مگر ایمان کو قوی کرنے کیلئے ہمیں تعمیل ارشاد ان پر موقوف نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

سنت طریقہ سے مصلی ناخوش ہوں تو

سوال: ۔اگر کسی مسجد کے امام یا نگراں کار وغیرہ سنت طریقہ پر تراویح یا کوئی دیگر دینی کام کرنا چاہیں مگر مصلی اور محلّہ کے لوگ ناراض ہو جائیں، تو ایسی صورت میں امام اور متولی و منتظم مسجد وغیرہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت طریقہ پر عمل کیا جائے خلاف سنت کاموں کو رواج نہ دیا جائے، جو مصلی سنت پر عمل کرنے سے ناراض ہوں ان کو شفقت اور نرمی سے سمجھایا جائے، کہ اس کام میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہیں، جو کہ مسلمان کے لئے زیبا نہیں، آپ کو ناراض کر کے قیامت میں کیسے شفاعت کی درخواست کر سکیں گے، اور بغیر آپ کی شفاعت کے کیسے نجات ملے گی [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (سورہ احزاب آیت ۳۶).

[۲] عن ابی هريرة ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال كل اُمّتی يدخلون الجنة اِلّا من ابٰی قيل ومن ابٰی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابٰی، مشكوة شريف ص۲۷ كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسند احمد ص۳۶۱ ج۲ مسند ابوهريرة، طبع دار الفكر بيروت، من ترک سنتی (بقیہ آئندہ پر)

ترک واجب میں شبہ

سوال:۔ کسی شخص کو یہ وہم یا شک ہو جاتا ہے کہ قعدۂ اولیٰ رہ گیا، یا سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، یا دعاءِ قنوت رہ گئی، تو ایسی صورت میں کیا کرے اور غلبۂ ظن اور مساوات طرفین میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلبۂ ظن پر عمل کرے وہم کا اعتبار نہیں، مساوات بعد الوقت غیر معتبر ہے، وقت کے اندر دوبارہ پڑھ لے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کتنا ہو؟

سوال:۔ زید کا اعتراض ہے کہ جب یہ مسئلہ ہے کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان موافق چار رکعت کے بیٹھے اور مغرب میں تھوڑی دیر تو اکثر مسجدوں میں مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان آدھ گھنٹہ کا وقفہ دیتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے، کیا یہ درست ہے؟ اس آدھ گھنٹہ کی پابندی سخت کرتے ہیں، اور کراتے ہیں، اس کو مفصل تحریر فرماویں، اور کتب حدیث کا بھی حوالہ دیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) لم ینل شفاعتی الحدیث، طحطاوی علی المراقی ص ۱۵۱ فصل فی سنن الوضوء طبع مصر، در مختار مع الشامی کراچی ص ۱۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل.

[1] واذ شک فی صلاته قال فی فتح القدیر قیدبه لانه لو شک بعد الفراغ منها او بعد ماقعد قدر التشهد لا یعتبر الخ (الشامی، ج ۱/ص ۵۰۶/ باب سجود السهو، مکتبه نعمانیه، فتح القدیر ص ۵۱۸/ج ۱، باب سجود السهو دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

احادیث میں آدھے گھنٹہ کی تحدید نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فصل ہونا چاہئے کہ جو شخص کھانا کھارہا ہو وہ کھانا وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اور جس کو ضرورت ہو وہ قضاء حاجت وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اب اہل مسجد کے اتفاق رائے پر موقوف ہے، بعض جگہ آدھ گھنٹہ وقفہ مقرر کر لیتے ہیں، اور بعض جگہ کم اور کسی نماز کے لئے آدھ گھنٹہ سے بھی زائد، جیسے صبح کی نماز میں اور یہ فرق تفاوت احادیث سے بھی ثابت ہے۔

”عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم قَالَ لِبلالِ اِجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَمَایَفْرُغُ الاٰکِلُ مِنْ اَکَلِہٖ وَالشَارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ وَالْمُعْتَصِرُاِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِہٖ اھ مشکوٰۃ شریف، مختصراً، ص ۶۳ /[1] وقال ابن بطال لاحد لذالک غیر تمکن دخول الوقت واجتماع المصلین اھ فتح الباری، ج ۲ / ص ۸۸ /[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۱ھ

الجواب صحیح :۔ سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

نماز کے لئے زبردستی کرنا

سوال:۔ دور حاضر میں جب مسلمانوں نے فرائض مذہبی کو قطعی طور پر پس پشت ڈال رکھا ہے، اور ان کو فرائض مذہبی کو انجام دینے کی تنبیہ کی جاوے تو برا مانتے ہیں، اگر کسی محلّہ میں سمجھوتہ ہو جائے اور اتفاق ہو جائے کہ جو شخص نماز روزہ ادا نہیں کریگا، اس کو اول تو سمجھانے کی

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۶۳-۶۴ / باب فضل الاذان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] فتح الباری، ص ۸۸ / مطبوعہ مصر، کتاب الاذان باب وکم بین الاذان والاقامۃ ج ۲ / ص ۳۱۵ / مطبوعہ بیروت.

کوشش کیجاوے اس پر بھی نہ مانے تو زدوکوب کرکے ادا کرایا جائے ،اور زبردستی نماز پڑھائی جائے ،دریافت طلب امر یہ ہے کہ زبردستی نماز پڑھوانے والوں پر شرعاً گناہ تو صادر نہیں ہوتا۔

الجواب حامداًومصلیاً!

نماز فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے ،اور تارک فاسق ہے ،یہی حکم روزہ کا ہے ،[1] اور احکام شرعیہ کی تبلیغ بھی ضروری ہے،[2] پس بے نمازی کواولاً مسئلہ بتاکر نرمی سے سمجھانا ضروری ہے ،اگر وہ مان جائے اور نماز پڑھنے لگے تواس پرسختی کی حاجت ہی نہیں اور جو شخص نہ مانے اوراس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسب استطاعت شریعت نے اس پر سختی کا بھی حکم فرمایا ہے ،بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو اگر کوئی اور فتنہ ہو مثلاً وہ نماز کی فرضیت کا انکار کردے اور اہل محلّہ کو اتنی قدرت نہ ہو کہ زبردستی نماز پڑھا سکیں ،یا اس سختی کی بناء پر وہ مقدمہ کرے اوراس میں ناقابل برداشت مضرت پہنچے جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہوجائے ،یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت وکشیدگی پیدا ہوجائے ،کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپئے آزار ہوجائے تو پھر سختی نہیں چاہئے ،نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہئے،"قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" الآیۃ۔[3]

---

[1] ھی فرض عین علی کل مکلف یکفر جاحدھا وتارکھا عمداً مجانةً ای تکاسلاً فاسق (الدرالمختار علی الشامی،ص ۲۳۴ ج ۱/ مکتبہ نعمانیہ) کتاب اول الصلوٰۃ . "یکفر بترک الصلوٰۃ متعمداً غیر ناوٍ للقضاء وغیر خائف من العقاب (البحرالرائق ، ج۵/ص ۱۲۲/ باب احکام المرتدین، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، عالمگیری ص ۵۰/ج ۱ ، اول کتاب الصلوۃ، مطبوعہ کوئٹہ. والصوم کالصلوۃ کما فی القهستانی الخ، طحطاوی علی المراقی ص۱۳۸/ اول کتاب الصلوۃ، مطبوعہ مصری)

[2] قال ابوبکر اکداللّٰہ تعالیٰ فرض الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فی مواضع من کتابه و بینه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم فی اخبار متواترة عنه فیه واجمع السلف وفقهاء الامصار علیٰ وجوبه الخ احکام القرآن للجصاص ص ۶۸۲/ج ۲، سورة المائدة بالأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، مطبوعہ قدیمی کراچی. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اولاد کو جب وہ دس برس کی ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو مارکر نماز پڑھاؤ، نیز یہ بھی آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی معصیت کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوراً دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے،

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم مُرُوْا اَوْلَادَ کُمْ بِالصَّلوٰةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَیْهَا وَهُمْ اِبْنَاءَعَشَرَسِنِیْنَ وَفَرِّقُوْابَیْنَهُمْ فِی الْمَضَاجِعِ۔ رواہ ابوداؤد۔[1]

''عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم قَالَ مَنْ رَاٰیٰ مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْهُ بَیَدِهٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ رواہ مسلم''۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۴/۷۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۴/۷۵ھ

تارک نماز کا حکم

سوال:۔ جو بلا عذر شرعی نماز کو ترک کرے شرعاً اس کا کیا حکم ہے، اور اس کے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے، اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اور صحبت حرام ہوگی یا حلال اور اولاد کیسی ہوگی؟ اور اگر بعد مرنے کے اس شخص کے زجراً اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے (بیان القرآن)

[1] مشکوٰۃ، ج ۱/ص ۵۸/ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] مسلم شریف، ج ۱/ص ۵۱/ باب کون النهی عن المنکر من الایمان کتاب الایمان مطبوعہ رشیدیہ دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے ہر مکلّف کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر بلا عذر شرعی سستی وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہے، ساتھ ہی اس کو عقاب کا خوف بھی ہے، وہ شخص شرعاً فاسق ہے،[۱] کافر نہیں ہے، اول اس کو سمجھایا جائے اور نماز کی اس کو تاکید کی جائے، اگر مان جائے بہتر ورنہ اس سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں حتی کہ تنگ آ کر ترک نماز سے توبہ کر لے اور آئندہ مداومت کے ساتھ نماز پڑھے،[۲] اگر وہ نماز کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ وہ فرضیت کا منکر ہے اور استخفافاً اس کو ترک کرتا ہے، اور آئندہ قضاء کی نیت نہیں رکھتا نہ اس کو خوف عقاب ہے، تو ایسا شخص شرعاً کافر ہے، ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، زوجہ کو اس سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، جب تک تجدید نکاح وتجدید ایمان نہ کرے صحبت حرام ہوگی، اور اس کے جنازہ کی نماز، ناجائز ہے،''ویکفر بترک الصلوٰۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب بحر، ج۵/ص ۱۲۲/ ۔[۳] اور نماز کو فرض سمجھتے ہوئے نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھی جائے گی اگر کوئی بڑا شخص دوسروں کی تنبیہ اور زجر وعبرت کے لئے اس پر نماز نہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۴ھ

۱ھی فرض عین علی کل مکلف یکفر جاحد ھا وتارکھاعمداً مجانۃ ای تکاسلاً فاسق، درمختار ثم المکلف ھو المسلم البالغ العاقل ولو انثی اوعبدا (الشامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۲۳۴/ مکتبہ نعمانیہ اول کتاب الصلوٰۃ .

۲ قولہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کلامنا ایھاالثلاثۃ)ھو دلیل علی وجوب ھجران من ظھرت معصیتہ فلایسلم علیہ الا ان یقلع وتظھر توبتہ (المفھم شرح مسلم، ج۷/ص ۳۸/)کتاب الرقاق باب یھجر من ظھرت معصیتہ.

۳ (البحر الرائق، ج۵/ص ۱۲۲/)باب احکام المرتدین. عالمگیری ص ۵۰/ج ۱، اول کتاب الصلوۃ، مطبوعہ کوئٹہ. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

تارک نماز کا کیا حکم ہے

سوال:۔ایک خاص مسئلہ حضور سے دریافت طلب ہے،وہ یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ،اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ صرف عید وبقرعید کی نماز پڑھتے ہیں اور سال بھر فرض نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے ،ان کے لئے شریعت کا کیا مسئلہ ہے وہ مسلمان رہ جاتے ہیں یانہیں ،اگر وہ اس ترک نماز کی حالت میں فوت ہوجائیں تو انکا شریعت کے مطابق مسلمانوں میں شمار ہوگا یانہیں اور کچھ لوگ کوئی نماز بھی ساری عمر میں نہیں پڑھتے ،لیکن نماز سے انکار نہیں کرتے ،ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

نماز فرض عین ہے،جوشخص بلا عذر عمداً نماز ترک کردے قضاء پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اور خوف عذاب بھی نہ ہوتو فقہاء نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے،جیسا کہ مجمع الانہر میں موجود ہے،[۱] اورحدیث میں صاف صاف آیاہے ’’**مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ جِهَاراً کَمَافِی الْجَامِعِ الصَّغِیْر**[۲]‘‘ تاہم ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمان ہی جیسا کرنا چاہئے وہ

(گذشتہ کابقیہ) [۴] فبھذاینبغی ان لایصلی علیہ (مرتکب الکبیرۃ) کبائر الائمۃ والمقتدون من الناس (بذل المجهود شرح ابی داؤد ،ج۴/ص ۲۰۲) باب الامام یصلی علی من قتل نفسہ طبع ادارۃ الرشید سھارنپور، (والصلوٰۃ) ای صلاۃ الجنازۃ (واجبۃ) ای فرض کفایۃ (علی کل مسلم) ای میت ظاھرہ الاسلام (برا کان أو فاجراً وان عمل الکبائر)، مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحہ ہٰذا) [۱] (بقولہ یکفر) بترک الصلوٰۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف للعقاب الخ (مجمع الانہر، ج۲/ص ۵۰۸/ باب المرتد مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحرالرائق ص ۱۲۲/ ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ)

[۲] **ترجمہ**:۔جس شخص نے جان بوجھ کرنماز چھوڑ دی تواس نے کھلم کھلا کفرکیا(جامع صغیر،ج۲/ص۱۶۸/حرف المیم)

مرجائے تو غسل وکفن ونماز جنازہ کے بعد دفن کیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

ترک نماز کا دوسروں پر اثر

سوال: ۔کیا یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جس محلّہ میں ایک شخص بے نمازی ہو اس محلّہ پر ستّر مرتبہ خدا کی لعنت ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

لعنت کا تو علم نہیں البتہ اگر محلّہ والوں کو اس کو نماز پڑھانے کی قدرت ہو اور وہ نہ پڑھائیں گے، تو سب وبال میں گرفتار ہوں گے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترک نماز کی سزا

سوال: ۔نماز ہر مرد وعورت عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے، جو حضرات نماز نہیں پڑھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کے لئے دین محمدی نے کیا سزا تجویز فرمائی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

نہایت خطرناک حالت ہے ایسے لوگوں کی سزا تو بہت سخت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت

---

[1] **وَالصَّلٰوۃُ** وَاجِبَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْفَاجِراً وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۰ / باب الامامۃ)

ترجمہ: ۔اور نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو خواہ بد ہو گرچہ اس نے گناہ کبیرہ کئے ہوں۔

[1] لحدیث جَرِیْر بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَفَعَہٗ مَامِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ فِی قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِی یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَایُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَھُمُ اللّٰہُ مِنْہ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا (ابوداؤد، ج ۲/ص ۱۵۱ / کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند)

میں بھی، مگر یہاں سزا دینے کا حق ہر ایک کو نہیں اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھایا جائے، کتاب فضائل نماز ان کو سنائی جائے، پنچایت بنا کر سب کو نماز کی تاکید کی جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۹/۸۸ھ

شفعہ کسے کہتے ہیں

سوال:۔ ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے، تو جواب طلب امور یہ ہے کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

دو رکعت کو۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا

سوال:۔ جدید تعلیم کے حصول میں ظہر کی نماز تو اکثر چھوٹتی ہے، اس تعلیم کا حاصل کرنا کیسا ہے؟ اور اپنے کسی عزیز کی ایسی تعلیم دلانے میں پیسے سے اعانت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

ظہر کی جماعت میں اگر مسجد میں جا کر شرکت نہیں کر سکتے تو طلباء خود اپنی جماعت کر سکتے

---

[1] ویکفر بترک الصلوة متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب (البحر الرائق، ج۵/ ص ۱۲۲/ مطبوعہ پاکستان باب احکام المرتد، مجمع الانہر ص ۵۰۸/ ج۲/ باب المرتد، دار الکتب العلمیہ بیروت.

[2] الشفع ھو خلاف الوتر اے رکعتان من الصلوٰة (قواعد الفقہ، ص ۳۴۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

ہیں، اگراس کی اجازت نہیں اور چند ماہ ظہر کی نماز ہی کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے، تو ایسی تعلیم کی شرعاً اجازت نہیں، [۱] جس میں اسلام کا اتنا بڑا رکن قضاء کرنا پڑے پھر اس تعلیم کے ثمرات اکثر وبیشتر تو اسلام کے خلاف ہی مشاہدہ کرنے میں آئے ہیں، مثلاً قرآن کے کلام الٰہی اور وحی ہونے میں تر دد ملائکہ کے نزول میں تر دد، نبوت میں تر دد، سوال وجواب قبر میں تر دد، حشر اور وزنِ اعمال میں تر دد، جنت دوزخ میں تر دد، پل صراط میں تر دد، غرض عامۃً عقائد متزلزل ہوجاتے ہیں، حتی کہ خدا کے وجود ہی میں تر دد پیدا ہوجاتا ہے، پھر اسلامی اعمال واخلاق کی کیا توقع ہوسکتی ہے، الا ماشاء اللہ بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں، جو بسلامت رہ جائیں، ایسی تعلیم کی تحصیل اور اس کی اعانت کا حال ظاہر ہے۔ [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

نماز کے لئے زبردستی کرنا

سوال:۔ کسی کا زبردستی ہاتھ پکڑتا ہے، اور کہتا ہے نماز کا وقت ہوگیا، نماز پڑھو! وہ جواب دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوں میں نمازی ہوں لیکن اس وقت مجھے سخت ضروری کام ہے اس لئے کہ میں نوکر ہوں دوسری مسجد میں پڑھ لوں گا، یہ کہتے ہی اس کو مارتے ہیں، وہ بھی اس کو مارنے لگتا ہے، اپنی جان بچانے کے واسطے آخر باہم تنازع ہوا اس تنازع کے بعد بھی نماز نہیں پڑھی، کیا اس طرح جبراً نماز پڑھانا اور کوشش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] وتاركها عمداً مجانةً اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه، الدر المختار على ردالمحتار كراچى ج ۱ / ص ۳۵۲، كتاب الصلاة.

[۲] ولاتعاونوا على الإثم والعدوان سورة مائده آيت ۲ كل ماآدى الى مالايجوز لايجوز وتمامه فى شرح الرهبانية الدرالمختار على الشامى ج۶ / ص ۳۶۰، كتاب الحظر والإباحة باب اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً!

امر بالمعروف اور نماز وغیرہ احکام شرعیہ کی تبلیغ بہت اچھی چیز ہے، لیکن جہاں تک ہوسکے نرمی اور شفقت سے تبلیغ کرنی چاہئے، ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ کہے جس سے سننے والے کو طیش آئے اور اشتعال ہوکر سخت کلامی یا لڑائی تک نوبت پہنچے کیونکہ اس سے بسا اوقات دوسرا آدمی نماز سے یا اس کی فرضیت سے بالکل انکار کردیتا ہے، اور کبھی مقدمہ بازی بھی ہوجاتی ہے، یہ چیز آدابِ تبلیغ کے خلاف ہے،[۱] بلکہ سوچ سمجھ کر اس طرح کہنا چاہئے کہ اس کا دل نرم ہوجائے اور انکار کرنے اور بہانہ کرنے کا بھی اس کو موقعہ نہ ملے اور سختی کرنے اور طریق مذکور اختیار کرنے سے لوگوں کو وحشت اور نفرت ہوگی "قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ الاية[۲]"، اور پھر جب ایک شخص کے متعلق علم ہو کہ وہ نمازی ہے نیز وہ خود اقرار کرتا ہے کہ مجھے عجلت ہے میں نمازی ہوں، اور دوسری مسجد میں نماز پڑھوں گا، تو اس پر جبراً تشدد کرنا کہ مار پیٹ اور تنازع ہو ہرگز نہیں چاہئے، البتہ اپنی اولاد وغیرہ جس پر ان کا کچھ اثر ہو تو اس کو مناسب طریقہ سے سمجھانے اور سعی کرنے کے بعد شریعت نے کسی قدر سختی کرنے اور مار کر نماز پڑھانے کو بھی کہا ہے،[۳] بشرطیکہ وہ سختی اور مار بھی تحمل سے زیادہ نہ ہو، نیز اس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ "هِيَ فَرض عَيْنَ عَلیٰ كل مُكلف وَان وَجبَ

---

۱ الامر بالمعروف يحتاج الى خمسة اشياء اولها العلم والثانى أن يقصد وجه الله واعلاء كلمته العليا والثالث الشفقة على المامور فيامره باللين والشفقة (عالمگیری، ج۵/ص۳۵۳/) الباب السابع فى الغناء واللهو وسائر المعاصى والامربالمعروف.

۲ اور اگر آپ تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے (بیان القرآن، ج۱/ص۶۸/ سورۂ ال عمران۔

۳ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم مرُوا اَوْلَادكُمْ بِالصَّلوٰةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَا عَشَرَ سِنِيْنَ اَلْحَدِيْث، مشكوة شريف ج۱/ص۵۸، كتاب الصلوٰة الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم.

ضَربَ ابن عَشَر عَلَیْهَا بَیدلا بخشبة اھ درمختار‘‘ ۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الثانی ۵۷ھ

شکار میں نماز قضاء کرنا

سوال: ۔شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حرام ہے ۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۸/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۸/۶۱ھ

بے نمازی سے ترک تعلق

سوال: ۔کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا یا جھوٹا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] الدر المختار على الشامى نعمانيه، ج ١/ص ٢٣٤/ اول كتاب الصلوٰة، شامى زكريا ج ٢/ص ٤، سكب الانهر على مجمع الانهر ج ١/ص ١٠٣، أول كتاب الصلاة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، طحطاوى مع المراقى ص ١٣٨/ أول كتاب الصلوة مطبوعه مصر.

[۲] وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلا فاسق (الدر المختار على هامش ردالمحتار نعمانيه، ج ١/ص ٢٣٥/) اول كتاب الصلوٰة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نماز کے بعد کسی چھوٹے کا بڑے سے کچھ پیچھے ہٹ جانا

سوال:۔ بسا اوقات بعض جگہ طلبہ واساتذہ جماعت میں شریک رہتے ہیں جب امام سلام پھیرتا ہے تو جو طالب علم اپنے استاذ کے پاس ہوتا ہے پیچھے کھسک جاتا ہے، یہ فعل کیسا ہے، اور برابر ہی بیٹھے رہنا کیسا ہے، اگر دونوں درست ہیں تو بہتر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

برابر بیٹھے رہنا بھی درست ہے، پیچھے کھسک کر بیٹھنا بھی ادباً درست ہے، یہ نہ اصرار کی

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه ذکر الصلوٰۃ یوماً فقال : مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهُ نُوراً وَ بُرْهَانًا وَجَاةَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْ عَلَیْهَا لَمْ تَکُنْ لَهُ نُوراً وَلابُرْهَانًا وَلَانِجَاةً وَکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَأُبَیِّ بْنِ خَلَفَ رواہ احمد والدارمی وفی روایة ..... ولاتترک صلوةً مکتوبة متعمداً فمن ترکها متعمداً فقد برئت منه الذمة الحدیث رواہ ابن ماجه، مشکوٰۃ شریف ج ١/ص ٥٩/، کتاب الصلوۃ الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم.

وقال سعد بن أبی وقاص قال النبی صلّی الله علیه وسلم فی قوله : فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ سَاهُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلاةَ عَنْ وَقْتِهَا تَهَاوُناً بِهَا، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ج١٠/ص١٨٨، الجزء العشرون، سورۃ الماعون تحت آیت ٤-٥، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الزوائد للهیثمی ج٢/ص ٨٠، کتاب الصلاة باب فیمن یوخر الصلاة عن وقتها، رقم الحدیث ١٨٢٣، مطبوعه دارالفکر بیروت.

چیز ہے نہ انکار کی۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰؍رجب ۷۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲؍رجب ۷۰ھ

مصلیٰ کے قریب باتیں کرنا

سوال:۔امام کے لئے جماعت کے فوراً بعد مسجد میں ہی مصلیٰ کے قریب لوگوں سے روزانہ عادتاً باتیں کرنا اور وہ بھی اس طرح زور سے کہ لوگوں کی نماز میں خلل آئے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح زور سے باتیں کرنا کہ دوسروں کی نماز میں خلل آئے منع ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ویستفاد من الشامی، وان سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سناً واهل علم ینبغی ان یتأخر ویقدمه تعظیماً له ا لخ (شامی نعمانیه ،ج ا /ص ۳۸۲/ مطلب فی جواز الایثار بالقرب، شامی زکریا ج۲/ص ۳۱۰/ باب الإمامة، مطلب فی جواز الإیثار بالقرب، البحرالرائق، ج ا /ص ۳۵۴/ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] ان کان هناک من یتأذی بجهرهم کمصلٍ اونائم ندب لهم الا سرار (الفتاوی الحدیثیه، ص۷۶/ مطلب فی ان الجهر بالاوراد عقب الصلوٰة سنة، طبع دارالمعرفة بیروت، شامی کراچی ج ا /ص ۶۶۰/ مکروهًا صلوة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۵۸/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوة الفرض الخ)

کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائے گی

سوال: ۔کچھ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں بے نمازیوں کو بھی نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں تم جو نمازیں پڑھتے ہو ہمیں علم ہے، ہم انشاء اللہ خدا کے فضل وکرم سے ویسے ہی بخشے جائیں گے، یہ کس حد تک ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے، اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے،[۱] حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمائی حالانکہ بخشے بخشائے تھے، تارک نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ اس کا حشر فرعون وہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا، اس سے بے پرواہی اختیار کرنا نہایت خطرناک ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ

۱ھی ای الصلوٰۃ الکاملة وھی الخمس المکتوبة ،فرض عین علی کل مکلف (درمختار مع الشامی کراچی ،ج ۱/ص ۳۵۱/ کتاب الصلوٰۃ) و (یکفر) بترک الصلوة متعمداً غیر ناوٍ للقضاء وغیر خائف للعقاب مجمع الانھر ج۲/ص۵۰۸/ باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، طبع دار الکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ج۵/ص ۱۲۲/ باب احکام المرتدین.

۲ عَنْ يَزِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلوٰةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ . رواه احمد والترمذی والنسائی ،مشکوٰۃ شریف،ص۵۸/ الفصل الثانی، کتاب الصلوٰۃ طبع یاسرندیم دیوبند) عن عبد اللّٰه بن عمر بن العاص عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه ذکر الصلوٰۃ یوماً فقال من حافظ علیها کانت له نوراً وبرهاناً ونجاة یوم القیامة ومن لم یحافظ علیها لم یکن له نوراً ولا برهاناً ولا نجاة وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف، مشکوٰۃ شریف ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ، طبع یاسر ندیم دیوبند، مسند احمد ص ۱۶۹ ج۲ مسند عبد اللّٰه بن عمر بن العاص، دار الفکر بیروت.

ترجمہ: ۔وہ معاہدہ جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے، لہٰذا جس نے اس کو ترک کیا تحقیق کے اس نے کفر کیا۔

چیتل کی کھال کا مصلیٰ

سوال: ۔چیتل ایک جانور مثل گائے ہے اس کی کھال کی جانماز کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

چیتل کی کھال پر بیٹھنا کھانا کھانا نماز پڑھنا سب درست ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

امام کو احتلام ہوا دو روز اسی طرح نماز پڑھا دی کیا معلوم ہونے پر مقتدیوں کو خبر کرنا ضروری ہے

سوال: ۔امام کو رات میں احتلام ہو گیا، اور خبر نہ ہوئی دو دن تک اسی حالت میں نماز پڑھاتا رہا، بعدہٗ اطلاع ہوئی تو اب دو دن کی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں اور مقتدیوں کو اعادہ کی اطلاع دے یا نہیں کیونکہ اطلاع کرنے میں امام پر سے اعتبار اُٹھ جانے کا اندیشہ ہے ویسے تو امام محتاط آدمی ہے، اسی طرح کسی نے ناپاک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھی اور بعد میں اطلاع ہوئی تو پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر اس کو یقین ہے کہ دو روز پہلے احتلام ہوا تھا (مثلاً اسی طرح کہ جس کپڑے میں اس کا

---

[۱] بشرطیکہ دباغت دی گئی ہو یا ذبح شرعی کیا گیا ہو "کل اهاب دبغ وهو يحتملها طهر فيصلى به ويتوضأ منه الیٰ قوله وما ای اهاب طهر به بدباغ طهر بذكاة الخ . الدر المختار على الشامی زكريا ،ج ۱ /ص ۳۵۵/ كتاب الطهارة باب المياه ، مطلب فی احكام الدباغة، بحر كوئٹه ج ۱ /ص ۹۹/ كتاب الطهارة، تبيين ج ۱ /ص ۲۵/ كتاب الطهارة طبع امداديه ملتان.

اثر ہے وہ دوروز سے سوتے وقت استعمال نہیں کیا) تو دوروز کی نمازوں کا اعادہ لازم ہوگا، اس کے ذمہ واجب ہے کہ سب مقتدیوں کو اس کی خبر کردے، ورنہ سب کی نماز کا وبال اس پر رہے گا، اگر اس کو یقین نہیں کہ احتلام کب ہوا تھا، تو جس وقت اس کا اثر دیکھا تو اس سے پہلے جب سورہا تھا کہا جائے گا کہ اس وقت احتلام ہوا تھا، اس کے بعد سے جو نماز پڑھی، اس کا اعادہ لازم ہے، مقتدیوں سے ہرگز حجاب وشرم اس معاملہ میں نہ کرے، اگر ان کے نزدیک عزت قائم رہی اور خدا کے نزدیک مستحق غضب ہوا تو وہ عزت کس کام کی ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

نماز میں غلطی پر متنبہ کرنا

سوال:۔ نماز پڑھنے کی حالت میں اپنے برابر یا قریب کے کسی دوسرے نمازی کا سہو معلوم ہوجائے جو خود اس کو معلوم نہ ہوا ہو مثلاً چار کے بجائے پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو اس کو آگاہ کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضروری ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۶ھ

---

[۱] یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه اوبکتاب اورسول علی الاصح الخ .الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ، ج۲/ص ۳۵۰/ باب الامامة ،مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون الموتم، بحر کوئٹه ص ۳۶۲/ باب الامامة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۰/ قیل فصل یسقط حضور الجماعة.

[۲] قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم إن احدکم مرأة اخیه أی انما یعلم الشخص عیب نفسه باعلام اخیه کمایعلم خلل وجهه بالنظر فی المرآة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا

سوال:۔(۱) کوئی مقتدی اپنے امام کے ساتھ گالی گلوچ کر کے اغلام کی تہمت لگائے اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداًومصلیاً!

گالی گلوچ تو سب کے ہی ساتھ منع ہے،[۱] پھر امام کا احترام تو اور زیادہ ضروری ہے، اور بلاثبوت شرعی اتنی بڑی بات کہنا بہت بڑا جرم ہے، سخت گناہ ہے،[۲] معافی مانگنا واجب ہے، تاہم جس امام پر اتنی بڑی تہمت لگائی اور اس سے معافی نہیں مانگی اور نماز اس کے پیچھے پڑھی فرض اس کا بھی ادا ہوگیا، نماز صحیح ہوگئی۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(**گذشتہ کا بقیہ**) فان رأى به أى باخيه أذىً أى عيباً ممايوذيه أو يؤذى غيره فليمط والمعنى فليزل ذالک الأذى عنه أى عن اخيه إما باعلامه حتى يتركه أو بالدعاء له الخ، مرقاة ج۴/ص۷۹۶/ كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، بمبئی.

۱؎ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم سبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الحديث مشكوٰة شريف، ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) بخارى شريف ص ۱۲/ كتاب الايمان، باب خوف المؤمن ان يحبط عمله، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ج ۱/ ص۵۸/ كتاب الايمان، باب قول النبى صلى الليه عليه وسلم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الخ، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمہ:۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

۲؎ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِمَااكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَاِثْمًامُّبِيْنًا، سوره احزاب آيت ۵۸/.

ترجمہ:۔اور جولوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اسکے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔(از بیان القرآن)

سجدہ مصلّے پر اور پیر زمین پر

سوال:۔امام صاحب نماز فرض پڑھانے کے بعد اس مصلے پر آگے بڑھ کر نماز سنت ادا کی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیر مصلے پر (یعنی) اونچے پر اور سجدہ زمین پر (یعنی) نیچے پر نہیں کرنا چاہئے، از روئے شریعت ان مسئلہ سے آگاہ کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

لوگوں کا یہ اعتراض بے محل اور لغو ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعا سے پہلے مسجد کے لئے روپیہ وصول کرنا

سوال:۔''اذکار بعد الصلوٰۃ قبل السنن'' کے متعلق اہل سنت والجماعت واکابر دیوبند کا مسلک مع حوالہ تحریر فرمائیں، ہمارے یہاں بعد نماز جمعہ قبل الدعاء مسجد کیلئے مصلیوں سے پیسے وصول کئے جاتے ہیں، جس میں چار پانچ منٹ لگ جاتی ہیں، از روئے فقہ حنفی اس

---

۱ مقتدی کے نزدیک اگر امام متہم بالفسق ہو یا امام حقیقتاً فاسق ہو تو بھی صحیح ہو جاتی ہے اور مقتدی کو جماعت کا ثواب ملتا ہے وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ الدرالمختار على الشامی زکریا ج۲/ص ۳۰۱/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۸۴/ الفصل الثالث فی بيان من يصلح امام لغيره، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۶/ فصل فی بيان الاحق بالامامة.

۲ فاذا قام الامام الى التطوع لايتطوع فی مكانه الذی صلی فيه الفريضة بل يتقدم او يتأخر او ينحرف يمنا او شمالاً حلبی کبیر ص ۳۴۲/ باب صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكیڈمی لاهور، شامی زکریا ج۲/ص ۲۴۸/ باب صفة الصلاة، مطلب فيما نوراد على العدو فی التسبيح الخ، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۷۷/ الفصل الثالث فی سنن الصلاة.

کی گنجائش ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں، فتاویٰ دارالعلوم مکمل مبوب مرتبہ مولانا اکمل صاحب مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند کے حصہ اول ودوم کے باب النوافل میں ص۲۲۲ / پر سوال ۲۳۹ / کا جواب مفتی عزیزالرحمٰن صاحبؒ نے یوں دیا ہے۔

''جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے'' اس سے گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ مفصل مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

''ویکره تأخير السنة الابقدر اللهم انت السلام الخ ، قال الحلوانی لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الكمال قال الحلبی ان اريد بالكراهة التنزيهة ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملهٗ علی القليلة الخ. (درمختار، ج ۱ / ص ۳۵۶[1] قبيل فصل فی القراء ة والبسط'' ردالمحتار۔

علماء دیوبند، اہل سنت والجماعت کا مسلک بھی یہی ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت

سوال: ۔جلسہ مروجہ جو کہ رات کے اخیر حصہ دوتین بجے تک علی العموم ہوتا ہے، جس سے

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج ۱ / ص ۵۳۰ / شامی زکریا ، ج ۲ / ص ۲۴۶ / باب صفة **الصلاة**، مطلب هل يفارقه الملكان، حلبی کبير ص ۳۴۳ / قبيل كراهية الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۵۲ – ۲۵۳ / فصل فی صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض.

نمازِ صبح فوت ہوجانے کا گمان غالب ہوتا ہے، اس میں تعاون کرنا اور شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فجر فوت ہونے کا مظنہ ہو تو جلسہ میں شرکت نہ کی جائے[1] اگر فوت نہ ہو تو شرکت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴؍۱۰؍۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵؍۱۰؍۹۰ھ

ایک سانس میں دونوں سلام

سوال:۔ نماز کے ختم پر دائیں جانب سلام پھیرنے پر کتنے وقفے کے ساتھ بائیں جانب سلام پھیرنا چاہئے، ایک ہی سانس میں دونوں جانب سلام پھیر دیوے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

سلام امام کے بعد صف سے ہٹ کر بیٹھنا

سوال:۔ جماعت کے اختتام پر بعض مقتدی صف سے ذرا سرک کر قبلہ رو بیٹھ جاتے ہیں، بوجہ بجھاوٹ یا سخت گرمی یا سردی کے، اور تسبیح پوری کر کے امام کے ساتھ ہی دعا میں

[1] وکل ماأدی الیٰ مالایجوز لایجوز الخ الدر المختار علی الشامی زکریا، ج۹؍ص ۵۱۹؍ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس.

شرکت کر کے فارغ ہوجاتے ہیں تو کیا یہ مقتدی منافق یا گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنے سے وہ منافق بھی نہیں گنہگار بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کسی عامی کو اس کی جگہ سے ہٹانا کسی خاص شخص کے لئے

سوال:۔اگر امام کے پیچھے کوئی عوام کھڑا ہوجائے اور اسی صف میں طالب علم اور مولوی بھی کھڑا ہو، کیا طالب علم یا مولوی صاحب کو یہ حق ہے کہ اس عوام کو ہٹا کر خود کھڑا ہوجائے، یا امام کو چاہئے کہ اپنے پیچھے طالب علم اور مولوی کو کھڑا کرے تا کہ حدث واقع ہونے پر خلیفہ بنا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ وہ شخص پہلے آ کر امام کے پیچھے کھڑا ہوگیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹادے، ہاں اگر وہ خود ہٹنے کے لئے رضا مند ہوجائے تو مضائقہ نہیں ''**ویکرہ اشد کراھة ان یقیم الرجل اخاہ فیجلس فی موضعه فی الجمعة وغیرھا قال الکرمانی وظاھر النھی الوارد فیه التحریم لان من سبق الیٰ مباح فھو احق به بخلاف مالو قام الجالس باختیارہ واجلس غیرہ فلاکراھة فی جلوس غیرہ اھ** طحطاوی، ص ۳۰۴۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (طحطاوی علی المراقی، ج ۱/ص ۴۲۸/)باب الجمعة.

ابتدائے نماز میں اِنّی وَجَّھْتُ پڑھنا

سوال:۔ابتداءِ نماز میں ''اِنّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'' کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا فرض وسنت ونوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھے ''اِنّی وَجَّھْتُ الخ'' نہ پڑھے نہ فرض میں نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ ھکذا یستفاد من البحر الرائق، ص ۳۲۰/[1] والزیلعی[2]، ج ۱/ص ۱۱۱/ وشرح المنیة الکبیری، ص ۲۹۶۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سجدہ میں بسم اللہ

سوال:۔سجدہ میں تسبیح سے پہلے تسمیہ نکل گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی حرج نہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۰۶/(مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ) فصل واذاارادالد خول فی الصلوٰۃ

[2] زیلعی، ج ۱/ص ۱۱۱/ (مطبوعہ امدادیہ ملتان) فصل واذاارادالدخول فی الصلوٰۃ کبر۔

[3] کبیری، ص ۲۹۶/ مطبوعہ دھلی. سنن الصلوٰۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور ص ۳۰۱/ باب صفة الصلوة. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مقتدی سے فرض کہہ کر سنت پڑھنا

سوال:۔ زید ہمیشہ عصر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا عادی تھا، ایک روز اس کا دوست بکر آ گیا اور کہا چلو دونوں آدمی چلکر جماعت سے فرض پڑھ لیں آج سنت نہ پڑھو تو کیا حرج ہے ، اس پر زید نے کہا کہ میں ہمیشہ سنت پڑھتا آیا ہوں ، بغیر سنت کے فرض نہ پڑھوں گا،اس پر دونوں بہت دیر تک بحث کرتے رہے،آخر میں زید نے بکر کے شر سے بچنے کے لئے سنت کی نیت کر کے کہا کہ اچھا چلو میں فرض ادا کرتا ہوں ، یہ کہہ کر سنت کی نیت باندھ لی،اور بکر مقتدی بن گیا،سلام پھیرنے کے بعد زید نے کہا میاں ہم نے تو سنت پڑھی ہیں، اب پھر سے دونوں فرض پڑھیں گے، بکر نے کہا کہ میرا سارا گناہ تمہارے سر ہے،اب میں دوبارہ نہ ادا کرونگا، مجھے تم نے کیوں دھوکا دیا،تم نے سنت کی نیت کر کے فرض بتائی میں نے فرض کی نیت باندھ لی میری نماز ہوگئی تم جانو تمہارا کام جانے ،ایسی صورت میں بکر کی نماز ہوئی یانہیں ہوئی،جب کہ زید نے سنت کی نماز ادا کی تھی،زید بہت نادم ہے، کہ اب عذاب الٰہی سے بچنے کا کیا ذریعہ ہے کیونکہ اس کا سارا گناہ مجھ پر ہوا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

بکر کا زید کو سنت سے روکنا شرعاً مذموم ہے،[۱] پھر زید کا بکر کو دھوکہ دے کر فرض بتا کر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] کـذا يستفاد من قولهم : ولو لدغته عقرب فقال بسم الله تفسد صلاته عنـد ابـى حـنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ ..... وقيل لاتفسد لأنه ليس من كلام الناس وفى الـنـصـاب وعـلـيـه الـفتـوىٰ الـخ، عالمگيرى ج ۱ /ص ۹۹/ الباب السابع فيمايفسد الصلوة الخ، الفصل الاول فيمايفسدها، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] وفـى الـحـديـث الـصـحـيـح أول مـايـحـاسب به العبد يوم القيامة من عمل صلاته فإن صـلحت فقد أفلح وأنجح و إن فسدت فقد خاب وأجنح وخسر فإن انتقص من فريضته شيئا قال الرب سبحانه و تعالىٰ أنظر وا هل لعبدى من تطوع فيكمل به ماإنتقص من الفريضة (بقیہ آئندہ پر)

سنت پڑھنا بھی شرعاً مذموم ہے،[۱] لیکن جب بکر کو معلوم ہوگیا کہ زید نے سنت پڑھی ہے تو بکر کو فرض پھر ادا کرنا چاہیئے ،[۲] بکر فرض ادا نہیں کرے گا تو بکر کے ذمہ فرض باقی رہے گا، اور بکر گنہگار ہوگا،[۳] لیکن اگر بکر کے نزدیک زید جھوٹا ہے اور اس نے فرض پڑھ کر یہ کہا ہے کہ میں نے سنت پڑھی ہے ،تو بکر کے ذمہ فرض کو دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ،اس کی نماز درست ہوگئی۔[۴] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) ثم یکون سائر عمله علی ذالک الخ مرقاة شرح مشکوٰة ج۲/ص۱۱۰/ باب السنن و فضائلها، مطبوعه بمبئی، نسائی شریف ج۱/ص۵۴/ کتاب الصلوٰة، باب المحاسبة علی الصلوة، مطبوعه فیصل دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] عن أبی هریره رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلّی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، مسلم شریف ج۱/ص۷۰/ کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم من غشنا فلیس منا، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[۲] ولامفترض بمتنفل الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص۳۲۴/باب الامة، وفسد اقتداء المفترض بإمام متنفل (البحر الرائق ،ج۱/ص ۳۶۱) باب الامامة (مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

[۳] عن ابی الدرداء قال اوصانی خلیلی أن لا تشرک بالله شیأ ...... ولا تترک الصلوة مکتوبة متعمداً فمن ترکها ...... فقد برئت منه الذمة، مشکوٰة شریف ص۵۷ کتاب الصلوٰة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۴] کذا یستفاد رجل أم قوماً شهراً ثم قال کنت علی غیر وضوءٍ أو قال ثوبی قذر قال یعیدون صلاتهم إلا ان یکون ماجنا فحینئذ لا یلتفت الی قوله ولا یعیدون الصلوة ...... الماجن المائل الی الهز واللعب وفی الظهیریة الماجن هو الفاسق الخ تاتارخانیة ص۲۰۴ ج۱ الفصل السادس فی بیان من هو احق بالامامة کتاب الصلوة، مطبوعه کراچی، طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۹ باب الامامة، مطبوعه مصری، عالمگیری کوئٹه ص۸۷ ج۱، الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره.

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں شیعہ طبقہ کے لوگ بھی رہتے ہیں، اور وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اور ہم لوگ مسلک حنفی کے ہیں، اور وہ لوگ ہم لوگوں کو شیعہ مذہب کی تلقین کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حدیث اور قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ نیت باندھ کر نماز پڑھو، نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمادیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

قرآن کریم میں صاف صاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم ہے ''وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ[۱] الخ ''اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہے، اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے،'' عَنْ قُبَیْصَةَ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَبِیْعَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم یؤمَّنَا فَیَاخُذُ شِمَالَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ۔[۲] رواہ الترمذی وابن ماجہ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْریٰ فِی الصَّلوٰۃِ رواہ البخاری[۳] یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف، ص۷۵-۷۶/ پر موجود ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو(بیان القرآن، ج ۳/ص ۱۲۴/سورہ حشر آیت نمبر ۷/ پارہ ۲۴۔
[۲] مشکوٰۃ شریف ،ص ۷۶/باب صفة الصلوٰۃ الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم.
[۳] مشکوٰۃشریف ،ص ۷۵/ باب صفة الصلوٰۃ الفصل الاول.

کیا نجات کیلئے صرف نماز جمعہ کافی ہے

سوال:۔ایک آدمی ہے کہ عمر بھر میں کبھی نماز نہیں پڑھتا سوائے جمعہ کے اس آدمی نے رمضان کی پہلی تاریخ کو مسجد میں آکر نماز پڑھ لی اس کے متعلق ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے، یہ دوزخ میں کبھی نہیں جائے گا، یعنی مستحق دوزخ نہیں ،مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

صرف ایک دن نماز پڑھنے سے عمر بھر کے لئے عذاب سے نجات پالینا نصوص واصول سے ثابت نہیں، بلکہ صریح مخالفت ہے، پانچ وقت کی نماز روزانہ قطعی طور سے ثابت ہے،اس کا منکر کافر ہے،اور جس نے ایک روز کی نماز کو کافی بتلایا ہے، وہ مولوی نہیں، بلکہ اس نے غلط بتلایا ہے،اس کی اس بات پر عمل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے،اور پانچ وقت کی نماز کو فرض اعتقاد نہ کرنا کفر ہے،'' **ویکفر بقوله اصبر الی مجئی شهر رمضان حتی نصلی فی جواب قال صلّ اھ مجمع الانهر**[1] **هی الصلوٰة الکاملة وهی الخمس المکتوبة فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحده لثبوتها بدلیل قطعی اھ، درمختار شامی**[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲۴/ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم ۶/۲۸/ ۵۹ھ

---

[1] (مجمع الانهر ،ج۲/ص ۵۰۸/) کتاب السیر والجهاد)مطبوعه عباس احمد الباز .

[2] (الدرالمختار علی الشامی ،ج ۱/ص ۲۳۴/ کتاب اول الصلوٰة) مکتبه نعمانیه، البحر الرائق ج۵/ص ۱۲۲/ باب احکام المرتدین مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ج ۱/ص ۵۰/ اول کتاب الصلوة مطبوعه کوئٹه.

کیا بے نمازی جنت میں جائے گا

سوال: ۔ بے نمازی کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ کیا بے نمازی جنت میں جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی شخص نماز کو فرض ہی نہ سمجھے تو وہ مومن نہیں، اگر فرض تو کہتا ہے، مگر نماز نہیں پڑھتا اور اس کو عذاب کا خوف بھی نہیں، قضا پڑھنے کا ارادہ بھی نہیں اس کے ایمان کا باقی رہنا دشوار ہے[۱] اللہ پاک حفاظت فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۶ ۱۴۰ھ

مغرب کی نماز کے لئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا

سوال: ۔ شہر برہان پوری میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کر کے آتے ہیں، اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کر لے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے، کیا اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[۱] ویکفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلاً فاسق الخ درمختار على الشامی زكريا، ج ۲ / ص ۵ / اول كتاب الصلوٰة، مجمع الانهر ج ۱ / ص ۱۰۳ / كتاب الصلاة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، عالمگيری كوئٹه ج ۱ / ص ۵۰ / كتاب الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بناء شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے[1] (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے ''لَاتَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلیٰ ثَلاثَةِ مَسَاجِد[2]''(الحدیث) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۲/۴/۶ ۱۴۰ھ

بہشتی گوہر کی ایک عبارت کی تنقیح

سوال:۔ بہشتی گوہر حصہ یازدہم (مطبوعہ کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم کے ص۷۰/ پر نماز قضا ہوجانے کے مسائل کے تحت مسئلہ نمبر۲/ کی عبارت غالباً نظر ثانی سے رہ گئی، مطبوعہ عبارت یہ ہے ''اگر کوئی لڑکا نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہوگیا ہے، تو بقول راجح اس کو چاہئے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے'' قدیم وجدید متعدد نسخے دیکھے، سب میں یہی عبارت طبع ہوئی ہے، جس کی تصحیح نہ ہو سکی، شامی، ج۱/ص ۵۰۹/مصری کو دیکھا اس کے اعتبار سے اس مسئلہ کی عبارت یہ ہونی چاہئے ''اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے

---

[1] وعن ابن انسؓ قال قال رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلّم .... وَصَلٰوتُهُ فِی الْمَسْجِدِ الاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهُ فِی مَسْجِدِی بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةً رواه ابن ماجه، مشکوة شریف ص ۷۲/ الفصل الثالث، باب المساجد ومواضع الصلوة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] مشکوٰة شریف ص۶۸/ باب المساجد ومواضع الصلوة الفصل الاول طبع یاسر ندیم دیوبند.

بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ احتلام ہوگیا ہے، تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضاء پڑھے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بقول راجح عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے'' چونکہ عبارت کی یہ غلطی برسوں سے چلی آرہی ہے، اس کی تصحیح دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جس طرح مناسب ہو ہوجانی ضروری ہے''**صبی احتلم بعدصلوٰة العشاء واستیقظ بعد الفجر لزم قضاؤها ولو استیقظ قبل الفجر لزمه اعادتها اجماعاً ،شامی، ج ۱/ص ۵۰۹**''۔

الجواب حامداً ومصلیا!

نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اس سے پہلے ادا کی ہوئی فرض متصور نہ ہوگی، جس نابالغ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سوگیا، اوراس کو احتلام ہوا، جس سے وہ بالغ شمار ہوگیا، اوراس پر نماز فرض قرار دی گئی، اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ طلوع فجر سے پہلے اس نوم سے بیدار ہوا تو اس پر بالاجماع عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ وقت عشاء ختم ہونے سے پہلے بالغ اور مکلّف ہوگیا، اوراس کی عشاء کی پڑھی ہوئی نماز ''فرض'' نہیں تھی، اگر طلوع فجر کے بعد بیدار ہوا تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو طلوع فجر کے بعد میں احتلام ہوا ہو، تو اس کے ذمہ عشاء کی نماز کا اعادہ لازم ہوگا، یہ دوسرا قول مختار ہے، ''**صبی احتلم بعد صلوٰة العشاء استیقظ بعد الفجر لزمه قضاؤها (درمختار) قولهٗ لزمهٗ قضاء ها لانها وقعت نافلة ولما احتلم فی وقتها صارت فرضاً علیه لان النوم لایمنع الخطاب فیلزمه قضائها فی المختار ولذااستیقظ قبل الفجر لزمه اعادتها اجماعاً الخ ردالمحتار،**[۱] **ج ۱/ص ۴۹۴/ قبیل باب السجود**''۔

---

[۱] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۴۹۴/ مطلب اذا سلم المرتد هل تعود حسناته ام لا .الدرالمختار عالی الشامی زکریا ج۲/ص۵۳۸، هندیه کوئٹه ج ۱/ص ۱۲۱/ الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی گوہر کی عبارت مسئولہ صحیح ہے، اس پر نظر ثانی کی ضرورت نہیں، چہ جائیکہ تصحیح کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۴ھ

باب اول

نماز جمعہ

فصل اول : وقتِ نماز جمعہ

جمعہ کے دن زوال کا حکم

سوال:- جمعہ کے دن سورج سر پر ہونے کے وقت نفل وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین استواء کے وقت کسی نماز فرض یا نفل کا شروع کرنا مکروہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے روز اس وقت نفل مکروہ نہیں۔ ویکره تحريماً مطلقاً ولو قضاء او واجبة اونفلا اوعلىٰ جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء الايوم الجمعة اه در مختار[1] ص ۳۸۴/ وروى عن ابى يوسفؒ انه جوز التطوع وقت الزوال يوم الجمعة اهـ كبيرى[2] ص ۲۳۵/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار على الشامى نعمانية ص۲۴۸/ج۱/ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، كتاب الصلوة.

[2] حلبى كبيرى ص۲۳۷/باب الشرط الخامس فى الأوقات المكروهة. تاتارخانيه كراچى ص۴۰۷، ۴۰۸/ج۱/فى بيان الاوقات التى تكره فيها الصلاة، الدر مع الرد زكريا ص۳۰، ۳۱/ ج۲/ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، كتاب الصلوة.

استواءِ شمس کے وقت جمعہ کے روز نماز کا حکم

سوال:- رمضان المبارک میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بروز جمعہ اذان نماز جمعہ سے قبل بوقت استواء اور زوال لوگ نوافل پڑھتے رہتے ہیں کیا یہ نوافل پڑھنا درست ہے۔ اور جمعہ کے دن ان کی اجازت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عین استواءِ شمس کے وقت جمعہ کے روز امام ابو یوسفؒ کے قول پر نوافل پڑھنا درست ہے بلا کراہت، امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے یہ ہی راجح ہے۔ **کذافی الغنیہ** ص ۲۳۵[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ

جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے کا حکم

سوال:- ہم یہاں ہیں اکثر طبقہ مزدور کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکہ برطانوی وقت کے مطابق دو بجے دن میں کام شروع کرتا ہوں یہاں صبح وشام دو شفٹ ہیں لہذا جو حضرات صبح کام کرتے ہیں وہ نماز جمعہ اطمینان سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہاں پر دو مسجد ہیں دوسری مسجد

---

[1] ثلثة ای ثلثة اوقات یکره فیها الفرض والتطوع، عند طلوع الشمس وعند غروبها ووقت الزوال وروی عن ابی یوسف انه جوز التطوع وقت الزوال یوم الجمعة ای من غیر کراهة ولهما اطلاق النهی والمحرم مقدم علی المبیح عند التعارض. غنیة ص۲۳۷/ باب الشرط الخامس فی الاوقات المکروهة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه کراچی ص۴۰۷،۴۰۸ ج۱/ فی بیان الاوقات التی یکره فیها الصلاة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۰، ۳۱ ج۲/ کتاب الصلاة، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت.

میں تین بجے جمعہ ہوتا ہے، ایک مسجد میں ایک دو بجے ہوتی ہے نماز جمعہ کیونکہ یہاں پر گرمی اور سردی میں گھڑی کے وقت میں ایک گھنٹے کا فرق ہے، مثلاً برطانوی وقت جیسے کرینچ مین ٹائم (جو بین الاقوام وقت ہے یہی ہے) کہتے ہیں بھارت میں ۱/۲ ۵ گھنٹہ سردی اور گرمی میں ۱/۲ ۴ گھنٹہ کا فرق رہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہیکہ یہاں ایک بجکر ۱۵ر منٹ پر یا ۱۸ر منٹ پر ہوتا ہے پہلی اذان ہر حالت میں ایک بجکر تیس منٹ پر ہوتی ہے، جماعت یا تو ڈیڑھ بجکر ۳۵ر منٹ پر ہوتی ہے لیکن اصل حضرات تقریباً دوسو یا تین سو ہوجاتے ہیں جو اکثر وبیشتر زوال کے وقت نوافل یا قضا فائتہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ استواء کے وقت نوافل یا قضاء فائتہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ وقت مکروہ ہے، لیکن اس وقت میرے سامنے دو فتاویٰ ہیں دونوں کو تحریر کرتا ہوں۔

پہلے فتاویٰ دارالعلوم جلد پنجم، مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب ص۱۱۲ر سوال نمبر ۲۲۵۹ر۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صحیح یہ ہے کہ زوال کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے الیٰ آخرہٖ''

دوسرے فتاویٰ وکرہ تحریما الخ. ملاحظہ ہواب یہاں پر فتاوی اشرفیہ موجود ہے جو گجراتی زبان میں جس کا ترجمہ ہے سوال وجواب تحریر کرتا ہوں۔ کتاب الصلوۃ، الاوقات الصلوۃ ص۴۲ر۔

''**سوال**:- جن اوقات میں نماز مکروہ ہے ان میں قضا نماز پڑھنا جائز ہے۔

جواب:- جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں قضا نماز بلاحرج پڑھ سکتے ہیں جس قدر ممکن ہو قضا نماز جلد از جلد پڑھ لے باب الجمعہ ص۵۷ر سوال نمبر ۲۶۴ر۔''

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سوال:- جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز پڑھنا جائز ہے، زوال کے وقت نہیں پڑھنا

چاہئے، حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت تحیۃ الوضو پڑھنا جائز ہے، حدیث دال ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت دوزخ شروع کی جاتی ہے، امام ابوحنیفہؒ منع کرتے ہیں لیکن فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے جمعہ کے علاوہ دیگر دنوں میں زوال کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے دونوں مسئلوں میں حوالہ جات کا اندراج نہیں ہے فتویٰ دارالعلوم اور قرآن میں تطبیق کی کیا شکل ہے؟ یہاں پر بعض منع بھی کرتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں، لہذا یہ چند سطریں تحریر ہیں امید ہے کہ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

دونوں قول کتب فقہ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہیں[1] ایک کو امدادالفتاویٰ[2] میں لیا گیا ہے دوسرے کو فتاویٰ[3] دارالعلوم میں لیا گیا ہے، امدادالفتاویٰ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا قول اوسع ہے، اور فتاویٰ دارالعلوم کا قول احوط ہے، دونوں باتوں کی گنجائش ہے، جواب صحیح ہے اور مزید تفصیل وتطبیق یہ ہے کہ طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال شمس یہ تین وقت کراہت کے ہیں کہ ان وقتوں میں نفل غیر نفل کوئی نماز پڑھنی درست نہیں، بجز اس کے کہ عصر کی نماز باقی رہ گئی ہو اور پڑھتے پڑھتے آفتاب ڈوب جائے اور دوسرے یہ کہ جمعہ کے دن زوال شمس کے وقت امام ابو یوسف کے نزدیک تحیۃ الوضو پڑھ سکتے ہیں[4]، اور ان کراہت کے تین اوقات کے علاوہ عصر کی فرض پڑھ لینے کے بعد غروب شمس سے پہلے اور فجر

---

[1] وکرہ تحریما صلاۃ مطلقا مع شروق واستواء الا یوم الجمعۃ علی قول الثانی (درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۱/ ج۲/ کتاب الصلوۃ، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۸۰/ ج ۱/ المواقیت، نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکرہ فیھا الصلاۃ، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۱۵۱/ فصل فی الاوقات المکروھۃ)

[2] لم نجدہ فی امداد الفتاوی بعد تتبع کثیر.

[3] فتاوی دارالعلوم ص ۶۸/ ۲/ فصل ثانی اوقات مکروھۃ مطبوعہ زکریا دیوبند.

[4] ثلاثۃ یکرہ فیھا التطوع والفرض وذالک عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعند غروب الشمس (الی قولہ) وعن ابی یوسف انہ جوز النفل وقت الزوال یوم الجمعۃ ورکعتی التحیۃ (تاتارخانیہ کراچی ص۴۰۷، ۴۰۸/ ج ۱/ مواقیت، نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکرہ فیھا الصلاۃ)

کی نماز پڑھنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے یہ دو وقت ایسے ہیں کہ ان میں صرف قضا پڑھ سکتے ہیں مگر نفل واجب وغیرہ نہیں پڑھ سکتے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈیوٹی کے وقت جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب

سوال:- میں ایک سرکاری ملازم ہوں آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اس ڈیوٹی میں باقاعدہ نماز کے لئے جانا ہوتا ہے اس سے میری ڈیوٹی میں حرج واقع نہیں ہوتا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ڈیوٹی میں غیر حاضر رہتا ہوں تو کیا مجھے نماز جمعہ کا ثواب ملے گا یا نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

نماز جمعہ جب وقت پر ادا کرتے ہیں تو اس کا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ملے گا[2] اور دوسری کوتاہیاں جو آدمی میں موجود ہوں ان کی وجہ سے نماز کا ثواب ضائع نہیں ہوتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ووقتان آخران یکرہ فیهما التطوع وهما بعد طلوع الفجر الی طلوع الشمس الا رکعتی الفجر ما بعد صلاہ العصر الی وقت غروب الشمس ولا یکرہ فیهما الفرائض (تاتارخانیه کراچی ص۴۰۸/ ج ۱/ نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکرہ فیها الصلاۃ، مراقی مع الطحطاوی ص ۱۵۱/ مطبوعه مصر، فصل فی اوقات المکروهة، حلبی کبیری ص۲۳۸/ الشرط الخامس، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال من اغتسل ثم اتی الجمعة فصلی ما قدرله ثم انصت حتی یفرغ من خطبته ثم یصلی معه غفرله مابینه وبین الجمعة الاخریٰ، وفضل ثلاثة ایام (مسلم شریف ص ۲۸۳/ ج ۱/ کتاب الجمعة، فصل من اغتسل او توضأ الخ، مکتبه بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۱۵۰/ ج ۱/ باب فضل الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)



فصل دوم : اذان جمعہ

اذان خطبہ کا جواب اوراس کے دلائل

سوال :- میں ایک مسلمان حنفی المذہب ہوں، اورشہر کی جامع مسجد کا سکریٹری ومنتظم ہوں، جمعہ کی اذان کے متعلق معلوم کرنا ہے کہ اسے دہرادیں یا کہ نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب امام خطبہ کے لیے نکلے اس وقت سے کلام کرنا اورنماز پڑھنا ممنوع ہے۔ لیکن صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ جب امام خطبہ شروع کرے تب کلام کرنا ممنوع ہے، جس پر متعدد حدیثیں ہیں۔

(۲) نماز ظہر کے اختتام کا وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں ان کے شاگردوں وصاحبین کی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۳) کلام کے معنی ہیں ایک کا دوسرے سے بات کرنا، اذان کا دہرانا کسی سے کلام کرنا نہیں ہوا، نیز یہ کہ کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں اس بابرکت اذان جمعہ کو دہرانے کی مخالفت آئی ہو۔

(۴) میرے منسلکہ حوالہ جات کے جواب میں حافظ مولوی ابوبکر صاحب نے ایک تحریر بھیجی ہے جس کو میں بغرض ملاحظہ منسلک کرتا ہوں اوراستدعیٰ ہے کہ آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم بتلائیں۔

(حوالہ جات منجانب محی الدین صدیقی)

جواب دینا مؤذن کا واجب ہے، باب الاذان مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص۲۳۳/جواب دینا مؤذن کا مستحب ہے رواہ مسلم ص۲۳۵/اور اگر سننے والا پائخانہ میں ہو یا جماع کرتا ہو یا نماز میں ہو تو جب فارغ ہو جائے کلمات جواب اذان کے کہہ لے۔

جواب دینے والا بعد اذان کے دعا پڑھے تو حضرت ﷺ کی شفاعت اسکے لئے واجب ہے۔ رواہ البخاری ص۲۳۰/ج۱/۔

اذان کا جواب دینے والے کو مؤذن کے برابر ثواب ملے گا۔ رواہ ابوداؤد ۲۳۹/۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اذان سن کر اذان کو دہرایا۔ رواہ النسائی ص۲۴۰/۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے اذان سنکر اذان کو دہرایا۔ رواہ ابوداؤد ص۲۴۰/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حضرات اذان بین یدی الخطیب کے جواب کو جائز یالازم کہتے ہیں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے منبر پر اذان کو سنکر جواب دیا اور فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی جواب دیا تھا یہ حدیث شریف بخاری شریف میں بھی مذکور ہے[1] مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس سے استدلال کیا ہے[2] مگر احقر

---

[1] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَىٰ الْمِنْبَرِ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ مَعَاوِيَةَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ الى قوله فلما إنقبض التأذين قال يا ايها الناس انى سمعت رسول الله صلى الله وسلم على هذا المجلس حين اذن المؤذن يقول ما سمعتم منى من مقالتى. بخاري شريف ص۱۲۵/ج۱/كتاب الجمعة، باب يجيب الامام على المنبر، رقم الحديث ۹۰۴/ مطبوعه اشرفي ديوبند.

ترجمہ:- حضرت سہیل بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ پھر جب اذان ختم ہو چکی تو معاویہ نے کہا اے لوگو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مقام (منبر) پر کہ جب مؤذن نے اذان دی تو آپ وہی کہتے جاتے تھے جو تم نے میری گفتگو سنی۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کے خیال ناقص میں اس کا محمل امام ہے۔ بقیہ حاضرین نہیں امام کو خطاب وکلام امر بالمعروف نہی عن المنکر کا بھی حق ہے[1] مگر دوسروں کے لیے تو یہ ہے کہ **اذا قلت لصاحبک انصت فقد لغوت**[2] اس لیے وہ **اذا خرج الامام فلاصلاة ولا کلام**[3] کے پابند ہیں بدائع الصنائع[4] میں ہے کہ نفس خروج امام بمنزلہ شروع فی الخطبہ کے ہے۔ یہی اقرب معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی ہے جس کا نام ہے "**العطر العنبری فی جواب الاذان المنبری**۔"

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان خطبہ کا جواب اور اس کے بعد دعا

سوال:- جمعہ میں جو خطبہ کی اذان ہوتی ہے اس کا جواب دینا کیسا ہے؟ اور اذان

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] وقد كنت مظطربا في هذه المسئلة من سابق الزمان متيقنا عدم كراهة الاجابة لذالك الاذان مذينا ببناء هزه التصريحات على القول المرجوع للامام النعمان الى ان اطلعت على الحديث الذى رواه البخارى كما ذكرته فانه صريح فى ان معاية قد اجاب المؤذن على المنبر قبل شروعه فى الخطبة (سعايه ص:۲/۵۳، باب الاذان، سهيل اكيڈمى لاوهور)

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ويكره للخطب ان يتكلم فى حال خطبته الا اذا كان امراً بمعروف فلا يكره لكونه منها البحر الرائق كوئٹه ص۹۴/ج۲/ باب الجمعة، الدرالمختار على الشامى زكريا ص۲۲/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب الخ. تاتارخانيه كراچى ص۲۶/ج۲/شرائط الجمعة.

[۲] بخاري شريف ص۱۲۸/ج۱/ (مطبوعه اشرفي ديوبند) باب الجمعة، باب الانصات يوم الجمعة، رقم الحديث ۹۲۴/.

ترجمہ:- جب تو نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہو تو تو نے لغو حرکت کی۔

[۳] الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۴/ج۳/ وشامى نعمانيه ص۵۵۰/ج۱/ باب الجمعة.

ترجمہ:- جب امام خطبہ کے لیے نکل کر جائے تو نہ نماز ہے نہ کلام۔

[۴] اذا خرج للخطبة كان مستعداً لها والمستعد للشئ كالشارع فيه، بدائع الصنائع ص۲۶۵/ ج۱/ (مطبوعه كراچى) فصل في صلاة الجمعة، فصل في بيان شرائط الجمة، في محظورات الخطبة.

خطبہ کے بعد دعا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دل میں جواب دے اور دل میں ہی دعا پڑھ لے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

سوال:- فقہ کا جزئیہ ہے کہ جب امام خطبہ دینے کے لیے بیٹھے اور اذان دلائے تو اس کا جواب نہ دیا جائے، مگر العرف الشذی ص۴۴ / پر ہے۔ ولعل المختار قول العناية كمافي البخاري ان امير المؤمنين معاوية رضي الله عنه جلس على المنبر واجاب الاذان وقال انّي رايت رسول اللّٰه ﷺ يفعل هكذا في هذا الموضع شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں والتاويل فيه بعيد دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمل کس پر کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے منبر پر آنے کے بعد خطبہ شروع ہونے سے پہلے صلوٰۃ، کلام، سلام کے جواز اور عدم جواز میں امام اعظم رحمہ اللہ اور صاحبین میں اختلاف ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، اذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته قال وهذا عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه وقالا لابأس بالكلام إذا خرج الامام قبل ان يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر هدايه[2] ص۱۵۱ ج۱/

[1] وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدى الخطيب الدرالمختار على الشامي زكريا ص۷۰/ ج۲/ باب الاذان. مطلب فى كراهة تكرار الجماعة الخ. بحر كوئٹه ص ۲۶۰/ ج ۱/ باب الاذان، مراقى مع الطحطاوى ص ۱۶۳ /باب الاذان، مطبوعه مصر.

[2] هدايه ص ۱۷۱/ ج۱/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص ۶۹/ ج۲/ شرائط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۳/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

پھر مشائخ حنفیہ کا امام اعظم رحمہ اللہ کے کلام کی شرح میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ کلام جو خروج امام سے ممنوع ہوجاتا ہے اس سے مراد مطلق کلام نہیں بلکہ صرف کلام الناس یعنی دنیاوی کلام مراد ہے اور اس میں اختلاف ہے امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، اور دینی کلام جیسے تسبیح، تہلیل یا اجابت اذان وغیرہ بالاتفاق جائز ہے۔ اس میں اختلاف نہیں، جیسا کہ طحطاوی میں ہے۔ **وفي البحر عن العناية والنهاية اختلف المشائخ على قول الامام في الكلام قبل الخطبة فقيل إنما يكره ما كان من جنس كلام الناس امّا التسبيح ونحوه فلا وقيل ذلك مكروه والاوّل اصح ومن ثم قال في البرهان وخروجه قاطع للكلام أي كلام الناس عند الامام فعلم بهذا أنه لاخلاف بينهم في جواز غير الدنيوي على الاصح ويحمل الكلام الوارد في الاثر على الدنيوي ويشهد له ما اخرجه البخاري ان معاوية اجاب المؤذن بين يديه فلما انقضى التأذين قال يا أيّها الناس إنّي سمعت رسول الله ﷺ على هذا المجلس حين أذن المؤذن يقول ما سمعتم من مقالتي الخ (طحطاوي على المراقي[1] ص ۴۲۴)** اور دوسرے مشائخ نے اس کے برعکس کلام کو ظاہر کے موافق مطلق رکھا ہے اور حاصل اختلاف یہ قرار دیا ہے کہ دنیاوی کلام بالاتفاق ناجائز ہے۔ اختلاف صرف دینی کلام یعنی تسبیح وتہلیل وغیرہ میں ہے، اس کو امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، جیسا کہ درمختار میں مصرح ہے۔ **وقالا لابأس بالكلام قبل الخطبة وبعدها وإذا جلس عند الثاني والخلاف في كلام يتعلق بالآخرة اما غيره فيكره**

---

[1] طحطاوي على المراقى ص ۴۲۴، مطبوعه مصر، باب الجمعة. عينى شرح هدايه ص ۹۸/ ج۳/ باب الجمعة، اذا خرج الامام يوم الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص ۱۵۵/ ج ۲/ باب الجمعة.

[2] الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۶/ ج۳/ مطبوعه نعمانيه ص ۵۵۱/ ج ۱/ باب الجمعة، قبيل مطلب فى حكم المرقى بين يدى الخطيب.

اجماعاً الخ (درمختار[۲] علی هامش الشامی ص ۵۵۱/ ج ۱/) خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب اذا خرج الامام فلاصلاة ولا کلام کی شرح میں مشائخ حنفیہ مختلف ہیں بعض حضرات اس کو کلام دنیاوی کے ساتھ مخصوص ومقید فرماتے ہیں کما عند الطحطاوی[۱] والنہایہ والعنایۃ[۲] اور بعض حضرات ظاہر کے موافق اس کو مطلق کہتے ہیں کما عند الدر المختار اس اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں؟ جو حضرات ممانعت کو صرف کلام دنیاوی کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اجازت دیتے ہیں (کما عند الطحطاوی[۳] ص ۸۸۸/ج ۱/) اور جو ظاہر کلام کے موافق رکھتے ہیں وہ منع کرتے ہیں (کما فی درمختار) وینبغي أن لایجیب بلسانه اتفاقاً في الاذان بین یدي الخطیب (درمختار علی هامش الشامی[۴] ص ۲۶۸/ ج ۱/) وکما في حاشیة البحر الشامی قال في النهر اقول ینبغي ان لاتجب باللسان اتفاقاً علی قول الامام في الاذان ین یدي الخطیب (منحة الخالق[۵] حاشیة البحر ص ۲۵۹/ ج ۱/) ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلاة ولا کلام کا حکم سامعین پر منحصر رکھا جائے امام کو اجابت اذان ثانی کی اجازت دی جائے جیسا کہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے اور باقی کو اس سے منع کیا جائے[۶] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۲۲ھ

---

[۱] طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[۲] عنایه علی فتح القدیر ص ۶۷/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] ان الاصح جواز الاذکار عنده قبل شروعه في الخطبة فلامانع من الاجابة (طحطاوي علی الدر ص ۲۸۸/ ج ۱/ باب الجمعة.

[۴] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۶۸/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۷۰/ باب الاذان. مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد.

[۵] منحة الخالق علی هامش البحرالرائق ص ۲۵۹/ ج ۱/ باب الاذان (مطبوعه کوئٹه)

[۶] ویمکن ان یجاب عنه بان المنصوص فیه (أي حدیث معاویة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اذان خطبہ کا جواب

سوال:- جمعہ کی دوسری اذان کے وقت جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے جواب اذان اور ایجاب دعاء جائز ہے یا نہیں؟ بعض علما منع فرماتے ہیں اور بعض جائز فرماتے ہیں ہدایہ شریف میں حاشیہ پر عبد الحیؒ درمختار کا قول رد کرتے ہیں آپ بحوالہ کتب فتویٰ عنایت فرمائیں کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وفي المجتبیٰ في ثمانية مواضع اذا سمع الاذان لايجيب في الصلاة واستماع خطبة الجمعة الخ البحر الرائق[1] قال وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدی الخطيب الخ (درمختار[2])

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اذان خطبہ کا زبان سے جواب نہ دیا جائے مولانا عبد الحیؒ صاحب نے نفع المفتي والسائل[3] میں ان عبارت سے اس مسئلہ کو اولاً لکھا ہے۔ اس کے بعد اس پر نظر قائم کی ہے اور فرماتے ہیں **قلت فيه نظر فإن المكروه عند ذلک عند أبي حنيفة رحمه الله هو الكلام الدنيوي والاجابة كلام ديني الخ** یعنی اس سے کلام

(گذشتہ کا بقیہ) هو اجابة الخطيب دون السامعين فيكون حكم السامعين هو السكوت دون الاجابة ولايقاس السامع على الخطيب فحديث اذا خرج الامام الخ فيه حكم السامع فقط كذا افاده الشيخ مولانا المفتي مهدی حسن مفتی دارالعلوم الديوبندية في بعض مجالسه (معارف السنن ص ۳۸۴/ ج۴/ ابواب الجمعة) بحث الكلام وغيره عند الخطبة (مطبوعه نوريه ديوبند) (صفحہ ہذا)

[1] البحر الرائق ص ۲۶۰/ ج ۱/ مطبوعه كوئٹه، باب الاذان. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۶۵، ۶۶/ ج۲/ باب الاذان، مطلب فی کراهة تكرار الجمعاعة فی المسجد. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۶۳/ باب الاذان، مطبوعه مصر.

[2] الدرالمختار على الشامی زکریا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان. مطلب فی کراهة تكرار الجمعاعة فی المسجد.

[3] نفع المفتی والسائل ص ۶۴/ باب الاذان والاقامة، مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

دنیوی کی ممانعت ہے اور جواب اذان کلام دنیوی نہیں بلکہ کلام دینی ہے۔ لہٰذا جواب مکروہ نہیں ہونا چاہیے مگر یہ ان کی ذاتی رائے ہے عام طور پر فقہا نے جو مذہب حنفیہ کا نقل کیا ہے وہ وہی ہے جو اوپر بحر، طحطاوی[1] اور مختار سے نقل کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ　　　الجواب صحیح: عبد اللطیف ۹/ شعبان

اذان ثانی کا جواب اور اس کی دعا

سوال:- جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور اذان کے بعد دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زبان سے نہ جواب دے نہ دعا پڑھے بلکہ دل سے جواب دے دل سے ہی دعا پڑھے:

قال وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدى الخطيب اھ (درمختار[2] ص ۱۵ ۴/۱) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

جمعہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعاء

سوال:- جمعہ کی اذان ثانیہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء کی ایک بڑی جماعت اجابت اذان باللسان کو واجب کہتی ہے۔ ويجيب وجوباً وقال الحلواني ندباً والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان بان يقول بلسانه

---

[1] طحطاوي مع المراقى ص ۱۶۴/ (مطبوعه مصر) باب الاذان.

[2] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص: ۵۵۳ ج ۱، ودرمختار على الشامى زكريا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان.

کمقالته ا ھـ (درمختار[1]ص ۹ ۱ ۴/ ج ۱/) لیکن جمعہ کی اذان ثانی کے جواب کو درمختار میں منع کیا ہے اور یہ ممانعت صاحب درمختار کے نزدیک بھی متفقہ ہے۔ قال وينبغي أن لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدي الخطيب ا ھـ (درمختار[2]ص ۵ ۱ ۴/ج ۱/)

اسی طرح حضور ﷺ کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ وهي فرض مرة واحدة فى العمر واختلف في وجوبها على السامع والذاكر كلما ذكر صلى اللّٰه عليه وسلم والمختار عند الطحاوي تكراره أي الوجوب كلما ذكروا لو اتحد المجلس في الاصح (درمختار[3]ص ۵۳۷/ ج ۱/) لیکن حالت خطبہ میں اسم مبارک بلکہ صیغہ امر سن کر بھی یہ حکم نہیں ہے۔ وكذا اذا ذكر النبي ﷺ لايجوز أن يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوى (ردالمحتار[4]ص ۸۵۷/ ج ۱/) وعن أبي يوسف رحمه اللّٰه قلباً ائتماراً لامرى الانصات والصلاة عليه ﷺ كما في الكرماني قهستانى قبيل باب الامامة واقتصر في الجوهرة على الاخير حيث قال ولم ينطق به لانها تدرك في غيرهذا الحال والسماع يفوت (ردالمحتار[5]ص ۸۵۸/ ج ۱/)

---

[1] درمختار على الشامى نعمانيه ص ۲۶۵/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۶۵/ ج ۲/ باب الاذان. مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۵۶/ باب الاذان، مطبوعه مصر. فتح القدير س ۲۴۸/ ج ۱/ باب الاذان، دار الفكر بيروت.

[2] درمختار على الشامى نعمانيه ص ۲۶۸/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان. قبيل باب شروط الصلاة.

[3] درمختار على الشامى نعمانيه ص ۳۴۵، ۳۴۶/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۲۲۵/ ج ۲/ باب صفة الصلاة، طحطاوى على المراقى ص ۲۱۹/ فصل فى بيان سنن الصلاة، طبع مصر، تبيين الحقائق ص ۱۰۸/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه امداديه ملتان.

[4] شامى نعمانيه ص ۵۵۰/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۳۵/ ج ۳/ باب الجمعة. مطلب فى شروط وجوب الجمعة.

[5] شامى نعمانيه ص ۵۵۱/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۳۶/ ج ۳/ باب الجمعة. مطلب فى شروط وجوب الجمعة. مراقى مع الطحطاوى ص ۴۲۴، ۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصرى. مجمع الانهر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

تشمیت عاطس، اوررد سلام کا حکم بھی ایسی حالت میں متغیر ہوجاتا ہے[1] **اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والافقیامہ للصعود، شرح المجمع فلاصلاۃ ولا کلام**[2] اوراذان منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی ہے پس جزئیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ دعا دل میں مانگ لی جائے زبان سے نہ مانگی جائے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

اذانِ جمعہ قبل از زوال

سوال:- آج کل یہ دستور ہے کہ جمعہ کی اذان ۱۲½ بجے ہوتی ہے، اور زوال کا وقت ۱۲/بجکر ۳۷ منٹ تک ہے، اور اذان ہونے کے بعد لوگ سنت پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، تو کیا ۱۲½ بجے اذان درست ہے، اور زوال کے وقت سجدہ کرنا حرام ہے، تو کیا جمعہ کیلیے اسکی رخصت ہے یا ممنوع ہے مدلل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداًومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق استواء نہار کے وقت کوئی بھی نماز درست نہیں ہے، سنت جمعہ بھی اس میں شامل ہے علامہ شامی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] ولا یرد سلاماً ولا یشمت عاطساً لاشتغالہ بسماع واجب (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۴۲۵/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر. تاتارخانیہ ص۲۹/ ج۲/ شرائط جمعہ، مجمع الانہر ص۲۵۴/ ج۱/ باب صلاۃ العیدین، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیہ ص۵۵۰/ ج۱/ مطبوعہ زکریا ص۳۴/ ج۳/ باب الجمعۃ. مطلب فی شرط وجوب الجمعۃ، سکب الانہر علی مجمع الانہر ص۲۵۳/ ج۱/ باب الجمعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. مراقی مع الطحطاوی ص۴۲۳/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر.

لکن شرّاح الهداية انتصروا لقول الامام (وهو عدم جواز الصلاة وقت استواء) واجابوا عن الحديث المذكور باحاديث النهى عن الصلاة وقت الاستواء فانها محرمة (ردالمحتار[1] مع اضافه) اور جب زوال کا وقت ١٢ر بج کر ٣٧ر منٹ پر ہے تو ١٢ ½ پر جمع کی اذان درست نہیں ہوگی۔

وهو سنة للرجال في مكان عالٍ مؤكدة هى كالواجب في لحوق الاثم للفرائض الخمس في وقتها ولو قضاءً (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص٢٥٧ / ج ١ /)

قوله للفرائض الخمس الخ دخلت الجمعة (ردالمحتار[2] ص٢٥٧ / ج ١ /)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٧/١/٨٨ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ٧/١/٨٨ھ

جمعہ کی دونوں اذانوں کا ثبوت

سوال:- جمعہ کے دن پہلی اذان دوسری خطبہ کی اذان یہ دو اذانیں جو ہیں انکا ثبوت دینا کہ دو اذان ہونی چاہئے یا ایک۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے تو ایک ہی اذان جمعہ کیلئے ہوتی تھی جب مجمع زیادہ ہونے لگا تو بعض خلفاء راشدین ہی کے حکم سے دو اذانیں ہونے لگیں۔ (كذا فى شرح البخارى[3]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الشامى نعمانيه ص٢٤٨ / ج ١ / وشامى زكريا ص٣٢ / ج ٢ / كتاب الصلاة، في بيان مواقيت الصلاة. مراقى مع طحطاوى ص١٠٩ / فصل فى الاوقات المكروهة، مصرى. حلبى كبيرى ص٢٣٦ / الشرط الخامس، اوقات مكروهة.

[2] الدر المختار مع الشامى زكريا ص٤٩ / ج ٢ / باب الاذان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے لیے اذان اول سنت ہے یا ثانی

سوال :- جمعہ میں اذان اولیٰ سنت ہے یا اذان ثانی سنت ہے بعدالاذان الثانی مناجات جائز ہے یانہیں مناجات چھوڑنے سے گنہ گار ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

دونوں اذانیں سنت ہیں[۱] دوسری اذان کے بعد دعاء دل میں پڑھی جائے زبان سے نہ پڑھی جائے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح :سعیداحمدغفرلہٗ مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

صحیح :عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مراقی مع الطحطاوی ص ۱۵۵/ باب الاذان، مصری. تاتارخانیه کراچی ص ۵۲۲/ج ۱/ فی بیان الصلاة التی لها اذان الخ.

[۳] عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدِ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهَدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ عثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَتَكَثَّرَ النَّاسَ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ الخ (فتح الباري ص ۳۲۶، ۳۲۷/ باب الاذان يوم الجمعة (مطبوعه يوسفي ديوبند) بخاري شريف ص ۱۲۴/ ج ۱/ باب الاذان (مطبوعه اشرفي ديوبند. فتح القدير ص ۶۹/ ج ۲/ باب الجمعة، دارالفكر بيروت. بنايه شرح هدايه ص ۱۰۵، ۱۰۶/ ج ۳/ باب الجمعة، اذا جلس الامام على المنبر، دارالفكر بيروت. عنايه على الفتح ص ۶۹/ ج ۲/ باب الجمعة، دارالفكر بيروت)

ترجمہ:- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز پہلی اذان جب ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہوگئے تو تیسری اذان (جواب پہلی اذان ہے) مقام زوراء پر زیادہ فرمائی۔

[۱] وهو سنة مؤكدة للفرائض الخمس وفي الشامي دخلت الجمعة شامي نعمانيه ص ۲۵۷/ ج ۱/ باب الاذان، ويؤذن ثانياً بين يديه أي على سبيل السنية، شامي نعمانيه ص ۵۵۲/ ج ۱/ باب الجمعة.

[۲] قال في المعراج! فيسن الدعاء بقلبه لا بلسانه لانه مامور بالسكوت (شامى زكريا ص ۴۲/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فى ساعة الاجابة يوم الجمعة، مراقى مع الطحطاوى ص ۴۲۵/ باب الجمعة. مصرى. عينى شرح هدايه ص ۱۰۳/ ج ۳/ باب صلاة الجمعة، اختلاف الائمة فيمن كان بعيداً الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

جمعہ کی اذان ثانی

سوال:- نماز جمعہ میں دو اذان ہوتی ہیں ان کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت اور متوارث ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہؓ کا اجماع ہو چکا تھا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۳/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/ ربیع الاول ۵۶ھ

اذان ثانی کس جگہ ہو

سوال:- جمعہ میں اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہیے یا بیرون مسجد۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس اذان کا حال اقامت کی طرح ہے یعنی یہ حاضرین مسجد کی اطلاع کے لیے ہے کہ

---

[1] وإذا صعد الامام المنبر جلس وأذن المؤذن بين يدى المنبر بذلک جرى التوارث، الهداية ص ۱۷۱/ باب الجمعة (مطبوعه ياسر نديم ديوبند)نعم هو (الاذان) اول في الوجود ولكنه ثالث باعتبار شرعيته باجتهاد عثمان وموافقة سائر الصحابة له بالسكوت وعدم الانكار فصار اجماعاً سكوتيا، (عينى ص ۲۹۰/ج۳/) ايضاً ص ۲۱۱/ج۳/ جز ۶/ باب الاذان يوم الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت. فتح القدير ص ۶۹/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت. عنايه على الفتح ص ۶۹/ج۲/ مطبوعه دار الفكر بيروت.

اب خطبہ کے لیے تیار ہو جاؤ نفل تسبیح، تلاوت ختم کر دو، كذا في السعاية[۱] شرح شرح وقاية پس یہ اذان خطیب کے مقابل پہلی صف میں یا نمازیوں کی قلت و کثرت کے اعتبار سے جس میں مناسب ہو کہ سب تک آواز پہونچ جائے۔ مسجد ہی میں دی جائے، یہی متوارث ہے[۲] اس پر مستقل ایک رسالہ ہے۔ "تنشيط الآذان في تحقيق محل الاذان[۳]" اس میں دلائل مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

جمعہ کے روز اذان خطبہ کا مقام

سوال:- (۱) جمعہ کی اذانِ ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہاء حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا ہے اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں عمل اس پر لازم ہے یا رسم و رواج پر؟ اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے

---

[۱] لغز، ای أذان لایستحب رفع الصوت فيه قل هوالاذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين صرح به جماعة من الفقهاء (سعاية ص ۳۸/ ج ۲/ مطبوعه لاهور) باب الاذان.

[۲] وإذا جلس الامام على المنبر اذن الموذن بين يديه الاذان الثاني للتوارث (كبيرى مطبوعه لاهور ص ۵۲۱/) فصل في صلاة الجمعة، هداية ص ۱۷۱/ ج ۱/ باب الجمعة (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ قبيل باب صلاة العيدين، دارالكتب العلمية بيروت.

[۳] المؤلفة لعلامة المحدث الكبير الشيخ خليل أحمد السهارنفوري صاحب بذل المجهود.

خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑ جانا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ وخلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین واحکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہو۔

(۶) مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف؟ اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علماء کرام کے ارشادات در بارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگر چہ خلافِ شریعت وحدیث وفقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا مردہ؟ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہیں تھے۔ اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہوکر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے۔ اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا۔ وہاں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- حضور اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں یہی ایک اذان جمعہ کے لیے باب مسجد پر ہوتی تھی۔ **كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَىٰ الْمِنبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَىٰ بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الخ (أبو داؤد شريف[1] ص ١٦٢ / ج ١ /)**

[1] أبو داؤد شريف ص ١٥٥ / ١ / مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب الصلاة، أبواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة. بخارى شريف ص ١٨٠ / باب الاذان يوم الجمعة، رقم الحديث ٩١٢ / مطبوعه دار السلام رياض، مشكوة شريف ص ١٢٣ / باب الخطبة والصلاة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۲-خلیفۂ اوّل وثانی کے دور میں بھی یہی صورت رہی خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اس اذان سے پہلے ایک اذان کا اضافہ ہوا، جو بیرون مسجد مقام زوراء پر ہوتی تھی اور اذانِ سابق بدستور اپنی جگہ رہی۔ فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ اَمَرَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ اهـ (أبوداؤد شريف[1] ص ١٦٢ /ج ١/)

۳-جس اذان کا مقصود اعلام غائبین ہے اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ بلند مقام پر بلند آواز سے ہونی چاہیے تا کہ دور تک آواز پہونچے اور لوگ نماز کیلئے چل دیں، اگر مسجد کے اندر اذان ہوتو اس سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا اس لئے فقہاء نے لکھا ہے۔ وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع عال يكون اسمع للجيران ويرفع صوته (كذا في ردالمحتار[2]) وينبغي أن يؤذن على المئذنة أوخارج المسجد ولايؤذن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان[3] هكذا في الفتاوى الهندية[4] جواذان منبر کے سامنے خطبہ کے لیے ہوتی ہے اس کا مقصود غائبین کو خبر دینا نہیں۔ بلکہ جو لوگ مسجد میں حاضر ہیں اور نوافل، تلاوت، تسبیح، درود شریف میں مشغول ہیں ان کو آگاہ کرنا ہے کہ اب ان سب سے فارغ ہوکر خطبہ سننے میں مشغول ہوجائیں۔ اس لئے اس اذان کا نہ بلند جگہ پر ہونا مستحب ہے نہ خارج مسجد، نہ اس میں آواز زیادہ بلند کرنا مستحب ہے بلکہ یہ تو اقامت (تکبیر) کی طرح ہے کہ وہ مسجد ہی میں معمولی آواز سے ہوتی ہے، اس کو دوسری اذانوں پر قیاس نہ کیا جائے۔ چنانچہ شرح وقایہ کی شرح میں ہے۔ (لغز) أى اذان لايستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان

---

[1] أبوداؤد شريف ص ١٥٥ /ج ١/ مطبوعه رشيديه دهلى، باب النداء يوم الجمعة، كتاب الصلاة، أبواب الجمعة.

[2] الشامى نعمانيه ص ٢٥٩ /ج ١/ وشامى زكريا ص ٤٨ /ج ٢/ باب الاذان.

[3] فتاوى قاضى خان ص ٧٨ /ج ١/ مطبوعه كوئٹه، باب الاذان.

[4] الهندية ص: ٥٥/ ١، مطبوعه كوئٹه، الباب الثانى في الاذان، تحت الفصل الثانى.

الثان يوم الجمعة الذي يكون بين يدی الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين صرح به جماعة من الفقهاء اھ (سعاية)[1] اس اذان کا یہی طریقہ متوارث چلا آرہا ہے، اس کو متغیر کرنا اور خارج مسجد تجویز کرنا اس توارث کے خلاف ہے[2]۔

۴- حدیث وفقہ پر عمل کیا جائے نہ کہ رسم ورواج پر اس اذان کا مسجد میں ہونا رسم ورواج کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کا یہ طریقہ ثابت ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

۵- حدیث وفقہ کے خلاف جو بات ہو وہ نئی اور محدث اور بدعت[3] ہوگی مگر اس اذان کا مسجد میں ہونا نئی بات محدث اور بدعت نہیں۔

۶- وہاں مسجد کے اندر ہوتی ہے، اور یہ تنخواہ دار مؤذنوں کا اپنا ذاتی فعل نہیں کہ اس پر نکیر نہ کرنے کی وجہ سے علماء کو مطعون کیا جائے بلکہ حدیث وفقہ کے موافق ہے اور صحیح ہے۔ جس پر نکیر کرنا غلط ہوگا۔ اور نکیر نہ کرنے کی وجہ سے علماء کو مطعون کرنا غلط اور ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔

۷- اس اذان کا مسجد میں ہونا کوئی مردہ سنت نہیں کہ اس کو مٹا کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کیا جائے، بلکہ یہ زندہ سنت ہے۔ اس کو باقی رکھنا چاہیے اس کو مٹانا نہیں چاہیے۔ **اذاصعد الامام المنبر جلس وأذن المؤذن بين يدی المنبر بذلک جری التوارث اھ (هداية)**[4] بلکہ کلام فقہاء سے تو اذان اوّل کے متعلق بھی تشدد معلوم نہیں ہوتا

---

[1] سعايه ص ۳۸/ ج۲/ مطبوعه لاهور، باب الاذان ذكر احوال المؤذن.

[2] واذا جلس الامام على المنبر اذن المؤذن بين يديه الاذان الثانی للتوارث (حلبی كبيری ص ۵۲۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور. هدايه ص ۱۷۱/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند. مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج۱/ قبيل باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] وعلى هذا التاويل يحمل الحديث الأخر: كل محدثة بدعة، انما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنة (لسان العرب ص ۶/ ج۸/ طبع دار صادر بيروت، المفردات فی غريب القرآن ص۳۷/ مطبوعه مصر، مشكوة شريف ص۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، شامی زكريا ص ۲۹۹/ ج۲/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام.

[4] هداية ص ۱۷۱/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

ہے کہ وہ خارج مسجد ہی ہو کیوں کہ خود اذان کوئی ایسا کام نہیں جو شانِ مسجد کے خلاف ہو صرف دور تک آواز پہونچانے کیلئے خارجِ مسجد اور بلند جگہ پر ہونا مستحب ہے۔ وإذا اذن الاوّل أي اول اذان بعد الزوال سواء كان على المنارة أو عند الخطبة ا هـ (جامع الرموز[1])

۸- جو کام واقعتاً حدیث وفقہ کے خلاف پھیل رہا ہو اس کی اصلاح علماء کے ذمہ حسب حیثیت لازم ہے[2]، اور یہ عذر کہ پہلے علماء نے اس کی اصلاح نہیں کی کیا وہ علماء نہیں تھے قابل التفات نہیں لیکن اس اذان کا مسجد میں ہونا حدیث وفقہ کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔ وكان الحسن بن زياد يقول المعتبر هو الاذان على المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة وسماع الخطبة وكان الطحاوي يقول المعتبر هو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام ا هـ (عناية[3])

۹- جبکہ اس اذان کا مسجد میں ہونا حدیث وفقہ کے خلاف نہیں، خارج مسجد ہونا مستحب بھی نہیں، پھر اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ اس اذان کا عندالمنبر خطیب کے قریب ہونا مستحب ہے۔ وإذا جلس الإمام على المنبر أذن أذاناً ثانياً بين يديه أي بين الجهتين المستامنين ليمين المنبر أو الإمام ويساره قريباً منه ووسطهما بالسكون فيشمل ما اذا اذن في زاوية قائمة أوحادة أو منفرجة ا هـ (جامع الرموز[4])

۱۰- مسجد کے اندر منبر کے قریب خطیب کے سامنے اذان دی جائے حسب مصلحت پہلی صف کے علاوہ کسی اور صف میں بھی منع نہیں جیسا کہ جواب ۹/ سے مستفاد ہے۔

---

[1] جامع الرموز ص۱۱۷/ ج ۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنؤ.

[2] والنصيحة لازمة على قدر الطاقة اذا علم الناصح انه يقبل نصحه ويطاع امره (نووى على مسلم ص۵۴/ ج ۱/ كتاب الايمان، باب بيان ان الدين النصيحة، مطبوعه بلال ديوبند، تفسير قرطبى ص۴۶/ ج۲/ جز۴/ سورۂ آل عمران تحت آيت ۱۰۲/ طبع دارالفكر بيروت.

[3] عناية على هامش فتح القدير ص ۲۹/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[4] جامع الرموز ص۱۱۸/ ج ۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنؤ.

فاذا جلس على المنبر أذن بين يديه وقام بعد تمام الخطبة بذلک جرى التوارث والضمير في قوله بين يديه عائد الى الخطيب الجالس اھ (البحر الرائق)[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲۹ ۹۳ھ

اذانِ خطبہ مسجد میں

سوال: - مولانا احمد رضاخاں بریلوی نے جمعہ کی اذان ثانی کا مسئلہ اٹھایا تھا کہ یہ اذان مسجد سے باہر دینی چاہئے حضرت مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمہ اللہ نے ان کی تردید میں رسالے لکھے جو نایاب ہیں اگر یہ رسالے دستیاب ہو جائیں تو قیمۃً بذریعہ وی، پی، ارسال کرادیئے جائیں۔

ہدایہ اوّل باب الجمعہ میں خطبۂ جمعہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ خطبہ کھڑے ہوکر طہارت کے ساتھ دینا چاہیے اس پر ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ **لكراهة الأذان فى حدوده** مولانا رضا خانصاحب کا سب سے بڑا مستدل فتح القدیر کی یہی عبارت ہے براہ کرم اس عبارت کی توضیح فرماتے ہوئے لکھا جائے کہ حضرات علمائے دیوبند نے ابن ہمام کی اس عبارت کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً

اذان کے لیے اعلیٰ بات یہ ہے کہ بلند جگہ پر بلند آواز سے کہی جائے کیونکہ وہ اعلام غائبین کیلیے ہے جتنی دور تک آواز جائے گی وہاں کے حجر ومدر گواہی دیں[2] گے اور شیطان بھی

---

[1] البحر الرائق ص ۱۵۷/ج ۲/ باب صلاة الجمعة قبيل باب العيدين، مطبوعه كوئٹه.

[2] وينبغي للموذن أن يوذن في موضع عال يكون اسمع للجيران ويرفع صوته (درمختار ص ۲۵۹/ج ۱/) مكتبه نعمانيه، باب الاذان، الهنديه ص ۵۵/ج ۱/.مطبوع كوئٹه، الباب الثانى فى الاذان تحت الفصل الثانى. المؤذن يغفر له مد صوته ويشهد له كل رطب ويابس (ابوداؤد شريف ص ۷٦/ج ۱/ كتاب الصلاة، باب رفع الصوت.

دور تک بھاگتا جائے گا[۱] مسجد میں اذان دینے سے زیادہ دور تک آواز نہیں جائے گی وہیں گھٹ کر رہ جائے گی مقصد اذان پورے طور پر حاصل نہیں ہوگا اس لیے مسجد میں اذان کو بعض حضرات نے مکروہ لکھا ہے[۲] یہ بات نہیں ہے کہ اذان کوئی ایسا فعل ہے جو احترام مسجد کے خلاف ہو۔ جمعہ کی اذان ثانی اعلام غائبین کے لیے نہیں ہے بلکہ اعلام حاضرین کے لیے ہے کہ جو لوگ مسجد میں آچکے ہیں اور انتظارِ صلوٰۃ میں بیٹھے ہوئے تلاوت و تسبیح میں مشغول ہیں۔ وہ سب فارغ ہوکر خطبہ سننے کے لیے آمادہ ہوجائیں۔ اذان اقامت کے مثل ہے کہ وہ بھی اعلام حاضرین کے لیے ہوتی ہے[۳] اسی وجہ سے اذان میں رفعِ صوت زیادہ مستحب نہیں ہے، جیسا کہ ''سعایہ''[۴] شرح ''شرح وقایہ'' میں مذکور ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کا ایک رسالہ تنشيط الاذان في تحقيق محل الاذان ہے اس میں فقہی عبارات استدلال کے لیے کافی نقل کی گئی ہیں، بلکہ آیات قرآنیہ سے بھی استدلال کیا ہے اور احادیث بھی پیش کی ہیں ممکن ہے کتب خانہ سہارن پور میں مل جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن أبي هريرة رضي اللّه عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا نُودِیَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ الخ (أبو داؤد شريف ص ۷۲/ج ۱/) باب رفع الصوت بالاذان. مطبوعه رشيديه دهلی.

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے شیطان پشت پھرا کر بھاگتا ہے الخ۔

[۲] يكره ان يؤذن فی المسجد كما فی القهستانی عن النظم (طحطاوی علی المراقی ص ۱۵۹/ باب الاذان، مطبوعه مصری فتح القدير ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه كراچی ص ۵۱۵/ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فی بيان ما يفعل فيه.

[۳] واعلم ان الأذان لايكره في المسجد مطلقاً كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمومه هذا الاذان بل مقيد بما اذا كان المقصود اعلام الناس غير حاضرين الخ (اعلاء السنن ص ۶۹/ ج۸/) مطبوعه كراچی، با ب التأذين عند الخطبة.

[۴] لغز ای اذان لا يستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان الثانی يوم الجمعة الذی يكون بين يدی الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين الخ (سعايه ص :۲/۳۸، مطبوعه لاهور، باب الاذان.

جمعہ کی اذان ثانی کا محل

سوال:- جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق اگر کوئی شخص یہ قید لگائے کہ منبر کے سامنے ہونا چاہئے اور اس پر اصرار تشدد کرتا ہو تو شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری اذان کا منبر کے سامنے ہونا سنت ہے اس پر ہمیشگی باعث ثواب ہے اس کے خلاف کرنا خلاف سنت ہے۔ **ويؤذن ثانياً بين يدى الخطيب على سبيل السنة اهـ** (ردالمحتار[1] ص ۸۶۰/) **وفي البحر فإذا جلس على المنبر أذن بين يديه بذلك جرى التوارث والضمير في قوله بين يديه عائد إلى الخطيب الجالس وفي القدوري بين يدى المنبر وهو مجاز اطلاقاً لاسم المحل على الحال[2] اهـ** (ص ۱۵۷ / ج ۱ /) اس مسئلہ کی تفصیل تنشیط الاذان[3] میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۹/۷/۵۶ھ

اذانِ خطبہ کا محل

سوال:- قبل جمعہ اذان ثانی از روئے شرع کس جگہ سے دینی چاہیے؟

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۵۵۲/ ج ۱/ وشامی زکریا ص ۳۸/ ج ۳/ مطلب في حكم المرقى بين يدى الخطيب، باب الجمعة.

[2] البحرالرائق ص ۱۵۷/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] تاليف حضرت مولانا خليل احمد صاحب سهارنپوری، باب الاذان، طبع ادارة الرشيد ديوبند.

۲-اذانِ ثانی روبروئے خطیب داخلِ مسجد منبر کے قریب ہونا کیسا ہے؟ اور روبروئے خطیب خارجِ مسجد ہونا سنت ہے یا نہیں؟

۳-اذانِ مذکور حضور ﷺ کے زمانہ میں داخلِ مسجد ہوا کرتی تھی یا خارج مسجد؟

۴-اذانِ ثانی مذکور سطح مسجد پر ہونا کیسا ہے؟

۵-جس حدیث سے اذانِ مذکور خارجِ مسجد ہونا ثابت ہے وہ حدیث منسوخ ہے کہ نہیں؟

۶-اگر خارج مسجد اذان ہونے والی حدیث منسوخ ہے تو ناسخ کونسی حدیث ہے؟

۷-حضور ﷺ کی سنت منسوخ نہ ہو اس کو رائج کرنا کیسا ہے؟

۸-قوم کے عمل سے جو سنت اٹھ چکی ہے اسکو رائج کرنیوالے کی فضیلت بیان فرماویں۔

الجواب حامداًومصلیاً

مسائل فقہیہ کے ثبوت کے لیے چار اصول ہیں[1] کتاب، سنت، اجماع، قیاس، بعض مسائل صاف صاف قرآن پاک میں ہیں، بعض حدیث شریف میں ہیں، بعض اجماع سے ثابت ہیں، بعض قیاس سے، ماخذ کو کسی ایک دلیل میں منحصر کر کے سوال کرنا منصب سائل کے خلاف ہے۔ اس کا حاصل تو یہ ہوگا سائل فقط ایک دلیل کو تسلیم کرتا ہے بقیہ تین دلیلیں اس کے لئے بیکار ہیں، ان کو تسلیم نہیں کرتا، ان سے مسائل ثابت نہیں مانتا، اگر سائل مقلد ہے تو اس کا یہ سوال اپنے حوصلہ سے بڑھ کر ہے، اگر سوال علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اس کے لئے اردو میں ایک رسالہ ہے "تنشیط الاذان" اس میں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہے، ادلّہ اربعہ سے ثابت کیا ہے جس حدیث میں اس اذان کا تذکرہ ہے وہ

---

[1] فان اصول الفقه أربعة كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الأمة والقياس الخ، اصول الشاشي ص ۵، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ابوداؤد شریف[۱] میں مذکور ہے ''بذل المجہود[۲]'' شرح ''ابوداؤد شریف'' میں پوری اسکی تفصیل مذکور ہے رواۃ پر بھی کلام مذکور ہے۔ کانپور کرنیل گنج سے ایک ماہنامہ ''نظام'' نکلتا ہے۔ اس میں اس حدیث پر پوری بحث (دیر ہوئی) شائع ہوچکی ہے۔ مختصراً اتنا عرض ہیکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ پاک کی آبادی کے لحاظ سے صرف ایک اذان باب مسجد پر منبر کے سامنے ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اذان کا اضافہ ہوا، وہ بلند جگہ پر بازار میں بیرونِ مسجد ہوتی تھی اور دوسری اذان اندرون مسجد[۳] ہونے لگی، پہلی اذان اعلام غائبین کے لیے اور دوسری اذان اعلام حاضرین کے لیے مثلِ اقامت اس وجہ سے پہلی اذان میں آواز زیادہ بلند کی جاتی ہے۔ دوسری میں معمولی آواز پر کفایت کی جاتی ہے تاکہ حاضرین مسجد خطبہ کے لیے تیار ہوجائیں، نوافل وغیرہ سے فارغ ہوجائیں۔

---

[۱] اخبرني السائب بن يزيد أن الاذان كان اوله حين يجلس الامام على المنبر يوم الجمعة في عهد النبي ﷺ وابي بكر وعمر فلما كان خلافة عثمان وكثر الناس امرعثمان يوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به على الزوراء فثبت الامر على ذلک (أبوداؤد ص ۱۵۵/ج ۱/) مطبوعه رشيديه دهلی. كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة.

ترجمہ:- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق کے دور میں جمعہ کی اذان پہلی اذان ہی منبر کے سامنے ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان کا حکم فرمایا اور زوراء مقام پر اذان دی گئی پھر معاملہ اس پر پختہ اور ثابت ہوگیا یعنی پوری امت نے اس کو تسلیم کرلیا۔

[۲] بذل المجهود ص ۸۴/ج ۶/ مطبوعه بيروت. ص ۱۸۰/ج ۲/ مطبوعه رشيديه سهارنپور، باب النداء يوم الجمعة.

[۳] عن معاذ، ان عمر هوالذي زاد فلما كانت خلافة عمر رضي الله عنه وكثر المسلمون امر مؤذنيس أن يؤذن للناس بالجمعة خارجا في المسجد حتى يسمع الناس الاذان الخ. (عيني ص ۲۱۱/ج ۳/) جزء سادس، مطبوعه دارالفكر، باب الاذان يوم الجمعة. ويمكن الجمع بأن الذي ذكره علماء هوالذي كان فی زمن عمر واستمر على عهد عثمان ثم رأى أن يجعله أذاناً وأن يكون على مكان عال الخ (فتح الباري ص ۵۵/ج ۳/ مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه، باب الاذان يوم الجمعة)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کا اہتمام ہوا خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی حدیث پاک میں تاکید ہے[1]، پس ان کی سنت پر عمل کرنا بھی حضور پاک ﷺ کے ارشاد ہی سے ہے، جو کہ خلاف حدیث نہیں بلکہ عین موافق حدیث ہے، وہ حضرات منشاء حدیث کو سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس کو شائع کرنے والے ہیں۔ ایسے مواقع میں ناسخ ومنسوخ کی بحث ہی بے محل ہے۔ ''عینی'' شرح ''بخاری''[2] و ''فتح الباری''[3] و ''فیض الباری''[4] کا مطالعہ بھی اس مقصد کے لیے مفید ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

اذان خطبہ کا محل

سوال:- خطبۂ جمعہ کی اذان کے متعلق سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے حدیث میں دوروایت ہیں ایک میں علی باب المسجد کا لفظ نہیں اور فقہاء کرام نے اس کو نقل بھی فرمایا ہے، اور سنن ابی داؤد کے ص ۱۵۶/ میں جو حدیث محمد ابن اسحاق سے مروی ہے اس میں علی باب المسجد کا لفظ ہے مگر فقہاء کرام اس کو نقل نہیں فرماتے تو محمد ابن اسحاق راوی میں کونسا عیب ہے جس کی وجہ سے فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں دروازے پر کا لفظ نہیں لکھا اور بین یدی کا لفظ منبر پر سے کتنی دور تک اطلاق کرسکتا ہے۔

---

[1] کماورد في الحديث عن العرباض بن ساريه فَعَلَيْكُمْ سُنَّتِي وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْاهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشكوة شريف ص ۳۰/) باب الاعتصام بالكتاب الخ.

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت، لازم پکڑلو اور اس پر اپنے دانت گاڑ دو۔

[2] عيني شرح بخاري ص ۲۱۰/ ج۳/ الجزء السادس. مطبوعه دارالفكر، باب الاذان يوم الجمعة.

[3] فتح الباري ص ۵۴/ ج۲/ مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه، باب الاذان يوم الجمة،

[4] فيض الباري ص ۳۳۵/ ج۲/ مطبوعه خضر راه ديوبند، باب الاذان يوم الجمعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بواسطہ زہری نقل کرتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حدثنا النفيلي نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن الزهري عن السائب بن يزيد قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ عَلىٰ الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلىٰ بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اھ[1] اس روایت میں دونوں لفظ موجود ہیں بین یدی رسول اللّٰه ﷺ اور على باب المسجد احناف نے اس روایت کو ترک نہیں کیا بلکہ دونوں لفظوں کے درمیان جمع کیا ہے۔ ولا منافاة بين قوله بين يدى رسول اللّٰه ﷺ وبين على باب المسجد فإن باب المسجد هذا كان في جهة الشمال فإذا جلس رسول اللّٰه ﷺ على المنبر للخطبة يكون هذا الباب قدامه فكونه بين يديه عام شامل لما كان في محاذاته أو شيئاً منحرفاً إلى اليمين أو الشمال أو يكون على الارض أو الجدار اھ (بذل المجهود[2] ص ۱۸۰ / ج ۲ /)

واما لفظ على الباب فعلى ههنا بمعنى في وحروف الجر يقوم بعضها موضع بعض كما في قوله تعالىٰ جذوع النخل عند بعضهم فيكون معنى قوله على الباب أي في الباب الذي في داخل المسجد وهذا الباب كان قريباً من المنبر فلامنافاة بين قوله بين يدي رسول اللّٰه ﷺ بالمعنى الذي مر آنفاً وبين قوله على الباب كماهو ظاهر ولايخفى ان باب المسجد هناک لم يكن خارجه كما في زماننا فإن العمارة لم تكن من الخارج محيطة بالمسجد هناک كما يفهم من ظاهر ما رواه أبوداؤد عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما كنت ابيت في المسجد فيعهد رسول اللّٰه ﷺ وكنت فتى شاباً عزباً وكانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر في

[1] ابوداؤ شريف ص ۱۵۵ / ج ۱ / كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة، اداره الرشيد ديوبند.
[2] بذل المجهود ص۱۸۰/ج۲ مطبوعه رشيديه سهارنپور بذل المجهود ص ۸۵/ج۶/ مطبوعه بيروت. باب النداء يوم الجمة.

المسجد فلم يكونوا يرشون شيئاً من ذلک وقد تقدم في باب طهارة الارض بالجفاف وكانت له ثلاثة ابواب. كما في عمدة القارى[1] ص ۳۵۸/ ج ۳/.

كان احد الابواب محاذيا للمنبر كما في البخاري عن أبي نمر انه سمع انس بن مالک يذكران رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر ورسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم يخطب فاستقبل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ[2]

فحاصل هذا الكلام أن الاذان كان بين يدى رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم في باب المسجد داخله وهو بين يدى المنبر محاذياً له فلم يلزم كون الاذان خارج المسجد اھ (اعلاء السنن[3] ص ۴۸/ ج ۸/)

قال المهلب الحكمة في جعل الاذان في هذا المحل أن يعرف الناس جلوس الامام على المنبر فينصتون له إذا خطب قال الحافظ فى الفتح ص ۳۲۷، ج ۲، وفيه نظر لما عند الطبراني وغيره في هذا الحديث أن بلالاً كان يؤذن على باب المسجد فالظاهر أنه كان لمطلق الاعلام لالخصوص الانصات نعم لمازيد الاذان الاوّل كان للاعلام وكان الذي بين يدى الخطيب للانصات اھ (نيل الاوطار[4] ص ۱۴۰/ ج ۳/)

---

[1] اعلاء السنن ص ۶۸/ ج ۸/ باب التأذين عند الخطبة، مطبوعه امدايه مكه مكرمه.

[2] بخارى شريف ص ۱۳۷/ ج ۱/ باب الاستسقاء فى المسجد الجامع، اشرفى بکڈپو ديوبند.

[3] اعلاء السنن ص ۶۸، ۶۹/ ج ۸/ مطبوعه کراچی.

[4] نيل الأوطار ص ۳۲۰/ ج ۳/ مطبوعه دارالفکر، باب تسليم الامام اذا رقى المنبر، ابواب الاذان.

تمام عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-

بين يدى رسول لله صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) اور على باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر) دونوں میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ مسجد (نبوی) کا یہ دروازہ جانب شمال میں تھا جس کی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے تو یہ دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا تھا اور اس کا سامنے ہونا عام ہے جو اس صورت کو بھی شامل ہے جب کہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اس لئے راوی پر کلام کرنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق کا ترجمہ تہذیب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کے مقابل میں ہو اور اس صورت کو بھی جب کہ تھوڑا دائیں یا بائیں جانب کو ہٹا ہوا ہو اور وہ زمین پر ہو یا دیوار پر ہو، بذل المجهود.

بہرحال لفظ علی الباب پس لفظ علی یہاں فی کے معنی میں ہے اور حروف جر بعض بعض کے قائم مقام ہو جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول، علی جذوع النخل میں بعض کے نزدیک پس علی الباب کے معنی ہوں گے۔ اس دروازہ میں جو مسجد کے اندر تھا اور یہ دروازہ منبر کے قریب تھا۔ پس بين يدى رسول الله ﷺ (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) اور علی الباب (دروازہ پر) دونوں میں کوئی منافات نہیں جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔

اور یہ چیز پوشیدہ نہیں کہ مسجد کا دروازہ وہاں مسجد سے باہر نہیں تھا جیسے ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہاں عمارت مسجد کا باہر کی طرف سے احاطہ کئے ہوئے نہیں تھی جیسا کہ ابوداؤد کی ظاہر روایت سے سمجھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں میں مسجد میں رات گذارتا تھا اور میں نوجوان بے شادی شدہ تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کرتے تھے اور وہ حضرات اس کی وجہ سے مسجد کو دھوتے نہیں تھے اور باب طهارة الارض بالجفاف میں یہ روایت گذر چکی ہے اور اس کے (مسجد نبوی ﷺ کے) تین دروازے تھے جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے۔

اور ایک دروازہ منبر کے مقابل تھا جیسا کہ بخاری میں ابونمر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذکر فرماتے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازہ سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے پس وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا الخ۔

پس اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اذان رسول اللہ ﷺ کے سامنے مسجد کے اندرونی دروازہ میں ہوتی تھی جو منبر کے سامنے اس کے بالمقابل تھا۔ پس اس سے اذان کا خارج مسجد ہونا لازم نہیں آتا (اعلاء السنن)

مہلب نے بیان کیا کہ اذان اس جگہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ امام کے منبر پر بیٹھنے کو پہچان لیں اور امام جب خطبہ دے خاموش ہو جائیں۔

حافظ نے فتح میں فرمایا ہے کہ اس میں نظر ہے اس لیے کہ طبرانی وغیرہ میں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ اذان مطلق اعلان کے لیے ہوتی تھی خاص انصات کے لیے نہیں۔ ہاں جب اذان اوّل زائد ہوگئی تو وہ اعلان کے لیے ہوگئی اور جو اذان خطیب کے سامنے ہوتی ہے انصات (لوگوں کو خاموش کرنے کے لیے) ہوگئی، نیل الاوطار۔

التہذیب[1] جلد۲/میں ص۴۰/ پرلکھا ہے اصحاب جرح وتعدیل کے دونوں قسم کے اقوال ان کے متعلق نقل کئے ہیں پھر ہدایہ[2] اورشرح ہدایہ میں اس اذان کا محل بین یدی الخطیب لکھا ہے اوراسکی دلیل میں توارث کوپیش کیااورصحابہ کرام سے جوامرمتوارث ہووہ بحکم تواتر ہے[3] اس لئے انکار کی گنجائش نہیں خوداس مسئلہ پرفریقین کے متعدد رسائل بھی شائع ہوچکے ہیں[4]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور۱۳/شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح :سعیداحمدغفرلہ۱۴/شوال ۶۶ھ

صحیح :عبداللطیف

جمعہ کی اذانِ ثانی کا مقام اورمحمد بن اسحاق کا حال

سوال:- سنن ابوداؤدشریف کی وہ حدیث کہ جس میں اذان علیٰ باب المسجد کاذکر ہے، اس کی سند میں جومحمدابن اسحاق ہےوہ کذاب اوردجال ہے یانہیں؟اورحدیث مذکورقابلِ عمل ہے یامتروک العمل ؟

(۲) اگرکوئی مولوی راویٔ مذکوریعنی محمد بن اسحاق کوکذاب ودجال کہےاور پھراس پر

---

[1] تهذيب التهذيب ص ۳۸،۴۶/ ج ۹/ مطبوعه دائرة المعارف.

[2] اذن المؤذن بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث، هداية ص ۱۷۱/ج۱/ باب الجمعة، مكتبه تهانوى ديوبند. فتح القدير ص ۲۹/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البناية في شرح هداية ص۱۰۶/ج۳/. اذا جلس الامام على المنبر، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] ثم ان التواتر قديكون من حيث الاسنادوقد يكون من حيث الطبقة وقد يكون تواتر عمل وتواتر توارث ملخصاً، أكفار المحدين ص ۵/ مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل گجرات. ملفوظات محدث كشميرى ص۵۷/.

[4] تنشيط الاذان في تحقيق محل الاذان. ازمولانا خليل احمد سهارن پورى .

اصرار کرے تو شریعتِ مطہرہ کی طرف سے اس قسم کے مولوی پر کیا حکم عائد ہوگا۔

(۳) اگر کسی حنفی مذہب والے کا علیٰ باب المسجد والی حدیث پر عمل ہو اور کوئی شخص اس کو غیر مقلد اور لامذہبی بتائے اور اس میں شمار کرے اور امام کے سامنے مسجد کے کنارے پر جمعہ کی اذانِ ثانی دینے کو بدعت سیئہ بتائے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر حنفی مذہب ماننے والے جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے کنارے پر دلوائے اور اس پر کوئی مصلی بار بار انکار کرتے ہوئے کچھ لوگوں کو لے کر مسجد سے باہر ہوجائے اور لعن طعن کہتے ہوئے کسی میدان میں جا کر نماز پڑھے تو ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اس قسم کے مولوی پر شریعت مقدسہ کی طرف سے کیا حکم عائد ہوگا؟

(۵) مؤذن مسجد کے دروازے کے کنارے پر اذان ثانی دے کر اقامت کے لئے صف اول میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کسی عذر سے بالکل پچھلی صف میں اقامت کہے تو درست ہوگا یا نہیں؟ مسجد کے کنارے سے دروازہ مراد ہے یا کوئی دوسری جگہ مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

محمد ابن اسحاق[۱] کے متعلق اصحاب جرح وتعدیل میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اس کو کذاب بھی کہا تھا۔ اور دوسرے حضرات نے اس کو امام المغازی بھی لکھا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ مغازی وسیر میں ان کی روایت مطلقاً معتبر ہے چنانچہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے

[۱] وقال الأثرم عن أحمد هو حسن الحديث وقال مالک دجال من الدجاجلة وقال البخاری رأيت على بن عبدالله يحتج بحديث ابن إسحاق وقال البخاری أيضا محمد بن إسحاق ينبغی أن يكون له ألف حديث ينفرد بها وقال ابن عيينة سمعت شعبة يقول محمد بن إسحاق أمير المؤمنين فی الحديث روی له مسلم فی المتابعات وعلق له البخاری وقال ابن المدينی ثقة قال الحاكم وذكر عن البوشنجی أنه قال هو عندنا ثقة ثقة (مختصراً) تهذيب التهذيب ص ۳۲/ ج۵/ دارإحياء التراث)

ان کی حدیث لی ہے۔امام بخاریؒ نے تعلیق میں روایت لی ہے۔امام احمد اور منذریؒ نے اس کوحسن الحدیث فرمایا ہے۔علی بن المدینی نے فرمایا ہے یحتج بہ یعنی ان کی بیان کردہ روایت کوبطور حجت پیش کرنا درست ہے۔شیخ ابن الہمامؒ نے فرمایا ہے امیر المؤمنین فی الحدیث ثقة ثقة ثقة. اور جب اصحاب صحاح ان پر اعتماد کرتے ہیں اوران کی روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور بطور حجت پیش کرتے ہیں تو اب ان پر اس قسم کی نکتہ چینی کرنا جس سے عوام میں فتنہ پیدا ہو ہرگز نہیں چاہئے۔حضرت رسول مقبول ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جمعہ کے لئے ایک ہی اذان ہوتی تھی اور وہ مسجد سے باہر بلند جگہ پر ہوتی تھی۔پھر حضرت ابوبکرؓ کے دور میں بھی یہی طریقہ رہا پھر حضرت عمرؓ کے اخیر دور میں دو اذانیں شروع ہوئیں اور پھر حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اس کا شیوع ہوا کہ ایک اذان بلند جگہ پر[1] ہو جس سے مسجد سے باہر تک آواز جائے اور غائبین نماز کے لئے آنے لگیں۔اور دوسری اذان منبر کے سامنے متعین کی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں حاضر ہیں وہ خطبہ سننے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔سنن، نوافل، تلاوت وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔اس اذان میں زیادہ بلند آواز نہیں کی جاتی۔کیونکہ یہ اقامت کی طرح اعلام حاضرین کے لئے ہے[2] پھر یہی طریقہ بطور توارث منقول چلا آرہا ہے اور اسی پر شرقاً غرباً اہل اسلام کا عمل ہے۔مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں منبر کے سامنے ہونی چاہئے خواہ پہلی صف میں ہو خواہ کسی اور صف میں۔

[1] عن السائب بن يزيد أن الذى زادالتأذين الثالث يوم الجمعة عثمان بن عفان حين كثر أهل المدينة فلم يكن للنبى ﷺ مؤذن غير واحد الحديث قال العلامة كشميرى قوله: زادالنداء الثالث أى باعتبار التشريع وإلا فهو أول بإعتبار التازين به والثانى ماكان فى عهد النبى ﷺ والثالث هو الإقامة (فيض البارى ص ۳۳۶/ ج ۲/ كتاب الجمعة، باب المؤذن الواحد يوم الجمعة)

[2] يرفع الصوت بالشهادتين ويخفض وفى كل اذان الا الاذان الثانى يوم الجمعة فافهم قالوا انه لا يرفع الصوت فيه كالاول لانه لاعلام الحاضرين (سباحة الفكر ص ۸۳/ طبع احمدى لكهنؤ، سعايه كراچى ص ۳۸/ ج ۲/ باب الاذان، المقام الثانى، شامى زكريا ص ۴۸/ ج ۲/ باب الاذان، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ قبيل باب صلاة العيدين، دارالكتب العلميت بيروت.

مثلاً مسجد بہت بڑی ہے اور نمازی زیادہ ہیں تو تیسری چوتھی صف میں جیسا مناسب ہو تجویز کردی جائے۔اس پر اختلاف اور نزاع نہیں کرنا چاہئے نہ یہ اصرار ہو کہ باب مسجد پر ہی ہوگی، نہ یہ اصرار ہو کہ پہلی ہی صف میں ہوگی۔ پھر اس کی وجہ سے مسجد چھوڑ کر باہر میدان میں جاکر جماعت کرنا تو بہت غلط کام ہے۔اگر چہ نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔اس مسئلہ کی وجہ سے فرقہ بندی نہ کی جائے اور ایک دوسرے پر لعن وطعن نہ کریں کہ یہ سخت مذموم ہے اور عند الشرع ممنوع ہے[1]۔باب مسجد پر اذان ثانی کہہ کر صفوف کو پھلاند کر پہلی صف پر جانا شرعاً ناپسند ہے[2]اس مسئلہ پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے ہیں اور شروح حدیث[3]میں اس کی تفصیل مذکور ہے جس کا خلاصہ اوپر نقل کردیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۸۹ھ

---

[1] ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولاالفاحش ولاالبذى رواه الترمذى (مشكوة شريف ص۴۱۳/ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] واحاديث الباب تدل على كراهة التخطى يوم الجمعة (بذل ص۱۹۵/ج۲/ باب تخطى رقاب الانس يوم الجمعة، مكتبه يحيويه سهارنپور. طحطاوى على المراقى ص۲۸۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصرى. درمختار مع الشامى زكريا ص۴۲/ج۳/ باب الجمعة، قبيل مطلب فى الصدقه على سوال المسجد.

[3] ولا منافاة بين قوله بين يدى رسول الله ﷺ و بين على باب المسجدفان باب المسجد هذا كان فى جهة الشمال فاذا جلس رسول الله ﷺ على المنبر للخطبة يكون هذا الباب قدامه فكونه بين يديه عام شامل لما كان فى محاذاته أو شيًّا منحرفاً إلى اليمين اوالشمال اويكون على الأرض اوالجدار وهذا الحديث استدل به على كراهته الأذان فى المسجد وقالوا إن باب المسجد كان خارجا منه فاذن عليه فيكره الأذان فى الداخل وقد صرح به صاحب العون ناقلاًعن شيخه صاحب غاية المقصود وتمسک به رئيس أهل البدعة فى زماننا احمد رضاالبريلوى واذا ع الفتن والشرور فى هذه المسئلة وكتب فيها الكتب والرسائل ولى فيها رسالة وجيزة كتبت فيها هذه المسئلة (بذل المجهود ص۱۸۰/ج۲/ باب النداء يوم الجمعة مكتبه رشيديه سهارنپور عون المعبود ص۴۲۳/ج۱/ عمدة القارى ص۲۱۱/ج۳/ مكتبه دارالفكر فيض البارى ص۳۳۵/ج۲/ مطبوعه خضر راه ديوبند، معارف السنن ص۴۰۳/ ج۴/ مكتبه اشرفيه ديوبند نيل الأوطار ص۳۲۱/ج۲/ باب تسليم الإمام إذا رقى المنبر والتاذين إذا جلس عليه، مطبوعه دارالفكر بيروت.

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں

سوال:- جمعہ کے دن اذان ثانی جوخطیب کے سامنے ہوتی ہے، اندرونِ مسجد یہ اذان دینا کیا مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے شہر لکھیم پور میں کچھ بدعتی حضرات نے یہی استفتاء علماء رضاخانیوں سے کتب احادیث تصنیف کردہ مولانا احمد رضا خاں کے حوالہ جات سے جواب کافی وشافی طلب کر کے شہر میں مشتہر کرائی جس کی وجہ سے ایک انتشار ہوگیا۔ ضرورت شدید اس بات کی ہوئی کہ ایک استفتاء علماء دیوبند سے طلب کروں، رضاخانی علماء نے جواب استفتاء میں اذان ثانی کو جو جمعہ کے روز خطیب کے روبرو ہوتی ہے اس کو اندرونِ مسجد مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، نیز یہ کہ جمعہ کی خطبہ والی اذان خارج مسجد دروازہ پر ہونا سنت رسول اللہؐ وسنت خلفاء راشدین کہا ہے ابوداؤد شریف (ص ۱۶۲ / ج ۱) کا حوالہ دیتے ہوئے حدیث شریف یہ ہے: **عن السائب بن يزيد رضي الله عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وأبي بكر وعمر.** آگے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بازار مدینہ میں مقام زوراء پر ایک اذان کا اعلاناً اطلاعاً اضافہ فرمادیا اور کبھی منقول نہیں کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیانِ جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت یہی ہے خطبہ والی اذان مسجد کے باہر یا دروازہ ہی پر ہو، نیز یہ کہ انہوں نے ایک اور حدیث جس کے راوی احمد اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ ہیں کا حوالہ دیتے ہوئے جس کی عبارت یوں ہے۔ **من يعيش منكم بعدى فيرى اختلافا كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخفاء الراشدين المهديين تمسكوا اليها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعةً وكل بدعة ضلالةٌ** اور مکروہ تحریمی ہونے کا ثبوت طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت

"يكره ان يؤذن في المسجد (كما في القهستانى عن النظم ص ۱۲۸ / ج ۱ / "مطبع مصرى اور فتح قدير ص ۲۵۱ /) خاص بابُ الجمعہ میں ہے۔ "هو ذكر الله في المسجد أي في حدوده لكراهة الاذان في داخله" اس کا مطلب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے۔ براہِ کرم جواب بالتفصیل روانہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پنج گانہ اذان کا مقصد عظیم اعلامِ غائبین ہے، اسلیے اس میں مستحب[1] یہ ہے کہ بلند جگہ پر بلند آواز سے اذان دی جائے تاکہ دور تک آواز پہونچے اور کثیر تعداد میں لوگ آواز سن کر نماز کے لئے آسکیں، اندرون مسجد کہنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے مسجد میں اذان کو ممنوع فرمایا ہے[2] شرحبیل بن عامر رضی اللہ عنہ مینارہ پر اذان دیا کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے مینارہ اذان کیلئے بنایا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور میں مینارہ نہیں[3] تھا، مسجد نبوی کے قریب سب سے اونچا مکان

---

[1] والسنة أن يوذن في موضع عال يكون اسمع لجيرانه ويرفع صوته (الهنديه ص۵۵/ ج ۱/) مطبوعه كوئٹه، الباب الثانى فى الاذان تحت الفصل الثانى. شامى زكريا ص۴۸/ ج۲/ باب الاذان تاتارخانيه كراچى ص۵۱۵/ ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فى بيان ما يفعل فيه.

[2] يكره ان يؤذن فى المسجد كما فى قهستانى عن النظم (طحطاوى على المراقى ص ۱۵۹/ باب الاذان، مطبوعه مصر. تاتارخانيه كراچى ص۵۱۵/ ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فى بيان ما يفعل فيه. فتح القدير ص ۲۴۲/ ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] ولم يكن في زمنه صلى الله عليه وسلم مئذنة بحر قلت وفي شرح الشيخ اسماعيل عن الاوائل للسيوطى أن اول من رقى منارة مصر للاذان شرحبيل بن عامر المرادى وبنى سلمة المنائر للاذان بامر معاوية ولم تكن قبل ذلك، الشامى ص ۲۵۹/ ج ۱/ مكتبه نعمانيه. باب الاذان، مطلب فى اول من بنى المنائر الخ. طحطاوى على المراقى ص ۱۵۴/ اول باب الاذان، مطبوعه مصر.

حضرت ام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر اذان دیا کرتے تھے جب مسجد نبوی کی چھت بن گئی تو چھت پر اذان دینے لگے تھے حالانکہ مسجد کی چھت مسجد ہی کے حکم میں ہے۔ **قال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللّٰه ﷺ مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع شئ فوق ظهره اھ شامی**[1] ص ۲۵۹ / ج ۱ / کلماتِ اذان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہو ورنہ مسجد کی چھت پر نبی اکرم ﷺ اذان کی اجازت نہ مرحمت فرماتے بلکہ منع فرما دیتے۔ نیز کلماتِ اذان تمام اقامت میں بھی موجود ہیں اور اقامت ہمیشہ سے مسجد کے اندر ہی ہوتی چلی آئی ہے جمعہ کے لیے شروع میں ایک ہی اذان تھی دوسری کا اضافہ حضرت عثمان[2] غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا جو کہ خلیفۂ راشد تھے۔ ان کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے[3] اس وقت سے بطور توارث وتواتر یہ اذان منقول ہے[4] اور مسجد میں ہوئی ہے تقریباً پچہتر ۷۵ / سال پہلے تک یہ مسئلہ اجماعی تھا بریلی سے یہ مسئلہ جب شائع ہوا تقریباً پچہتر ۷۵ / سال قبل تب خلفشار وانتشار

---

[1] شامی زکریا ص ۵۴ / ج ۲ / باب الاذان، مطلب اول من بنی المنائر للاذان.

[2] عن السائب بن یزید قال النداء یوم الجمعة اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبي ﷺ وأبی بکر وعمر رضي اللّٰه عنهما فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء (بخاری شریف ص ۱۸۰ / رقم الحدیث ۹۱۲ / باب الاذان یوم الجمعة، مطبوعه دارالسلام ریاض، فتح الباری ص ۳۲۷ / ج ۲ / مطبوعه مصر. باب الاذان یوم الجمعة)

[3] فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین وعضوا علیها بالنواجذ. مشکوة شریف ص ۳۰ / باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

[4] اذا صعد الامام المنبر جلس واذان المؤذنون بین یدی المنبر بذالک جری التوارث (هدایه ص ۱۷۱ / ج ۱ / باب الجمعة، مکتبه تهانوی دیوبند. درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۸، ۳۹ / ج ۳ / باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، فتح القدیر ص ۶۹ / ج ۲ / باب الجمعة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سب ہی اس پر عمل کرتے تھے۔ اگر اس کا مسجد میں ہونا منع ہوتا تو یہ حضرات ہرگز سکوت نہ فرماتے بلکہ تردید کردیتے جامع الرموز[1] میں تصریح ہے کہ اذان خطبہ منبر کے قریب کچھ داہنے یا بائیں یا سیدھے میں دی جائے۔ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی عبارت جونقل کی گئی ہے ایک لفظ اس سے پہلے بھی ہے جس کو بے ضرورت یا مضر سمجھ کر فاضل مجیب نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے، **قوله بين يديه اي مستقبل الامام في المسجد كان أو خارجه**[2] اگر سعایہ شرح شرح وقایہ کا مطالعہ کرلیں تو بات بالکل واضح ہوجائے[3]۔ اس میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ ایک سوال لکھتے ہیں کہ وہ کونسی اذان ہے جس میں رفع صوت مستحب نہیں، پھر خود ہی جوابات تحریر فرماتے ہیں کہ وہ جمعہ کی اذان ثانی ہے جو خطیب کے سامنے منبر کے قریب دی جاتی ہے کہ وہ اعلام حاضرین کیلیے مثل اقامت کے ہے، یعنی جس طرح اقامت اعلام حاضرین کیلیے مسجد کے اندر ہوتی ہے، اسی طرح جمعہ کی اذان ثانی اعلام حاضرین کیلیے مسجد کے اندر ہوتی ہے اھ عنایہ[4] شرح ہدایہ برحاشیہ فتح القدیر (ص۲۹/ج۲/) مصری میں ہے۔ **كان الحسن بن زياد يقول المعتبر هو الاذان على المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة وسماع الخطبة وربما تفوته الجمعة اذا كان بيته بعيداً من الجامع اهـ** یہاں بھی شاید عند

---

[1] اذا جلس الامام على المنبر اذن اذانا ثانيا بين يديه الخ (جامع الرموز ص ۱۱۸/ج ۱/ مطبوعه نول كشور لكهنؤ، فصل فى صلاة الجمعة)

[2] عمدة الرعايه حاشيه شرح وقايه ص ۲۰۲/ج ۱/ حاشيه: ۱، باب الجمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] لغز أي اذان لايستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين صرح به جماعة من الفقهاء (السعاية ص ۳۸/ ج ۲/) مطبوعه لاهور، باب الاذان.

[4] العنايه شرح هداية على حاشيه فتح القدير ص ۴۲۱/ج ۱/ الطبعة الكبرى الاميرية بيولاق مصر. باب الجمعة.

المنبر کے معنیٰ علیٰ باب المسجد کے ہوں گے، جس وقت یہ فتویٰ بریلی سے شائع ہوا تھا اس وقت ایک مستقل رسالہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے تصنیف فرمایا تھا، اس کا نام ہے "تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان" وہ رسالہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے منگا کر مطالعہ کریں، اس میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں جبکہ یہ اذان بطریق توارث ہمیشہ سے مسجد ہی میں ہوتی ہے تو اس کو مکروہ نہیں کہا جاسکتا۔ لان التوارث لایکون مکروهاً وکذلک نقول في الاذان بین یدی الخطیب اھ (ردالمحتار[1] مصری ص ۵۵۲/ج ۱/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان ثانی اور خطبہ میں فصل

سوال: -جمعہ کے روز خطبہ اور اذان ثانی میں فصل کی گنجائش ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطیب جب منبر پر بیٹھ جائے اس وقت اذان ثانی کہی جائے اذان ختم ہونے پر خطیب کے لئے حکم ہے کہ خطبہ شروع کردے بلا وجہ تاخیر نہ کرے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲۷/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ //

اذان بین یدی الخطیب کو دائیں بائیں ہٹ کر کہنا

سوال: -جمعہ کی اذان ثانی اگر بین یدی الخطیب نہ ہو بلکہ ایک دوگز بائیں یا دائیں

---

[1] شامی زکریا ص۵۷/ج۲/ باب الاذان، مطلب فی اذان الجوق.

[2] وکذا الجلوس علی المنبر قبل الشروع فی الخطبة والاذان بین یدیه جری به التوارث کالاقامة بعد الخطبة ثم قیامه بعد الاذان فی الخطبتین (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۱/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص۱۵۷/ج۲/ قبیل باب العیدین)

ہٹ کر ہوتو خلاف سنت ہوگی یا نہیں؟ بصورت اولیٰ مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام ہوگی یا کیا، اور یہ موذن کس درجہ کا خاطی ہوگا۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح بھی اذان درست ہے معمولی دائیں بائیں ہٹ کر ہونے سے بھی خلاف سنت نہیں اور مکروہ نہیں۔ فكونه بين يديه عام شامل لما كان في محاذاته أوشيئاً منحرفاً الىٰ اليمين أوالشمال أويكون على الارض أوالجدار اهـ (بذل المجهود[1] ص ۱۸۰/ ج ۱/) اذا جلس الامام على المنبر اذن أذانا ثانياً بين يديه أي بين الجهتين المساويين ليمين المنبر او الامام ويساره قريباً منه اهـ جامع الرموز[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز کیلئے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا

سوال:- مقتدیوں کی نماز جمعہ کے لیے خطبہ کے ختم ہوتے ہی کھڑا ہوجانا چاہئے یا امام کے مصلیٰ پر جانے اور مکبّر کے تکبیر کہنے کا انتظار کیا جائے طریقۂ مسنون کیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اصل تو یہ ہے کہ جس وقت مکبّر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے[3] لیکن

---

[1] بذل المجهود ص ۸۵/ ج ۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان، ابواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة، مطبوعه رشيديه سهارنفور ص ۱۸۰/ ج ۲/.

[2] جامع الرموز ص ۱۱۸/ ج ۱/. فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنئو.

[3] ومن الادب القيام أي قيام القوم والامام ان كان حاضراً بقرب المحراب حين قيل أي وقت قول المقيم حى على الفلاح مراقى الفلاح على الطحطاوي ص ۲۲۵/ مطبوعه مصر، كتاب الصلوة، فصل فى آدابها. مجمع الانهر ص ۱۱۸/ ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العمية بيروت. عالمگيرى كوئٹه ص ۵۷/ ج ۱/ باب الاذان، الفصل الثانى.

احادیث میں صفوف سیدھا کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے[۱] اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں اسلیے تکبیر شروع ہونے سے پیشتر ہی یعنی خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں[۲] تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی کا شور نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۵/ ربیع الاول ۵۶ھ

---

[۱] عن ابن عمر اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ الحديث ابوداؤد شريف ص۹۷/ كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف. مشكوة شريف ص ۹۹/ باب تسوية الصفوف، الفصل الثالث، مطبوعه يسرنديم ديوبند)

ترجمہ :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صفیں سیدھی کیا کرو اور مونڈھوں کو برابر کرلیا کرو اور درمیان کی جگہ پر کرلیا کرو۔

[۲] وظاهر ان التسوية لاتمكن الابقيام المأمومين فإذن يجب ان يقوموا قبل الاقامة او في وسطها الخ. معارف السنن ص ۲۱۲/ ج ۲/ باب ماجاء أن الامام احق بالاقامة، مكتبه نوريه مدنى مسجد ديوبند)



فصل سوم : شرائط جمعہ

مصر کی تعریف

سوال:- مصر کی تعریف کتب فقہ وفتاویٰ میں بظاہر جامع و مانع سی محسوس نہیں ہوتی ہے اور وہ بھی مختلف فیہ ہوتی ہے براہ کرم مصر کی ایسی جامع مانع تعریف تحریر فرمائیں کہ اگر اس کا ایک جزء بھی مفقود ہو تو جمعہ جائز نہ ہو اور ایک جزء بھی بطور قید اتفاقی یا بطور علامت مذکور نہ ہو اور یہ مفتی بہ قول کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہ میں احکام مکلّف سے بحث کی جاتی ہے جیسا کہ اسکی تعریف حضرت امام اعظمؒ سے منقول ہے معرفة النفس مالها وما عليها حقائق[1] و ماهيات اشياء ذاتيات و عرضيات، جنس، فصل نوع سے بحث نہیں کی جاتی[2] اسلئے جواز جمعہ کیلئے جو مصر کی شرط ہے اسکی تعریف علامات سے کرتے ہیں کنہ بیان نہیں کرتے[3] امام اعظمؒ سے اسی طرح منقول ہے فی التحفة

---

[1] التوضیح والتلویح ص ۲۸/ مطبوعه کراچی.

[2] واما موضوع الفقه ففعل المكلف من حيث انه مكلف لانه يبحث فيه عمايعرض لفعله من حل وحرمة ووجوب وندب الخ شامی زکریا ص: ۱۲۰/۱، المقدمة.

[3] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التى لا تكاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترك الفقهاء تعريف المصر على العرف، فيض البارى ص ۳۲۹/ج ۲/باب الجمعة فى القرى، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند.

عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها والٍ يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهٰذا هو الا صح اھ ردالمحتار[۱] ص ۵۳۶ /ج ۱/ مکتبہ نعمانیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شہر ہونے کا مدار عرف پر ہے

سوال:- موضع کبیرہ وہ جس کی مردم شماری چار ہزار ہے اور مختلف قسم کی تیرہ معمولی دکانیں، لوہار، بڑھئی، سنار، کمہار، عطار وغیرہ کی ہیں، ڈاکخانہ بھی ہے، یہاں تقریباً چالیس پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے، مگر پہلے سے اختلاف بھی چلا آرہا ہے، چار مسجدیں ہیں اور ایک عیدگاہ بھی ہے، یہ بستی نہ قصبہ ہے اور نہ مثل قصبہ ہے مکان کچے اور پکے مخلوط طریقہ پر ہیں مگر کثرت کچے مکانوں کی ہے، مذکورہ حالات میں جب کہ حنفیہ کے نزدیک مصر اور شہریت جواز جمعہ کے لئے شرط اولیں ہے، آیا مذکورہ بستی اپنی نوعیت میں شہریت حکمیہ کی حامل عند الشرع ہے یا نہیں؟ عام طور پر جمعہ کے بارے میں ایسی بستیوں کے متعلق شامی وغیرہ کی عبارت ذیل اس کے مثل تحریر کردی جاتی ہے، وتجوز فی القصبات والقریٰ الکبیرہ التی فیها اسواق الخ. مگر اس عبارت (والقریٰ الکبیرة الخ) کو حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ قصبات کا بیان قرار دیتے ہیں، اور حضرت گنگوہی کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے اس بارے میں آپ کے نزدیک قول فیصل اور راجح واقویٰ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اتنی بات تو متفق علیہ ہے کہ نماز جمعہ کا حال دیگر صلوۃ خمسہ کی طرح نہیں کہ جب بھی

---

[۱] شامی زکریا ص ۵ ج ۳ باب الجمعة. تبیین الحقائق ص ۲۱۷ / ج ۱ / باب صلاة الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، حلبی ص ۵۵۰ / فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

اور جہاں بھی (آبادی، صحرا، کشتی میں) اور جیسے بھی (تنہا یا جماعت سے) پڑھی جائے تو درست ہوکر فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جایا کرے، حافظ ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن[۱] میں اس کی تصریح فرمائی ہے، نماز جمعہ کے لئے کچھ خصوصیات وشرائط ہیں ان میں سے ایک شرط مصریت بھی ہے، مصریت کی تعریف جو کی جاتی ہے وہ حد حقیقی نہیں کہ (جنس وفصل سے مرکب ہوکر اجزائے حقیقہ پر مشتمل ہو) جب کہ وہ تعریف محض علامت کے طور پر ہے، اور علامت عرف کے بدلنے سے بکثرت بدلتی رہتی ہیں،[۲] قدر مشترک کے طور پر سب تعریفوں میں یہ رعایت کی گئی ہے، کہ اس جگہ مدنیت ہو جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ''[۳] میں بیان فرمایا ہے، مردم شماری کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، حتی کہ زیلعی شرح کنز میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دس ہزار مردم شماری ہو[۴] مولانا گنگوہیؒ نے تین چار ہزار کا تخمینہ تحریر فرمایا ہے[۵] بعض حضرات نے اس سے بھی کم پر اجازت دے دی ہے، ایسی صورت میں بہتر یہ

---

[۱] واتفق فقهاء الامصاء على ان الجمعة مخصوصة بموضع لا يجوز فعلها في غيره لانهم مجمعون على ان الجمعة لا تجوز في البوادى ومناهل الاعراب فقال اصحابنا هي مخصوصة بالامصار ولا تصح في السواد (احكام القرآن ص ۴۴۵/ ج۳/ سورۂ جمعه، فصل فى ان الجمعة مخصوصة بموضع الخ. الكتاب العربى بيروت)

[۲] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التى لا تكاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترك الفقها تعريف المصر على العرف (فيض البارى ص ۳۲۹/ ج۲/ باب الجمعة فى القرىٰ والمدن، مطبوعه خضرراه ديوبند)

[۳] وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقى لفظ انه يشترط فى الجعمة الجماعة ونوع من التمدن (حجة اللّٰه البالغة س ۲۸/ ج۲/ الجمعة، المطبعة المصرية السنية)

[۴] وعنه (ابى يوسف) انه يبلغ سكانه عشرة آلاف وقيل يوجد فيه عشرة آلاف (تبيين الحقائق ص۲۱۷/ ج۱/ باب صلاة الجعمة، مكتبه امداديه ملتان)

[۵] وقيل ما فيه اربعة الاف رجال الى غير ذلك وليس هذا كله تحديدا له بل اشارة الى تعيينه وتقريب له الى الاذهان وحاصله ادارة الامر على راى اهل كل زمان فى عدهم المعمورة مصراً فما هو فى عرفهم جازت الجمعة فيه وما ليس بمصر لم يجز فيه (الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ ج۱/ ابواب الجمعة، باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور.

ہے کہ کسی معتبر ماہر فقہ وفتوی عالم کو بلا کر مشاہدہ کرا دیا جائے پھر جو کچھ وہ تجویز کریں اس پر عمل کیا جائے، حضرت گنگوہی کا اوثق القریٰ، حضرت شیخ الہند کا احسن القریٰ حضرت تھانویؒ کا القول البدیع اگر مطالعہ کر لیا جائے تب بھی رائے قائم کرنے کے لئے بہت بصیرت حاصل ہوگی، ائمہ اربعہ میں اختلاف دراصل روایت کا نہیں درایت کا ہے اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہے، پھر حقیقت میں مصر کی تعریف میں جو اختلاف ہے اس کا مدار عرف پر ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مذکورہ بستی کی مردم شماری چار ہزار ہے اور مختلف قسم کے پیشہ ور لوگ اس میں رہتے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی کی اشیاء میسر ہوتی ہیں تو قریہ کبیرہ مشابہہ قصبہ ہے کہ ڈاکخانہ بھی ہے، قریہ کبیرہ کی مردم شماری علامہ عینی نے چار ہزار بیان فرمائی ہے۔ اس پر مدار رکھا گیا ہے[2]۔

فقط واللہ اعلم

سید مہدی حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مصر کی تعریف اور اقامت جمعہ کی شرائط

سوال:-(۱) مصر کے لفظی معنی کیا ہیں، اس مسئلے میں اس کے کیا معنی سمجھے جائیں؟

(۲) مصر کی تعریف میں بعض جگہ یہ ملتا ہے کہ وہ مقام جہاں حوائج ضروریہ پوری ہو

---

[1] ملاحظہ ہو فیض الباری ص ۳۲۹ / ج ۲ / مطبوعہ خضر راہ بکڈپو دیوبند، بـاب الجـمعة فـي الـقـرىٰ، الكوكب الـدری ص ۱۹۹ / ج ۱ / بـاب مـاجـاء فی ترک الجمعة من غير عذر، اعلاء السنن ص ۸ / ج ۸ / باب عدم جواز الجعمة فی القرىٰ، مطبوعه امداديه مكه مكرمه.

[2] وكـان يسـكـن فيهـا فـوق اربعة آلاف نفس (عمدة القارى ص ۱۸۷ / ج ۳ / الجزء السادس، باب الجمعة في القرىٰ والمدن، مطبوعه دار الفكر بيروت)

جائیں تو اس کے متعلق کیا حکم ہے اور حوائج ضروریہ کیا کیا ہونگے ؟

(۳) یہ جو کہا گیا ہے کہ مصر وہ مقام ہے جہاں قاضی اور مفتی ہوں اس زمانہ میں اس قول سے کیا مراد ہوسکتی ہے جب کہ یہاں ہند میں ایسا رواج ہی نہیں ہے؟

(۴) جس مقام پر نماز جمعہ صحیح نہ ہو اور وہاں مدت سے نماز جمعہ پڑھی جارہی ہو وہاں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۵) اگر عوام باز نہ آئیں تو ذی علم حضرات ایسے مقام پر کیا کریں؟

(۶) منیٰ کی آبادی کا کیا مطلب ہے، سمجھایا جائے؟

(۷) ایک مقام ہے جہاں کی مخلوط آبادی دو ہزار ہے اور صرف مسلم آبادی ایک ہزار ہے یا اس سے زائد، اور وہاں پر کرایہ کی دکان بھی ہے جہاں زندگی کے روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں اور غلہ بھی دستیاب ہے، گاؤں میں پنچایت راج کا پردھان بھی ہے علاوہ ازیں گاؤں میں تین اسکول ہیں، پہلا مکتب اسلامیہ اسکول، دوسرا پرائمری اسکول جس میں درجہ پانچ تک لڑکوں کو صرف ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے، تیسرا لڑکیوں ایک پرائمری اسکول جس میں درجہ پانچ تک صرف لڑکیوں کو ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے، ایسے مقام پر نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو مصر کی تعریف کس پر صادق آئی اور اگر نہیں صحیح ہے تو وجہ کیا ہے؟

(۸) کم از کم کتنی آبادی پر جمعہ درست ہے وہ آبادی صرف مسلمانوں کی شمار ہوگی یا دیگر اقوام کی بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) لغت میں مصر کے معنی ہیں بکری یا اونٹنی کا دودھ تین انگلیوں سے دوہنا، دودھ خوب پوری طرح دوہنا، دو چیزوں کے درمیان، حاجز، مشہور شہر کا نام، نوح کے بیٹے کا نام، شہر، مشہور دہ شہر کوفہ بصرہ، طین احمر، کذا فی لسان العرب[۱] ص ۱۷۵/ج ۵/ صلوۃ جمعہ کے

---

[۱] مصر: الشاة والناقة يمصرها مصرا وتمصيرها حلبها باطراف الثلاث، المصر حلب كل ما فى الضرع ، والمصر: الحاجز والحد بين الشيئين ، المصر الحد فى كل شيئ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

متعلق اس کے معنی شہر کے ہیں۔

(۲) جن حوائج کے بغیر وہاں کے رہنے والوں کی معاشرت دشوار ہو جائے، غلہ کپڑا، دوا، برتن وغیرہ کہ ان کی مستقل دوکانیں ہوں اور یہ چیزیں ہمیشہ ملتی ہوں آس پاس کے دیہات کے لوگ بھی وہاں سے اپنی حوائج کا انتظام کرتے ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہوں ڈاکخانہ ہو، مدرسہ، اسکول ہو، کچہری یا پنچائتی نظام نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے ہو یہ امارت وعلامت ہیں حد حقیقی نہیں[۱]۔

(۳) قاضی کے قائم مقام پنچایت کا نظام ہے جگہ جگہ شرعی کمیٹی بھی موجود ہے مفتی کا انتظام ہر شہر میں نہیں لیکن یہ ضرورت بھی بالواسطہ پوری ہو جاتی ہے۔

(۴) نرمی وشفقت سے مسئلہ سمجھا دیا جائے جن کو فکر آخرت ہوگی وہ باز آجائینگے جھگڑا فساد نہ کیا جائے[۲]۔

(۵) خود جمعہ نہ پڑھیں پانچوں نمازیں تکبیر اولیٰ سے پڑھتے رہیں مسئلہ بتاتے اور دلسوزی سے سمجھاتے رہیں[۳]۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مصر هی المدینة المعروفة، وقد زعموا ان الذی بناها انما هو المصر بن نوح علیه السلام، لما فتح هذان المصران، المصر: البلد ویرید بهما الکوفة والبصرة، والمصر: الطین الاحمر (لسان العرب ص۱۷۵، ۱۷۶/ج۵/ تحت مصر، مطبوعه دار صادر بیروت. طحطاوی علی المراقی ص۲۱۴/ باب الجمعة، طبع مصر.

(صفحہ ہذا) [۱] عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرفع الناس الیه فیما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح (حلبی کبیری ص۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص۵/ج۳/ باب الجمعة، مجمع الانهر ص۲۴۷/ج۱/ دار الکتب العلمیة بیروت. الکوکب الدری ص۱۹۹/ج۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[۲] وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا (سورۃ انفال آیت ۴۶/۔
ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو (بیان القرآن)

[۳] اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنَ (سورۂ نحل آیت ۱۲۵/)

(٦) یہ تحدید نہیں ایک تمثیل ہے نمایاں فرق ہو چکا ہے، اب تمثیل بھی نہیں[1]۔

(٧) کسی ایسے عالم کو بلا کر معائینہ کرادیں جسکو فقہ وفتاوی میں بصیرت وتجربہ ہوسب حالات دیکھ کر وہ جو حکم شرعی بتائیں اس پر عمل کریں[2]۔

(٨) آبادی کے اعداد پر مدار نہیں جہاں کہیں آبادی کو بتایا گیا ہے وہ تخمینی ہے تعیین نہیں[3] اور مجموعی آبادی مراد ہے نہ کہ صرف مسلم آبادی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

قصبہ کی تعریف

سوال:- قصبہ کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قصبہ شہر سے چھوٹا ہوتا ہے بڑے گاؤں سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی تعریف علامات کے اعتبار سے جاتی ہے کنہ کے اعتبار سے نہیں[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1] وليس هذا كله تحديداً له بل اشارة الى تعيينه تقريب له الى الاذهان (الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور. فيض البارى ص ۳۲۹/ج ۲/ باب الجمعة فى القرى، مطبوعه خضرراه ديوبند، لامع الدرارى ص ۱۰/ج ۲/ باب الجمعة فى القرى، مكتبه رشيديه سهارنپور.

[2] وحاصله ادارة الامر على رأى اهل كل زمان فى عدهم المعمورة مصراً فما هو مصر فى عرفهم جازت الجمعة فيه ما ليس بمصر لم يجر فيه (الكوكب ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور.

[3] الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور.

[4] وليس هذا تحديداً اله بل اشارة الى تعيينة وتفريب له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جمعہ فی القریٰ، مصر کی تعریفیں، قریہ میں جواز جمعہ کا حکم

سوال:- نماز جمعہ کے متعلق چند باتیں عرض کرنی ہیں بلاشبہ علمائے کرام نے مضبوط دلائل ہی کی بنیاد پر جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لئے مصر، یا قریۂ کبیرہ کی شرط لگائی ہے لیکن مصر یا قریۂ کبیرہ کی تعریف میں علمائے احناف اور حضرات اکابرین کے اقوال میں اتنے شدید اختلافات اور اداء جمعہ کے سلسلہ میں ان حضرات کے اعمال میں بھی اس قدر اختلافات ہیں کہ کسی گاؤں کو مصر یا قریۂ کبیرہ کی تعریف سے خارج کرنا یا کسی شہر کو مصر میں داخل کرنا کافی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

صاحبِ وقایہ مصر کی تعریف کرتے ہیں "مالا یسع اکبر مساجدہٖ اھلہ مصر"، اول متأخرین کی ایک جماعت نے بھی مصر کی ایک ہی تعریف نقل کی ہے "وعند البعض ھو موضع اذا اجتمع اھلہٗ فی اکبر مساجدہٖ لم یسعھم ھو موضعٌ" پر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے حاشیہ لکھا ہے "ھٰذا التفسیر منقولٌ عن الثلجی وعلیہ فتوٰی اکثر الفقھاء کما فی المجتبی وفی الولوالجیۃ ھو الصحیح[۱]"، گویا مولانا نے اس تفسیر کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے بھی مصر کی یہی تعریف کی ہے اور خزانۃ المفتیین اور البحر الرائق وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو علم الفقہ دوم ص ۱۴۵، ۱۴۶/۔ مصر فقہاء کی اصطلاح میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔ اس قدر رہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو۔ اس مسجد سے جامع مسجد مراد نہیں ہے بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجد مراد ہے جس مقام

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) إلى الاذھان وحاصلہ ادارۃ الامر علی رأی اھل کل زمان فی عدھم المعمورۃ مصراً فما ھو مصر فی عرفھم جازت الجمعۃ فیھو مالیس بمصر لم یجز فیہ (الکوکب الدری ص ۱۹۹/ ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر مطبوعہ بجویہ سھارنپور)

(صفحہ ہٰذا) [۱] شرح وقایہ ۱/ ۲۴/ کتاب الصلوۃ.

میں یہ تعریف صادق ہو وہ مصر ہے اور جہاں صادق نہ ہو وہ قریہ ہے۔ نیز مولانا عبدالحیؒ نے شرح وقایہ کی عبارت اذا اجتمع پر حاشیہ لکھا ہے "**وقیل اکبر المساجد للصلوات الخمس کما فی فتاویٰ الزاهدی الخ** مولاناؒ نے حاشیہ میں مصر کی ان مختلف تعریفات کو جنہیں ائمہ احناف نے بیان کیا ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں مگر اکثر فقہاء کے نزدیک مختار اور متأخرین کا مفتی بہ قول وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے (البحر الرائق، خزانۃ المفتیین، فتاویٰ زاہدی)۔ صاحب ہدایہ نے بھی مصر کی ایک ہی تعریف کی ہے۔ شرح عنایہ میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر جزء ثانی ص ۱۴۔ اسی لئے ہمارے یہاں جن بستیوں میں مصر کی یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہاں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ تو اگر وہاں کے لوگ اپنے اوپر جمعہ کی نماز فرض سمجھ کر ادا کریں تو کیا حرج ہے؟ جبکہ جمعہ سے روکنے میں اختلاف کا اندیشہ، علماء سے بدظنی اور ان بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنے والے اکابرین سے بدگمانی یقینی چیز ہے۔ جیسا کہ ایک بستی میں پہلے سے جمعہ کی نماز ہوتی آرہی تھی اور اب بعض لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں جن کو دیکھ کر بعض لوگ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ حسب سابق جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ جن کے دلوں میں جمعہ کی بڑی اہمیت تھی اور وہ صرف جمعہ ہی کی نماز پڑھتے تھے ان کے دلوں سے بھی جمعہ کی عظمت نکل گئی اور ہفتہ کی اس عید والی نماز سے بھی محروم ہو گئے اور عید بقرعید کی نماز سے بھی ان کو چھٹکارا مل گیا۔ پھر یہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ پڑھنے کو بعض حضرات نے بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو قدوری (مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء) باب صلوٰۃ الجمعۃ۔ **ولا تجوز فی القریٰ** پر حاشیہ **البلدة الکبیرة بمنزلة المصر و اما الصغیرة فالجمعة فیها بدعة حسنة.**

دوسری بات یہ ہے کہ میری بستی (جس میں مصر کی یہ تعریف صادق آتی ہے) سے قریب ہی ایک جگہ ہے جہاں بازار ہے، دکانیں ہیں، ہوٹل ہیں، ایک دینی ممتاز مدرسہ ہے جہاں ہمیشہ علماء رہتے ہیں، ریلوے اسٹیشن، بس اڈہ اور ایک سے ہائی کلاس تک اسکول بھی

ہیں، مویشی اور غیر مویشی ڈاکٹر اور نرسیں بھی رہتی ہیں، عام ضروریات کی ساری چیزیں ملتی ہیں۔ اور بازار ہی سے بالکل متصل پچھم کی طرف ایک بستی ہے اور دکھن کی طرف ایک سوا فرلانگ پر ایک دوسری بستی بھی ہے۔ نیز میری بستی میں چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ لوریا ہے جہاں تھانہ ہے، سرکاری بلاک ہے، چینی کی فیکٹری اور اچھی خاصی آبادی بھی ہے وہاں بازار ہے، ضروریاتِ زندگی کی ہر سہولت حاصل ہے۔ چار ہی میل کے فاصلہ پر ایک دوسرا بازار چنپٹیا ہے، جہاں ضروریاتِ زندگی کی ساری ہی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن چینی فیکٹری، سرکاری بلاک، ہسپتال اور کافی آمدنی ہونے کے ساتھ شمالی بہار میں غلہ کا سب سے بڑا بازار بھی ہے۔ یہاں بھی مصر کی دوسری تعریفیں صادق آتی ہیں۔

امام بن ہمامؒ نے توابع مصر کی تعریف میں جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں ایک امام ابو یوسفؒ سے ایک قول تین فرسخ کا ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات سے ایک میل اور بعض سے دو میل اور بعض سے چھ میل ہے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں وقیل إن امكنه ان يحضر الجمعة ويبيت باهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة والا فلا قال فى البدائع وهذا حسن مولانا ادریس صاحبؒ کاندھلوی نے بھی التعلیق الصبیح میں امام ابن ہمامؒ کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے (کذا فی المرقات) کہا ہے۔ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے قولہٗ الجمعة علىٰ من اٰواه الليل الىٰ اهلٍ کی پوری تشریح فرمائی ہے۔ قال المظهرى اى الجمعة واجبة علىٰ من كان بين وطنهٖ وبين الموضع الذى يصلى فيه الجمعة مسافة ممكنة الرجوع بعد اداءِ الجمعة الىٰ وطنه قبل الليل وبهٰذا قال الامام ابو حنيفةؒ وشرط عنده ان يكون خراج وطنهٖ ينقل الٰى ديوان المصر الذى ياتيه للجمعة فان كان لوطنهٖ ديوانٌ غير ديوان المصر لم يجب عليه الاتيان ذكره الطيبى. اس تشریح کے اعتبار سے میری بستی میں جمعہ کی نماز واجب ہوگی۔ تو پھر اگر واجب سمجھ کر ادا کی جائے تو کیا حرج ہے جبکہ آج کل خراج یعنی مالگذاری وغیرہ بلاک ہی اپنے

ملازم سے وصول کراتا ہے۔اور ہمارا بلاک لوریا میں ہے۔اور بعض قریب کی بستیوں کا بلاک چنپٹیا میں ہے۔مولانا عبدالشکورؒ نے بھی علم الفقہ دوم ص ۱۴۵ار میں لکھا ہے۔ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے اگر کوئی شخص آئے تو دن ہی دن میں اپنے گھر واپس جا سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے (شرح سفر السعادۃ)۔امام ابن ہمامؒ نے امام ابو یوسفؒ سے تین فرسخ کا قول تو نقل کیا ہے ہی، نیز قدوری میں مطبع قیومی کانپور ص ۷۰، ۱۳۱۰ھ) میں باب صلوٰۃ الجمعۃ کے اندر او **وفی مصلی المصر** پر حاشیہ یہ تحریر ہے ''**وفی تقدیر الافنیة اقوالٌ قدرها بعضهم بميلين وبعضهم بفرسخين وَ بعضهم بغيره وبعضهم بمنتهى حد الصوت اذاصاح او اذن المؤذن والمختار للفتویٰ قول محمد انهٗ يحد بفرسخ**''. اور فرسخ کا ترجمہ تین میل ہاشمی، اور بقول بعض بارہ ہزار گز ہے جو تقریباً آٹھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات، المنجد)

ان تفصیلات کے بعد قدوری کے حاشیہ کے مطابق کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ کی نماز بدعت حسنہ ہے۔اگر علماء سے بدظنی اور اختلاف سے بچنے کے لئے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اور اگر اس قول پر فتویٰ نہ دیا جائے تو بھی میری بستی جیسی اور دوسری بستیاں توابعِ مصر میں ہیں اور ان میں جمعہ واجب ہے۔امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق کہ توابعِ مصر تین فرسخ ہے۔گویا نو میل ہاشمی تک توابع مصر ہے جبکہ چار چار انگریزی میل ہی پر لوریا اور چنپٹیا دونوں مصر ہیں۔اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق جسے قدوری کے حاشیہ پر فتویٰ دینے کے لئے مختار کہا گیا ہے کہ توابع مصر ایک فرسخ تک ہے یعنی تین میل ہاشمی جبکہ ساٹھی جو مصر ہے میری بستی سے کل دو میل انگریزی پر ہے اور لوریا اور چنپٹیا بھی ہاشمی تین میل سے زیادہ نہیں ہوں گے۔نیز حدیث **الجمعة علیٰ من اواه الليل اِلى اهلهٖ** کی تشریح میں مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے قال المظہری الخ سے تشریح کرتے ہوئے جو بھذا **قال الامام**

ابــو حــنیـفة الخ کہا ہے۔امام ابوحنیفہؒ کےقول کے مطابق بھی میری بستی توابع مصر سے ہے کیونکہ ایک آدمی چنپٹیا اورلوریا دونوں ہی مصر سے بآسانی جمعہ کی نماز پڑھ کر دن ہی دن میں لوٹ سکتا ہے۔اور میری بستی کا خراج بھی لوریا ہی میں جمع ہوتا ہےتواس طرح میری بستی میں جمعہ کوواجب قرار دینا ہمارے تینوں ائمہ حضرات کےقول پرعمل کرنا ہے۔اس کے باوجوداگر میری بستی میں جمعہ کےعدم وجوب یاجمعہ کےوجوب اورادائیگی کی عدمِ صحت کافتویٰ دیا جائے تو کچھ لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں گے کیونکہ اکابرین کاعمل اوران سےعقیدت اس پرمجبور کرے گی اور کچھ لوگ ظہر کی نماز اور دونوں جماعتیں تارک فرض قرار پائیں گی اور دونوں ہی جماعتیں ایک دوسرے کوتارکِ فرض اور فاسق تصور کریں گی تو کیااس عظیم فتنہ سے بچنے کے لئے اورحتی الامکان لوگوں کومعصیت سے بچانے کے لئے اورتینوں ائمہ کرام کےقول پرعمل پیراہونے کے لئے میری بستی میں وجوب جمعہ اورصحت ادا کافتویٰ نہیں دیا جاسکتا؟ جبکہ تمام متأخرین کامفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے اور پھر یہ کہ ہمارے یہاں دوبستیوں کے درمیان عموماً ایک کلومیٹر سے کم ہی فاصلہ ہے اورتقریباً عام بستیوں میں عام ضروریات زندگی کے سامان بھی فراہم ہوتے ہیں۔ دیوبند کے اطراف و جوانب کی بستیوں کی طرح یہاں بستیاں نہیں رہیں۔

(۲)اداء جمعہ کی صحت کے لئے فقہاء نے جوشرائط لگائی ہیں وہ تمام شرائط ہندوستان کے کسی شہر میں نہیں پائی جاتی ہیں۔حتی کہ وہ شرائط دیوبند میں بھی نہیں پائی جاتی ہیں۔ صاحب وقایہ نےالسـلطان او نائبه کی شرط لگائی ہے۔قدوری بھی رقم طراز ہیں ولا تجوز اقامتها الاللسلطان اولمن امره السلطان"۔صاحب شرح وقایہ بھی یوں تحریرفرماتے ہیں فعنـد البعض هو موضع لهٗ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود اورظاہر بات ہے کہ سلطان یاایسا امیر اورقاضی جواحکام شرعیہ کونافذ کرےاورحدودکوقائم کرے ہندوستان میں کہیں نہیں ہے۔لہٰذا کسی شہر میں سلطان کا نائب بھی نہیں ہوگا تو پھر دیوبند یاہندوستان کے

کسی دوسرے شہر میں جمعہ کی نماز کیسے صحیح ہوگی اور اگر سلطان یا نائب سلطان اور امیر و قاضی کی تاویل ایسے شخص سے کی جائے جس پر سب لوگ متفق ہوں جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے، تو پھر مصر کی تعریف میں تاویل کرکے گاؤں اور بستیوں میں رہنے والوں کے شہروں سے تعلقات آمد و رفت کی کثرت کاروباری سلسلہ میں لین دین، رہن سہن گفتگو کھانا پینا تعلیم و شناخت و کلچر میں یکسانیت کے سبب ان تمام بستیوں کو مصر میں شمار کرلینے میں کیا حرج ہے؟ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے جبکہ اس میں ایک مصلحت یعنی عظیم فتنہ سے بچاؤ ہے جس کی طرف ماقبل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۳) اکابرین حضرات کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ادائے جمعہ کی صحت کی بعض شرائط کو بالکل ہی نظر انداز کردیا ہے مثلاً صحت ادا کے لئے سلطان یا نائب سلطان یا احکام شرعیہ کو نافذ کرنے والے اور حدود قائم کرنے والے امیر یا قاضی کی شرط لگائی ہے مگر اکابرین کے فتاویٰ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم ص۴۳ر ج ۵ر سوال:۲۳۴۲ر الجواب: دیہات دو قسم کے ہیں قریۂ کبیرہ اور قریۂ صغیرہ، قریۂ کبیرہ بحکم قصبہ و شہر قرار دے کر فقہاء نے اس میں وجوب جمعہ کا فتویٰ دیا ہے کما فی الشامی الخ نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۵۶ر ج ۵ر سوال:۲۳۵۷ر الجواب: اگر وہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو جمعہ وہاں صحیح ہے۔ کما فی الشامی الخ ان فتاویٰ میں سلطان نائب سلطان امیر قاضی کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ہے، شرط صرف آبادی کی مقدار ہے تو اگر ماقبل میں اشارہ کردہ فتنۂ عظیم سے بچنے کے لئے مصر ہونے کی شرط بھی ہٹا کر بستیوں میں وجوب جمعہ اور صحتِ ادا کا فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ جبکہ بہت سی بستیوں میں ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ حضرت مولانا ریاض احمد صاحب سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند اور دوسرے اکابرین نے بھی جمعہ کی بھی نماز پڑھی ہے، جواز کا فتویٰ دینے سے ان حضرات سے بدظنی بھی نہیں

ہوگی۔علماء کا وقار اور شریعت کی اہمیت بھی مسلمانوں کے دلوں میں باقی رہ جائے گی۔

(۴) مسائل کے سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا قول آپ کے یہاں معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہیں ہے تو مطلع فرمایا جائے۔اور اگر معتبر ہے تو فتنہ سے بچنے کے لئے عذر کی وجہ سے دیہات کی بستیوں میں وجوب جمعہ اور صحت ادا کے لئے امام شافعیؒ کے مسلک پر فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ ص۸۳/ج۳/مطبوعہ جید برقی پریس بلیماران دہلی ۱۳۴۸ھ مسئلہ: مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعیؒ پر عند الضرورۃ عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذتِ نفسانی سے نہ ہو، عذر یا حجتِ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اتنی بات تو متفقہ طور پر مسلم ہے کہ جمعہ صلوات خمسہ کی طرح نہیں۔کہ آبادی میں جنگل میں، زمین پر، ریل میں، کشتی میں، تنہا، جماعت کے ساتھ ادا قضا ہر طرح درست ہوسکے بلکہ اس کے لئے کچھ خصوصی شرائط ہیں۔جگہ بھی اس کے لئے ایسی ہوگی جس میں کچھ خصوصیات ہوں گی۔**واتفق فقهاء الامصار علیٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لا يجوز فعلها فی غیرہٖ لانهم مجمعون علیٰ ان الجمعة لا تجوز فی البوادی ومناهل الاعراب** اھ احکام القرآن[1] ص۴۴۵/ج۳/اس کے لئے تمدن کو سب ہی حضرات نے شرط قرار دیا ہے **وقد تلقت الامة تلقیا معنویا من غير تلقی لفظ انه يشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبیؐ وخلفاء ہ رضی اللّٰه عنهم والائمة المجتهدون رحمهم اللّٰه تعالیٰ يجمعون فی البلدان ولايواخذون اهل البد ولا يقام فی عهدهم فی البد ففهموا من ذٰلک قرنا بعدقرن وعصرا بعد عصر انهٗ يشترط لها الجماعة والتمدن** اھ (حجۃاللّٰه البالغۃ[2] ص۲۸/ج۲/) اس نوع من التمدن کے تعیین

[1] احکام القرآن للجصاص ص۴۴۵/ج۳/ سورۂ جمعہ آیت ۹/ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.
[2] حجة الله البالغه ص۲۸/ ج۲/ باب الجمعة، طبع بولاق بمصر.

میں مختلف اقوال ہیں ۔مصر یا قریہ کبیرہ یا قصبہ کوفقہاء نے جواز جمعہ کے لئے شرط قرار دیا ہے، وہ درحقیقت اس نوع من التمدن کی تحقیق کے لئے ہے[1] مصر کی تعریفات بہت مختلف ملتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تعریفات بالکل نہیں کہ ذاتیات وجنس وفصل کے ذریعہ ان کوحد تام قرار دیا جائے بلکہ درحقیقت علامات کے ذریعہ تقریب الی الفہم مقصود ہے۔عرف کے تغیر سے بھی علامات متغیر رہتی ہیں اور جغرافیائی حیثیت سے بھی تغیر ہوتا ہے پس زمان ومکان دونوں ہی مؤثر ہیں۔ ایک علاقہ میں جو علامات مصر ہیں ضروری نہیں کہ دوسرے علاقہ میں بھی وہی علامات ہوں۔آج کل ہمارے اطراف میں عمومی علامات یہ ہیں پختہ مکانات کافی تعداد میں ہوں، پختہ سڑکیں ہوں، محلے ہوں، ڈاکخانہ ہو، شفاخانہ یا حکیم ہو، مدرسہ یا اسکول، مستقل دکانیں ہوں، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں،ضروری پیشہ ور ہوں، کچہری یا نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے پنچائتی نظام ہو،آس پاس کے دیہات اپنی ضروریات وہاں سے پوری کرتے ہوں اوراس مقام کوقصبہ یا بڑا گاؤں کہا جاتا ہو۔مردم شماری کے لحاظ سے کوئی خاص عدد لازم نہیں۔ یہ علامات کچھ مدت پہلے تین چار ہزار کی آبادی میں ہوتی تھیں۔اب تمدن تیزی سے ترقی کررہا ہے، اب اس سے کم آبادی میں بھی یہ علامات جمع ہوجاتی ہیں بعض بستیوں کی آبادی دو ہزار ہے اس میں بھی یہ علامات موجود ہیں، بعض میں نہیں۔آپ نے جو تعریف نقل کی ہے ''مالایسع اکبر مساجده اهله ''اس پر طحطاوی سے علامہ شامیؒ[2] نے نقل کیا ہے ص۵۲۶/ج۱/ھٰذا یصدق علیٰ کثیر من القریٰ ''۔نیز ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے وفیه اشکالٌ حیث لم یصدق علیٰ المساجد الثلاثة اه. شرح النقایہ[3] ص۱۲۳/ج۱/غرر الاحکام[4]

---

[1] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التى لاتكاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترك الفقهاء تعريف المصر على العرف (فيض البارى ص ۳۲۹/ج۲/ باب الجمعة فى القرى، طبع خضرراه بكڈپو ديوبند، الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مطبوعه مكتبه يحيويه سهانپور.

[2] شامى زكريا ص۵/ ج۳/ اول باب الجمعة.

[3] نقايه شرح وقايه ص۲۲۷/ج ۱/ باب الجمعه، مطبوعه دهلى.

[4] درر الحكام شرح غرر الأحكام ص ۱۰/ج ۱/ مصرى، باب الجمعة.

اور درالحکام ص۱۳۶/ج ا/میں ہے وھو مالا یسع اکبر مساجدہٖ اھلهٗ یعنی من یجب علیه الجمعة لامکانه مطلقاً او مالهٗ مفت ذکرهٗ قاضی خان وامیروقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وکلا المعنیین منقولٌ عن ابی یوسف والاول اختار الکرخیؒ والثانی اختار الثلجی اھ. اس پر محشی شرنبلالی نے غنیۃ[1] ذوی الاحکام میں لکھا ہے اقول وعنه روایة ثالثة ھو کل موضع یسکن فیه عشرة اٰلاف نفر کما فی العنایة وقیل یوجدفیه عشرة اٰلاف مقاتل وفی المصر اقوال غیر ھذه اھ تبیین الحقائق[2] شرح کنز الدقائق ص۲۱۷/ج ا/میں ہے وھو کل موضع لهٗ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھٰذا روایة عن ابی یوسف وھو اختیار البلخی وعنه وھو کل موضع یکون فیه کل محترف ویوجد فیه جمیع ما یحتاج الناس الیه فی معایشھم وفیه فقیه مفت وقاض یقیم الحدود وعنه انه یبلغ سکانهٗ عشرة اٰلاف مقاتل وقیل ان یکون اھلهٗ بحال لوقصدھم عدویمکنھم دفعهٗ وقیل ان یکون بحال یعیش فیه کل محترف بحرفته من سنة الی سنة من غیر ان یشتغل بحرفة اخریٰ اھ وعن محمد کل موضع مصّره الامام فھو مصر حتیٰ لو بعث الیٰ قریتهٖ نائبا لا قامة الحدود والقصاص یصیر مصرا فاذا عزله یلتحق بالقریٰ اھ.

اتنی مختلف تعریفات اس وجہ سے ہیں کہ یہ علامات وعوارض ذاتیات ہیں۔امام اعظم ابوحنیفہؒ سے جوتعریف منقول ہے وہ یہ ہے وروی عن ابی حنیفةؒ انهٗ بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھارساتیق وفیھا والٍ یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمتهٖ وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وھو الاصح اھ بدائع[3] ص۲۶۲/ج۲/ زیلعی[4] ص۲۱۷/ج ا/ ردالمحتار[5] ص۵۳۶/ج ا/

---

[1] غنیة ذوی الاحکام ص۱۷۰/ج ا/ باب الجمعة، طبع مصر.

[2] تبیین الحقائق ص۲۱۷/ج ا/ اول باب الحمعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] بدائع الصنائع کراچی ص۲۶۰/ج ا/ فصل فی بیان صلوة الجمعة.

[4] زیلعی ص۲۱۷/ج ا/ باب صلاة المجعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[5] شامی زکریا ص۵/ج۳/ باب الجمعة.

شرح نقایہ[1] ص ۱۲۳/ ج ۱/ غنیة المستملی[2] ص ۵۱۱/ غنیة[3] ذوی الاحکام ص ۱۲۶/ فتح القدیر[4] ص ۱۰۴/ ج ۱/. علامہ حلبی[5] نے مختلف تعریفات نقل کر کے بطور فیصلہ لکھا ہے فالحاصل ان اصح الحدود ماذکرہ فی التحفة اھ یعنی بدائع کی نقل کردہ تعریف اصح ہے، توابع مصر کے متعلق امام ابن ہمامؒ وغیرہ سے نقل کر کے آپ نے جو نتیجہ نکالا ہے کہ (آپ کی بستی میں جمعہ درست ہو) وہ خود ان کی تصریحات کے خلاف ہے وہ تو یہ کہتے ہیں ”ان امکنه ان یحضر الجمعة ویبیت باهله من غیر تکلف تجب علیه الجمعة والافلا وهذا احسن اھ بدائع[6] ص ۲۶۳/ ج ۲/ یعنی مصر کا رہنے والا اگر جمعہ کے لئے حاضر ہو کر جمعہ ادا کر کے بلا تکلف اپنے مکان واپس جا سکتا ہو تو مصر میں حاضر ہو کر اس پر جمعہ ادا کرنا واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ مصر سے ایک میل دو میل تین میل چھ میل تین فرسخ پر رہتا ہو تو وہیں جمعہ ادا کرے بلکہ ان سب اقوال میں سے کسی کے قول کی بناء پر اپنے ذمہ جمعہ ادا کرے بلکہ ان سب اقوال میں سے کسی کے قول کی بناء پر اپنے ذمہ جمعہ کو واجب سمجھتا ہو تو وہ مصر میں جا کر جمعہ ادا کر لیا کرے۔

غنیة شرح منیہ[7] ص ۵۱۳/ میں ہے ومن کان مقیماً فی اطراف المصر لیس بینه وبین المصر فرجة بل الابنیة متصله الیه فعلیها الجمعة وان کا بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعیٰ فلا جمعة علیه وان کان یسمع النداء والغلوة والمیل

---

۱ شرح نقایه ص ۱۲۳/ ج ۱/ باب صلاة الجمعة.

۲ غنیة المستلمی ص ۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، لاهور.

۳ غنیة ذوی الاحکام ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب الجمعة.

۴ فتح القدیر ص ۵۲/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۵ حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلوة الجمعة، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

۶ بدائع الصنائع کراچی ص ۲۶۰/ فصل بیان شرائط الجمعة.

۷ حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلوة الجمعة، طبع لاهور.

والمیال لیس بشئ کذاروی الفقیه عن ابی حنیفة وابی یوسف وهو اختیار شمس الائمة الحلوانی کذافی فتاویٰ قاضی خان اھ.

جس جگہ شرائط جمعہ موجود نہ ہوں اور وہاں جمعہ ہو رہا ہو تو نہایت دلسوزی ہمدری نرمی سے لوگوں کو مسئلہ بتایا جائے کہ آپ حکم خداوندی سمجھ کر خدائے پاک کو راضی کرنے کے لئے اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے جمعہ پڑھتے ہیں لہٰذا حکم شرعی کے تحت تحقیق کی ضرورت ہے جیسے کہ جمعرات کو جمعہ نہیں پڑھا جاسکتا ریل میں جہاز میں نہیں پڑھا جاسکتا، بلا خطبہ وبلا جماعت نہیں پڑھا جاسکتا اسی طرح چھوٹے گاؤں میں بھی نہیں پڑھا جاسکتا۔ نہ حضور ﷺ نے پڑھا نہ صحابۂ کرام علیہم رضوان نے پڑھا، نہ امام اعظمؒ نے پڑھا وغیرہ وغیرہ[1] پھر جو لوگ نہ مانیں ضد کریں ان کے درپے ہونے اور ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) فقہاء نے خود اس کے متعلق صراحت فرمادی ہے ”**وفی مفتاح السعادة عن مجمع الفتاویٰ غلب علی المسلمین ولاة الکفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسو والیاً مسلماً.** (طحطاوی علی مراقی الفلاح[2] ص ۳۰۵/) اگر کہیں دارالاسلام میں بھی ایسی صورت پیش آجائے کہ استیذان سلطان نہ ہوسکے تو اس کے متعلق بھی جزئیہ موجود ہے **فاما اذا لم یکن اماماً بسبب الفتنة او بسبب الموت ولم یحضر وال اٰخر بعد حتی حضرت الجمعة ذکر الکرخی انه لابأس بان یجمع الناس علیٰ رجل حتی یصلی بهم الجمعة وهکذا روی عن محمد ذکرهٗ فی العیون لماروی عن عثمان رضی**

---

[1] یشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وکان النبی ﷺ وخلفائهؓ والائمة المجتهدونؒ یجمعون فی البلد ان ولایواخذون اهل البدو بل ولایقام فی عهدهم فی البدو الخ (حجة الله البالغه ص۲۸/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصر) بذل ص ۱۴۹/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[2] طحطاوی ص ۴۱۴/ باب الجمعة، طبع مصر.

اللّٰہ عنہ انہٗ لما حوصر قدم الناس علیاً رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فصلّٰی بھم الجمعۃ کذافی بدائع الصنائع[1] ص ۲۶۵ / ج ۲ /) لہٰذا سلطان یا نائب سلطان کے موجود نہ ہونے سے جمعہ میں شبہ نہ کریں۔

(۳) اس کا جواب (۲) سے واضح ہے۔ اگر فقہاء نے قریۂ صغیرہ وکبیرہ میں ہر جگہ اجازت دی ہوتو کسی کو روکنے کا حق نہیں۔ قریۂ کبیرہ کو تو بحکم شہر وقصبہ قرار دیدیا ہے۔ اگر اس کی کہیں صراحت ہوتو تحریر فرمائیں۔ اس سے بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

یہ صحیح ہے کہ ابتداء دو بستیاں جداگانہ ہوں پھر آبادی بڑھتے بڑھتے دونوں آپس میں اس طرح متصل ہو جائیں کہ ان میں فرق نہ رہے ایک ہی معلوم ہوں تو ان کو ایک کہنا درست ہوگا[2] اگر مصر اور حکم مصر کی شرط ہٹا کر ہر بستی میں جمعہ کے وجوب کا حکم لگایا جائے تو یہ مستقل شریعت ہوگی اور حکم لگانے والا شارع ہونے کا مدعی ہوگا۔ اور یہ حکم ایسا ہوگا کہ تمام امت کے خلاف ہوگا۔ خود حدیث پاک کے بھی خلاف ہوگا جس کو وحی غیر متلو کی حیثیت حاصل ہے۔ کیا حضرت مولانا محمد سجاد صاحب اور حضرت مولانا ریاض احمد صاحب نے ہر چھوٹی بڑی بستی میں جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے؟ جس بستی میں انہوں نے جمعہ پڑھا ہے اس کا حال معلوم نہیں۔ لہٰذا میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۴) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، ان کے فتاویٰ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ صحیح ومعتبر ہے۔ چنانچہ زوجہ مفقود کے متعلق دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ دیا جاتا ہے، کیونکہ وہاں ضرورت متحقق ہے۔ مسئلہ زیر بحث میں اول تو ضرورت کیا ہے کہ کسی دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کیا جائے۔ دوسرے وہ کون سے امام ہیں جن

---

[1] بدائع کراچی ص ۲۶۱ / ج ۱ / فصل وامابیان شرائط الجمعۃ، حلبی کبیری ص ۵۵۳ / فصل فی صلاۃ الجمعۃ، سھیل اکیڈمی لاھور.

[2] لوکان الموضعان من مصر واحد أو قریۃ واحدۃ فانھا صحیحۃ لانھما متحدان حکماً (شامی زکریا ص ۶۰۷ / ج ۲ / باب صلاۃ المسافر، طبع ایچ .ایم کراچی)

کے نزدیک ہر چھوٹی بڑی بستی میں جمعہ کا وجوب ہے۔ جس غلط علم یا عمل میں لوگ مبتلا ہیں اس کی اصلاح کی جائے یہ ہے اصلی علاج، نہ کہ ان کی خاطر غلط فتویٰ دیکر ان کی غلطی کو مستحکم کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قریہ میں جمعہ اور قریہ کی تعریف

سوال:- جمعہ فی القریٰ جائز ہے یا نہیں۔ قریہ اور شہر کی تعریف مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) ایک قریہ جس کی آبادی تقریباً پندرہ سو ہے۔ وہ قریہ ہے یا شہر؟ زید اور عمر اس بارے میں مختلف ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ ہم اس میں تقریباً سو سال سے جمعہ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ نیز استدلال میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی جانب جواز کو منسوب کرتا ہے۔ عمر کا کہنا ہے کہ اس میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کون حق پر ہے؟

(۳) اگر جمعہ کو روکا گیا تو سخت فتنہ کا اندیشہ ہے کہ لوگ نماز پنجگانہ ہی چھوڑ دیں گے اور ارتداد اختیار کرلیں گے۔ ایسے حالات میں ایک محتاط آدمی کو کیا کرنا چاہئے نیز قریہ والوں کو اس فعل سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قریۂ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں، قریہ کبیرہ میں جائز ہے[1] قریہ اور شہر کی تعریف میں عرف کے اعتبار سے تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ ماہیت کی تعریف تو مقصود نہیں ہے۔ آثار و علامات کے اعتبار سے تعریف کی جاتی ہے جس سے دونوں میں فی الجملہ امتیاز قائم ہو جائے۔ آثار و علامات کا تغیر بدیہی ہے۔ مثلاً جس جگہ جمعہ کی اجازت ہو، اس کے متعلق اس طرح

---

[1] تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاضی ومنبر و خطیب الخ الشامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعۃ.

علامات بتائی جائیں کہ وہاں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، ضروری پیشہ ور رہتے ہوں، ڈاکخانہ ہو، شفاخانہ ہو یا حکیم ڈاکٹر ہو، نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے سرکاری حاکم یا پنچایت ہو، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں[1] ایسا نہ ہو کہ ہفتہ میں ایک دن بازار لگا، باہر سے دوکاندار سامان لائے۔ ان سے ضروریات خرید لی گئیں وہ چلے گئے، بازار ختم ہوگیا، پھر ضروریات خریدنے کے لئے دوسرے بازار کا انتظار کرنا پڑے، کم وبیش ڈھائی ہزار کی آبادی ہو۔ یہ تعریف حقیقی نہیں، جس سے ادراک بالکنہ حاصل ہو۔

(۲) اس کا جواب ایک نمبر سے مستنبط ہوسکتا ہے۔

(۳) جہاں جمعہ جائز نہیں، جمعہ پڑھنے سے فریضۂ ظہر ادا نہیں ہوگا اور جمعہ کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا[2] باایں ہمہ اگر جمعہ سابق سے چلا آتا ہے اوراس کے روکنے سے فتنہ کا مظنہ ہے۔ لوگ غلبۂ جہالت کی وجہ سے پنجگانہ نماز بھی چھوڑ دیں گے اور دین سے بیزار ہوجائیں گے، ارتداد پر آمادہ ہوجائیں گے، مسجد کو ویران کردیں گے (معاذ اللہ) تو ایسے فتنوں سے بچنا لازم ہے۔ نہایت تدبیر کے ساتھ کام کیا جائے۔ بعض جگہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱/۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء: الاول المصر مالا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء (وفى الشامية) عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح. (درمختار مع الشامى زكريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة، عينى شرح هدايه ص۵۳/ ج۳/ باب صلوة الجمعة، تعريف المصر الجامع، طبع بيروت، حلبى ص ۵۵۰/ فصل فى صلوة الجمعة، طبع سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، والظاهر انه اريد به الكراهة (شامى زكريا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، بحر ص ۱۴۰/ ج۲/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قریۂ صغیرہ وکبیرہ

سوال:- میں تین سال پہلے دار العلوم ہی کا ایک طالب علم تھا درس بخاری شریف کی خدمت کے سلسلے میں تین سال سے یہاں مقیم ہوں، یہاں کے مقامات میں سے جو با قاعدہ شہر یا قصبہ ہیں وہ تو الگ ہیں باقی گاؤں ہیں ان گاؤں میں لوگوں نے (پنجگانہ کی حیثیت سے کہئے یا جامع مسجد کی حیثیت سے) ایک دو مسجد بنا رکھی ہے ان میں جمعہ کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، مسلمان آبادی مین عام طور پر حنفی مذہب کے ہیں، گاؤں بھی ایسا نہیں کہ ضروریات کے تمام سامان یہاں مل جائے کیونکہ نسبتاً کچھ لوگ بڑے کاموں کے لئے ٹاؤن چلے جاتے ہیں اور روزمرہ کی ضروریات کے لئے یہ سسٹم ہے کہ دو چار چھ میل کی دوری پر بازار کا انتظام ہے، ہفتہ میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میں بازار لگتے ہیں، بازار کے چھوٹے بڑے ہونے کے فرق سے ایک ایک بازار کا مربع علاقہ بیس، تیس، چالیس، پچاس، گاؤں تک ہوتا ہے، ان گاؤں کے باشندوں کی زندگی ان بازاروں کی طرف سے اس درجہ محتاج ہے کہ اگر یہ بازار سسٹم بند ہو جائیں تو ان کے زندگی کے اکثر امور بند ہو جائیں، گاؤں کے اندر کہیں کہیں ایک دو دکانیں بنی ہوئی ہیں، لیکن ان میں ملنے والے سامان اتنے محدود ہیں کہ زندگی کے نصف، ثلث، ربع، بلکہ عشر بھی پورا نہیں ہوسکتا، ان بازاروں میں اکثر بازار ایسے ہیں کہ صرف ہفتہ کے متعین دن کو لگتے ہیں، ان دنوں کے علاوہ باقی دنوں میں وہ بازار بھی ضروریات زندگی کے لئے کافی نہیں،

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) باب صلوة الجمعة، طبع ماجدیه کوئٹه.

۳؎ مستفاد:- سئل شمس الائمة الحلوانی عن قوم کسالیٰ عادتهم الصلوة وقت طلوع الشمس ایمنعون عن ذالک قال لا لانهم لو منعوا لا یصلون بعد ذالک (تاتارخانیه ص۴۰۸/ ج ۱/ کتاب الصلوة، طبع کراچی، فی بیان الاوقات التی یکره فیها الصلوة، شامی زکریا ص ۵۲/ ج۳/ باب العیدین، قبیل مطلب تجب طاعة الامام الخ، کفایت المفتی ص ۱۹۴/ ج۳/ شرائط جمعه، مطبوعه دهلی.

بازار کے پاس کے باشندوں میں جن کو ضرورت ہوتی ہے ان کو کئی میل کی دوری پر اس دن کو لگنے والے کسی دوسرے بازار میں جانا پڑتا ہے البتہ دو ایک بازار ایسے ہیں کہ ہفتہ کے متعین دن کے علاوہ بھی اس میں اکثر ضروریات ملتی ہیں۔

مخصوص مقام جو کہ ٹاؤن یا شہر ہیں اور روزانہ کے ضروری سامان ملنے والے جو بازار ہیں ان موضع میں تو جمعہ کی نماز ادا ہونے کے بارے میں کوئی بات نہیں، ایسے مواضع میں تو جمعہ ہم بھی پڑھتے ہیں، لیکن ان کے علاوہ جو گاؤں ہیں ان میں جمعہ کی نماز حنفی مذہب والوں کے لئے کیسے درست ہوسکتی ہے، یہاں کے مقامی علماء اس مسئلہ میں کئی حصہ میں بٹ گئے ہیں، اکثر کی تعداد ایسی ہے کہ سماج اور عوامی دھارے میں بہہ گئے ہیں، جمعہ کے دن مسجد میں جاتے ہیں جمعہ کی امامت کرتے ہیں یا مقتدی بن کر نماز پڑھ آتے ہیں، لیکن کبھی بھی تفکر وتدبر سے کام نہیں لیتے اس بارے میں دریافت کرنے سے بھی وہ ادھر ادھر کی ہانکتے ہیں عوام سے مرعوب ہو کر اس گاؤں میں جمعہ جائز ہونے کا وہم کر بیٹھتے ہیں، دلیل کے میدان میں وہ کبھی جمعہ فی القریٰ کے جواز پر اجماع ہونے کے دعویدار بنتے ہیں اور کبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جن گاؤں میں عدم جواز کا حکم ہے وہ عرب یا یوپی وغیرہ ملکوں کے دیہات ہیں، آسام بنگلہ کے دیہات نہیں، یہاں بلاشبہ جمعہ جائز ہے کبھی یہاں کے گاؤں کو مصر کہنے کی جرأت کرتے ہیں، وغیرہا۔

بعض علماء ایسے ہیں کہ خود تو عدم جواز کے قائل ہیں اور اپنے حلقہ معتقدین میں اس کا کم وبیش چرچا بھی کرتے ہیں لیکن بعض مصالح کی عذر سے وہ عام سطح پر اس کا اعلان کر کے عوام کی مخالفت مول لینا پسند نہیں کرتے بہت کم تعداد میں علماء ایسے ہیں کہ ہمت کر کے بولتے ہیں اور عوام تک بات پہونچاتے ہیں، اسی بناء پر مجھ سے علما کا فتویٰ طلب کیا جارہا ہے، یہاں کے علماء کے حالات سے مجھے جہاں تک خیال ہے کبھی بھی اس مسئلہ میں وہ متفق نہیں ہو سکتے، بلا سوچے سمجھے کچھ علماء حنفی کے لئے بھی چھوٹے گاؤں میں جائز بلکہ فرض کہتے رہیں گے، لہٰذا استفتاء دارالعلوم دیوبند روانہ کیا جارہا ہے تاکہ جواب سب کے نزدیک مسلم رہے، سرکاری

امور کی سہولت کے لئے سرکار سے ایک ایک گاؤں ایک ایک نام سے موسوم ہے، عام طور پر ایک گاؤں میں دو دو تین تین بستیاں ہیں، ایک بستی سے دوسری بستی قدرے انفصال کی وجہ سے الگ الگ شمار کی جاتی ہے، ایک ایک بستی میں چھوٹے بڑے مرد وعورت ملا کر کل آدمی دو، چار، پانچ، چھ سو ہوتی ہے، ذرا قدرے بڑے گاؤں میں سب بستیاں مل کر ایک ڈیڑھ ہزار تک ہوسکتی ہے لیکن سامان ضروریات وہ سب کے سب بازار یا شہر کے محتاج ہیں جو کسی اور موضع میں ہے اب یہاں آس پاس کے دو چار بستی کو موضع واحد شمار کر کے اس میں بڑا گاؤں ہونے کا اعتبار کر سکتے ہیں اور جمعہ درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ سامان ضروریات ملنے نہ ملنے سے قطع نظر ایسے گاؤں پر شرح وقایہ کی تعریف مصر **"لایسع اکبر مساجده اهله"** صادق آسکتی ہے، دراصل علماء قائلین جواز اسی دلیل شرح وقایہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، براہ کرم یہ جواب مرحمت ہو کہ کیا اسی بناء پر ان قریٰ صغار میں جمعہ جائز ہوگا، البتہ یہاں ایک شبہ ہے کہ کتابوں میں کہ اگر کوئی قاضی شرعی کسی گاؤں میں اقامت جمعہ کی رائے دے دے تو با قاعدہ اس کے کہ مجتہد فیہ میں قاضی کی رائے ملنے سے وہ حکم مجتہد فیہ نافذ ہو جاتا ہے، لہذا وہاں جمعہ درست ہوگا، اور یہ بھی مسلم ہے کہ ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل میں جماعت مسلمین کا متفقہ فیصلہ قاضی شرعی کے شرعی فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، یہ بھی بات ظاہر ہے کہ اس ملک میں عوام (بلفظ دیگر) جماعت مسلمین اتخاذ جامع مسجد اور اقامت جمعہ کے بارے میں متفق نظر آ رہے ہیں، بجز ان علماء کے جو جواز جمعہ کے منکر ہیں، تو کیا استثناء ایسے علماء کے دیگر لوگوں کے اتفاق کو اجماع پر جواز جمعہ فی القریٰ الصغیرۃ یا اتصال حکم قاضی بقول جواز جمعہ قرار دیکر جواز جمعہ کی رائے دی جاسکتی ہے، درمختار، شامی، شرح وقایہ، ہدایہ، حضرت تھانوی کا امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ دار العلوم وغیرہا کتب فقہ کے مسائل جمعہ دیکھے گئے ہیں، ماشاء اللہ ہمیں کوئی شبہ نہیں لیکن کچھ لوگ ہیں فتویٰ ہی کے خواہاں ہیں لہذا براہ کرم افہام عوام کی سطح پر ذرا کھول کر قدرے تفصیل کے ساتھ مع حوالہ کتب جواب مرحمت

فرمائیں، شاید یہ جواب ان علماء کے سامنے پیش ہو جو جواز کے قائل ہیں اور عوام کی دلجوئی کے لئے بلا تحقیق دلائل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس بات پر تو سب کا اجماع ہے کہ جمعہ کا حال پنجگانہ نماز کی طرح نہیں، شہر ہو یا گاؤں یا آبادی ہو یا جنگل حضر ہو یا سفر زمین ہو یا سمندر کی سطح انفراد ہو یا جماعت۔ ادا ہو یا قضا ہر طرح پڑھنے کی اجازت ہو جائے، **کما صرح به الامام ابوبکر الجصاص فی احکام القرآن**[1] لامحالہ جمعہ کے لئے کچھ شرئط ہیں ان شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ جمعہ چھوٹی بستی (قریۂ صغیرہ) میں جائز نہیں، بڑی بستی (قریۂ کبیرہ، قصبہ، مصر) میں پڑھنا چاہئے، **وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انه لا تجوز فی الصغیرة الخ.** (شامی[2] ص ۷/ ۵۳۷) قریۂ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف جو کچھ کی جاتی ہے وہ کنہ وحقیقت بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ علامات بتلانے کے لئے ہیں اور علامات کا حال یہ ہے کہ وہ عرف کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں[3]، اس لئے بہت سی علامات ایسی ہیں جو پہلے قابل رعایت نہیں تھیں اب قابل رعایت ہیں، شرح وقایہ میں جو مصر کی تعریف کی گئی ہے اس کی تنقید بھی شامی میں مذکور ہے جس تعریف کو امام اعظم ابوحنیفہ سے نقل

---

[1] واتفق فقهاء الامصاء علی ان الجمعة مخصوصة بموضع لا یجوز فعلها فی غیره لانهم مجمعون علی ان الجعمة لا تجوز فی البوادی ومناهل الاعراب فقال اصحابنا هی مخصوصة بالامصار ولا تصح فی السواد (احکام القرآن ص ۴۴۵/ ج ۳/ سورۂ جمعه، فصل فی ان الجمعة مخصوصة بموضع الخ. دار الکتاب العربی بیروت)

[2] شامی زکریا ص ۶،۷/ ج ۳/ باب الجمعة،

[3] واعلم ان القریة والمصر من الاشیاء العرفیة التی لا تکاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترک الفقها تعریف المصر علی العرف (فیض الباری ص ۳۲۹/ ج ۲/ باب الجعمة فی القریٰ والمدن، مطبوعه خضر راه دیوبند. الکوکب الدری ص ۱۹۹/ ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجعمة من غیر عذر، مطبوعه یحیویه سهارنپور)

کر کے الاصح قرار دیا ہے وہ یہ ہے: عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح الخ (شامی[1] ص ۵۲۶/) لہٰذا شرح وقایہ کی تعریف پر سہارا لینا خود مزیف ہے اس لئے طحطاوی نے لکھا ہے کہ (قوله لا یسع اکبر مساجده اهله) هذا یصدق علی کثیر من القری[2] جمعہ کی شرائط میں سے موجود نہ ہونے پر بھی عوام کی رعایت سے جمعہ پڑھنا یا اس کی اجازت دینا منصب اہل علم کے خلاف ہے، جو اعتقادی و عملی مفاسد پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں، جمعہ فرض نہ ہونے پر اس کے فرض ہونے کا اعتقاد کرنا، ظہر فرض ہونے پر اس کے فرض نہ ہونے کا اعتقاد کرنا، جمعہ کے قصد سے جو نماز پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی، نفل کیلئے خطبہ اذان اقامت جماعت ان کی نفل میں قراءۃ بالجہر نفل پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے فرض ساقط ہو گیا، فرض ظہر مستقلاً ترک کرنا اس کی قضا بھی نہ پڑھنا مقام غور ہے[3]، کہ ان اعتقادی اور عملی غلطیوں میں خود مستقلاً مبتلا ہونا اور عوام کو مبتلا کرنا کیا یہ دینی خدمت ہے، یا دین کے خلاف سمت پر چلنا ہے جو بستی ایسی ہو کہ وہاں گلی کوچے ہوں محلّہ ہوں ڈاکخانہ ہو حکیم یا ڈاکٹر ہو، مقدمات ونزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے عدالت یا پنچایتی نظام ہو، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں (یہ بات نہ ہو کہ ہفتہ میں ایک دن بازار لگا اور ضروریات خرید لیں پھر ضرورت پیش آئی تو انتظار کرنا پڑا، یا دوسری بستی میں جانا پڑا) ضروری پیشہ ور ہوں

---

[1] شامی زکریا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة.

[2] طحطاوی علی الدر ص۳۳۸/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوه دارالمعرفة بیروت. شامی زکریا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة.

[3] لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب، والظاهر انه ارید به الکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، اما نوافل النهار فیخفی فیها حتما (عالمگیر کوئٹه ص۷۲/ ج۱/ الباب الرابع فی صفة الصلاة.

ایسی بستی قریہ کبیرہ ہے ہمارے اطراف میں دو ڈھائی ہزار کی آبادی میں آج کل عموماً یہ سب علامات جمع ہوجاتی ہیں وہاں جمعہ پڑھا جائے، جو بستی ایسی نہ ہو وہاں ظہر پڑھی جائے، لــــو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر الخ (شامی[۱] ص ۷۵۳ ؍)

جو متعدد بستیاں اپنے نام اور آبادی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بستی کے محلّہ نہیں ہیں، تو محض ادائے جمعہ کے لئے ان کو ایک شمار کرنا درست نہیں[۲] خاص کر جب کہ اس مجموعہ میں بھی صرف مردم شماری کا اضافہ ہوجاتا ہے لیکن دیگر شرائط بازار وغیرہ کا تحقق پھر بھی نہیں ہوتا۔

قاضی شرعی کو امام المسلمین کی طرف سے قوت تنفیذ حاصل ہوتی ہے تو اس کا حکم گویا کہ امام المسلمین کا حکم ہوتا ہے، اور امام المسلمین کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے بعض مسائل میں پنچایت کو قاضی کی طرح فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، مگر یہ اختیار اس وقت ہے جب کہ فریقین متخاصمین اپنی طرف سے پنچایت میں مقدمہ پیش کریں اور اس کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کریں جیسے کہ حکم کا حال ہوتا ہے قوت تنفیذ نہ ہونے کی وجہ سے ابتداءً کسی پر حکم کو نافذ کرنے کا حق نہیں بلکہ مرافع کے بعد فیصلہ صادر ہوجانے پر بھی کوئی نہ مانے تو عدول علمی کی سزا دینا قابو میں نہیں پھر یہ پنچایتی معاملہ مجبوراً دوسرے مذہب سے لیا گیا ہے وہ بھی ایسے مسائل میں جن میں مذہب حنفی پر عمل کرنا دشوار ہو جیسے مسئلہ مفقود میں کہ مدت مدید کا انتظار کرنے میں مفاسد شرعیہ وارتکاب معاصی عدم نفقہ وغیرہ) اور جن مسائل میں یہ بات نہ

---

[۱] شامی زکریا ص۷ ؍ ج۳ ؍ باب الجمعة.

[۲] ومن كان مقيماً بموضع بينه بين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة على اهل ذالک الموضع وان كان النداء يبلغهم (عالمگیری ص ۱۴۵ ؍ ج ۱ ؍ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه کراچی ص۵۳ ؍ ج۲ ؍ شرائط الجمعة، شامی کراچی ص ۱۵۳ ؍ ج ۲ ؍ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

ہوا ان میں پنچایت کو قائم مقام کرنا بے محل ہے[۱]، وھٰھُنا کذالک. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دو ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک جگہ ایسی ہے کہ اس میں پانچ چھ مسجد پنجگانہ ہیں اور آبادی تقریباً دو ہزار ہے اور علاوہ مسجد پنجگانہ کے ایک جامع مسجد ہے جس میں جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے اور قریب جامع مسجد کے بازار ہے جو ہر جمعہ کے روز اور پیر کو بازار ہوتا ہے اور ان دونوں کے علاوہ اشیاء ضروریہ بلا تکلف ملتی ہیں چونکہ دوکانیں ہیں اور بازار کے متصل سرکاری راستہ پڑا ہوا ہے کوئی پون میل پر دوسرا بازار واقع ہے اس میں باقاعدہ آفس بھی ہے مگر مکانات اینٹ کے نہیں بلکہ ٹین اور لکڑی کے ہیں چونکہ بارش زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا پختہ اینٹ کے مکانات برقرار نہیں رہ سکتے اور وہاں کے علماء اس کو شہر یا قصبہ کہتے ہوئے جمعہ پڑھتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں کہ علماء ہندوستان سے اگر اس کے بابت فتویٰ طلب کیا جائے تو ہندوستان کے گاؤں پر قیاس کرتے ہوئے گاؤں ہی کا حکم لگائیں گے حالانکہ یہاں کے گاؤں اور ملک ہند کے گاؤں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اگر علماء ہند یہاں کے گاؤں کا مشاہدہ کریں تو ضرور جمعہ کے قائل ہوں گے نیز وہ لوگ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ شرح وقایہ کے حاشیہ وغیرہ میں وارد ہے کہ امام صاحب کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس محلّہ میں جتنے آدمی ہیں خواہ جمعہ پڑھیں یا نہ وہ سب اگر مسجد میں نہ سمائے جائیں تو اس جگہ بھی جمعہ جائز ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا اس تفصیل سابق سے جمعہ جائز ہے یا نہیں ان علماء کی دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ غرض تفصیلاً یہاں کے گاؤں پر قیاس کرتے ہوئے مدلل جواب مع حوالہ کتب عنایت فرمائیں نیز بصورت عدم جواز یہ بھی

---

[۱] الحیلة الناجزة ص ۲۲ / حکم جماعة مسلمین، طبع دارالاشاعت دیوبند.

بتلاویں کہ اگر کوئی ہندوستان سے تعلیم حاصل کر کے جائے تو اس کو مجبوراً جمعہ کا خطبہ پڑھواتے ہیں آیا صرف خطبہ پڑھے نماز نہ پڑھائے جائز ہے یا نہیں اور احتیاط الظہر کی صورت کیسی ہے از روئے مہربانی سب امور کا تفصیلاً جواب تحریر فرما کر شفا عطا فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے شہر، قصبہ، بڑا گاؤں جو کہ اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مانند ہو شرط ہے چھوٹے گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں ظہر کی نماز فرض ہے[1] ویشترط لصحتها المصر تنویر[2] یہی حال نماز عید کا ہے[3]۔ مصر کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر اور قریہ ہونا عرفی چیزیں ہیں جس زمانہ میں جیسا عرف ہو ویسی ہی علامات متعین کر کے علماء نے تعریف کر دی[4] امام ابوحنیفہؒ سے یہ تعریف منقول ہے۔ **عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكک واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح اهـ ردالمحتار**[5]۔

---

[1] لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر وخطيب (إلى قوله) لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکريا ص ۷/ ج۳/ باب الجمعة، بذل ص ۷۰ ج۲ باب الجمعة فی القری، مکتبه يحيويه سهارنپور)

[2] تنوير علی الشامی زکريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة.

[3] تجب صلاة العيدين علی من تجب عليه صلواة الجمعة (تاتارخانيه ص۴۸/ ج۲/ الفصل السادس والعشرون فی صلاة العيدين، طبع کراچی، شامی زکريا ص۴۵/ ج۳/ باب العيدين، بحر ص۱۵۷/ ج۳/ باب العيدين، مطبوعه کوئٹه.

[4] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التی لاتكاد تنضبط بحال وإن نص ولذا ترک الفقهاء تعريف المصر علی العرف (فيض الباری ص ۳۲۹/ ج۲/ باب الجمعة فی القریٰ، مطبوعه خضرراه ديوبند، الکوکب ص ۱۹۹/ ج۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غير عذر، طبع مکتبه يحيويه سهارنپور)

[5] شامی زکريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة.

مسئلہ :- یہ موضع قصبہ سردھنہ کے قریب پانچ کوس کے واقع ہے اوراس سے زیادہ قریب کوئی شہر نہیں اور موضع مذکور میں قریب دو ہزار مردم شماری کے ہے جس میں زیادہ نصف سے مسلمان اور باقی ہندو ہیں ۔مسلمانوں کے دین احکام سے کوئی مانع نہیں ۔ضروری احتیاج کے واسطے دوکانیں بیس بائیس موجود ہیں روزمرہ تیس پینتیس سے زیادہ نمازی پنجوقتہ میں جمع ہوتے ہیں رمضان شریف میں ساٹھ ستر تک اور جمعہ رمضان میں دوسو اور عیدین میں ایک ہزار سے زیادہ جمع ہوتے ہیں ۔

موضع مذکورہ میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اور بعض عالم امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ جائز کہتے ہیں اور احتیاط الظہر بھی ایسی حالت میں پڑھنی چاہئے یا نہیں ۔

الجواب حامداًومصلیاً

جس موضع میں دو ہزار آدمی ہندو مسلمان ہوں اس جگہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہئے اور جمعہ نہ پڑھنا چاہئے پس جب جمعہ نہیں ہوا احتیاط الظہر کہاں بلکہ ظہر کی نماز باجماعت مثل دیگر کے پڑھنی چاہئے اور ہندوستان کے سب شہر اور قصبہ میں جمعہ ادا ہوجاتا ہے احتیاط الظہر کی کچھ حاجت نہیں اور امام شافعیؒ کے یہاں گاؤں میں جمعہ ادا ہوجاتا ہے ان کے نزدیک بھی کچھ تفصیل اصل احتیاط الظہر کی نہیں پس جو صاحب اس مسئلہ پر شافعی بنیں ان پر حنفی کیا الزام دے سکتے ہیں کیونکہ یہ بات اپنی اختیاری ہے جو مذہب چاہو اختیار کرو غیر مقلد بھی یہی کرتے ہیں کہ جو بات کسی مذہب کی پسند آئی وہ اختیار کرلیتے ہیں ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، ۳۰/ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

فتاویٰ رشیدیہ[۱] حصہ دوم ص ۱۳۴/مہر۔

۱؎ فتاوی رشیدیہ ص ۳۵۸، ۳۴۸/، جمعہ وعیدین کا بیان، مطبوعہ لاہور۔

آبادی مذکورہ فی السوال بھی تقریباً دو ہزار ہے اور فتویٰ بالا میں بھی دو ہزار کی تصریح ہے لہٰذا اس فتویٰ کی رو سے وہاں جمعہ نہیں ہوتا۔ ظہر کی نماز فرض ہے جب جمعہ ادا نہیں ہوتا تو فریضۂ ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی حتی الوسع ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے روکنا چاہئے اگر وہ لوگ باز نہ آئیں تو خود ظہر پڑھے باقی جس جگہ جمعہ ادا ہو جاتا ہو وہاں امام اور خطیب کا اتحاد ضروری نہیں اگرچہ بہتر یہی ہے کہ امام اور خطیب ایک ہی ہو۔ **لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب لانها شیئ واحد فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز هو المختار اهـ درمختار**[1] ص ۱۸۶/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۵۵/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ ذوی الحجہ ۵۵ھ

دیہات میں جمعہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، اور خالد کہتا ہے کہ پڑھنا چاہئے کیونکہ نہ پڑھنے سے اور تمام لوگ اور نماز سے بھی غفلت کرتے ہیں اور نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کا واحد سبب ترک جمعہ ہے تو یہ قول خالد دیہات میں جواز جمعہ کا باعث بن سکتا ہے یا نہیں، نیز شرائط جمعہ کیا ہیں، اور اگر جمعہ بند کرا دیں، تو بند کرا دینے کی وجہ سے لوگوں نے نماز ترک کر دی، تو بند کرانے والا گنہگار ہوگا یا نہیں۔

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۳۸/ ج۲/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة.

الجواب حامداًومصلیاً

زید کا قول عندالاحناف صحیح ودرست ہے۔ خالد کا قول صحیح نہیں۔ اگر دیہات میں لوگ نماز نہیں پڑھتے تو ان کو نمازی بنانے کے لئے دوسری تدابیر اختیار کی جائیں مثلاً وعظ، تبلیغ سے اگر کام نہ چلے تو انجمنیں قائم کی جائیں اور اس میں تارک صلوٰۃ کے لئے مختلف سزائیں مقرر کردی جائیں۔ مثلاً تارک صلوٰۃ کے یہاں کوئی شادی نہیں کرے گا۔ برادری کے کاموں میں شریک نہیں کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ یہ کیا ضروری ہے کہ ان کو نمازی بنانے کے لئے ایک ناجائز فعل کا ارتکاب کیا جائے اگر اقامت جمعہ کی وجہ سے انہوں نے نماز پڑھ لی تو دیگر نمازوں کیلئے کیا کیا جائے گا۔ اسکا بھی خالد نے کوئی انتظام تجویز کیا۔ فی مراقی الفلاح[1] ولقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا صلاةفطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة ولهذا لم ينقل عن الصحابةؓ انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافى الامصار دون القرى ولو كان لنقل ولوآحادا فلا بدمن الاقامة بمصر قال الطحطاوى وكذالم ينقل انه صلى الله عليه وسلم امر باقامة الجمعة فى قرى المدينة على كثر تها،وفى الهداية[2] ص١٤٨/ج١/ لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولا تجوز فى القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحىٰ الا فى مصر جامع.

ومصر، سلطان، ووقت، وخطبة، .... اذن، كذا جمع لشرط ادائها رد المحتار[3] ص٨٣٥/ج١/.

ان شروط میں سے ایک بھی فوت ہو جائے گی تو جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ ناجائز فعل کے منع کرنے سے اگر کوئی شخص دوسرے ناجائز کام میں مبتلا ہو جائے تو منع کرنے والے کو کچھ گناہ نہ

---

[1] مراقى الطحطاوى ص٢١٤/ مطبع مصرى، باب الجمعة.

[2] هدايه ض١٦٨/ج١/باب صلاة الجمع، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند.

[3] شامى كراچى ص٣٨/ج١/اول باب الجمعة.

ہوگا۔ البتہ منع کرنے والے کو یہ ضروری ہے کہ اقامت جمعہ فی القری کومنہی عنہ بتلا کر دیگر صلوٰت کی سخت تاکید وترک پر وعید خوب ذہن نشین کرادیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/رجب ۵۲ھ

سوال بر جواب مذکورہ بالا

سوال:- گذارش یہ ہے کہ فتویٰ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صحت جمعہ کے شرائط میں مصر وسلطان ہے اس پر عام طور سے جہلاء کو بھی اعتراض ہے کہ اگر سلطان صحت جمعہ کے لئے شرط ہے تو پھر ہندوستان میں اور ان مواضع میں جمعہ کیوں کر صحیح ہے جہاں سلطان نہیں ہے حالانکہ تمام علمائے احناف کا عمل ہے کہ وہ بلاد ہند میں بلاتکلف قیام جمعہ فرماتے ہیں باوجودیکہ سلطان شرط ہے اور وہ مفقود ہے تو جمعہ کیوں کر صحیح ہے نیز یہ کہ اثر حضرت علیؓ پر عامی پڑھے لکھے کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ اول تو یہ موقوف ہے، دوسرے یہ کہ اس میں مصر جامع مذکور ہے اور مصر کی تعریف میں فقہا کا اختلاف اس قدر وسیع ہے کہ جس سے علماء احناف بھی خلجان میں ہیں نیز یہ کہ مصر کو اثر میں مقید کیا گیا ہے لفظ جامع کے ساتھ اس سے کیا غرض ہے۔ امید کہ محقق مصر کی تعریف سے اور امور مذکورہ سے مفصل اور مدلل تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاصۂ سوال چند امور ہیں۔

اول صحت جمعہ کیلئے سلطان شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے پھر جمعہ کیسے صحیح ہوتا ہے دوم عدم جواز جمعہ پر جو دلیل ہے وہ اثر ہے حضرت علیؓ کا حدیث مرفوع نہیں۔ سوم مصر کی تعریف میں احناف کا اختلاف ہے۔ صحیح تعریف کیا ہے مصر کے ساتھ جامع کی قید ہے، اس سے کیا فائدہ۔

امراول کے متعلق عرض ہے کہ یہ شرط دار الاسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور جس جگہ مسلمانوں پر کفار کا غلبہ ہو وہاں پر اقامۃ صلوٰۃ جمعہ کے لئے سلطان کا ہونا شرط نہیں بلکہ مسلمان جس کو جمع ہوکر اپنا امام مقرر کرلیں گے تو اس کا جمعہ پڑھا دینا صحیح ہوگا واذا لم یکن استئذان السلطان لموته اوفتنة واجتمع الناس علیٰ رجل فصلی بهم جاز للضرورة كما فعل علیؓ فی محاصرة عثمان رضی الله عنه وان فعلوا ذٰلک بغیر ما ذکر لایجوز لعدم الضرورة وروی ذٰلک عن محمدؒ فی العیون وهو الصحیح وفی مفتاح السعادة عن مجمع الفتاویٰ غلب علیٰ المسلمین ولاة الکفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیاً مسلماً اه طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[1] ص ۲۹۴/ هکذافی الهندیة[2] و غیرهامن کتب الفقه.

امر ثانی کے متعلق عرض ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے املاء میں اس کو مسند و مرفوع نقل کیا ہے امام محمد بن الحسنؒ نے بھی مرفوع نقل کیا ہے اور دوسرے بعض محدثین نے موقوف نقل کیا ہے۔ کذا فی الاوجز[3] ج ۱/ص ۳۵۲/۔ ومن المرجحات لقول الحنفية قوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق لحدیث المشهور ذکره ابویوسفؒ فی الاملاء مسنداً مرفوعاً وهو امام فی الحدیث والفقه فلا یضره وقف من وقفه سیمااذهومن شیوخ مشائخ البخاری وقال العینی فی شرح البخاری ان ابازید زعم فی الاسرار ان محمد بن الحسنؒ قال رواه مرفوعاً معاذ و سراقهة ابن مالک رضی الله عنهما نیز غیر مدرک بالقیاس میں قول صحابی حکم میں مرفوع حدیث کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۴۱۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۶/ ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة.

[3] اوجزالمسالک ص ۳۵۲/ ج ۱/بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المکتبة العلمیة سهارنپور.

وصحابہؓ سے دیہات میں جمعہ پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان روایات اورآثار کی تفصیل بذل[1] واوجز[2] واحسن القریٰ[3] وغیرہ میں ہے۔

مصر کی تعریف ظاہرالروایۃ میں یہ ہے **وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر علىٰ اقامة الحدود درمختار ج ۱/ص ۵۴۸**[4] **قال الشامى تحته فى التحفة عن ابى حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضى الذى شانه القدرة علىٰ تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الافى بلد كذلك اه**[5]

مصر کے ساتھ جامع کی قید صفت موضحہ ہے جیسا کہ مدینہ کے ساتھ عظیمۃ کی قید وارد ہے کسی دوسری شئے سے احتراز مقصود نہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود حسن گنگوہی عفااللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۱/۸/۵۲ھ

صحیح:عبداللطیف،ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۴/شعبان۵۲ھ

---

[1] بذل المجهود ص ۱۴۶/ج ۱/ باب الجمعة فى القرى، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[2] او جز المسالک ص ۳۵۲/ ۱ بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-احسن القرى فى توضيح اوثق العرى تصنیف شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔

[4] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۳۶/ج ۱/ اول باب الجمعة.

[5] شامى كراچى ص ۳۸/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، عينى شرح هداية ص ۵۲ ج۳ باب صلاة الجمعة، تعريف المصر الجامع، مطبوعه دارالفكر بيروت. فتح القدير ص ۵۲/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحرالرائق ص ۱۴۰/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه.

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال :- ہماری بستی موضع جلال پور کی آبادی تین ہزار سے کچھ زائد ہے۔اور نوعیتِ بستی اس طرح پر ہے کہ اسّی فیصد مکانات پختہ اور اکثر گلیاں نیم پختہ ہیں۔اور دوکانیں صرف کھدر کپڑے کی ہیں جن پر کافی کپڑا رہتا ہے۔اور چھوٹی چھوٹی پرچون کی فصل پر دس گیارہ دوکانیں ہیں۔ان میں سے چار پانچ دوکانیں تو مستقل رہتی ہیں اور معمولی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ باقی جو دوکانیں فصلی ہیں وہ صرف فصل کے موقع پر چلتی ہیں ورنہ بند ہو جاتی ہیں۔اس کے علاوہ تین کپڑا اسلائی کی اور ایک سائیکل مرمت کی دوکان ہے۔اور یہ سب دوکانیں پورے گاؤں میں منتشر اور کافی کافی فاصلہ پر ہیں۔آمنے سامنے بھی نہیں کہ ایک گلی پر ایک دوکان اس طرف اور ایک دوسری طرف ،سوائے ایک دو جگہ کے سب بالکل جدا جدا ہیں۔ڈاکخانہ نہیں ہے بلکہ جیسے عام طور سے ہر گاؤں اور بستی میں لیٹر بکس لگادیا جاتا ہے، ایسے ہی ڈاک روزانہ آتی ہے۔صرف اپنے ہی گاؤں میں مستقل ڈاکخانہ نہیں۔ ہندی اسکول بھی ہے اور لڑکیوں کی پاٹھ شالا بھی ہے۔ نیز خاص ضرورت کے واسطے قصبہ چھپرولی ایک میل پر واقع ہے وہاں سے پوری کر لیتے ہیں۔ایک مسجد ہے جس میں پنجگانہ نماز اذان با جماعت عام وعلی الاعلان ہوتی ہے۔ یہاں پر جمعہ کے متعلق الجھن ہے کہ مسئلہ جمعہ فی القری مسلک احناف صحیح قول کے مطابق بیان فرمائیں کہ یہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی ایسے عالم کو بلا کر بستی کا معائنہ کرادیں جس کو فقہ اور فتویٰ میں تجربہ اور بصیرت ہو پھر جو کچھ وہ شرعی حکم بتائے اس پر عمل کریں[1]۔

---

[1] وقد علم من هذا أن مذهب العامی فتوی مفتيه من تقييد بمذهب ولهذا قال فی الفتح! الحكم فی حق العامی فتوی مفتيه. شامی زكريا ص ۳۸۸/ ج ۳/ باب ما يفسد الصوم الخ. مطلب فی جواز الافطار والتحری. فتح القدير ص ۳۷۶/ ج ۲/ كتاب الصوم، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

اتنا تو بالاتفاق احناف کے نزدیک مسلم ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں[1] لیکن قریۂ صغیرہ اور کبیرہ کی علامات اور تعین میں عرف کے بدلنے سے فرق پڑتا رہتا ہے۔اس لئے اختلاف ہوکر الجھن پیدا ہوتی ہے۔اس کے دفع کرنے کی صورت تحریر کردی گئی[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پینتیس سو کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک قریہ ہے جس کی آبادی ٣٥ سو ہے اور بیس دوکانیں ہیں جن سے ضروریات کی اشیاء مہیا ہوتی ہیں قریۂ مذکورہ میں سترہ مساجد ہیں لیکن یہ بھی اہل قریہ کے لئے ناکافی ہیں۔ یعنی اگر سب لوگ نماز پڑھیں تو ان مساجد میں نہیں سماسکتے۔ ایسے قریہ کے بارے میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں آیا جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو حدیث مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے۔حدیث **لاجمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا فى مصر جامع** اور مصر جامع کی کیا تعریف ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فصل في العوارض، مطبوعه دارالفكر بيروت. بحر ص ٢٩٣/ج٢/ فصل في العوارض، طبع كوئٹه، عيني شرح هدايه ص ٢٧٦/ج٣/ كتاب الصوم، فصل في بيان وجوه الاعذار، مطبوعه دارالفكر بيروت.

---

[1] تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق (الى قوله) لاتجوز في الصغيرة شامي كراچي ص ١٣٨/ج٢/باب الجمعة. بحر ص ١٤١/ج٢/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه، حلبي كبيري ص ٥٤٩/ فصل في صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور.

[2] واعلم أن القرية والمصر من الاشياء العرفية التي لا تكاد تنضبط بحال وإن نص ولذا ترك الفقهاء تعريف المصر على العرف. فيض الباري ص ٣٢٩/ج٢/ باب الجمعة في القرى، مطبوعه خضر راه ديوبند. الكوكب الدري ص ١٩٩/ج١/ باب ماجاء في ترك الجمعة من غير عذر، لامع الدراري ص ١٠/ج٢/ باب الجمعة في القرى والمدن، طبع رشيديه سهارنپور.

الجواب حامداًومصلیاً

دوکانوں کی تعداد مساجد کی کثرت، آبادی کے شمار کے لحاظ سے یہ بڑی بستی ہے عامۃ ایسی بستی میں روزمرہ کی حوائج پوری ہوجاتی ہیں اور کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ عرف میں اس کو قریۂ کبیرہ کہتے ہیں جو کہ قصبہ کے حکم میں ہے وہاں جمعہ جائز ہے۔ اور حدیث شریف میں جو ممانعت مذکور ہے اس سے قریہ صغیرہ مراد ہے ویشترط لصحتها الخ۔ عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق ولها رساتيق وفيها والٍ يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذاهو الا صح اھ شامی ص ۵۳۶ ر ج ا[1] یہ تو مصر کی علامات بتائی گئی ہیں قصبات اور قریٰ کو بھی صحت جمعہ کے لئے شہر کے تابع قرار دیا گیا۔ وتقع فرضا فی القصبات والقرىٰ الكبيرة التي فيها اسواق اھ شامی[2] ص ۵۳۷ ر ج ا ر البتہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں وہاں جمعہ کے دن بھی ظہر لازم ہے وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انه لاتجوز فی الصغيرة التي ليس فيها قاضٍ الىٰ قوله والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترىٰ ان فی الجوهرة لو صلوا فی القرىٰ لزمهم اداء الظهر اھ۔ شامی[3] ص ۵۳۷ ر ج ا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۱۳۷ ر ج ۲ ر باب الجمعة، زيلعی ص ۲۱۷ ر ج ۱ ر باب صلاة الجمعة، مطبوعه امداديه ملتان. تاتارخانيه ص ۴۹ ر ج ۲ ر الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی، مطبوعه كراچی.

[2] شامی زكريا ص ۶ ر ج ۳ ر باب الجمعة،

[3] شامی كراچی ص ۱۳۸ ر ج ۲ ر باب الجمعة، بذل ص ۱۷۰ ر ج ۲ ر باب الجمعة فی القرى، مكتبه يحيويه سهارنپور.

چار ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک ایسی جگہ جہاں بازار ڈاک خانہ وآبادی تقریباً تین چار ہزار ہے کیا اس کو شہر کہہ سکتے ہیں نیز ایسی جگہ جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں اگر وہاں جمعہ قائم کر سکتے ہوں تو اس کے قرب وجوار کے لوگ وہاں جمعہ پڑھنے آئیں ان پر جمعہ واجب ہے یا نہیں یہ لوگ فناء شہر میں داخل ہوں گے یا نہیں فناء شہر کس کو کہتے ہیں اس کی حد شہر سے کہاں تک ہوتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے لہٰذا جمعہ واجب ہوگا۔ فناء شہر کی تعریف یہ ہے **فناء ہ ما حوله اتصل به اولا لاجل مصالحه كدفن الموتىٰ وركض الخيل والمختار للفتوىٰ تقديره بفرسخ**[1] درمختار ج۱/ص ۸۳۷۔ لہٰذا اس حد کے اندر رہنے والوں کو جمعہ کے لئے حاضر ہونا چاہئے اور فناء شہر کی حد میں فقہاء کے آٹھ قول ہیں اور مفتی بہ قول علامہ حصکفیؒ نے ایک فرسخ (تین میل) نقل کیا ہے۔ والبسط فی ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی ۵۳/۲/۲۵ھ

قریۂ کبیر میں جمعہ

سوال:- ایک بستی کی آبادی تقریباً تین ہزار ہوگی، جس کی نوعیت ایسی ہے کہ اکثر

---

[1] درمختار على الشامي زكريا ص۷/ج۳/ باب الجمعة. تاتارخانيه ص ۵۱/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثاني، طبع كراچي، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه پاكستان.

[2] وجملة اقوالهم في تقديره ثمانية اقوال أو تسعة: غلوة، ميل، ميلان، ثلاثة، فرسخ، فرسخان، ثلاثة، سماع الصوت، سماع الاذان (الى قوله) فقد نص الائمة على أن الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوائج المصر (شامي زكريا ص۷،۸/ج۳/ باب الجمعة، تاتارخانيه ص ۵۱/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون النوع الثاني، مطبوعه كراچي، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه پاكستان.

مکانات اور گلی کوچے پختہ ہیں۔ دوکانیں پچیس سے بھی زائد ہیں اور ایک مرکزی دینی مدرسہ بھی ہے اور سات مساجد ہیں، ہندی اسکول بھی ہے، ضرورت کی تمام اشیاء روزمرہ کی ضرورت میں مل جاتی ہیں، گوشت کی بھی چار پانچ دوکانیں ہیں اور قربانی بھی یہاں ہوتی ہے اور بس کا بھی صحیح انتظام ہے کہ یہیں سے بیٹھ کر میرٹھ بڑوت اور دیگر اطراف کا سفر بسہولت ہوجاتا ہے، بس یہاں آ کر رات کو بھی رکتی ہیں ان کے کھانے اور قیام کا بھی انتظام ہے۔ غرض اس طرح ہے کہ اگر یہ تمام دوکانیں یکجا طور پر ہوں تو بازار کی صورت ہوجائے۔ اب یہ دوکانیں سب منتشر اور جدا ہیں۔ اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض علماء جو کہ یہاں آتے بھی رہتے ہیں مگر وہ جمعہ نہیں پڑھتے عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں جواز کے قائل ہیں۔ اور یہاں کے تمام مدرسین بھی جو کہ علماء بھی ہیں جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

(۳) بعض علماء بعض جگہوں پر عدم جواز جمعہ کو سمجھتے ہوئے قائل ہیں مگر پھر بھی جمعہ پڑھتے ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں۔ جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ آپ تو عدم جواز کے قائل ہیں، پھر کیوں پڑھتے ہیں۔ تو جواب دیتے ہیں کہ میں نہ تو مجتہد ہوں نہ مفتی مجھے اپنے قول پر عمل کرنے کے بجائے مفتیان کرام میں سے کسی کے قول پر بھی عمل کرنا درست ہے، تو کیا درست ہے؟

نوٹ:- جیسا کہ فی زمانناً مسئلہ جمعہ فی القریٰ کے متعلق کافی خلفشار وانتشار ہورہا ہے۔ اگر آپ جیسی شخصیت مظاہر علوم و دارالعلوم کے مفتیانِ کرام واہل فتاویٰ نویسوں کے اتحاد واتفاق سے اس مسئلہ کو شائع کردیں جس میں قریہ کبیرہ اور سوق کے مصداق جو مفہومِ صحیح کو واضح تر فرما کر تحریر فرمائیں تو یہ افراط وتفریط ختم ہوجائے جو کہ ہورہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر سوال سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقام قریۂ کبیرہ ہے یہاں جمعہ کی اجازت ہے[1] احتیاطاً

---

[1] تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

کسی ایسے عالم کو بلا کر معائنہ کرادیں[۱] جس کو فقہ اور فتاویٰ میں تجربہ اور بصیرت ہو پھر وہاں کے سب حالات دیکھ کر جو شرعی حکم بتائے اس پر عمل کیا جائے۔

(۲) جس عالم اور مفتی پر زیادہ اعتماد ہو اس کی بات پر عمل کیا جائے[۲]۔

(۳) جو شخص فقہ کی روشنی میں خود کوئی رائے قائم نہ کر سکے اس کے لئے راہ عمل یہی ہے کہ قابلِ اعتماد مفتی کے فتویٰ پر عمل کرلیا کرے۔ کیونکہ ہر عالم میں شرعی رائے قائم کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔

نوٹ:- مسئلہ تو زمانہ قدیم سے اختلافی چلا آرہا ہے اس پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ قریب کے اکابر نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ اوثق العری[۳]، احسن القری[۴] وغیرہ میں دلائل حدیث وفقہ کی رو سے موجود ہیں۔ اس لئے سب کو ایک رائے پر اتفاق کرنا دشوار ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ (صدر مفتی) دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۴۰۶ھ

گاؤں میں جمعہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ قریہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ امام اعظمؒ نے قرآن شریف وحدیث شریف وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے ثابت کیا ہے اور اس پر علماء دیوبند کا

---

[۱] قال رسول الله ﷺ ليس الخبر كالمعاينة، (مسند احمد ص ۲۱۵، ۲۱۷/ مسند عبدالله ابن عباس، مطبوعه دار الفكر بيروت)

[۲] وإن كان عاميا اتبع فتوى المفتي فيه الأ تقى الاعلم (رسم المفتي ص ۱۰۷/ العمل عند تعارض الاقوال) شامي زكريا ص ۳۸۸/ ج ۳ باب مايفسد الصوم مطلب في جواز الافطار والتحري، فتح القدير ص ۳۷۶/ ج ۲/ كتاب الصوم، فصل في العوارض، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] اوثق العرى في جمعة القرى ص ۱/ تا ۱۵/ مطبوعه مجتبائي دهلي.

[۴] احسن القرى في توضيح اوثق العرى، تصنیف شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مطبوعہ مکتبہ یحیویہ سہارنپور۔

عمل ہے؟ بکر کہتا ہے کہ قریہ میں نماز جمعہ کو ناجائز کہنے والا اور کرنے والا راندہ درگاہ مثل فرعون وقارون کے بلکہ وہ شخص ملعون ومردود ہے جیسے ابی بن خلف رئیس المنافقین یہ تمام الفاظ بکر نے بکے ہیں۔ لہٰذا زید کا کہنا قرآن شریف وحدیث نبوی ﷺ سے وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ کے اقوال سے ثابت فرما کر بکر کی اس قسم کی بکواس کے مصداق کون ہوئے اس کو شرعاً کیا کہا جائے گا۔ بکر کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کا عمل پیش کرو کہ آپ قریہ میں گئے اور نماز جمعہ نہیں پڑھا مدلل ومفصل بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو شخص گاؤں میں جمعہ کی فرضیت کا قائل ہے اس کے ذمہ دلیل ہے منکر کے ذمہ دلیل نہیں لان البینة علی المدعی[۱] تاہم زید کے قول کا منشاء امور ذیل ہیں۔

۱۔ عن النبی ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ اھ کتاب[۲] الآثار لابی یوسف ص ۶۰/ یہ حدیث مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح مروی ہے چنانچہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر[۳] ص ۴۰۹/ج ۱/ میں ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق سے اس کی روایت اور ابن جزم سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ حافظ عینی شرح[۴] بخاری میں فرماتے ہیں۔ ان ابازیدزعم فی

---

[۱] ترمذی شریف ص ۲۴۹/ ج ۱ باب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی، مطبوعہ اشرفی دیوبند. بخاری شریف ص ۴۹۹/ رقم الحدیث ۲۵۱۴/ کتاب الرھن، باب اذا اختلف الراھن والمرتھن ونحوہ فالبینة علی المدعی الخ. مطبوعہ دارالسلام ریاض، قواعد الفقه ص ۶۶/ قاعدہ نمبر ۶۶/.

[۲] کتاب الآثار ص ۶۰/ باب صلاة العیدین، رقم الحدیث ۲۹۷/ مطبوعہ مصر، نصب الرایة ص ۱۵۹/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، طبع المجلس العلمی ڈابھیل گجرات. اعلاء السنن ص ۱/ج ۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ.

[۳] (فتح القدیر ص ۵۱/ج ۲/) باب صلاة الجمعة، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۴] عمدة القاری شرح بخاری، عینی ص ۱۸۸/ج ۳/ الجزء السادس، باب الجمعة فی القری والمدن. مطبوعہ دارالفکر.

الاسرار ان محمد بن الحسن قال رواہ مرفوعا معاذ وسراقة بن مالک اھ حافظ ابن حجرؒ درایہ[1] میں اس کے متعلق کہتے ہیں۔ اسنادہ صحیح، جمعہ مکہ معظّمہ میں فرض ہو چکا تھا جیسا کہ سیوطی نے اتقان[2] اور ضوء الشمعہ میں اور شوکانی نے نیل الاوطار[3] میں اور ابن حجر مکی نے شرح منہاج[4] میں تصریح کی ہے اور مکہ معظّمہ میں اس کی ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ قدرت نہیں تھی پھر بوقت ہجرت چودہ روز یا چوبیس روز جیسا کہ صحیح بخاری[5] میں ہے آپ نے بنی عمر بن عوف میں قیام کیا اور وہاں جمعہ ادا نہیں کیا اور نہ دوسروں کو حکم فرمایا اداء جمعہ کا۔

(۳) حجۃ الوداع میں جمعہ کے روز عرفات میں قیام کیا اور وہاں جمعہ اداء نہیں کیا بلکہ ظہر کی نماز اداء فرمائی صرح بہ مسلم[6]۔

---

[1] الدراية فی تخريخ احاديث الهداية علی هامش الهداية ص ۱۶۸ / ج ۱ /) باب صلوة الجمعة. مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند.

[2] والجمعة فرضت بمكة الخ الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۸ / ج ۱ / النوع الثانی عشر، ماتأخر حکمه عن نزوله، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] نيل الاوطار ص ۲۸۱ / ج ۲ / الجزء الثالث، باب انعقاد الجمعة باربعين واقامتها فی القری. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[4] تحفة المحتاج بشرح المنهاج ص ۳۲۹ / ج ۱ / باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ثبت فی محله انها فرضت بمكة وهٰذا مما يعد الانكار عنه به جزم الشيخ ابوحامد والسيوطی فی الاتقان ورسالته ضوء الشمعة والشيخ ابن حجر المکی فی شرح المنهاج والشوکانی فی النيل (اوجز المسالک ص ۳۵۳ / ج ۱ /) ماجاء فی الامام ينزل بقرية يوم الجمعة فی السفر. بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المکتبه العلمية سهارنپور، بذل ص ۱۷۰ / ج ۲ / باب الجمعة فی القری، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[5] فلبث رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی بَنِی عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً (بخاری شريف ص ۵۵۵ / ج ۱ / کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ الی المدينة.

[6] مسلم شريف ص ۳۹۷ / ج ۱ / باب حجة النبی ﷺ، مطبوعه رشيديه دهلی، انه صلی الله عليه وسلم لم يصل الجمعة فی عرفات وهذا اجماع (اوجز المسالک ص ۳۵۴ / ج ۱ /) قبيل ماجاء فی الساعة التی يوم الجمعة. مطبوعه المکتبة العلمية سهارنپور.

(۴) حافظ ابوبکر جصاص احکام القرآن[1] میں فرماتے ہیں واتفق فقهاء الامصار علیٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لایجوز فعلها فی غیره لانهم مجمعون علیٰ ان الجمعة لایجوز فی البوادی ومناهل الاعراب اھ۔

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ وقد تلقت الامة تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انه یشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وکان النبی ﷺ وخلفائهؓ والائمة المجتهدون یجمعون فی البلد ان ولایؤاخذون اهل البدوبل لایقام فی عهدهم فی البدو ففهموا من ذٰلک قرنا بعد قرن عصرا بعد عصر انه یشترط لها الجماعة والتمدن اقول و ذٰلک لانه لما کان حقیقة الجمعة اشاعة الدین فی البلد وجب ان ینظر الی تمدن وجماعة اھ (حجۃ اللہ البالغہ[2] ص۲۸/ج۲/الجمعہ)

بکر کو چاہئے کہ اولا اپنے دعویٰ پر دلائل پیش کرے پھر دلائل مذکورہ یعنی حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل صحابۂ کرامؓ کے عمل ائمہ مجتہدین کے عمل اور اجماع کا جواب دے اور گالیاں دینے اور ملعون کہنے سے اجتناب کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَّفَقٌ[3] عَلَيْهِ،

---

[1] احکام القرآن للجصاص (ص۴۴۵/ج۳/) سورة الجمعة، فصل فی ان الجمعة مخصوصة الخ. مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت.

[2] حجة الله البالغة ص۲۸/ج۲/ الجمعة، مطبوعه مصر.

[3] مشکوة شریف ص۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:-عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسکے اندر چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ایک ہوتو اسکے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اسکو چھوڑ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو دھوکہ دے اور جب غصہ ہو تو گالی گلوچ کرے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَيَدِہٖ[1] سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ[2] اِنَّ اللعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[3] ص ۱۱۴/ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ[4] ص ۴۱۳ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعِنَ شَيْئاً صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلٰى السَّمَاءِ فَتُغَلَّقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلٰى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاخُذُ يَمِيْناً وَشِمَالاً فَاِذَا لَمْ تَجِدَ مَسَاغاً رَجَعَتْ اِلٰى الَّذِىْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لذٰلِكَ اَهْلاً وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا اهـ (مشكوٰة[5] ص ۴۱۳/) باب حفظ اللسان والغيبة والشتم۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۲/ کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

[2] مشکوٰۃ ص ۴۱۱/ ج ۲/ باب حفظ اللسان. مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- زیادہ لعنت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ تو شہادت دینے والے ہونگے اور نہ شفاعت کرنے والے۔

[4] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ ج ۲/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا نہ زبان دراز۔

[5] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ ج ۲/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر وہ لعنت زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔ آخر وہ اس شخص یا چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ لعنت کی مستحق ہے تو ٹھہر جاتی ہے اگر وہ مستحق نہیں ہے تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔

الجمعۃ فی القریٰ

سوال:- دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

جواب از نور الحسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جناب شاہ ولی صاحب محدث دہلی نے مصفّٰی شرح مؤطا میں لکھا ہے

''پس نماز جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر با جماعت عظیمہ از مسلمین در قریہ یا در شہر''

نیز فرماتے ہیں۔

''پس بر جمعیکہ براجتماع ایشاں اسم قریہ اطلاق بود جمعہ واجب است''

اس پر ہم لوگوں کا عمل ہے ہم لوگوں کے استاد مولانا محمد اسماعیل صاحب اپنے موضع ہی میں جونہایت چھوٹا سا گاؤں ہے برابر جمعہ پڑھتے ہیں اور یہی مذہب ہے شوافع اور محدثین کا جیسا کہ مولانا گنگوہیؒ نے اپنے فتاویٰ ص ۱۱۵ ار میں لکھا ہے قرآن مجید میں ہے۔ فاسعوا الی ذکر الله (سورہ جمعہ) چونکہ کلمہ فاسعوا الفاظ عموم سے ہے۔ ہر مکلّف کو عام حکم ہوتا ہے ہر مکان شہر قصبہ دیہات وغیرہ میں۔ جہاں ہوں جمعہ پڑھیں (مرقاۃ) حدیث شریف میں ہے الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم۔ غلام، عورت، لڑکے، بیمار کو اس حدیث میں مستثنیٰ فرمایا ہے (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ہے رواح الجمعۃ واجب علی کل محتلم (نسائی) ہر مسلمان مرد پر جمعہ واجب ہے۔ خود آنحضرتؐ نے دیہات میں جمعہ پڑھا ہے قریہ بنی سالم میں (بیہقی) میں وَھیَ قرية بين القبا والمدينة تصریح ہے۔ حضورؐ کے زمانہ میں صحابہؓ نے بھی دیہات میں نماز جمعہ پڑھی ہے جواثی میں (بخاری) میں ہے الجواثي من البحرين۔ ابوداؤد میں تصریح ہے۔ قرية من قریٰ البحرين آنحضرتؐ کے بعد بھی صحابہؓ دیہات میں نماز جمعہ برابر پڑھتے

رہے ہیں اور اس کا حکم کرتے رہے۔ بخاری میں ہے انس رضی اللہ عنہ زاویہ میں نماز پڑھا کرتے تھے جمعہ کی، زاویہ شہر بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی بستی ہے۔ جمعہ وعیداسی میں پڑھا کرتے تھے رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمرؓ نے اہل بحرین کولکھا جمعوا حیث ماکنتم ۔ جہاں رہو جمعہ پڑھو دیہات شہر دونوں کوشامل ہے (فتح الباری) حضرت ابن عمرؓ اہل میاہ کو اپنی اپنی بستیوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان پر کچھ انکار نہیں فرماتے تھے تابعین اور اتباع تابعین وغیرہم بھی دیہات میں جمعہ پڑھتے تھے اور اس کا فتویٰ دیتے تھے (فتح الباری)

لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع قول ہے حضرت علیؓ کا۔ (فتاویٰ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) امام اعظمؒ کا آب زر سے لکھنے کے قابل اصول ہے جو حدیثیں حدتواتر کو پہونچ گئیں ہیں ان سے نسخ قرآن جائز ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور سے زیادۃ علی الکتاب درست ہے مگر آحاد کے قبیل سے جو حدیثیں ہیں ان سے نہ تو نسخ قرآن مجید درست ہے اور نہ تخصیص عموم آیات فرقان حمید جائز ہے تخصیص بھی ایک قسم کا نسخ ہے (حبل المتین شوق نیموی)

واضح رہے کہ ہم آیات جمعہ سے عورت وغیرہ کا مخصوص ہونا عندالحنفیہؒ تسلیم نہیں کرتے بنا پر اصول بالا تخصیص کیلئے بھی خبر مشہور کی ضرورت ہے۔ آپ پہلے ان احادیث کو جن میں عورت وغیرہ کا استثناء آیا ہے مشہور ہونا ثابت کریں تب عورت وغیرہ کی تخصیص پر کلام کریں اور یہ بھی واضح رہے کہ عام مخصوص البعض کی تخصیص عندالحنفیہ اخبار آحاد سے جائز ہے نہ آثار صحابہ سے اور لا جمعة ولا تشريق ۔ قول علیؓ سے ظاہر ہے کہ شہر کے سوا کسی گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ شہر کے قریب ہو خواہ بعید گاؤں بڑا ہو یا چھوٹا۔ عندالحنفیہؒ منجملہ شرائط کے سلطان کا ہونا بھی ایک شرط ہے (ہدایہ) مگر کسی وجہ سے سلطان کا حاضر ہونا تعذر ہو یا استیذان سے معذوری ہو تو یہ شرط بوجہ ضرورت ساقط ہو جاتی ہے (عالمگیری)

اسی طرح وہ اہل قریہ جو بوجہ بعد مسافت شہر میں نماز جمعہ کے واسطے حاضر ہونے سے

معذور ہیں ان سے یہ شرط بوجہ معذوری ساقط ہے ان لوگوں کو اپنے اپنے مقام میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔اور اکثر فقہاء حنفیہؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ تمام ان دیہاتوں میں جمعہ فرض ہے جہاں مسلمان مکلّف اس قدر ہوں کہ وہاں کی بڑی مسجد میں گنجائش نہ ہو سکے اب کیا جواب ہے اثر علیؓ کا جس میں چھوٹا بڑا ہونا گاؤں کا نہیں ہے اگر بڑا گاؤں مصر ہے چھوٹا گاؤں بھی مصر ہے۔حالانکہ قریہ قریہ ہے اور مصر مصر۔کبھی مصر کی ایسی تعریف کرنا کہ بہت سے گاؤں مصر ہو جائیں اور کبھی اتنا دائرہ تنگ کرنا کہ بہت سے شہروں کو بھی حد مصر سے خارج کر دینا کیا عقلمندی ہے۔مکہ مدینہ جہاں حضورؐ نے عمر بھر نماز پڑھی عندالاحناف نماز جمعہ کے جائز ہونے میں شک اورتردد ہے مرقاۃ میں ہے **واختلفوا فی حد المصر اختلافاً کثیر اقل ما یتفق وقوعه فی بلاد ولا تغتر بقول من قال ان کلا من الحرمین الشریفین مصر لصلوته علیه الصلوٰة والسلام فیها لان الاوصاف تختلف باختلاف الاوقات الخ.**

یالاجمعۃ میں لانفی کمال کی لے لیں یا امام طحاویؒ کا مذہب لے لیں جیسا کہ قلتین کے بارے میں لیا ہے **خبر القلتین صحیح اسناده ثابت ولکن ترکناه لا نا لا نعلم ما القلتان۔** اسی طرح ہم کہتے ہیں۔**اثر علیؓ صحیح واسناده ثابت لکن لا نعلم ما المصر الجامع لانه روی الا فی مصر جامع اومدینة عظیمة علیٰ الشک.** اورجب اثر علیؓ واثر عمرؓ میں تعارض ہوا تو ہم نے احادیث مرفوعہ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ بجز مریض،مسافر،لڑکے،عورت،غلام، ہر مسلمان پر جو بالغ عاقل ہو جمعہ فرض ہے۔شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:فقیر محمد نورالحسن بقلم خود۔۱۳؍رمضان ۱۳۵۲ھ

الجواب از فقیہ الامتؒ وہوالموفق للصواب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جس طرح جمعہ کی فرضیت پر اتفاق ہے اسی طرح اس اصل پر بھی تمام امت کا اتفاق ہے کہ جمعہ مثل اور عام نمازوں کے نہیں کہ آبادی میں یا جنگل میں جماعت سے یا تنہا ہر طرح

پڑھنے سے ادا ہو جائے بلکہ جمعہ کے لئے جماعت بھی شرط ہے اور ایسا مقام بھی شرط ہے کہ جو دوسری عام نمازوں کے لئے شرط نہیں۔ ابن قیم حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

الحادية والعشرون (من خصائص يوم الجمعة) ان فيه صلوٰة الجمعة التى خصت من بين سائر الصلوات المفروضة بخصائص لا توجد فى غيرها من الاجتماع والعدد المخصوص واشتراط الاقامة والاستيطان اه[1].

علامہ شوکانی محدث نے نیل الاوطار[2] میں لکھا ہے **والثانى (من شروط صحة الجمعة) ان تكون بقرية مبنية بما جرت به عادة اهلها ولا من قصب يستوطنها اربعون رجلاً استيطان الاقامة لا يظعنون عنها.**

صاحب اقناع[3] شافعیؒ نے تحریر کیا ہے **الاول من شروط الجمعة البلد مصراً كانت اوقرية.**

فقہ مالکیہ کی مختصر الخلیل[4] میں ہے۔ **شرط الجمعة وقوع كلها بالخطبة وقت الظهر للغروب باستيطان بلداو اخصاص لاخيم وبجامع مبنى متحد** الخ یہ اہل حدیث اور ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔ حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک **لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع او مصلى المصر**۔ ہدایہ[5] وغیرہ کتب میں مشہور و معروف ہے۔

---

[1] زادالمعاد ص ۳۸۴/ ج ۱/ الحادية والعشرون كونه فيه صلاة الجمعة. مطبوعه موسسة الرسالة بيروت.

[2] تلاش بسیار کے باوجود نیل الوطار میں یہ عبارت نہ مل سکی غالب گمان یہ ہے کہ یہ عبارت نیل المآرب کی ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے اوجز المسالک ص ۳۵۲/ ج ۱/ بحث الجمعۃ فی القری میں نقل کی ہے۔

[3] اقناع ص ۱۵۹/ ج ۱/ باب الجمعة (مصرى)

[4] مختصر الخليل على هامش الخرشى ص ۷۲، ۷۳، ۷۴/ ج ۱/ الجزء الثانى، فصل بيان شروط الجمعة وسننها الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] هدايه ص ۱۶۸/ ج ۱/ باب صلوٰة الجمعه مكتبه تهانوى ديوبند، بدائع ص ۲۵۹ ج ۱ فصل فى بيان شرائط الجمعة، مطبوعه كراچى، در مختار مع الشامى زكريا ص ۵ تا ۷ ج ۳ باب الجمعة.

شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقى لفظ انه يشترط فى الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبى ﷺ وخلفائه واصحابه رضى الله عنهم والائمة المجتهدون رحمهم الله تعالىٰ يجمعون فى البلدان ولا يؤاخذون اهل البدوبل ولا يقام فى عهدهم فى البدوففهموا من ذٰلک قرنا بعد قرن عصراً بعد عصر انه يشترط لها الجماعة والتمدن اقول وذٰلک لانه لما كان حقيقة الجمعة اشاعة الدين فى البلد وجب ان ينظر الىٰ تمدن وجماعة۔[1]

یعنی جمعہ کے لئے ایک قسم کی شہریت اور جماعت بالاتفاق شرط ہے۔ حضور ﷺ اور خلفاء اور مجتہدین نے بلدان میں جمعہ قائم کیا ہے بوادی میں قائم نہیں کیا۔ جس سے ہر زمانہ کے لوگوں نے سمجھا ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت اور تمدن شرط ہے اور یہ اس لئے کہ جمعہ کی حقیقت و غایت اشاعۃ الدین فی البلدان ہے لہٰذا جماعت اور تمدن کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور محدثین میں سے کسی کے نزدیک بھی میدان اور جنگل میں آبادی سے دور جمعہ جائز نہیں ہے۔ لا تقام الجمعة فى المفازة عند الائمة الاربعة. عینی[2] آیت یہ ''فاسعوا الى ذكر الله'' کی تخصیص یا تقیید حنفیہ خبر واحد سے نہیں کرتے بلکہ اس کے عام مخصوص البعض ہونے پر اس کے خلاف اجماع سے استدلال کرتے ہیں۔ فلا اشکال.
الاجماع يخصص القراٰن كتنصيف حدالقذف علىٰ العبد فان الكتاب عام للاحرار والعبيد وكتخصيص الاجماع السكوتى علىٰ نزح ماء زمزم حين وقع

---

[1] حجة الله البالغة ص ۲۸/ ج ۲/ مطبوعه بولاق مصر الكبرى، باب الجمعة، اوجز ص ۳۵۱/ ج ۱/ بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[2] عينى شرح هدايه ص ۸۱/ ج ۳/ باب صلاة الجمعة، على من لا تجب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. اوجز المسالك ص ۳۵۱/ ج ۱/ ماجاء فى الامام ينزل بقرية يوم الجمعة، بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

الزنجی حدیث اَنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيٌّ رواه الترمذی[1] بالغدير العظيم و تفصيله فی فتح القدير وشرح سفر السعادة والتحقيق ان الاجماع ليس مخصصا حقيقة وانه يتضمن وجود المخصص ولو بالقياس لعدم اعتباره زمن الوحی ولا تخصيص بعده كما لو عملوا بخلاف النص الخاص فانه اجماع رافع لحكم النص لتضمنه ناسخاً لان الاجماع لايكون علیٰ خطأ فالفرق بين التخصيص والنسخ به بان الاول جائز دون الثانی كما وقع عن اهل الاصول لا يعود الی امر معنوی فان الاجماع نفسه ليس بمخصص ولا ناسخ حقيقة وباعتبار التضمن مخصص وناسخ فاطلاق المخصص باعتبار التضمن وفی النسخ اعتبروا الحقيقة كما فی شرح المختصر الخ فواتح الرحموت[2].

اگر یہ آیت اپنے اطلاق وعموم پر ہوتو چاہئے کہ ہر جگہ جمعہ کی فرضیت واقامت کا حکم کیا جائے وہوخلاف الاجماع کمامر آنفا۔ بلکہ جس طرح اس سے بعض نماز پڑھنے والوں عورت، مسافر، غلام وغیرہ کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔اسی طرح نماز کی جگہ کوبھی مستثنیٰ کیا جاتا ہے والقاطع للشغب ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذكر اللّٰه ليس علیٰ اطلاقه اتفاقا بين الامة اذلايجوز اقامتها فی البوادی اجماعاً اه افتح القدير[3] قال ابوبكر الرازی فی كتابه الاحكام. اتفق فقهاء الامصار علیٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لايجوز فعلها فی غيرها لانهم مجتمعون علیٰ انهالايجوز فی البوادی ومناهل الاعراب اهـ[4].

---

[1] ترمذی شریف ص ۲۱/ج۱/ باب ماجاء إن الماء لا ينجسه شئ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] فواتح الرحموت ص۳۶۸/ج۱/ المقالة الثالثة فی المبادئ اللغوية، الخامس من المخصصات المتصلة، بدل البعض، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[3] فتح القدير ص ۵۱/ج۲/ باب صلوة الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[4] احكام القرآن للجصاص ص۴۴۵/ج۳/ سورة الجمعة، فصل فی ان الجمعة مخصوصة الخ مطبوعه دارالكتاب العربی بيروت.

جب یہ آیت بالاتفاق اپنے اطلاق پر نہیں ہے تو روایات ''اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ''[۱] اور رواح الجمعة واجب علی کل محتلم[۲] کیسے اپنے اطلاق پر باقی رہ سکتی ہے۔ عبد وغیرہ چار کو ابوداؤد شریف[۳] میں مستثنیٰ کیا ہے۔ اہل بادیہ کے استثناء کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں روی من طرق شتی یقوی بعضها بعضاً خمسة لا جمعة عليهم وعد منهم اهل البادية.[۴]

پھر حضرت عمرؓ کا فرمان اہل بحرین کو جمعوا حيثما كنتم[۵] کسی طرح بلا تقیید قابل استدلال نہیں۔ جب یہ امر مسلم ہو گیا کہ جمعہ کے لئے کچھ نہ کچھ تمدن سب کے نزدیک ضروری ہے تو اصل مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں اور اختلاف ہے تو اس کی تحدید وتعریف میں ہے پس ہر مجتہد نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق اپنے زمانہ کے عرف کا عتبار کرتے ہوئے تمدن کی تحدید وتعریف کی اور چونکہ تعریف عرف کے اعتبار سے تھی اس لئے عرف کے بدلنے کی وجہ سے تعریف بھی بدلتی رہی تاہم شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بیان فرمودہ غایت جمعہ کے مطابق جس کو صاحب بدائع وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے حنفیہ رحمہم اللہ کی تحدید وتعریف تمدن انسب والیق ہے۔ بدائع صنائع[۶] میں ہے۔ ولنا ماروى عن النبی ﷺ انه قال لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع وعن عليؓ لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع وعن عليؓ لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع وكذا لنبی ﷺ كان يقيم الجمعة بالمدينة وماروى الاقامة حولها وكذا

---

[۱] مشکوة شريف ص ۱۵۴ / ج ۱ / باب وجوبها، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.
[۲] نسائی شریف ص ۱۵۴ / ج ۱ / التشديد في التخلف عن الجمعة، مطبوعه بلال ديوبند
[۳] ابوداؤدشریف ص ۱۵۳ / ج ۱ / باب الجمعة للملوک والمرأة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.
[۴] حجة الله البالغه ۲۸ / باب الجمعة ، مطبوعه مصر بولاق.
[۵] فتح الباری ص ۳۶ / ج ۳ / کتاب الجمعة في القرى والمدن، مطبوعه نزارمصطفى الباز مكه مکرمه.
[۶] بدائع الصنائع ص ۲۵۹ / ج ۱ / باب الجمعة ، فصل واما بيان شرائط الجمعة، مطبوعه کراچی.

الصحابة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم فتحوا البلاد وما نصبوا لمنابر الافی الامصار فکان ذٰلک اجماعاً منهم علیٰ ان المصر شرط ولان الظهر فریضة فلا یترک الابنص قاطع والنص ورد بترکها الاالجمعة فی الامصار ولهٰذا لاتؤدی الجمعة فی البوادی ولان الجمعة من اعظم الشعائر فتختص بمکان اظهار الشعائر وهو المصر اهـ.

حنفیہ کی کتب میں مصر کی تعریف مختلف ملتی ہیں اس کا منشاء بھی یہی ہے۔ جس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا مصر کی تعریف امام اعظم سے مروی ہے **عن ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما تقع من الحوادث وهٰذا هو الاصح انتهیٰ** (کبیری[1])

اگر گاؤں میں جس میں شہریت بالکل نہ ہو جمعہ جائز ہوتا تو حضور ﷺ اور صحابہؓ سے ضرور منقول ہوتا جیسا کہ شہر میں پڑھنا بتواتر منقول ہے۔ اگر گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز اور گاؤں والوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہوتا تو اہل عوالی سات سات میل سے جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ طیبہ میں علی سبیل المناوبۃ کیوں جایا کرتے تھے[2] اپنے یہاں کیوں نہیں پڑھا کرتے تھے اور جو نہیں جاتے تھے تو کیا ان پر فرض نہیں تھا۔

---

[1] کبیری ص ۵۵۰/ مطبوعه لاهور فصل فی صلاة الجمعة عینی للهدایة ص ۵۲/ج۳/ باب صلوة الجمعة تعریف المصر الجامع، دار الفکر، تاتارخانیه ص ۴۹/ج۲/الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی کراچی، بدائع ص ۲۶۰/ج۱/فصل فی بیان شرائط الجمعة، کراچی.

[2] کان الناس ینتابون الجمعة من مناز لهم والعوالی ،بخاری ص ۹۰۳/کتاب الجمعة، باب من این تؤتی الجمعة، دار السلام ریاض) اوجز ص ۳۵۲، ۳۵۳/ج۱/ باب الجمعة فی القری، یحیویه سهارنپور.

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے جد امجد شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسویٰ[1] شرح مؤطاً میں تحریر فرمایا ہے اتفقوا علیٰ انه لاجمعة فی العوالی اھ اگر آیت اور روایت میں عموم ہے اور گاؤں میں جمعہ فرض ہے تو اس کے خلاف یہ اتفاق کیسا ہے۔ پھر مولانا اسماعیل صاحبؒ کا چھوٹی بستی میں (اگر اس کا گاؤں ہونا مصرح اور متیقن ہوجائے)۔ جمعہ پڑھنا کس طرح حجت ہوسکتا ہے روی عن النبی ﷺ انه قال لاجمعة ولا تشريق الافی مصر جامع وروی عن علی مثله وایضاً لوكانت الجمعة جائزة فی القریٰ لورد النقل به متواتراكوروده فی فعلها فی الامصار لعموم الحاجة اليه وايضاً لما اتفقوا علیٰ امتناع جوازها فی البوادی لانها ليست بمصر وجب مثله فی السوادوروی انه قيل للحسن ان الحجاج اقام الجمعة بالاهواز فقال لعن الله الحجاج يترک الجمعة فی الامصار ويقيمها فی حلاقيم البلاد اھ (احکام القرآن[2])عن حذيفةؓ ليس علیٰ اهل القریٰ جمعة انما الجمع علیٰ اهل الامصار مثل المدينة اه عينی[3]. لا جمعة ولا تشريق موقوفاً ومرفوعاً. دونوں طرح مروی ہے اور جب کہ مرفوعاً ثابت ہے تو اس کا موقوف ہونا کچھ مضر نہیں۔ نیز مالا یدرک بالرای عن الصحابی باتفاق ائمہ مرفوع کے حکم میں ہے۔من المرجحات لقول الحنفية قوله عليه الصلوٰة والسلام لا جمعة ولا تشريق الحديث المشهور ذكره ابويوسف فی الاملاء مسنداً مرفوعاً وهو امام فی الحديث والفقه فلا يضره وقف من وقفه سيمااذهو من شيوخ مشائخ البخاری. وقال العينی فی شرح البخاری ان ابازيد زعم فی الاسرار ان محمد بن الحسنؒ قال رواه مرفوعاً معاذ وسراقة بن مالک رضی الله عنهما اه قال العينی والاثبات مقدم علیٰ الثانی ولو سلم فرضاً صحة وقفه فهو مما لا يدرک

[1] مسویٰ ص ۱۵۳/ج ۱/ باب لاجمعة فی العوالی مطبوعه دهلی.
[2] احکام القرآن ص۴۴۵/ج۳/ سورة الجمعة فصل فی ان الجمعة مخصوصة الخ مطبوعه بيروت.
[3] عينی شرح هدايه ص ۱۵/ج۳/ باب صلاة الجمعة، اين لاتجوز الجمع، مطبوعه دارالفکر بيروت.

بالقیاس واجمعت ائمة اصول الحديث ان مالا يدرک بالرأى فى حكم المرفوع ففى اٰثار السنن عن شرح الفية العراقى وماجاء عن الصحابى موقوفا عليه ومثله لايقال من قبل الرأى حكمه حكم المرفوع كذا قال الرازى فى المحصول وعن تدريب السيوطى ومن المرفوع ايضاً ماجاء من الصحابى ومثله لا يقال بالرى ولا مجال للاجتهاد فيه فيحمل علىٰ السماع جزم به الرازى وغيرواحد من ائمة الحديث انتهىٰ اوجز اھـ[1]۔

عبارت بالا سے واضح ہوگیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں یہ امر سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ جمعہ کا قیام مکہ معظّمہ زاداللہ شرفاً میں فرض ہو چکا تھا جیسا کہ سیوطی نے اتقان اورضوء الشمعۃ میں شیخ ابن حجرؒ مکی نے شرح منہاج میں شوکانی نے نیل الاوطار میں وثوق کے ساتھ تحریر کیا ہے اسکے بعد حضور ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں چودہ شب قیام فرمایا۔ کمافی رواية الشيخين اور جمعہ نہیں[2] پڑھا لہٰذا گاؤں میں جمعہ جائز نہیں حالانکہ منتہی الارب[3] میں ہے جواثی، کجاریٰ، شہر خط یا قلعہ است بحرین، صراح میں ہے جواثی نام حصنے بحرین، قاموس میں ہے مدینۃ الخط او حصن بالبحرین، مرقاۃ الصعود میں ہے مدینۃ بالبحرین لعبد القیس عمدۃ القاری میں ہے۔ حکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انہا مدینۃ۔ صحاح اور بلدان میں ہے۔ حصن بالبحرین وقال ابوعبید البکری مدینۃ بالبحرین[4]۔

---

[1] اوجزالمسالک ص ۳۵۲/ج ۱/ بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

[2] منها ان ثبت فى محله انها فرضت بمكة به جزم الشيخ ابوحامد والسيوطى فى اتقان ورسالته وضوء الشمعة والشيخ ان حجر المكى فى شرح المنهاج والشوكانى فى النيل الى قوله وقد اخرجاالشيخان انه ﷺ نزل فى بنى عمرو بن عوف فاقام فيهم اربع عشرة ليلة الحديث ولم يصل الصلاة والسلام فيها الجمعة، اوجز المسالک ص ۳۵۳/ج ۱/بحث الجمعة فى القرى ، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

[3] منتهى الارب ص ۱۷۴ ج ۱ باب الجيم فصل الهمزة، مطبوعه لاهور.

[4] اوجز المسالک ص ۳۵۳/ج ۱/ بحث القرى فى الجمعة، مطبوعهالمكتبة العلمية سهارنپور.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جواثی شہر ہے گاؤں نہیں ہے۔ لفظ قریہ سے اشتباہ ہوتا ہے حالانکہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے قال اللّٰہ تعالیٰ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ الآية قال القاضی البیضاوی فی تفسیرہ احدی القریتین[1] مكة و طائف قال اللّٰہ تعالیٰ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيْهَا الآية[2] قال القاضی یعنون مصر أو قرية بقربها قال الله تعالی وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلاً اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ الآية قال الحلبی ای انطاکیۃ[3] اسی طرح اِنَّ الْمُلُوکَ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا[4] اور وَكَاَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي اَخْرَجَتْكَ[5] الآية وغیر ذٰلک قاموس[6] میں ہے القرية المصر الجامع. اور قریہ کا اطلاق گاؤں پر بھی ہوتا ہے پس جس روایت میں آتا ہے کہ قریہ میں جمعہ جائز نہیں وہاں قریہ سے مراد گاؤں ہے۔ حضرت حذیفہؓ کا اثر عینی[7] شرح بخاری سے اوپر نقل کیا گیا ہے کہ لیس علیٰ اهل القریٰ جمعة انما الجمع علیٰ اهل الامصار مثل المدينة، امصار کے مقابلہ میں قریٰ کا لفظ شاہد عدل ہے اس پر کہ قریہ سے مراد گاؤں ہے اور جس جگہ آتا ہے کہ قریہ میں جمعہ پڑھا گیا وہاں قریہ سے مراد شہر ہے جیسا کہ جواثی کے متعلق مختلف عبارات سے واضح کر دیا گیا زاویہ اور سالم کے متعلق کوئی نقل صحیح نہیں ہے کہ وہ گاؤں ہیں پھر یہ کہ جمعہ فرض ہوئے مدت گذر گئی تھی اور اسلام کی بہت کچھ اشاعت ہو چکی تھی کما لا یخفی علیٰ اهل العلم تو مدینہ منورہ کے علاوہ سب سے پہلا جمعہ جواثی

---

[1] تفسیر بیضاری ص ۱۴۴/ج۵/مکتبہ دار الفکر بیروت سورۃ الزخوف تحت آیت ۳۱/.

[2] تفسیر بیضاوی ص ۳۰۴/ج۳/ سورۃ یوسف مکتبہ ایضاً تحت آیت ۸۲/.

[3] حلبی کبیری ص ۵۴۹/فصل فی صلاۃ الجمعۃ، طبع لاهور تفسیر بیضاوی ص ۴۲/ ج۴/ سورۃ یٰسین تحت آیت ۱۳/.

[4] سورۂ نمل آیت ۳۴/.

[5] سورۂ محمد آیت ۱۳/.

[6] القاموس المیحط ص ۱۲۱۲/ج۳/ ق، ر، ی، مطبوعہ دارعالم الکتاب مکہ المکرمہ.

[7] یہ عبارت عینی شرح بخاری میں نہیں ملی البتہ بنایہ شرح ہدایہ للعینی میں موجود ہے۔ عینی شرح الهدایة ص ۵۱ ج۳ باب صلاۃ الجمعۃ این لا تجوز الجمعۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

میں کیوں ہوا دوسرے دیہات میں کیوں نہیں پڑھا گیا[1] جو بڑا گاؤں ہے کہ اپنی آبادی اور ضروریات کے لحاظ سے شہر کے مثل ہے وہ شہر ہی کے حکم میں ہے اس کے مقابلے میں معمولی اور چھوٹے گاؤں کو جو آبادی اور ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے بالکل ادنیٰ درجہ کا ہو مصر کہنا قرین دانشمندی نہیں۔ فناء مصر اور مصلی مصر کسی طرح مصر سے علیحدہ نہیں لہٰذا وہاں بھی جمعہ مثل شہر کے درست ہے اگر سلطان یا نائب سلطان کا موجود ہونا۔ فتنہ یا موت سلطان کی وجہ سے متعذر رہو تو اتفاق کر کے کسی صالح شخص کو امام بنالیا جائے اور وہ نماز پڑھائے نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس کی اصل موجود ہے **واذا لم یکن استیذان السلطان بموته اوفتنة واجتمع الناس علیٰ رجل فصلی بهم جاز للضرورة کما فعل علی فی محاصرة عثمان رضی اللّٰه عنه طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح**[2].

اور گاؤں کے لوگ اگر جمعہ پڑھنے کو شہر میں حاضر نہ ہوں تو ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہئے[3] کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں اگر شہر میں آجاتے تو جمعہ فرض ہو جاتا اور دیہات

---

[1] کان قدومهم سنة ثمان قبل مکة قال النیموی وانت خبیربان الاسلام فی هذه المدة قد انتشرفی کثیر من القری فلو کانت الجمعة فی القریٰ واجبة لایوجد وجه لترکهم التجمیع فی غیر جواثی فی هذه المدة الکثیرة وماتوهم من لفط القریة فی بعض طرق هذه الروایة إذ ورد قریة من عبد القیس فهذ ا من طلاق العام للفط القریة فا نها تطلق علی ما یعلم المدینة ایضاً (اوجز ص ۳۵۳/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القری، طبع مکتبة علمیه سهارنپور، بذل ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب الجمعة فی القری،طبع یحیویه سهارنپور)

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۲۱۴/ مطبوعه مصر، باب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۵۳/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه ص ۵۶/ ج ۲/ الفصل الخامس وعشرون، الشرط الثانی، مطبوعه کراچی.

[3] من لا تجب علیهم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة (شامی زکریا ص ۳۳/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

میں رہتے ہوئے ان پر جمعہ فرض نہیں کما فی ردالمحتار[1] وغیرہ من کتب الفقہ اگر وہ گاؤں میں جمعہ پڑھیں گے تو اس میں چند قسم کی خرابی ہے فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا جس کو نماز جمعہ سمجھ کر پڑھیں گے وہ نفل ہوگی اور نفل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی منع ہے[2] اور نفل نہاری میں قراءت بالجہر بھی منع ہے[3] اور گاؤں میں رہتے ہوئے ان پر جمعہ کو فرض کہنا اور پھر گاؤں میں جمعہ کا حکم کرنا بے اصل ہے۔ اس لئے درست نہیں **لا جمعة** میں لانفی کمال کا نہیں لے سکتے کیونکہ عبارات بالا سے صراحةً معلوم ہوگیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہی نہیں اگر جمعہ خلاف اولیٰ ہوتا تو یہ احتمال تھا نیز قائل بالفصل کوئی نہیں جن کے نزدیک جائز ہے شہر اور گاؤں دونوں میں کمال کے ساتھ ہے جو منع کرتے ہیں گاؤں میں بالکل منع کرتے ہیں مصر کی تعریف معلوم ہونے کے بعد امام طحاویؒ کے جواب پر قیاس کرتے ہوئے جواب دینا قیاس مع الفارق ہے والبسط فی بذل المجہود[4] فی حل ابی داؤد واوجز المسالک[5] الیٰ مؤطا امام مالک واحسن القریٰ[6] وغیرہ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۳۰ / ربیع الثانی ۵۴ھ

الجواب صحيح: وهٰذا الكلام اذا كان السائل والمجيب غير مقلد للامام الهمام واما اذا كان كل منهما مقلداً له فلا يسوغ للمقلد الاجتهاد و ترك ظاهر الرواية لاسيما فى هٰذا الزمان وانا العبد الا فقر الىٰ الله الصمد.

سعید احمد الاجراروی المبتلیٰ

بامانۃ الافتاء بمدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۹ / ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

---

[1] ان دخل القرى المصر يوم الجمعة فان نوى المكث إلى وقتها لزمته وان نوى الخروج قبل دخوله لا تلزمه وان نواه بعد دخول وقتها تلزمه (شامی زکریا (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اٹھارہ سو کی آبادی میں جمعہ

بخدمت اقدس والا مرتبت جناب مفتی صاحب زید مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سوال:- آج کل مختلف دیہات ومضافات میں جانے آنے سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور سے قری صغیرہ جنکی آبادی ۱۸۰۰ یا دو ہزار ہو یا کچھ کم وبیش ہو اور نہ وہاں بازار ہوتا ہے نا ہی روزمرہ کی دیگر ضروریات بسہولت بہم پہونچتی ہیں لیکن جواز جمعہ کے فتاویٰ صادر ہو رہے ہیں حالانکہ علامہ شامی کی تصریح وتقع فرضاً فی القصبات و القریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق سے صراحۃً بازار کی قید مفہوم ہوتی ہے ہاں اگر سوق کے لغوی معنیٰ جائے فروخت لے کر دوکان مراد ہو اور پھر چونکہ اسواق جمع قلت ہے، اس لئے پانچ سات مختلف دوکانوں کے پائے جانے سے بھی اسواق کا صدق ہوتا ہو تو بھی فرمایئے آخر جب سوق کے معنیٰ لغوی بازار بھی ہیں اور متعارف اہل لسان بھی ہیں تو اس کو متروک کیوں قرار دیا حالانکہ اکابر کا طریق بھی اس کے خلاف ہے جن میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ قابل ذکر ہیں حضرت مذکورۃ الصدر کا اقدام انسداد جمعات فی القریٰ التی افتینا بجواز ہا فی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) ص ۴۰/ ج ۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، حلبی ص ۵۵۲/ فصل فی صلوۃ الجمعۃ، مطبوعہ لاھور، قاضی خان ص ۱۷۶/ ج ۱/ صلوۃ جمعہ، مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] لا تجوز فی الصغیرۃ (الی قولہ) الظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ النفل بالجماعۃ (شامی زکریا، ص ۷/ ج ۳/ باب الجمعۃ)

[۳] واما نوافل النھار فیخفی حتما الخ عالمگیری ص ۷۲ ج ۱ الفصل الثانی واجبات الصلوۃ مطبوعہ کوئٹہ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۱ ج ۲ باب صفۃ الصلوۃ قبیل مطلب فی الکلام علی الجھر الخ.

[۴] بذل المجھود ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب الجمعۃ فی القری المکتبۃ الرشیدیہ سھارنپور.

[۵] اوجز المسالک ص ۵۲، ۳۵۳/ ج ۱/ مکتبہ یحیوی سھارنپور.

[۶] احسن القری فی توضیح اوثق العربی، تصنیف حضرت شیخ الھند.

مثلہا معلوم ومشہور ہے۔ حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے موضع اسلام نگر ضلع سہارنپور میں خود تشریف لے جا کر جمعہ بند کرایا حالانکہ وہاں کی آبادی تین ہزار ہے پانچ مسجدیں ہیں ہفتہ وار معمولی سی پینٹھ بھی لگتی ہے لیکن بازار نہیں یونہی چند مختلف دکانیں ہیں اور عرف میں سب موضع اور گاؤں کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ نے موضع بھیسانی اسلام پور جس کی آبادی ۳-۱/۲ ہزار ہے پندرہ سولہ مختلف دوکانیں ہیں سات مسجدیں ہیں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں فرمائی پھر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھیسانی بے شمار دفعہ تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں کی پوری کیفیت سے واقف بھی ہیں۔ بھیسانی اسلام پور کی نوعیت آج کل جن دیہات میں فتوے جارہے ہیں ان سے بہت بلند ہے۔ نیز وَذَرُوا البیع بھی قابل غور ہے۔ چونکہ اول تو دیہات میں بیع وشراء نہیں اور اگر ہے تو کالعدم وہ مانع عن السعی نہیں اس لئے یہ اس مقام کے لئے ہوسکتا ہے جس جگہ بازار ہو نہ کہ چند دوکانیں بلکہ گاؤں کے لئے تو وذروا البیع والزراعۃ مناسب تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم یاایہا الذین آمنوا الآیۃ یہ عام مخصوص منہ البعض کے قبیل سے ہے اور پھر حضور ﷺ نے قباء میں جمعہ نہیں پڑھا حالانکہ چودہ یا چوبیس روز آپ کا قیام وہاں رہا نیز ارشاد ہے لا جمعۃ ولا تشریق فی القری تو یہ دونوں باتیں اس کے مخصوص منہ البعض ہونے کی مؤید ہیں تو ایسی صورت میں دوبارہ جواز جمعہ عالمانہ بحث سے مستفید فرمائیں اور قریٰ کبیرہ اور اسواق کی تحقیق کہ ان کا مصداق ومفہوم کیا ہے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے بڑا گاؤں وہ ہے جو اپنی ضروریات روزمرہ، ڈاکخانہ، شفاخانہ، مدرسہ، بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہو اور تین چار ہزار کی آبادی ہو جو گاؤں ایسا نہیں ہے وہاں جمعہ جائز نہیں بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز پڑھی جائے اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھیں گے تو وہ نماز نفل ہوگی۔ نفل کو

فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ عقیدہ رکھنا کہ فرض ادا ہوگیا۔ نفل کے لئے اذان، اقامت، جماعت علی سبیل التداعی۔ نفل نماز میں قراءت بالجہر[1] نفل کے لئے خطبہ وغیرہ شرعی مفاسد ہیں۔ فرض کا ذمہ میں باقی رہ جانا مستقل مفسدہ عظیمہ ہے لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ اھ ہدایہ[2] عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهٰذا هو الاصح[3] اھ کبیری۔

وكره اداء ظهر بجماعة فى مصر بخلاف القرىٰ لانه لاجمعة عليه فكان هٰذا اليوم فى حقهم كغيره من الايام (شرح المنية) وفى المعراج عن المصطفىٰ من لايجب عليه الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة اھ[4] درمختار و شامی وتقع فرضافى القصبات والقرىٰ الكبيرة التى فيها اسواق وفيما ذكرنا اشارة الىٰ انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاضى ومنبر و خطيب كمافى المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرىٰ لزمهم اداء الظهر اه شامی[5]۔

---

[1] واما نوافل النهار فيخفى فيها حتماً(عالم گیری کوئٹه ص ۷۲/ج ۲/الفصل الثانی فی واجبات الصلاة ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۱/ ج ۲/باب صفة الصلاة، مطلب فی الكلام على الجهر والمخافتة،اعلاء السنن ص ۹/ج ۴/ ابواب القراءة، باب وجوب الجهر بالجهرية والسربالسرية، طبع امدادیه مکه مکرمه)

[2] هدایه ص ۱۶۸/ ج ۱/باب الجمعة، مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیو بند.

[3] کبیری ص ۵۵۰/مطبوعه لاهور باب الجمعة.

[4] شامی ص ۴۹۰/ ج ۱ مطبوعه مکتبه نعمانیه دیو بند، باب الجمعة.

[5] شامی نعمانیه ص ۵۳۷/ ج ۱ /شامی کراچی ص ۱۳۸/ ج ۲/باب الجمعة.

دلائل و مآخذ کی تفصیل مطلوب ہو۔ تو اوثق القریٰ[۱] القول البدیع[۲] اور بذل المجہود[۳] اوجز المسالک[۴] اعلاء السنن[۵] وغیرہ ملاحظہ فرمایئے۔ مظاہر علوم کا کوئی فتویٰ جواز الجمعۃ فی القریٰ الصغیرۃ کے متعلق دیکھا ہو تو ضرور ارسال فرمائیں کیونکہ ہمارے علم میں یہاں سے کوئی ایسا فتویٰ صادر نہیں ہوا

مصر اور قصبہ کی تعریف عرفی چیز ہے جو عرف کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے نیز اس قدر عام ہے کہ بغیر تعریف کئے بھی عوام اور بے علم آدمی بھی جانتے ہیں کہ فلاں بستی چھوٹا گاؤں ہے اور فلاں بستی قصبہ ہے اور جو تعریف اس جواب میں بڑے گاؤں کی ذکر کی ہے اس سے مقصود اقرب الی الفہم کرنا ہے یہ حد تام نہیں[۶] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶؍رجب ۶۹ھ

مظاہر علوم سے جمعہ فی القریٰ کے متعلق فتاویٰ حضرت گنگوہیؒ کے فتوی کے مطابق جاتے ہیں اگر کوئی فتویٰ آپ نے دیکھا ہے تو آپ دکھلایئے قیاس سے ایسی بات نہ کہنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ۔ ۱۸؍رجب ۶۹ھ

---

[۱] اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القریٰ (ص ۶/) مطبوعه خیرخواه سهارنپور.

[۲] القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع مطبع بلالی ساڈهوره.

[۳] بذل ص ۱۷۰،۱۷۱/ ج ۱/ باب الجمعة فی القری المکتبه الرشیدیه سهارنپور.

[۴] اوجز ص ۳۵۲،۳۵۳/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القری. مکتبه یحیویه.

[۵] اعلاء السنن ص ۱/ ج ۸/ ابواب الجمعة باب فی جواز الجمعة فی القری، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[۶] اعلم ان تعریف المصر ایضا لیس لحدحقیقی و انما هوتشخیصه فقط و تعریف الشخصی یختلف باختلاف تشخصاته فی کل زمان فهذا هو الوجه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بنگال کے دیہات میں جمعہ

سوال:- بعض قریٰ بنگال بلکہ اکثر متصل و مسلسل پے در پے دور دراز مسافت غالباً تین چار روز کم وبیش چلے گئے ہیں۔ یک دو کوملا کے تین چار ہزار مردم شماری ہوگی اور مجموعہ اس آبادی وبستی میں لاکھوں بلکہ بیشمار مردم شماری ہے اور بعضے میں ڈاکخانہ اور بازار اور تھانہ بورڈ محکمہ بھی ہیں ایسی بستیاں قریہ کبیرہ ہیں یا نہیں اور ان میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں اور احتیاط الظہر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

قریٰ بنگال کا حال بہت مشتبہ ہے اور وہاں کے عام سکان بلکہ عام اہل علم کا حال بھی بہت ہی تعجب خیز ہے وہ یہ کہ جب وہ حضرات سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے تالاب کے دوسرے کنارہ پر پہونچ کر قصر شروع کر دیتے اور کہتے ہیں کہ ہماری بستی ختم ہوگئی اور جب جمعہ کا تذکرہ آتا ہے تو تمام دور دراز کی آبادی کو اپنی بستی کی آبادی شمار کر کے کہتے ہیں کہ ہماری بستی یہاں تک ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ خود وہاں کے ارباب فتویٰ واہل دیانت سے اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٣/ رمضان المبارک ٦٦ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٣/ رمضان المبارک ٦٦ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) لاختلاف عبارات الفقهاء في تعريف المصر، اعلاء السنن ص٨/ ج٨/ باب عدم جواز الجمعة في القرى، مطبوعه امداديه مكه مكرمه (فيض البارى ص ٣٢٩/ ج ١/ باب الجمعة في القرى، خضرراه ديوبند الكوكب ص ١٩٩/ ج ١/ باب ماجاء في ترك الجمعة من غيرعذر، طبع مكتبه يحيويه سهارنپور)

[1] مستفاد: من لم يجد نقلاً صريحاً أن يتوقف في الجواب او يسئل من هو اعلم منه ولو بلدة اخرىٰ (رسم المفتى زكريا ص ١٤٤/ ج ١/ قبيل انما على المفتى حكاية النقل الصريح، عمدة القارى ص ٢٣٧/ ج٨ جز ١٦/ منافت عمار و حذيفه، دار الفكر بيروت.

جس بستی میں مسلمانوں کی آبادی پانچ سو ہو اس میں جمعہ

سوال:- اس بستی کی آبادی تخمیناً دو ہزار ہے۔ جس میں پانچ سو مسلم آبادی ہے، دو مسجدیں ہیں، ایک پرائمری ہندی اسکول ہے تین چار معمولی پرچون کی دوکانیں ہیں جن میں ضروریات کا سامان صرف نمک، مرچ، تیل مٹی وغیرہ ملتا ہے ہفتہ میں ایک بار بازار بکریوں کا لگتا ہے، جس میں کپڑا، سبزی وغیرہ ملتی ہے۔ ایسی صورت میں یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں اگر پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ نہ پڑھنے پر فساد کا بھی اندیشہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی چھوٹی بستی میں نماز جمعہ وعیدین درست نہیں۔ جمعہ پڑھنے سے فریضۂ وقت ادا نہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس بستی میں مسلمانوں کے تیس گھر ہوں وہاں جمعہ کا حکم

سوال:- ایک موضع میں جس میں تیس گھر مسلمانوں کے ہیں وہاں ایک چھوٹی مسجد ہے اور موضع مذکور سے دو میل کی دوری پر قصبہ میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں کافی مسلمان ہیں اور جمعہ ہوتا ہے ایسی صورت میں موضع مذکورہ بالا جس میں صرف تیس گھر مسلمانوں کے ہیں اس میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کتنے مسلمانوں کے مکان موضع میں ہوں تو جمعہ کی نماز درست ہے؟

(۳) جمعہ کی نماز میں کم سے کم کتنے آدمی ہونا ضروری ہے جب نماز جمعہ درست ہوگی؟

---

[1] لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر وخطیب (إلی قوله) لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداإ الظهر، شامی کراچی ص۱۳۸/ ج۲/ باب الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ ج۲/ باب الجمعة فی القریٰ، طبع یحیویه سهارنپور، بحر ص ۱۴۱/ ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

(۴) کیا جس گاؤں میں مسجد نہ ہو اور مسلمانوں کے تیس تیس مکانات ہوں کسی باغیچہ یا چبوترہ منتخب کر کے نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس تیس گھر والی بستی کی اور کوئی حالت آپ نے تحریر نہیں کی کہ اگر یہ بستی ایسی ہے جس میں مثلاً تین چار ہزار کی مردم شماری ہے اس میں بازار ہے گلی کوچے ہیں۔ سب ضروریات روزمرہ مل جاتی ہیں تب تو وہاں جمعہ درست ہے[۱] اگرچہ مسلمانوں کے صرف تیس گھر ہوں۔ اگر یہ بستی ایسی نہیں بلکہ چھوٹی ہے تو وہاں جمعہ جائز نہیں[۲]۔

(۲) مسلمانوں کی تعداد کچھ نہیں بستی ایسی ہونی چاہیے جس کا بیان (۱) میں ہوا۔

(۳) بستی تو کم از کم (۱) کے موافق ہو اور شریک جماعت اگر امام کے ساتھ کم از کم تین بالغ مرد ہوں تب بھی جمعہ ادا ہو جائے گا[۳]۔

---

[۱] ویشترط لصحتها المصر، عن أبی حنیفة بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غیره ویرجع الناس الیه فیما وقع لهم من الحوادث (شامی زکریا ص۵/ ج۳/باب الجمعة تاتار خانیه ص ۴۹ ج ۲ کراچی، شرائط جمعه کبیری ص ۵۵۰/ لاهور)

[۲] لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب، شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة، فتح القدیر ص ۵۱/ج ۱/باب الصلاة الجمعة، دار الفکر، بحر ص ۱۴۱/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

[۳] والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوی الا مام واحترز بالرجال عن النساء والصبیان فان الجمعة لاتصح بهم (درالمختار مع الشامی ص ۱۵۱/ج ۲/مطبع کراچی باب الجمعة، محیط برهانی ص ۴۴۶/ج ۲/ الفصل الخامس والعشرون صلاة الجمعة، المجلس العلمی بیروت، هدایه ص ۱۶۹/ج ۱/باب صلاة الجمعة، طبع یاسر ندیم دیوبند.

(۳) اگر وہ (ا) کے موافق ہوتو جائز ہے مسجد ہونا شرط نہیں ورنہ جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رمضان ۶۷ھ

گاؤں میں جمعہ اور تعزیہ پر قیاس کرنا

سوال: - دیہاتوں میں جمعہ ہوتا ہے منع کیا جائے کہ نہیں؟ اگر روکا جائے تو بعض لوگ جو جمعہ کے دن صرف جمعہ پڑھنے آتے ہیں وہ بالکل چھوڑ دیں گے۔ بعض لوگ اس کو اسلام کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ تعزیہ کو نشانی خیال کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس دیہات میں جمعہ کی شرائط موجود نہ ہوں وہاں ظہر با جماعت پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے فریضۂ ظہر ساقط نہیں ہوتا۔ ولو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر۔ شامی[2] ص ۷۵۳/ج ۱/ البتہ اگر جمعہ کی مخالفت کرنے سے اختلاف ہو کہ مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہو تو مسئلہ بتا کر خاموشی اختیار کر لیں اور خود جمعہ میں شرکت نہ کریں[3]۔ تعزیہ کو جائز قرار دے کر اس پر اسی مسئلہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] لو صلى الجمعة فى قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قرى وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد أولم يبنوا الحلبى كبيرى ص ۵۵۱/ فصل صلاة الجمعة، طبع لاهور.

[2] شامى كراچى ص۱۳۷/ج۲/ باب الجمعة، بحر ص ۱۴۲/ج۲/كوئٹه، باب صلاة الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ج۲/باب الجمعة فى القرىٰ، يحيويه سهارنپور.

[3] واستشهد له بما فى التجنيس عن الحلوانى ان كسالى العوام إذاصلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لانهم اذا منعوا تركوها اصلا (شامى زكريا ص ۵۲/ج۲/باب العيدين، مطلب مطلقالمستحب على السنة الخ، تاتارخانيه ص ۴۰۸/ج ۱/ كراچى.

دو ہزار کی آبادی میں جمعہ وعیدین وقربانی

سوال:- زید کے گاؤں کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے۔ زمانہ سے نماز عیدین اور جمعہ کی نماز یہاں پڑھی جاتی ہے۔ ضرورت کی چیزیں گاؤں میں دستیاب ہیں، اشیاء ضروریہ کی دوکانیں گاؤں میں ہیں۔ کیا ایسی آبادی میں احناف کے نزدیک جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نیز کیا ایسی آبادی میں متعدد مساجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(۲) جس آبادی کا اوپر ذکر ہوا ہے کیا اس آبادی میں عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر درست نہیں ہے اور کسی نے قربانی کردی ہے تو کیا اس شخص کو قربانی کے عوض صدقہ کرنا پڑے گا؟ مدلل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ کسی تجربہ کار عالم مفتی کو بلا کر معائنہ کرادیا جائے وہ پورے طور پر دیکھ کر جو فتویٰ دے اس پر عمل کیا جائے۔ محض تحریر سے پوری کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں وہاں جمعہ بھی ادا کیا جائے اور عیدین کی نماز بھی پڑھی جائے اور قبل از نماز عیدالاضحیٰ قربانی درست نہیں۔ اگر قربانی کردی ہے تو اس سے واجب ادا نہیں ہوا۔ قربانی کی قیمت صدقہ کی جائے۔ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود نہ ہوں وہاں جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ صلوٰۃ العیدین بھی وہاں پڑھنا مکروہ ہے۔ قربانی سویرے (صبح) ہی سے درست ہے۔ جمعہ کے شرائط یہ ہیں۔

وحر صحيح بالبلوغ مذكر — مقيم وذو عقل لشرط وجوبها

ومصر وسلطان ووقت وخطبة — واذن كذا جمع لشرط ادائها

لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب. لوصلوا في

القریٰ لزمھم اداء الظھر. شامی ص۵۳۶،۵۳۷/ج ۱[1]. تجب صلوٰتھا فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطھا المتقدمة سوی الخطبة فانھا سنة بعدھا وفی القنیة صلوٰة العید فی القریٰ تکرہ تحریماً. درمختار ج ۱ ص۵۵۵[2]/. اول وقتھا (ای الاضحیة) بعد الصلوٰة ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوٰة عید و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اه درمختار. فیه تسامح اذا التضحیة لا تختلف وقتھا بالمصر وغیرہ بل شرطھا. فاول وقتھا فی حق المصری والقروی طلوع الفجر الا انه شرط للمصری تقدیم الصلوٰة علیھا اه شامی ص ۲۰۲[3].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۱۴۰۲ھ

موضع دادری میں جمعہ

سوال:- ہاپوڑ سے دو میل کے فاصلہ پر دادری ایک گاؤں ہے، جس کی کل آبادی ڈھائی ہزار اور مسلم آبادی چار سو ہے اس میں ایک مسجد بھی ہے۔ جس میں برسوں سے جمعہ ہوتا رہا۔ اس سال ایک امام صاحب آئے۔ انہوں نے مسئلہ پوچھ کر جمعہ بند کر دیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے امام صاحب آئے انہوں نے بھی جمعہ نہیں پڑھایا۔ جو لوگ صرف جمعہ پڑھتے

---

[1] شامی کراچی ص۲۳۸/ج ۱/ شامی نعمانیه ص۱۳۷/ج ۱/باب الجمعة، بذل المجھود ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سھارنپور بحر ص ۱۴۱/ج۲/باب صلاة الجمعة ، طبع کوئٹه.

[2] شامی نعمانیه ص۵۵۵/ج ۱/ باب العیدین بحر ص۱۵۸/ج۲/ کوئٹه عیدین.

[3] شامی نعمانیه ص۲۰۲/ج۵/کتاب الأضحیه، مجمع الانھر ص۱۴۹/ کتاب الاضیحیة ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع ص ۲۱۱/ج۴/زکریا،وقت التضیه ، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۵/ج۲/الباب الثالث فی وقت التضحیة.

ہیں ان لوگوں کا بہت اصرار ہوا۔ بہر کیف ۱۹ر محرم کو جو جمعہ گذرا اس میں امام صاحب نے مجبوراً جمعہ پڑھایا۔ اس گاؤں میں دو تین بہت چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں جس میں پوری ضروریات نہیں ملتیں حتی کہ چینی بھی نہیں ملتی۔ ایسی صورت میں کیا جمعہ وہاں پڑھا جا سکتا ہے جبکہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ پچاس نفر کے گاؤں میں بھی جمعہ جائز کہتے ہیں۔ اوراس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ اختلاف سے حکم میں توسع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ اس بارے میں حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر آپ کے گاؤں کی حالت مشتبہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی عالم کو جو تجربہ کار ہو اور فقہی مسائل میں مہارت رکھتا ہو بلا کر معائنہ کرادیں۔ وہ سب حالات دیکھ کر جمعہ جائز بتلائے تو پڑھنا شروع کریں منع کرے تو نہ پڑھیں۔

عوام کی دلیل کہ ہم باقی ہفتہ نماز نہیں پڑھتے جمعہ کے روز ہاتھ منہ دھولیں وضو کرلیں الخ شرعی دلیل نہیں، عامیانہ وجاہلانہ بات ہے۔ خدا اور رسول کا حکم پنجگانہ نماز کا ہے جو کہ فرض عین ہے جس پر سب امت کا اجماع ہے[1] اس کو تو ترک کردیں، اور جہاں اجازت نہ ہو وہاں پڑھنے پر اصرار کریں کس قدر جہالت بلکہ احکام شرع کا مقابلہ ہے۔ اگر پچاس نفر کے گاؤں میں جمعہ کی اجازت دی جائے تو آپ کے ہی گاؤں کی کیا خصوصیت رہے گی جس کی وجہ سے آپ نے دوڈھائی ہزار کی آبادی بتلائی ہے۔ بلکہ ہر گاؤں میں جمعہ کی اجازت

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى فرض على كل مسلم ومسلمة فى كل يوم وليلة خمس صلوات وهو من المشاهير وبالاجماع فقد اجمع الامة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا على فرضيتها من غير نكير منكر ولا رد راد (مجمع الانهر ص ۱۰۳ /ج ۱ / كتاب الصلاة، مطبوعه بيروت، بدائع كراچى ص ۸۹، ۹۰ /ج ۱ / كتاب الصلاة، الدر مع الرد زكريا ص ۴ / ج ۲ / كتاب الصلوة، تاتارخانيه كراچى ص ۴۰۱ /ج ۱ /.

دینی پڑے گی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۷/۹۴ھ

احتیاط مذہب حنفی میں ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ نہیں

سوال:- حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے معاملہ میں اگر امام شافعیؒ کے قول پر احتیاط ہوتی تو میں اس پر فتویٰ دے دیتا مگر احتیاط حنفی مذہب میں ہے۔ تو جس گاؤں میں اختلاف قریہ اور مصر ہونے میں ہو اس میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً

حضرت مولانا تھانویؒ نے صحیح فرمایا ہے۔ احتیاط حنفی مذہب پر عمل کرنے میں ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۵/۲۰ھ

کیا تین گاؤں مل کر ایک جگہ جمعہ پڑھیں؟

سوال:- موضع بمبے والا ڈاکخانہ ملکوال تحصیل بھلوان ضلع سرگودھا پاکستان، اس گاؤں کی آبادی آٹھ سو نو سو کے قریب ہے۔ نماز ظہر وعصر میں نمازی کاروبار کی وجہ سے ۲۵/۳۰/ ہوجاتے ہیں۔ مغرب وعشاء وفجر کی نماز میں پچاس ساٹھ ہوجاتے ہیں۔ نمازیوں کا خیال ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کی جائے۔ یہاں سے شہر ملکوالی اور صیانوالی سات سات میل کے فاصلہ پر ہیں وہاں دو مسجدوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے وہاں نمازیوں کا جانا مشکل

---

[1] وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق الى قوله وفيما ذكرنا اشارة الى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض الخ، شامي ص۵۳۷/ ج ۱/ باب الجمعة.

[2] وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق لا تجوز في الصغيرة، شامي نعمانيه ص۵۳۷/ج ۱/ باب الجمعة. عنايه على الفتح ص۵۳/ ج ۲/ صلاة الجمعة، دارالفكر بيروت.

ہے۔ایک قصبہ جوٹ قریب ایک میل ہے وہاں بھی دو مسجدیں ہیں نماز جمعہ ہوتی ہے مگر بدقسمتی سے سب بریلوی عقیدہ کے ہیں وہ دیوبندی خیال کے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔طرح طرح کے اعتراض وطعن کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے بالکل پاس دو گاؤں اور ہیں جہاں دیوبندی خیال کے حضرات ہیں۔ ہمارے یہاں سے اذان کی آواز خوب جاتی ہے۔ایک میل کے قریب اس طرح مل کر تین گاؤں کے لوگ یہاں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ تینوں گاؤں اپنے نام اور آبادی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اور ایک ایک میل کا فاصلہ ہے اور جداگانہ کسی میں بھی شرائط جمعہ موجود نہیں تو پھر تینوں مل کر ایک گاؤں میں جمعہ پڑھنا بھی درست نہیں[1]۔ سب کو ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔اگر کوئی شخص کسی دوسری جگہ (جہاں شرائط جمعہ موجود ہوں) جا کر جمعہ پڑھے گا تو اس کے ذمہ سے بھی فریضۂ ظہر ساقط ہو جائے گا[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۸/۱۰/۹۰ھ

دیہات میں تعلیم مسائل کی خاطر جمعہ پڑھنا

سوال:- دیہات میں اگر جمعہ اس لئے پڑھا جائے کہ مجمع ہو جائے گا اور کچھ مسائل

---

[1] لو كان بين ذالك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعى لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم (تاتارخانيه كراچى ص۵۳/ج۲/ شرائط جمعه، عالمگيرى كوئٹه ص۱۴۵/ج۱/ مجمع الانهر ص۲۴۷/ج۱/ مطبوعه بيروت)

[2] من لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت (الهندية كوئٹه ص۱۴۴/ج۱/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة تبيين الحقائق ص۲۲۱/ج۱/ امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۱۵۲/ج۲/.

وغیرہ ان کو معلوم ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں اگر نہ پڑھا جائے تو لوگ مسائل سے ناواقف رہ جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[1] مسائل سکھانے کے لئے دوسرے طرق پنچایت وغیرہ کے ذریعہ سے مجمع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فناء مصر

سوال:- ختم فناء مصر کے بعد کیا کچھ فرسخ کی اور تحدید ہے کہ اسکے اندر جمعہ جائز ہے؟

(۲) شہر کے باہر حدود میونسپلٹی کے آگے تین چار میل تک سڑک کے کنارے عموماً جو اینٹ کے بھٹے اور چونہ بھٹیاں ہوتی ہیں اس کو ضروریات شہر میں داخل کر کے فناء مصر کا اطلاق وہاں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہاں تک یا اس کے محاذ میں جو مواضعات ہوں اور عرفاً وہ گاؤں سمجھے جاتے ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اطلاق مصر یا اطلاق دیہات ہر ملک کی آبادی اور اس کی جغرافیائی حالت کے موافق ہوتا ہے مثلاً ہندوستان کے معمولی گاؤں عرب کی آبادی کے اعتبار سے قصبہ اور شہر کا اطلاق کیا جائے گا یا عرب کی آبادی کے لحاظ سے مصر اور قریہ کا اعتبار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فناء مصر کے متعلق مسافت کی کوئی تحدید نہیں فرمائی

---

[1] وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق لا تجوز فی الصغیرة شامی نعمانیه ص۵۳۷/ ج۱/ باب الجمعة، عنایه علی الفتح ص۵۳/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت. بحر ص۱۴۰/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

اور محققین کی ایک جماعت نے اس کا اتباع کیا۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور متأخرین سے دس گیارہ اقوال منقول ہیں۔ درمختار ص ۸۳۷ میں ایک فرسخ پر ولوالجیۃ سے فتویٰ نقل کیا ہے[1] قال الکمال وفناء ہ ھو المکان المعدلمصالح متصلاً بہ اوفصل بغلوۃ کذاقدرہ محمد فی النوادر وھو المختار الیٰ قولہ فان الامام لم یقدر الفناء بمسافۃ وکذاجمع من المحققین و ھو الذی لا یعدل عنہ فان الفناء بحسب کبر المصر وصغرہ الیٰ قولہ وبعضھم قدرہ بفرسخ وبفرسخین وبثلاثۃ فراسخ ثم قال الکمال وقیل بمیل وقیل بمیلین وقیل بثلاثۃ امیا ل وقیل انما تجوز فی الفناء اذا لم یکن بینہ وبین المصر مزرعۃ اہ شرنبلالیہ ص۱۳۷ / و بعضھم قدرہ بستۃ امیال اہ وعن ابی یوسف ان المعتبر فیہ سماع النداء اہ وعن الحسن البصریؒ انما تجب فی اربع فراسخ اہ والبسط فی ردالمحتار[2] ص۸۳۷/ والبدائع[3] ص ۲۶۰/.

(۲) جواب (۱) سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک فناء مصر کی کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ مختلف ہوتی رہتی ہیں پس اس قول پر اگر وہ جگہ عرفاً فناء مصر شمار کی جاتی ہے تب تو وہ ملحق بالمصر ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں واما تفسیر توابع المصر فقد اختلفوا فیھا الی ان قال وقال بعضھم ان امکنہ ان یحضر الجمعۃ ویبیت باھلہ من غیر تکلف تجب علیہ الجمعۃ والا لا وھٰذا احسن، بدائع[4]

(۳) ہر ملک میں اسی ملک کا عرف معتبر نہ ہوگا ہر جگہ عرب کا عرف معتبر نہ ہوگا جیسا کہ ہر زمانہ میں اسی زمانہ کا عرف معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ خلاف منصوص نہ ہو ایک زمانہ کا عرف ہر

---

[1] والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولواجی، الدرالمختار علی الشامی ص۱۳۹/ج۲/ مطبوعہ کراچی، باب الجمعۃ)

[2] شامی کراچی ص ۱۳۹/ ج۲/ باب الجمعۃ.

[3] بدائع کراچی ص ۲۶۰/ ج ۱/ شرائط الجمعۃ، تاتارخانیہ ص ۵۴/ ج ۲، الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعۃ، کراچی.

[4] بدائع الصنائع ص ۲۶۰/ ج ۱/ فصل اما بیان شرائط الجمعۃ (مکتبہ سعید پاکستان)

زمانہ میں معتبر نہیں ہوتا والبسط فی البذل[1] والاوجز[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ج ۱ ۵۵ھ

شہر سے متصل گاؤں والوں پر جمعہ

سوال:- ایک موضع میں تین مسجدیں ہیں جس میں سے ایک کو عوام نے جامع مسجد کے ساتھ ملقب کیا ہے محض اس بناء پر کہ اس کی تعمیر کے وقت (تقریباً سو برس) سے اس میں جمعہ کی نماز ہوتی چلی آئی ہے موضع ہٰذا کی موجودہ سے پیشتر کی یہ حالت تھی کہ کافی بڑا بازار لگتا تھا لیکن عرصۂ دراز سے بازار شکست ہو گیا جس سے آبادی کم ہو کر قریب دو ہزار کے رہ گئی ہے اور مختلف پیشہ ور مثلاً نیاری، عطار، حکیم، بزاز، حجام، تنبولی حلوائی وغیرہ اپنی دکانیں پیشہ کی چیزیں ہر وقت موجود رکھتے ہیں۔ گردونواح سے دو چار مواضعات کے مسلمان جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں کی تعداد مع بچوں کے ایک سو کے قریب پہونچ جاتی ہے۔ بہشتی زیور (مصنفہ) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایسے مواضعات جن کی

---

[1] بذل المجهود ص۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱/ج۲ باب الجمعة فی القری (مکتبه رشیدیه سهارنپور).

[2] اتفقوا علی ان لا جمعة فی العوالی وانه یشترط لها الجماعة الی قوله : فقال اصحابنا هی مخصوصة بالامصار ولا تصح فی السواد وهو قول الثوری وعبیدالله بن الحسن وقال مالک تصح فی کل قریة فیها بیوت متصلة واسواق متصلة یقدمون رجلا یخطب ویصلی بهم الجمعة ان لم یکن له امام وقال الا وزاعی لا جمعة الا فی مسجد جماعة مع الامام وقال الشافعی اذا کانت قیة لجمعة البناء والمنازل وکان اهلها لا یظعنون عنها الا ظعن حاجة وهم اربعون رجلا حرا بالغاغیر مغلوب علی عقله وجبت علیهم الجمعة، اوجز المسالک ص ۳۵۱/ج ۱/ ماجاء فی الامام ینزل بقریة یوم الجمعة، (مکتبه یحیوی سهارنپور).

آبادی تین ہزار سے کم ہو جمعہ جائز نہیں بلکہ گناہ ہے اس قسم کے دو چار مواضعات پر حضرت مولانا کا فتویٰ عدم جواز کے لئے آچکا ہے ان سب صورتوں کو دیکھ کر عوام کو جمعہ صحیح نہ ہونے کے وجوہات سے باخبر کیا گیا۔ مگر اس قائل کو وہابی کا خطاب ملا اور اکثر و بیشتر لوگ خلاف ہو گئے۔ علاوہ اس کے چند لوگ جو حق کے متلاشی تھے ان کو کتاب بہشتی زیور دکھلانے سے یقین ہو گیا کہ جمعہ یہاں درست نہیں ہوتا۔ موضع ہٰذا سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک ایسا مقام جس کی آبادی تین ہزار سے زائد ہے وہاں ہفتہ میں دو مرتبہ بہت بڑا بازار بھی لگتا ہے اور اس بازار میں قرب و جوار کے لوگ یعنی (اطراف مواضعات) اکثر شریک ہو کر ضروری اشیا خرید کرتے ہیں بازار کے علاوہ اور دنوں میں بھی ضرورت کی سب چیزیں ملجایا کرتی ہیں۔ علاوہ بریں مقام مذکور میں تھانہ ڈاک خانہ، سرکاری ہسپتال و مڈل اسکول وغیرہ بھی موجود ہیں اور ہر چیز کی دکانیں بھی بہت بہت بڑی بڑی ہیں اور مسجدیں صرف دو ہیں ان سب باتوں کی وجہ سے اس کو لفظ قصبہ کے ساتھ پکارا جاتا ہے اب اس صورت میں موضع ہٰذا کے لوگوں کو مقام موصوف میں جمعہ کیلئے جانا چاہئے یا نہیں؟ یا موضع ہٰذا میں ظہر کی نماز با جماعت ادا کرنی چاہئے۔ یا موضع میں جمعہ پڑھنا چاہئے اور کتنی مسافت طے کر کے جمعہ میں شریک ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قصبہ میں جمعہ درست ہے اور موضع میں درست نہیں۔ جس جگہ جمعہ درست نہیں ہوتا وہاں فریضۂ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ اگر اس قصبہ سے اس موضع میں اذان کی آواز آتی ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک موضع والوں پر جمعہ واجب ہے۔ درمختار میں یہی قول مفتیٰ بہ ہے[1] اور بعض علماء نے اس کا انداز ایک فرسخ بیان کیا ہے۔ صاحب بحر کے نزدیک

---

[1] واما المنفصل عنه فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد وبه يفتى كذا فى الملتقى وقدمنا عن الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح فى البحر اعتبار عوده لبيته بلا كلفة (الدرالمختار) وفى ردالمحتار : وفى الخانية : المقيم فى موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء، الدر المختار مع الرد المحتار ص۵۴۷/ج ۱/ مكتبه نعمانيه، باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، مطبوعه كراچى ص ۱۵۳ ج ۲.

راجح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ جمعہ پڑھ کر بلا کلفت اپنے مکان لوٹ کر آسکتے ہیں تو ان پر جمعہ واجب ہے ورنہ نہیں[1]۔ قاضی خاں کی رائے یہ ہے اگر شہر کے گرد ونواح میں رہنے والے چند کھیتوں کے فصل پر رہتے ہوں تو جمعہ کے لئے حاضر ہونا ان کے ذمہ واجب نہیں اگر چہ اذان کی آواز سنتے ہوں[2] لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ شہر اور شہر کے متصل رہنے والوں پر جمعہ واجب ہے اور اہل سواد پر واجب نہیں اسی کو اصح کہا ہے پس اس موضع والوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا اگر کوئی قصبہ میں جا کر ادا کرے تو اس کو اختیار ہے اور باقی کو چاہیے کہ جماعت سے ظہر پڑھیں۔ ردالمحتار[3] ص ۸۳۵/ج ۱ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ذیقعدہ ۵۷ھ

جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو اس میں جمعہ کا حکم

سوال:- موضع دیوکلی میں جمعہ کے سب شرائط ہیں آبادی تین ہزار سے زائد ہے مسلمانوں کے گھر پندرہ سو کے قریب ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے جمعہ ہوتا ہے مگر مسجد میں

---

[1] واختار في البدائع: ما قاله بعضهم أنه إن أمكنه أن ينحضر الجمعة ويبيت بأهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة وإلا فلا قال: وهذا أحسن، البحر الرائق ص ۱۴۱/ج ۲/ باب الجمعه، مطبوعه كوئٹه.

[2] ومن كان مقيما في عمران المصر وأطرافه ...... ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعي ...... لا جمعة على اهل ذالك الموضع وإن كان النداء يبلغهم، قاضي خان على الهندية ص ۱۷۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة.

[3] ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن المصر او ما يتصل به فلاتجب به على اهل السواد ولو قريباً وهذا اصح ما قيل فيه (شامي زكريا ص۷/۲/ ج۳/ مطلب في شروط وجوب الجمعة باب الجمعة)

پانچ وقت نماز نہیں ہوتی نہ جماعت کے ساتھ نہ بلا جماعت کوئی آدمی آ گیا تو پڑھ لیا، مقامی لوگ نماز نہیں پڑھتے صرف جمعہ، عید بقرعید ہوتی ہے۔ان حالات میں جمعہ صحیح ہوگا؟ اور موضع پہاڑ پور کی آبادی پندرہ سو کے قریب ہوگی۔ چالیس گھر مسلمانوں کے ہیں۔ یہاں دو مسجدیں ہیں۔ ۵،۶/ دوکانات ہیں مسجد میں جمعہ پہلے سے ہوتا آ رہا ہے۔ پنج وقتہ نماز بھی کبھی جماعت سے کبھی بلا جماعت، جمعہ میں تیس، چالیس آدمی شریک ہو جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیوکلی میں جمعہ کے شرائط موجود ہیں یعنی گلی کوچہ محلے ہیں، ڈاکخانہ ہے بازار ہے، ضرورت کی ہر شئی ہمیشہ مل جاتی ہے۔ تین ہزار کی مردم شماری ہے تو وہاں جمعہ بھی درست ہے[۱] اور عید بھی مگر وہاں کے لوگوں کو لازم ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کا بھی اہتمام کریں۔ کسی کو اذان وامامت کیلئے مقرر کرلیں اور سب نماز پڑھا کریں ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے اور سب پر نحوست طاری رہیگی[۲]۔

موضع پہاڑ پور آپ کی تحریر کے مطابق چھوٹا گاؤں ہے وہاں جمعہ درست نہیں، جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز ادا کی جائے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[۱] ويشترط لصحتها اى الجمعة سبعة اشياء الاول المصر عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم الخ شامى كراچى ص۱۳۷ ج۲ و زكريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة، بنايه شرح هدايه ص ۵۱/ ج۳/ قبيل تعريف المصر ابى حنيفة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲] ما من ثلثة فى قرية ولا بدوٍ لا تقام فيهم الصلاة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليكم بالجماعة فانما ياكل الذئب القاصية يعنى بالجماعة الجماعة فى الصلاة (نسائى شريف ص۹۷/ ج۱/ كتاب الإمامة باب التشديد فى ترك الجماعة، طبع بلال ديوبند، اعلاء السنن ص۱۶۸/ ج۴/ ابواب الإمامة، باب وجوب ايتان الجماعة فى المسجد، المكتبة الإمدادية مكة مكرمة. (بقیہ آئندہ پر)

گھر یا حجرہ میں جمعہ

سوال:- حجرہ یا گھر میں ۲۰/۲ طالب علم وقتی نماز ادا کرتے ہیں۔ قریب آس پاس میں جامع مسجد بھی موجود ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ تو کیا گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جمعہ کی نماز ہوگی تو آس پاس کے محلّہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہاں پارٹی بازی یا جھگڑا ہوسکتا ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ہر نماز کو مسجد میں ادا کیا جائے[1] مسجد کو چھوڑ کر بلا عذر شرعی گھر میں نماز کا اہتمام کرنا مسجد کے حق کو تلف کرنا ہے خاص کر نماز جمعہ اس کے لئے جامع مسجد کا اہتمام کیا جائے۔ اپنے ذاتی گھر میں ہرگز جمعہ نہ پڑھا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوگوں کے نماز ترک کرنے کے اندیشہ سے نماز جمعہ کا قیام

سوال:- یہاں ایک آبادی ہے جو کہ صدہا سال سے آباد ہے جس میں مسلمانوں کے قریب پچاس ساٹھ گھر آباد تھے اور اس آبادی میں ایک پختہ مسجد بھی ہے جو زمانہ قدیم سے

---

[1] لا تجوز فی الصغیرة (الی قوله) لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ ج۲/ تفریع ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ مطبوعه یحیویه سهارنپور، بحر کوئٹه ص ۱۴۱/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة.

[1] فثبت إتیان المسجد ایضاً واجب کوجوب الجماعة (اعلاء السنن ص ۱۶۴/ ج۴/ ابواب الامامة، باب وجوب ایتان الجماعة، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[2] وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فیه یجوز، یکره لانه لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ص ۲۲۱/ ج ۱/ باب صلاة الجمعة، شامی زکریا ص ۲۶/ ج۳/ قبیل مطلب فی شروط وجوب الجمعة، باب الجمعة.

موجود ہے اس وقت موجودہ آبادی مسلمانوں کی قریب دس بارہ گھر کے ہے اور اس مسجد میں قدیم زمانہ سے نماز جمعہ ہوتی ہے اور یہیں ایک مقام ہے تین میل کے درمیان جہاں قبرستان اور مسجد وغیرہ موجود ہے اور عیدین کی نماز ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی اس وقت اس کی مردم شماری پانچ سو یا چار سو کی ہے اور یہاں پر ضروریات کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں۔ یہاں پندرہ سولہ دکانیں اور بازار بھی ہے اور ڈاکخانہ تارگھر بھی ہے مڈل اسکول اور پرائمری دونوں موجود ہیں اور موسم سرما میں چار ماہ کے لئے تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر وغیرہ آجاتے ہیں اور دیوانی وفوج داری وغیرہ کے مقدمات ہوتے ہیں اب کچھ عرصہ سے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہاں نماز جمعہ جائز نہیں اور معترض خود نمازی ہے اور نماز جمعہ میں پچیس تیس نمازی جمع ہوجاتے ہیں اور کبھی زیادہ بھی ہوجاتے ہیں اور خاص کر موسم سرما میں چکروتے سے تحصیل آنے کی وجہ سے نمازیوں کی زیادتی ہوتی ہے اب اعتراض کی وجہ سے نمازیوں کی کمی ہوگئی ہے اور اگر یہی رفتار رہی تو نمازی بہت ہی کم ہوجائیں گے۔ نماز جمعہ ہی کی وجہ سے بہت سے نوجوان اور بوڑھے وضو تک نہیں جانتے تھے جن کو اسی کے طفیل میں وضو وغیرہ آگیا۔ اب اعتراض کی وجہ سے ان کو بھی موقعہ ملا کہ ہم کو کوئی اب نماز کے لئے تو نہیں کہہ سکتا اور اس قصبہ میں ایسے ایسے آدمی موجود ہیں جن کو اچھی طرح کلمہ اول بھی نہیں آتا اور شعار اسلام سے تو کوسوں دور ہیں باوجود اس کے ہم لوگ ان لوگوں کو نماز کی رات دن تاکید کرتے ہیں پھر بھی نہیں مانتے۔ یعنی دیکھئے یہاں پر نماز جمعہ ہوتی ہے پھر بھی شریک نہیں ہوتے اور بالکل خلاف شرع ہیں۔ باوجودیکہ ان کو نماز کے لئے بہت ترغیب دیتے ہیں پھر بھی نماز سے نفرت کرتے ہیں اب پھر دوبارہ نماز میں شریک کرنے کی کوشش کررہا ہوں اور دوسروں سے بھی کوشش کراتا ہوں۔ جب کہ یہاں کے لوگوں کی یہ حالت ہو کہ نماز کے نزدیک تک نہ جاتے ہوں اور نماز سے گھبراتے ہوں تو حضرت ہم لوگ لوگوں کی بڑی منت وخوشامد سے نماز جمعہ میں شریک کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی وجہ سے پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگیں ایسی حالت میں نماز جمعہ بند کردی گئی تو پھر خیر صلاح ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ وہ لوگ نماز سے اور شعار اسلام سے متنفر ہوں نماز

جمعہ کے بارے میں کیا خیال ہے آیا بدستور باقی رکھیں یا روک دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بستی میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں بلکہ ظہر کی نماز فرض ہے اگر نماز جمعہ پڑھیں گے تو وہ نماز نفل ہوگی جو کہ جماعت سے پڑھنا اور دن میں جہر سے قراءت کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ظہر کا فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا وہ بدستور باقی رہے گا لہٰذا جمعہ کو موقوف کرکے ظہر کو قائم کرنا ضروری ہے[1] رہی یہ بات کہ لوگ بالکل نماز چھوڑ دیں گے تو آپ نے خود لکھا ہے کہ اب باوجود جمعہ پڑھنے اور اتنی کوشش کرنے کے بھی رغبت نہیں کرتے بلکہ متنفر ہیں اس لئے ایک ممنوع فعل کرکے لوگوں کو متوجہ کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ویسے نماز کے لئے آپ اپنی کوشش کو جاری رکھیں۔ اللہ پاک امداد فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۸/۴/۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ   صحیح: عبد اللطیف ۵۸/۴/۳ھ

چار پانچ سو کی آبادی میں جمعہ

سوال:- یہاں پر ایک آبادی مقام کالسی صدہا سال سے آباد ہے جس میں پہلے مسلمانوں کے گھر پچاس ساٹھ گھر آباد تھے اور اسی آبادی میں ایک پختہ مسجد بھی ہے جو کہ اسی زمانہ سے چلی آرہی ہے اس وقت موجودہ مسلمانوں کی آبادی قریب دس بارہ گھروں پر مشتمل ہے اور اس مسجد میں نماز جمعہ ہمیشہ سے ہورہی ہے، آبادی کی مردم شماری میں یہ مقام کالسی تین میل کی وسعت کے لحاظ سے صرف خود ہی ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں پر قبرستان ہے اور مسجد

---

[1] لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب، والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة......لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة) واما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً (عالمگیری ص۷۲/ج۱/ الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه)

اسی میں ہے اور عیدین کی نماز بھی یہاں پر ہوتی ہے اس مقام میں ہندو مسلمان کی مشترکہ آبادی پانچسو یا چارسو کے قریب ہے اور یہاں پر معمولی بازار ہے اور تار گھر ڈاکخانہ مڈل اسکول ہے پرانا قصبہ ہے اور موسم سرما میں تین ماہ کے لئے تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر آجاتے ہیں اور دیوانی وفوج داری مقدمات ہوتے ہیں اب کچھ عرصہ سے ایک شخص نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اس مقام پر نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص پکا نمازی بھی ہے نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے یہاں پر پختہ پچیس تیس نمازی جمع ہوجاتے ہیں اور ایام سرما میں نمازیوں کی مقدار میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے اب اس شخص کے اعتراض پیدا کرنے سے نمازیوں کی مقدار میں دس پندرہ آدمیوں کی کمی ہوگئی ہے اور اگر یہ ہی رفتار رہی تو کچھ عرصہ بعد شاید یہ نمازی اور بھی کم ہوجائیں گے اس نماز جمعہ کے طفیل سے دور دور سے مسلمان جمع ہوتے ہیں اب اس میں عام طور سے لوگوں کو نماز نہ پڑھنے کا بہانہ مل گیا اس نماز جمعہ ہی کی برکت سے بہت سے نوجوان اور بوڑھوں کو وضو کرنے کی تمیز ہوگئی تھی اور یہاں اس صورت میں کہ نماز جمعہ ہوتی ہے تب بھی نماز سے متنفر ہیں اور اگر خدانخواستہ نماز جمعہ بند ہوگئی۔ یہاں پر تو یہ بالکل ہی نماز چھوڑ دیں گے۔ خیر باعث طلب یہ امر ہے کہ نماز جمعہ جائز ہے یہاں پر یا نہیں؟

جواب از دہلی

ان حالات میں نماز جمعہ جاری رکھی جائے بند کرنا درست نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

نوٹ:- اس استفتاء کا جواب اس سے قبل مظاہر علوم سے جا چکا تھا اسکے بعد یہ استفتاء مع جواب آیا جس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں کا جواب تو اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا جس شخص کو عمل کرنا ہوتا ہے وہ کسی ایسے شخص سے جس پر اعتماد ہو ایک دفعہ دریافت کرکے عمل کر لیتا ہے۔ جس کو عمل نہ کرنا ہو وہ مختلف

اشخاص سے دریافت کرتا ہے کہ دیکھیں فلاں جگہ سے کیا جواب ملتا ہے اور فلاں جگہ سے کیا۔ اگر کہیں دو جگہ سے مختلف جواب ملا تو اس کو شور مچانے اور گالیاں دینے کا ذریعہ بنالیتا ہے ایسے شخص کا مقصود درحقیقت عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا نہیں ہوتا۔

اب آپ کے سامنے دونوں قسم کے جواب موجود ہیں۔ جاہل لوگ علماء کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ مختلف مقامات سے مسئلہ دریافت کرکے اور مختلف جوابات حاصل کرکے ان جاہلوں کو سنا کر گالیاں دلواتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں پہونچانے سے بھی غالباً مقصود ہوگا کہ یہاں سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ کی تردید کی جائے تاکہ آپ پھر جاہلوں کو سنا کر بتائیں اور گالیاں دلوائیں کہ دیکھو مولوی آپس میں لڑتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں یا یہ مقصود ہوگا کہ یہاں سے پہلے فتویٰ کے خلاف جواب دیا جائے تاکہ عوام جاہلوں کو آپ سنائیں کہ دیکھو ایک فتویٰ دیا پھر دوبارہ اس کے خلاف فتویٰ دیدیا۔ ایک بات پر قرار نہیں اور پھر وہ عوام گالیاں دیں جس سے آپ کو مزہ آئے اور آپ خیر خواہانہ طریقہ سے اظہار ہمدردی کریں کہ عوام جب گالیاں دیتے ہیں ہمیں بہت افسوس ہوتا ہے۔ اگر آپ عالم ہیں تو کتب فقہ وحدیث میں دلائل موجود ہیں دیکھ کر اطمینان کر لیجئے۔ اگر آپ جاہل ہیں تو جس پر اعتماد ہو اس سے مسئلہ دریافت کرکے عمل کیجئے۔ مختلف مقامات پر سوال بھیجنے اور جواب منگانے کی ضرورت نہیں۔ رہا جاہلوں کے گالیاں دینے کا قصہ سو آپ نے خود ان کا مقولہ نقل کیا ہے کہ (ہم ان مولویوں اور حدیثوں کو نہیں مانتے) اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نہ مولوی کی ضرورت ہے اور نہ حدیث کی، نہ وہ کسی سے مسئلہ پوچھیں اور نہ عمل کریں پھر تو گالیاں دینے کے لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ مسئلہ کا جواب مختلف ہے تب ہی گالیاں دیں بلکہ وہ تو ہر طرح گالیاں دیں گے اس کا علاج نہ میرے قبضہ میں ہے نہ آپ کے قبضہ میں۔

اگر آپ کو علم دین اور علماء سے ہمدردی ہے تو ایسی حرکات نہ کیجئے جس سے عوام مشتعل

ہوکر گالیاں دیں بلکہ نہایت نرمی اور حسن تدبیر سے ان کو سمجھائیے[۱] کہ مسائل میں اختلاف اب سے نہیں بہت پہلے صحابہؓ کے زمانہ سے چلا آتا ہے اور اس سے گھبرا کر حدیث کو اور علم دین کو چھوڑ کر بیٹھنا تو بہت بڑی جہالت ہے بلکہ اس اختلاف میں تو ہر شخص کو ایک قسم کی گنجائش ہے کہ جس عالم کے قول پر عمل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دنیا و آخرت میں سہولت ہوگی۔ جواب دہی جو کچھ ہوگی وہ خود ان عالموں کے ذمہ رہے گی جن سے پوچھ کر ہم نے عمل کیا ہے ہماری گرفت نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۱/ ۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۲/ ذی قعدہ ۵۸ھ

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ

سوال:- گاؤں کرن پور تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے ۲۵/۳۰ گھروں کے سوا باقی تمام گھر غیر مسلم کے ہیں گاؤں پختہ سڑک کے کنارے ہے متصل ہی بس اسٹینڈ ہے یہاں موٹر ٹیمپو رکشہ سواری ملتی ہے اسٹینڈ پر چار دکانیں مٹھائی وغیرہ کی ہیں، گاؤں میں چند کھچڑی فروش دکانیں ہیں، جن میں اشیاء خوردنی وانگریزی دوا بھی ملتی ہے، گاؤں میں ایک مسجد، مکتب ایک اسکول، ڈاکٹر، سرکاری نرس، کمپاؤنڈر موجود ہے، آٹے اور چاول کا مل ہے، گاؤں سے باہر ایک ہائی اسکول ہے، جس میں ۵۰/ یا ۶۰/ مسلم بچے پڑھتے ہیں، جو اس گاؤں آ کر جمعہ میں شریک ہوتے ہیں ہیں، گاؤں کے لوگ بہت دنوں سے بغیر جمعہ ادا کئے ہوئے عیدین کی نماز

---

[۱] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم با لتی هی احسن. سورۂ نحل آیت ۱۲۵/.

ترجمہ :- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کی جئے (بیان القرآن)

گاؤں میں پڑھتے ہیں اور اب کچھ دنوں سے جمعہ بھی قائم کرلیا ہے، لیکن کچھ لوگ مخالف ہیں انکا کہنا ہے: **لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الافى مصر جامع او مدينة عظيمة.** اس تصریح کے تحت یہاں جمعہ غیر واجب الاداء اور ناجائز ہے اور جو لوگ جمعہ کے قائل ہیں انکا کہنا ہے کہ ہمارا گاؤں قریۂ کبیرہ میں داخل ہے، اور حکم **وتقع فرضاً فى القصبات والقرىٰ الكبيرة التى فيها اسواق** کا متحمل ہے لہذا جمعہ واجب الاداء اور جائز ہے براہ کرم ازروئے تحقیق مطلع فرمائیں کہ گاؤں مذکورہ بالا میں جمعہ واجب الاداء ہے یا نہیں؟ نیز ظہر ذمہ سے ساقط ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

دونوں فریق کی دلیل صحیح ہے نفس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ انطباق میں اختلاف ہے، کہ صورت مسئولہ میں کون سی دلیل منطبق ہوتی ہے، ایسی حالت میں قطع نزاع کی شکل یہ ہے کہ دونوں فریق کسی ایسے ایک یا دو تین اہل علم پر متفق ہو جائیں جنکو فقہ میں بصیرت ہو وہ معائینہ ومشاہدہ کے بعد جو حکم دیں اس پر دونوں فریق عمل کریں[1] تحری سے پوری کیفیت سامنے نہیں آتی[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ درالعلوم دیوبند

تین چار ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- دریائے جہلم کے کنارے دہلی روڈ پر ایک قریہ ہے جہاں ایک جامع مسجد تیار ہوئی ہے اس کے متصل بازار بھی ہے اور تقریباً بیس دکانیں ہیں، اور کچھ کاری گر بھی ہیں

[1] مستفاد: ان كان عامياً اتبع فتوى المفتى فيه الاتقى الاعلم (رسم المفتى ص ٦٢ / مطبوعه مكتبه سعيديه سهارنپور)

[2] عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺ! ليس الخبر كالمعائنة (مسند احمد ص ٢١٥ / ج ١ / ٢١٧ / ج ١ / مسند عبدالله ابن عباسؓ، مطبوعه دارالفكر بيروت)

اووہ رنفری تقریباً تین چار ہزار جمع ہوسکتی ہے، روز جمعہ اگر لوگ جمع ہوں تو ان کو تبلیغ کی جاسکتی ہے، کیا یہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس وقت وہاں آبادی ہے اور وہ آبادی قریہ کبیرہ کی حیثیت رکھتی ہے یعنی تین ہزار کے قریب مردم شماری ہے اور روزمرہ کی ضروریات وہاں ہمیشہ ملتی ہیں بازار میں ڈاک خانہ وغیرہ بھی ہے تو وہاں جمعہ کی نماز درست ہے اگر محض مسجد ہے اور زمانہ قدیم کی بنی ہوئی دکانیں ہیں، مگر آبادی نہیں ہے بلکہ وہ جبہ ویران ہے جیسا کہ شاہی زمانہ کی اس قسم کی اور بعض امارات قدیمہ ہیں، مگر وہ ویران ہیں یا وہاں آبادی تو ہے لیکن بہت معمولی ہے قریہ کبیرہ نہیں تو وہاں جمعہ درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک بستی فاطمی چک ہے جسکی ہندو مسلم آبادی تقریباً پندرہ سو ہے، ضرورت کی کوئی شئی فراہم نہیں، البتہ اسکے متصل دو بستیاں اور ہیں تینوں ملکر ایک معلوم ہوتی ہے، حکومت کے کاغذات میں ان کا رقبہ بالکل الگ ہے، بازار تقریباً چار میل پر ہے، مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جارہی ہے، لیکن کچھ لوگ نہیں پڑھتے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں، مقامی علماء کا

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء الخ، عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة وفيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره برجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هوالاصح (الدر المختار مع الرد المحتار زكريا ص۵/ ج۳/ باب الجعمة، مجمع الانهر ص۲۴۷/ ج۱/ باب الجعمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. بحر كوئٹه ص۱۴۰/ ج۲/ باب صلاة الجعمة. تاتارخانيه كراچی ص۴۹/ ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، وفيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغيرة الخ. شامی زكريا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة.

کہنا ہے یہاں جمعہ فرض نہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ترک صلوۃ جمعہ سے لوگوں کا مستقبل گمراہ ہوجائیگا تو جب ترک نماز پنجگانہ سے گمراہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کو ترک کرنے سے کیسے گمراہ ہوجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپ کی بستی فاطمہ چک تو ظاہر ہے کہ چھوٹی بستی ہے وہاں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ اس کی آبادی ہندو مسلم پندرہ سو ہے، ضرورت کی کوئی شئے وہاں فراہم نہیں اب دوسری دو بستیاں اگر سرکاری کاغذات میں اس کے ساتھ ملکر ایک بستی شمار ہوتی ہیں مگر دیکھنے میں الگ الگ معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بازار چار میل کی دوری پر ہے، تو بھی آپ کی بستی میں جمعہ جائز نہیں، ہاں اگر دیکھنے میں تینوں بستیاں ایک ہی آبادی کے تین حصے معلوم ہوتے ہوں محلّہ میں بازار ہے، وہاں سب غیر مسلم ہیں تب بھی مجموعہ ایک بستی ہونے کی وجہ سے جمعہ درست ہوگا[1] بہتر یہ ہے کہ کسی ایسے عالم کو بلاکر معائینہ کرادیا جائے، جس کو فقہ اور تقویٰ میں بصیرت ہو، پھر اس کے فتوے پر عمل کیا جائے[2] جب فریضہ خدائے پاک کی طرف سے عائد ہوتو اس کی طرف سے بےفکر ہوجانا تباہی وبربادی کا سبب ہے اگر فریضہ عائد نہ ہوتو غیر فریضہ کو فرض قرار دینا شرعاً غلط اور مستقل جرم ہے اس لئے حکم خداوندی کی تعمیل ہر حال میں لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان کان مقیما فی عمران المصر واطرافه ولیس بین مکانه وبین المصر فرجة فعلیه الجمعة، ولو کان بین ذالک الموضع وبین عمران المصر فرجة من المزارع والمراعی لا جمعة علی اهل ذالک الموضع وان کان النداء یبلغهم (تاتارخانیه ص۵۳/ ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی شرائط الجمعة، احدهما المصر، مطبوعه کراچی، شامی زکریا ص۲۷/ ج۳/ باب الجعمة، مطلب فی شروط وجوب الجعمة، حلبی کبیری ص۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ان کان عامیا اتبع فتوی المفتی فیه الاتقی الاعلم (رسم المفتی ص۲۲/ مکتبه سعیدیه سهارنپور)

اگر بغیر جمعہ کے مسجد آباد نہ ہوتو کیا کیا جائے

سوال :- ہم لوگ جس جگہ رہتے ہیں اس سے دومیل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں پر مسجد غیر آباد ہے صرف جمعہ کی وجہ سے مسجد آباد ہوسکتی ہے تو اس جگہ جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگروہ چھوٹا گاؤں ہے تو وہاں جمعہ جائز نہیں[۲] مسجد آباد ہو یا ویران ہو جمعہ نہ پڑھا جائے بلکہ پانچوں وقت اذان وجماعت کا انتظام واہتمام کیا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

جمعہ وعید کے شرائط مفصل

سوال :- یوپی کے مشرقی اضلاع کے دیہاتوں میں زمانۂ قدیم سے بلاتمیز، قریۂ صغیرۃ وکبیرۃ کے نمازِ جمعہ قائم ہوتی چلی آئی ہے، حالانکہ مسلمانوں کی آبادی بالعموم مذہب

---

[۱] ومن اسباب التحريف التهاون ، ومنها التشدد وحقيقته اختيار عبادات شاقة لم يأمر بها الشارع كدوام الصيام والقيام والتبتل وترک التزوج وان يلتزم السنن والأداب كالتزام الواجبات (حجة الله البالغة ص ۱۱۹ / ج ۱ / باب احكام العيدين من التحريف، مطبوعه مصريه)

[۲] لا تصح الجمعه الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ هدایه ص ۱۶۸ / ج ۱ / باب صلوٰة الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص ۷ / ج ۳ / باب صلاة الجمعة، بحر کوئٹه ص ۱۴۱ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة.

[۳] عن أبی الدرداء رضی الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ما من ثلاثة فی قرية ولا بـه ولا تقام فيهم الصلاة إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليكم بالجماعة، الحديث اعلاء السنن ص ۱۶۷ ج ۴ ابواب الإمامة، باب وجوب اتيان الجماعة فی المسجد الخ، مطبوعه امدديه مكة المكرمة.

احناف کی ہے۔ کچھ عرصہ سے اہل علم طبقہ میں جب اس کا احساس ہوا کہ مذہب حنفیہ میں جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ جہاں وہ شرائط نہیں وہاں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس خیال سے اہل علم کا طبقہ اوران کے اتباع میں اور دیندار طبقہ دیہاتوں میں جمعہ ادا کرنے سے رک گئے ہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے لگے ہیں۔ اس کی وجہ سے کہیں کہیں خلجان کی صورت پیش آ گئی۔ اور ضرورت اس کی محسوس ہوئی کہ مذہب احناف میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور کیا قولِ فیصل ہے؟ جو معمول بہا عام طور سے بنایا جاسکتا ہے۔ اس تحت میں چند سوالات اس کے متعلق پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ان پر غور فرما کر مذہب حنفیہ کے دائرے میں کوئی قول فیصل جو عام طور سے معمول بہا ہیں اس سے مطلع فرمایا جائے تا کہ باعث تسکین ہو۔

(۱) مذہب حنفیہ میں دیہاتوں میں جمعہ صحیح ہونے کے لئے مصر یا قریۂ کبیرۃ وصغیرۃ میں **مابه الفرق** کیاہے، اور جمعہ پڑھنے کے لئے زمانۂ حاضرہ میں کیا شرائط ہیں؟

(۲) بعض اکابر علمائے احناف کی طرف رجوع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس گاؤں میں کم از کم سو سال سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ بند نہیں کرنا چاہئے مگر یہ کوئی تفصیل معلوم نہ ہوسکی کہ یہ حکم کس اصل پر مبنی ہے؟ اور اس میں قریۂ کبیرۃ وصغیرۃ کی کوئی تفصیل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر سوال (۲) کی کوئی اصل موجود ہے تو کیا جو حضرات شرائط جمعہ کے مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھتے ہیں تو ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور اگر آہستہ آہستہ لوگ جمعہ ترک کرنے لگیں تو نتیجۂ جمعہ کے بند ہوجانے کا خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر چہ جمعہ نہ پڑھنے والوں کا یہ ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ جمعہ بند کیا جائے صرف وہ مذہب حنفیہ کی پابندی کے اعتبار سے ایسا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ جمعہ کے بند ہوجانے کے خطرہ سے بچنے کے لئے متنفقۃً نماز جمعہ کی اقتداء کرسکتے ہیں۔ نیز جو لوگ نماز جمعہ وظہر دونوں بہ نیت فرض ایسے مشکوک مقام پر ادا کرتے ہیں ان کی ان دونوں کی شرعی تفصیل کیا ہے؟

(۴) موضع الف پور وامین پور یہ دونوں موضع ایک دوسرے سے محل وقوع کے اعتبار سے مخلوط ہیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ دونوں موضع ایک نظر آتے ہیں۔ لیکن سرکاری کاغذات میں یہ دونوں موضع بندوبست، حد بندی اور سرحدوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اصل مکان مورث اعلیٰ کا الف پور میں تھا مگر اب اس کے خاندان دونوں ملحق موضعوں میں پھیل گئے۔ الف پور کی آبادی آج سے پانچ سال پہلے بالغ و نابالغ دونوں ملا کر ایک ہزار نو تھی، جس میں بالغ مرد وعورت پانچ سوستاون، بقیہ نابالغ۔ اس پانچ سال میں تقریباً چار سو کا اضافہ ہوا ہے اس میں چار مسجدیں ہیں اور ملحقہ موضع امین پور کی آبادی پانچ سال پہلے چھ سو ترپن تھی اور اس میں بھی چار مسجدیں ہیں۔ الف پور میں غلہ کی کوئی دوکان نہیں ہے مگر بوقت ضرورت گاؤں کے کاشتکاروں سے غلہ مل جاتا ہے۔ مرچ اور دیگر مسالہ جات کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں اور کپڑے سلائی کی ہیں۔ مقامی طور سے دو مستقل ڈاکٹر ہیں۔ الف پور میں جامع مسجد کے متصل ایک مکتب اسلامیہ ہے جس میں پرائمری تعلیمات کے ساتھ بقدر ضرورت اردو میں دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔

(۵) موضع الف پور اور امین پور دونوں کا نقشہ منسلکہ استفتاء ارسال خدمت ہے۔ ایسی صورت میں ان دونوں موضعوں پر جمعہ کا کیا حکم ہے۔ اور جو ٹولے اور محلے گاؤں کے کچھ مزروعہ یا باغ کے فصل پر واقع ہیں، ان ٹولوں ومحلوں کا حکم گاؤں کا ہوگا یا اس سے الگ ہوگا؟

(٦) اسی طرح الف پور وامین پور سے ملحق اور بعض مواضعات ہیں جو حد بندی اور سرکاری کاغذات کے اعتبار سے الگ ہیں تو ان ملحق مواضعات کا جمعہ کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

(۷) اگر ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے تو کیا تمام مواضعات مذکورہ فی السوال مل کر عیدین کی نماز الف پور میں قائم کریں تو قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ عیدین کے ادا کرنے سے کسی فریضہ کے ترک کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۸) امین پور کے بعض ٹولوں کے درمیان مزروع یا باغ کا جو فصل ہے اس مقدار اور اس سے بھی کم بعض بعض دوسرے مواضع کا فصل ہے لیکن آبادی یا تو سب ہندوؤں کی ہے یا ایک دو مسلمان بھی ہیں۔ اب ایسی صورت میں درمیان کے جو مسلمان ہیں وہیں ان پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ درمیان کی آبادیاں جو ہندوؤں کی ہیں وہ ایک شہر کے متصل ہونے کے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات تو صاف اور مسلم ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قریۂ صغیرۃ میں جمعہ درست نہیں[1]، بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز فرض ہے اور ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ اور جس نماز کو جمعہ سمجھ کر پڑھیں گے وہ نماز نفل ہوگی۔ نفل کو فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ سمجھنا کہ فرض ادا ہوگیا، اور نفل کے لئے اذان کہنا، اقامت کہنا، جماعت سے علیٰ سبیل التداعی پڑھنا، نفل نہاری میں قراءت بالجہر کرنا یہ سب محظوراتِ شرعیہ لازم آئیں گے[2]۔ قریۂ صغیرۃ وکبیرۃ میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ یہ موقوف ہے شہر کی تعریف پر۔ اور فقہاء چونکہ ماہیات سے بحث نہیں کرتے کہ تعریف بالکلیہ کریں جس سے ذاتیات معلوم ہوں،

---

[1] لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری الخ هدایه ص۱۶۸/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة اعلاء السنن ص۱/ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] لا عصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی سبیل التداعی (شامی زکریا ص۵۰۰/ج۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل الخ) اما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً (الهندیة ص۷۲/ج۱/ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، مطبوعه کوئٹه) من امر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من امر علی بدعة او منکر (مرقاة ص۱۵/ج۲/ باب الدعاء فی التشهد، مطبوعه ممبئی، سعایه ص۲۶۵/ج۲/ قبیل فصل فی القرءة، مطبوعه لاهور، لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر وخطیب والظاهر أنه أرید به الکراهة، لکراهة النفل بالجماعة، لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر، شامی زکریا ص۷ ج۳ باب الجمعة.

بلکہ احکام سے بحث کرتے ہیں۔ لہٰذا تعریف بالا حکام والآثار کرتے ہیں۔ اور یہ تعریف اکثر اوقات علامات کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ علامات متعدد بھی ہوسکتی ہیں اور متبدل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے بعض حضرات نے مردم شماری کے اعتبار سے کی ہے، بعض نے وسعتِ مسجد کا لحاظ کیا ہے، بعض نے صنعت وحرفت کا خیال رکھا ہے، بعض نے تنفیذ حدود وقصاص کو معیار ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ بدائع[1] بحر[2] کبیری[3] زیلعی[4] وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، بعض نے عرف پر مدار رکھا کہ جس کو عرفاً قریۂ صغیرۃ کہا جاتا ہے وہ صغیرۃ ہے۔ جس کو قریۂ کبیرۃ کہا جاتا ہے وہ کبیرۃ ہے۔[5] امام اعظمؒ سے جو تعریف منقول ہے جس کو اصح قرار دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے

عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا والٍ یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھٰذا ھو الاصح (شامی[6] ص ۵۳۷/ ج ۱/ یہ تعریف اصالۃً مصر کی ہے۔ پھر قصبہ میں بھی عامۃً یہ جملہ اشیاء موجود ہوتی ہیں تو وہ بھی مصر کے حکم میں ہے۔ اور قریۂ کبیرۃ بھی بمنزلہ قصبہ کے ہوجاتا ہے۔ اسمیں بھی ان امور کا خیال رکھا گیا ہے۔ **وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیہا اسواق اھ** (شامی[7] ص ۵۳۷/ ج ۱/) جس قریہ میں یہ امور نہ ہوں وہ قریۂ صغیرہ ہے وہاں درست نہیں۔ **وفیما ذکرنا اشارۃ الیٰ انہٗ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کذافی المضمرات اھ**

---

[1] ملاحظہ ھو بدائع زکریا ص ۵۸۴/ ج ۱/ کتاب الصلاۃ شرائط الجمعۃ.

[2] البحرالرائق ص ۱۴۰/ ج ۲/ باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ کوئٹہ پاکستان.

[3] حلبی کبیری ص ۵۵۰/ فصل فی صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

[4] زیلعی ص ۲۱۷/ ج ۱/ باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[5] تعریف المصر ایضاً لیس بحد حقیقی وانما ھو تشخیصہ فقط وتعریف الشخصی یختلف باختلاف تشخصاتہ فی کل زمان (اعلاء السنن ص ۸/ ج ۸/ مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ، باب عدم جواز الجمعۃ فی القری، الکوکب الدری ص ۱۹۹/ ج ۱، ابواب الجمعۃ، بحث لاجمعۃ فی دیارنا، مطبوعہ یحیوی سھارنپور، حاشیۃ البدر الساری علی فیض الباری ص ۳۲۹/ ج ۲/ کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ، مطبوعہ خضر راہ بکڈپو دیوبند. (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

(شامی[۱] ص ۷۴۸/ج ۱/) اب عرف کے بدلنے سے علامات بھی بدل گئی ہیں۔مولانا گنگوہیؒ نے تین چار ہزار آبادی کے ساتھ بازار گلی کوچوں، روزمرہ کی ضروریات کا وہاں ہمیشہ فراہم رہنا قریۂ کبیرہ کی علامات میں قرار دیا[۲] بعض علماء نے اس سے کچھ کم آبادی پر اجازت دی ہے۔ نہ تنہا مردم شماری پر مدار ہے نہ صرف دوکانوں پر مدار ہے، بلکہ اس قریہ کی مجموعی حیثیت ایسی ہو کہ اس کو قریۂ کبیرۃ قصبہ کے مانند کہا جاسکے۔

(۲) یہ تو بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اتنی مدت کے قائم شدہ جمعہ کو ختم ہونے سے مسلمانوں میں خلفشار ہوگا ورنہ اس کی اصل کتب فقہ میں کہیں نظر سے نہیں گذری[۳]۔

(۳) جس جگہ شرائط جمعہ نہیں اور لوگ کم علمی کی وجہ سے وہاں جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں جمعہ کا ترک اور بند کرنا کوئی عیب اور گناہ نہیں جس سے خوف کیا جائے بلکہ یہ تو ان مفاسد کی وجہ سے جنکا تذکرہ جواب (۱) میں آیا ہے مطلوب شرعی ہے۔ بہ نیت نفل جمعہ میں شرکت کرنے سے دوسرے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی جمعہ پڑھتے ہیں۔ایسی جگہ جمعہ پڑھ کر ظہر کی نماز پڑھنا بھی قبیح ہے۔ان دونوں کو جمع نہیں کرنا چاہئے صاحب بحر[۴] نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

(۴،۵،۶) جو بستیاں اتنی متصل ہیں کہ دیکھنے میں وہ ایک ہی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ سرکاری کاغذات میں ان کے نام جدا جدا ہوں ان کو جواز جمعہ کے مسئلہ میں ایک ہی قرار دیا

(گذشتہ کا بقیہ) [۶] شامی نعمانیه ص ۵۳۶/ج ۱/ باب الجمعة شامی کراچی ص ۱۳۷/ج ۲/.

[۷] شامی زکریا ص ۷/ج ۳/ باب الجمعة.

(صفحہ ہٰذا) [۱] شامی نعمانیه ص ۳۶۵/ج ۱/ وشامی کراچی ص ۱۳۸/ج ۲/ باب صلاة الجمعة.

[۲] وقیل ما فیه أربعة آلاف رجال إلی غیر ذلک......وحاصله ادارة الأمر علی رأی اهل کل فرمان فی عدهم المعمورة مصر الخ، لامع الدراری ص ۱۰/ج ۲/ کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور، الکوکب ص ۱۹۹/ج ۱/ ابواب الجمعة، بحث الجمعة فی دیارنا، مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[۳] کفایة المفتی ص ۱۹۶/ج ۳/ مطبوعه دهلی، فصل دوم شرائط جمعه.

[۴] واما القری فان اراد الصلاه فیها فغیر صحیحة علی المذهب الخ، البحرالرائق ص ۱۴۱/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

جائے گا[1] جب کسی بستی میں شرائط کے ماتحت جمعہ جائز ہوتو حسب حاجت وہاں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ جیسے کہ ایک شہر کے متعدد محلوں میں ہوتا ہے[2] بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنے کسی عالم فقیہ کو قریب سے بلا کر مشاہدہ کرادیں۔ پھر جو کچھ وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کریں۔ تحریری تفصیلی نقشہ کے باوجود مشاہدہ کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

(۷) جس جگہ نماز جمعہ جائز ہے وہاں نماز عید بھی درست ہے۔ اور جہاں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں نماز عید بھی درست نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ **صلوٰة العيد في الرساتيق تكره كراهة تحريم**[3] اھ بحر ص ۱۵۸/ ج ۲/۔

(۸) جس بستی میں جمعہ کی شرائط موجود ہوں وہاں یہ ضروری نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت ہو یا مسلمان کثیر تعداد میں موجود ہوں۔ بلکہ اگر چار پانچ ہی مسلمان ہوں تو ان کو بھی جمعہ ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان کو چاہئے کہ جمعہ ادا کریں[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۵ھ

---

[1] لو كان موضعان من مصر واحد وقرية واحدة فانها صحيحة لانهما متحدان حكماً (شامی زكريا ص۶۰۷/ ج۲/ باب صلاة المسافر، بحر ص ۱۳۲/ ج۲/ باب المسافر، كوئٹه.

[2] ان الصحيح من مذهب ابی حنيفة جواز اقامتها في مصر واحد في مسجدين واكثر (شامی زكريا ص۱۶/ ج۳/ قبيل مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة، بحر كوئٹه ص ۱۴۲/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، تاتارخانيه كراچی ص ۵۰/ ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی في شرائط الجمعة، حلبی ص ۵۵۱/ فصل في صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

[3] بحر ص ۱۵۸/ ج۲/ باب العيدين مكتبه كوئٹه پاكستان درمختار على الشامی زكريا ص ۴۶/ ج۳/ باب العيدين.

[4] والسادس الجماعة واقلها ثلاثة رجال سوى الامام بالنص لانه لابد من الذاكر وهو الخطيب وثلاثة سواء بنص فاسعوا الى ذكر الله الخ. (الدر المختار على رد المحتار ص۵۴۵/ ج۱/ مطبوعه نعمانيه باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب شامی كراچی ص ۱۵۱/ ج۲/ وشامی زكريا ص ۲۴/ ج۳/ باب الجمعة، هدايه ص ۱۴۹/ ج۱ باب الجمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند تاتارخانيه ص۵۷/ ج۲/ كراچی النوع الثانی شرائط الجمعة)

جمعہ کے لئے سلطان اوراذن کی شرط

سوال:-صحت نماز جمعہ کیلئے وجود سلطان اوراذن سلطان شرط ہے یہ شرط فرض ہے یاواجب برتقدیرفرض یاواجب بوقت فقدان ان شرطوں کے کن دلائل معتمد ومستند سے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے جیسا کہ ہندوستان میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں کیونکہ اذافات الشرط فات المشروط. المراد بالشرط،الا یصح المامور به قبل الوجودویفوت بفوته (قمر الاقمار) الشرط ما یتوقف علیه وجود الشئ ولم یکن داخلا فیه ویلزم من انتفائه انتفاء المشروط عینی شرح هدایه ص۱۶۵/ج۱/۔

(۲) یہ شرط ظاہرالروایۃ سے ثابت ہےاوردرمختار میں ہے کہ اعلم ان ما اتفق علیه اصحابنا فی الروایة الظاهرة عنهم یفتی به قطعاً. اورشامی میں ہے لایفتیٰ ویعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما اوغیرهما الالضرورة تم. اوراس میں اختلاف ہے صرح فی قضاء البحر بان ماخرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه، لیس قولا له وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع درمختار ص ۵ ۱/.

(۳) مذهب الحنفیة المنع عن المرجوع حتیٰ لنفسه لکون المرجوع صار منسوخاً شامی ص ۶۹/ والعمل بالمنسوخ حرام. الاشباه والنظائروفیه عن التوشیح ان مارجع عنه المجتهد لا یجوز الاخذ به شامی ص ۶۲/ج ۱/۔

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها شامی ص ۶۲/ج ۱/. الفتویٰ علیٰ قول الامام الاعظم فی العبادات مطلقاً اھ عمدۃ الرعایۃ ص۱۴/مقدمہ ہدایہ ص۹/اور بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہرالروایۃ کے خلاف عمل جائز نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ اس مسئلہ جمعہ میں اس کے خلاف بدون سلطان واذن سلطان جمعہ پڑھا جاتا ہے؟

(۴) زید کہتا ہے کہ کیسے امام صاحب کے قول کو چھوڑ کے عالمگیری اور شامی وغیرہا کے قول پر عمل کروں کہ **یجوز للمسلمین اقامة الجمعة یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین** اور یہ بھی کہتا ہے کہ **یصیر القاضی قاضیا** میں قاضی سے قاضی مراد ہے یعنی پہلے ہی بادشاہ کی طرف سے قاضی القضاۃ تھے اب تراضی المسلمین سے جمعہ کے لئے وہ بادشاہ کے قائم مقام ہوگا اور اب جو خطیب کو قاضی بناتے ہیں وہ صحیح نہیں کیونکہ وہ بادشاہ کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ ورنہ **یصیر القاضی قاضیا** کے کیا معنیٰ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲و۳) اس شرط میں بعض احناف نے بھی کلام کیا ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ملی **کما قال مولانا بحر العلوم فی رسائل الارکان : ولم اطلع علیٰ دلیل یفید اشتراط امر السلطان**[1] الخ پھر جن حضرات نے اس کو شرط قرار دیا ہے وہ بعض حدیث سے استدلال کرتے ہیں جیسے زیلعی[2] ص ۲۱۷ / ج ۱ / فتح القدیر[3] ص ۴۱۲ / الغنیہ[4] ص ۵۱۳ / وغیرہم بعض اس کو خوف فتنہ سے بھی معلل کرتے ہیں جیسے ہدایہ[5] وغیرہ۔ اس خوف فتنہ کی تعلیل پر صاحب جامع الآثار[6] نے لکھا ہے **لکنه معلل بخوف الفتنة فحیث لا فتنة لا اشتراط** اسی بناء پر عالمگیری[7] شامی وغیرہ کی جزئیات **یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین** متفرع ہیں۔

---

[1] رسائل الارکان : ص ۱۱۴ / بیان شروط اداء الجمعة، مکتبه یوسفی لکهنؤ.

[2] شرط أدائها السلطان أو نائبه ولنا قوله علیه الصلوٰة والسلام من ترکها استخفا فاً بها وله امام عادل أوجائر فلا جمع اللّٰه شمله الخ زیلعی ص ۲۱۹ / ج ۱ / باب صلاة الجمعة مکتبه امدادیه ملتان

[3] الغنیه ص ۵۱۳ / کتب خانه رحیمیه دیوبند باب الجمعة.

[4] فتح القدیر ص ۵۴ / ج ۲ / باب الجمعة دار الفکر بیروت.

[5] لمن امره السلطان لا نها تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وتقع فی غیره فلابد منه تتمیما لا مرها، هدایه ص ۱۶۸ / ج ۱ / باب الجمعة، طبع دیوبند.

[6] جامع الاثار ص ۵۰ / اشتراط الامام للجمعة، قاسمی دیوبند.

[7] عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۶ / ج ۱ / الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة وشامی زکریا ص ۱۴ / ج ۳ / باب الجمعة.

ظاہر الروایۃ میں اگر کوئی شئ بدرجہ مسئلہ یا بدرجہ شرط مذکور ہو اور اس کی علت وہاں مذکور ہو جیسا کہ عامۃً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور متأخرین مجتہدین نے اس کی علت بیان کی ہو اور پھر مواقع انتفاء علت میں اس مسئلہ یا شرط کے انتفاء کا حکم کر دیا ہو تو یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف نہیں[1] اس ضابطۂ کلیہ کے بعد جداگانہ ہر عبارت منقولہ فی السوال کے جواب کی ضرورت نہیں رہی علاوہ ازیں علامہ شامی نے مبسوط سے نقل کیا ہے فلوالولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين ويجب عليهم ان يلتمسوا والياً مسلماً اھ ردالمحتار[2] ص۵۴۷ ؍ ج ۱ ؍ اور مبسوط کی شان یہ ہے۔

ويجمع الست كتاب الكافى للحاكم الشهيدفهو الكافى

اقوىٰ شروحه الذى كا لشمس مبسوط شمس الائمة السرخسى

معتمد النقول ليس يعمل بخلفه وليس عنه يعدل

قال فى فتح القدير وغيره ان كتاب الكافى هو جمع كلام محمد فى كتبه الست التى هى كتب ظاهر الرواية انتهىٰ

وفى شرح الاشباه للعلامة ابراهيم البيرى اعلم ان من كتب مسائل الاصول كتاب الكافى للحاكم الشهيد وهو كتاب معتمد فى نقل المذهب شرحهٗ جماعة من المشائخ منهم شمس الائمة السرخسى وهو المشهو بمبسوط السرخسى انتهىٰ.

---

[1] والحاصل أن ماخالف فيه الاصحاب امامهم الاعظم لايخرج عن مذهبه اذا رجحه المشائخ المعتبرون وكذا مابناه المشائخ على العرف الحادث لتغير الزمان أو للضرورة ونحوذالك لايخرج عن مذهبه ايضاً انه لوكان حيا لكان بما قالوه لان ما قالوه انما هو مبنى على قواعد ه ايضاً فهو مقتضى مذهبه (رسم المفتى ص۶۸ ؍ مطبوعه مكتبه سعيديه سهارنپور.

[2] ردالمحتار (زكريا) ص۱۴ ؍ ج ۱ ؍ باب الجمعة، الهندية كوئٹه ص۱۴۶ ؍ ج ۱ ؍ الباب السادس عشرفى صلاة الجمعة.

قال الشیخ اسماعیل النابلسی، قال العلامۃ الطرطوسی : مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفہ ولا یرکن الاالیہ ولا یفتیٰ ولا یعول الا علیہ انتھیٰ الیٰ قولہ وللحنفیۃ مبسوطات کثیرۃ الیٰ قولہ وحیث اطلق المبسوط فالمراد بہ مبسوط السرخسی ھذا اھ رسم المفتی[1] ص ۱۹، ۲۰/ ۔لہٰذا ہندوستان میں اس شرط کا سقوط خود ظاہرالروایۃ سے ثابت ہے۔

(۴) زید کا قول اور تاویل غلط ہے اس لئے کہ خود مبسوط میں ایسی جگہ کا حکم بیان کیا ہے جہاں والی کافر ہیں مسلمان والی نہیں ۔وہ جگہ کفار کے قبضہ میں ہے پھر مسلمان بادشاہ کی طرف سے قاضی کیسے مراد ہوسکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

جمعہ میں سلطان کی شرط

سوال :- جمعہ کے شرائط میں سے سلطان ہے اور اس ملک میں سلطان مسلمان نہیں، پھر تو جمعہ کی نماز نہیں ہونی چاہیے جواز کس طور پر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

فلو کان الولاۃ کفاراً یجوز بتراضی المسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیھم ان یلتمسوا والیاً مسلماً اھ

---

[1] رسم المفتی ص ۵۸،۵۷/ مطبوعہ سعیدیہ سہارنپور، الکافی یجمع الست.

[2] شامی نعمانیۃ ص ۵۴۱/ج ۱/ مطلب فی جواز استنابۃ الخطیب، باب الجمعۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۴۶/ج ۱/الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ.

ردالمحتار[1] جبکہ سلطان مسلم نہ ہوتو اس کا حل و بدل عبارتِ منقولہ میں موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کے شرائط دارالحرب اور غیر دارالحرب میں مساوی ہیں یا نہیں؟

سوال:- جمعہ کے وجوب اور جواز کے مسائل دارالحرب اور دارالاسلام میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اہل ہند کن مسائل کے مکلّف ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قریۂ صغیرۃ و کبیرۃ سے متعلق مسائل میں دونوں برابر ہیں[2] اسی کی آپ کی بستی میں ضرورت بھی ہے، جس چیز میں اختلاف ہے اس کی آپ کے یہاں ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الإسلام لابلاد الحرب لانهم لم یظهر وافیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم عن ضرورة أوبد ونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامه الجمع والاعیادة الحد وتقلید القضاة لإستیلاء المسلم علیهم فلو الولاة کفارا یجوز للمسلمین إقامه الجمعة ویصیر القاضی قاضیاً بتراض المسلمین ویجب علیهم أن یلتمسوا والیا مسلماً (شامی زکریاص ۱۴/ج۳/باب الجمعة، مطلب فی جواز استنابة الخطیب.

[2] تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق شامی کراچی ص ۱۳/ج۲/ باب الجمعة شامی نعمانیه ص۵۳۷/ج۱/ هدایه ص۱۶۸/ج۱/ صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر دیوبند.

جس بستی میں شرائط نہ ہوں اور پھر بھی جمعہ پڑھا جائے اس کا حکم

سوال :- میں دارالعلوم کے فیض علم سے کچھ مستفید ہوا ہوں ہمارے علاقے کے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں عام طور سے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، میرے گاؤں میں بھی روکنے سے لوگ رکتے نہیں۔ خود رکنے اور مسئلہ کو اٹھانے سے خطرہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ مخالف ہو جائیں گے اور جو کچھ دین کی باتیں سن کر عمل کر لیتے ہیں اس بدظنی اور مخالفت کے بعد وہ بھی بند ہو جائے گا حتی کہ باتیں سننے کو بھی تیار نہ ہوں گے۔ اسی مصلحت سے اب تک ہمارے علاقے کے علماء اس مسئلہ میں ساکت ہیں، اور خود بھی ان گاؤں میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مصلحت سے کیا ہم بھی ساکت رہیں اور جمعہ کی نماز وہاں پڑھا کریں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو کیا ہمیں گناہ بھی ہوگا؟

(۲) گاؤں میں جمعہ سے روکے تو لوگ ہرگز تیار نہیں ہوں گے، کیا انہیں یہ بتایا جائے کہ خیر جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیا کرو تا کہ ظہر کی قضا کے گناہ سے بچ جائیں اور اگر لوگ اس پر راضی ہوں تو منفرداً ظہر ادا کی جائے یا جماعت کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حنفیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بالکل صاف ہے اور اس پر مستقل رسائل مع الدلائل شائع شدہ ہیں۔ اوثق العریٰ[۱] احسن القریٰ[۲] القول البدیع[۳] وغیرہ حدیث وفقہ کے

---

[۱] اوثق العری فی تحقیق الجمعة القریٰ صنفه حضرت مولانا رشید احمد گنگوهیؒ ص ۱ / تا ۱۵ / مطبع مجتبائی دهلی.

[۲] احسن القری فی توضیح اوثق العریٰ مصنفه حضرت شیخ الهندؒ ،مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[۳] القول البدیع فی شرط المصر للتجمیع مصنفه حضرت تهانویؒ ص ۹ / مطبوعه سهارنپور.

دلائل سے مزین ہیں۔جس مقام پر جمعہ درست نہیں وہاں ظہر کی نماز با جماعت ادا کی جائے۔ جمعہ پڑھنے سے وہاں فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر اھ شامی ص۷۴۸/ ج۱[1] جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنا لوگوں کو شبہ میں ڈالنا ہے کہ ایک دن میں اور ایک وقت میں دو فرض ہیں ایک جمعہ دوسرا ظہر۔اس لئے اس سے کلیۃً اجتناب کرنا چاہئے۔جن مصالح کی بناء پر بعض حضرات نے احتیاط الظہر کی تجویز کی تھی علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں ان کو مخدوش قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو بحر ص۱۴۳/ ج۲/ اور احتیاط الظہر میں اخفاء کی تاکید ہے نہ کہ جماعت کی۔مسئلہ تو صاف بتا دیا جائے پھر اگر لوگ نہ مانیں تو فساد کرنے اور الجھنے کی ضرورت نہیں جمعہ ایسی جگہ جہاں شرائط موجود نہ ہوں، نہ پڑھیں، اگر مجبور کیا جائے تو یہ کہو کہ جمعہ درست نہیں ہے نفل کی نیت سے شرکت کرتا ہوں شریک ہو جائیں۔ایسی حالت میں جمعہ ہرگز نہ پڑھائیں اگر اس پر بھی مجبور کیا جائے تو اعلان کردیں کہ یہاں جمعہ درست نہیں، مجھے مجبور کیا جارہا ہے، اس لئے پڑھا رہا ہوں اس سے فریضہ ادا نہیں ہوگا۔اس امید پر کہ لوگ بدظن نہ ہوں اور دین کی بات سن لیا کریں، غلط طریقہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جمعہ کواڑ بند کر کے

سوال:- نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند رکھنا کیسا ہے؟ اگر کواڑ بند کر کے نماز پڑھ لی

---

[1] شامی کراچی ص۱۳۸/ ج۲/باب الجمعة.

[2] بلفظه مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست فرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنون انها الفرض وأن الجمعة ليست بفرض فيتكا سلون عن أداء الجمعة فكان الاحتياط فی تركها وعلى تقدير فعلها ممن يخاف عليه مفسدة منها فالأولى أن تكون فی بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها (البحر الرائق ص۱۴۳/ ج۲/ باب الجمعة مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان)

جائے تو نماز میں کچھ فرق آیا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کے کواڑ بند نہ کئے جائیں وہاں اذن عام ضروری ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۴۰۶ھ

جیل گھر میں جمعہ

سوال:- چند حضرات سیاسی جدوجہد کے سلسلہ میں نظر بند اور گرفتار ہیں، نماز جمعہ کے متعلق بھی خیال رہتا ہے کہ بحالت اسیری ومجبوری ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا انہیں ظہر پڑھنی چاہئے یا جمعہ؟ براہِ کرم مختلف فقہی مذاہب کی جزئیات کا استیعاب فرماتے ہوئے حنفی مسلک کو دلائل وشواہد کے ساتھ واضح فرمایا جائے کہ یہ اہل علم حضرات اس سے روشنی پاسکیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

والاذن العام ای شرط صحتها الاداء علیٰ سبیل الاشتهار حتی لو ان امیراً اغلق ابواب الحصن وصلی فیه باهله وعسکره صلوٰة الجمعة لا تجوز کذافی الخلاصة اهـ بحر[2] ص ۱۵۱/ج۲/کذافی البدائع[3] ص ۲۲۹/ج۱/ وشرح المنیة الکبیری[4] ص۵۱۸.

---

[1] والاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع ویؤذن للناس حتی لواجتمعت جماعة فی الجامع واغلقوا الابواب وجمعوا لم یجز ردالمحتار (زکریا) ص۲۶/ج۳/ باب الجمعة قبیل مطلب فی شروط وجوب الجمعة، تاتارخانیه کراچی ص ۷۰/ج۲/ النوع الثانی فی شرائط الجمعة مجمع الانهر ص۲۴۶/ج۱/باب الجمعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت بحر کوئٹه ص ۱۵۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة محیط برهانی ص۴۶۴/ج۲/ المجلس العلمی ڈابهیل شرائط جمعه.

[2] بحر ص ۱۵۱/ج۲/باب صلاة الجمعة مطبع کوئٹه پاکستان.

[3] بدائع ص ۲۲۹/ج۱ مطبوعه کراچی باب شرائط الجمعة.

[4] حلبی کبیری ص۵۱۸/ مکتبه رحیمیه دیوبند فصل فی الجمعة.

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ صحت جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے۔ اگر جیل کا دروازہ بند ہو کہ وہاں جانے کی عام اجازت نہ ہوتو وہاں جمعہ درست نہیں۔ ظہر ادا کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قیدخانہ میں جمعہ کی نماز

سوال: - کیا قیدی جن کو ہر قسم کی مذہبی آزادی ہو اور کھانے پینے کا انتظام بھی ان کا اپنے ہاتھ ہو صرف حکومت کے قانون کے مطابق اندر سے باہر جا کر جمعہ کی نماز ادا نہیں کر سکتے اور ایک جگہ ہزاروں ایسے آدمی موجود ہوں اور ایک جگہ پر نماز جمعہ پڑھ سکتے ہوں تو ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس وقت ہم لوگ جمعہ کی نماز برابر پڑھتے رہتے ہیں اور بعض عالموں نے یہ رائے دیا کہ جمعہ کی نماز قیدیوں یا نذر حوالہ کئے ہوئے لوگوں کو پڑھنی جائز نہیں بلکہ قصر بھی منع ہے۔ اس لئے ہمیں خلاصہ حدیثوں کی روشنی میں آگاہ فرمائیں تاکہ تسلی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر کردہ حالات کے تحت وہاں جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ درمختار اور شامی[1] میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

فیکٹری میں جمعہ

سوال: - ایک مدت سے یہاں ایک استفتاء رکھا ہے جس کا جواب پورے طور پر کچھ

---

[1] فلایضر غلق باب القلعة لعدوٍ اولعاده قدیمةٍ لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلی در مختار مع ردالمحتار ص۲۵/ج۳/ مطبوعه زکریا (السابع الاذن العام)، مجمع الانهر ص۲۴۶/ج۱/ باب الجمعة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۴۱۷/ باب الجمعة، مصری.

حل سمجھ نہ آنے کی بناء پرنہیں دیا جاسکا۔جس کی خاص وجہ امداد الفتاویٰ میں ذکرکردہ ایک فتویٰ ہے۔پھر شامی وغیرہ کی عبارتوں کا محمل تجویز کرنے میں الجھن ہے،استفتاءدرج ذیل ہے۔
ایچ۔اے۔ایل فیکٹری (یعنی کانپوراسلحہ فیکٹری) میں نماز جمعہ گذشتہ چھ سات سال سے ہوتی چلی آرہی ہے اور مسجد فیکٹری سے میل سوا میل کے فاصلہ پر ہے اور وقت طعام صرف آدھ گھنٹہ (ایک بجے سے ڈیڑھ بجے تک) مقرر ہے۔ایسی صورت میں مسجد تک پہنچنا اور نماز ادا کرنا محال ہے اور عوام کی نماز میں شرکت ممنوع ہے کیونکہ مسجد فیکٹری کی حد میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جملہ ملازمین فیکٹری کی نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ادا نہیں ہوگی تو گذشتہ نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے؟ پھر اگر یہاں جمعہ جائز نہ ہوتو کیا دوسری فیکٹری میں تبادلہ کرالیا جائے جہاں نماز کی سہولت ہو یا یہیں جمعہ اور احتیاط الظہر دونوں پڑھ لیں؟ امید ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں گے۔امداد الفتاویٰ ص۱۲،۱۱رج ا؍ پر ایک قلعہ کے اندر رہنے والوں کی نماز سے متعلق تحریر ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اذن عام ہونا بھی منجملہ شرائط،شرائط صحت جمعہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود نہ ہو۔ باقی روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ اذن عام میں مخل نہیں **فی الدرالمختار والاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافى" فلا يضر غلق باب القلعة لعدواو لعادةٍ قديمةٍ لان الاذن العام مقرر لاهلهٖ وغلقه لمنع العدو لا المصلى نعم لولم يغلق لكان احسن اه فى رد المحتار وينبغى ان يكون محل النزاع ماذا كانت لا تقام الا فى محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل**[1] (انتہی)

پس بناء برروایت مذکورہ اس قلعہ میں نماز جمعہ درست ہے۔

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار ص۲۵ ؍ج۳؍ باب الجمعة، مطبوعه مكتبه زكريا.

احقر کے خیال میں ہے کہ استفتاء میں مذکورہ صورت امداد الفتاویٰ[۱] میں ذکر کردہ قلعہ والی صورت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ اس لئے کہ حضرت کے فتویٰ اور پھر مذکورہ بالا عبارت کتاب سے جواز ہی سمجھ میں آتا ہے کیونکہ فیکٹری میں عوام کے نہ آنے کی ممانعت مصلحتًا ہے۔ مقصود عوام کو نماز سے روکنا نہیں بلکہ فیکٹری کے حفاظتی انتظامات کے تحت ہے اور اس میں کام کرنے والوں میں سے کسی کو ممانعت نہیں ہے۔ مزید علامہ شامی کا قول اور زیادہ جواب کا معین ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ایک اسی قسم کے سوال کا جواب ان الفاظ میں بھی دیا گیا ہے کہ جس جگہ پر عام ممانعت ہے وہاں سے باہر نکل کر کسی میدان میں جمعہ پڑھ لیں[۲] اس فیکٹری میں بھی کام کرنے والوں کے لئے بھی ایک صورت یہ نکل سکتی ہے۔ اب حضرت والا کی خدمت میں یہ استفتاء بغرض دریافت ارسال ہے۔

جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روایت کے مطابق مذکورہ فیکٹری میں بھی جمعہ کی اجازت ہے۔ اگر باہر نکل کر پڑھنے کا موقعہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ مسجد کا ہونا جواز کی شرط نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۴ھ

---

[۱] امدادالفتاوی جدید ص ۶۱۴/ ج ۱/ حکم اقامت جمعه درمکان دفتر سرکاری وقلعه، اداره تصنیفات اولیا دهلی.

[۲] امدادالفتاوی ص ۶۱۳/ ج ۱/ حکم اقامت جمعه درمکان دفتر سرکاری وقلعه، اداره تصنیفات اولیاء دهلی.

[۳] لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریً وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم ینوا (حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، مطبوعه ادارة القرآن، کراچی.

مزرعہ قریبہ میں نماز جمعہ

سوال:- جس قصبہ میں بلا شک وشبہ جمعہ جائز ہو کیا اس قصبہ کے مزرعہ میں جبکہ اس مزرعہ میں صرف پندرہ گھر ہوں اور وہ مزرعہ باغ اور کھیتی کی وجہ سے اہل قصبہ کی آبادی سے الگ ہو اور خواہ وہ مزرعہ قصبہ سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔ کیا مزرعہ میں جمعہ جائز نہ ہوگا؟ مثلاً مزرعہ پانچ فرلانگ تک کے فاصلہ پر ہو۔ جیسا کہ میرا مزرعہ پانچ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔

(الف) اگر قصبہ کا کوئی محلّہ قصبہ کی اصل آبادی سے الگ ہو، درمیان میں بنجر زمین وکھیت باغات ہوں۔ فاصلہ قصبہ سے مذکورہ تک خواہ تک یا دو فرلانگ تک ہو، خواہ چار یا پانچ فرلانگ تک ہو کیا اس محلّہ میں بھی نماز جمعہ جائز نہ ہوگی؟

(ب) جمعہ کے جواز کیلئے تمام شرائط کے ماسوا ایک شرط یہ بھی ہے کہ گاؤں کی آبادی معہ مزرعہ جات کے تین ہزار سے کم نہ ہو یعنی مزرعہ جات ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ کتنے فرلانگ تک فاصلہ گاؤں سے مزرعہ کا ہو تو اس کی آبادی گاؤں کی آبادی میں تین ہزار کی تعداد دیکھنے کے لئے شامل ہوگی؟

(ج) فرض نماز جمعہ کے بعد دیر تک امام کا دعا مانگنا غیر افضل تو نہیں۔ اس بناء پر کہ رسول کریم ﷺ جن نمازوں کے بعد سنن وغیرہ ہوتے تھے۔ سلام پھیر کر فوراً مختصر دعا اللّٰھم انت السلام و منک السلام الخ مانگا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف، ب) جو مزرعہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ دیکھنے سے بالکل جداگانہ بستی معلوم ہو وہاں جمعہ درست نہیں۔ اسی طرح محلّہ کا حال ہے۔ جو محلّہ یا مزرعہ دیکھنے سے اسی بستی کا جزء معلوم ہوتا ہو۔ اگرچہ درمیان میں کوئی کھیت یا تالاب وغیرہ بھی آ گیا ہو وہاں جمعہ درست ہے۔ اور اس کی آبادی کو بھی اصل بستی کی ہی آبادی تصور کیا جائے گا۔ ڈیڑھ میل کا فاصلہ تو بہت ہے،

چار پانچ فرلانگ کا فاصلہ بھی کافی ہے دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ لوگ آبادی سے باہر جنگل میں رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہیں گے کہ بستی وہاں تک ہے[۱]۔

(ج) فرض جمعہ کے بعد بھی مختصر دعا مناسب ہے، زیادہ طویل نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ

ہوسٹل میں جمعہ

سوال:- ہماری آبادی سے قریب ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک ہوسٹل ہے اس کے قرب وجوار میں مکان بھی ہے یہاں عبادت گاہ بنائی گئی جو صرف کمرہ نما ہے وقت پر نماز گیارہ سال سے ہورہی ہے۔ لیکن اس سال کچھ حضرات کا اعتراض ہورہا ہے کہ نماز جمعہ وہاں ادانہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ آبادی میں نہیں ہے اور مسجد نہیں ہے۔ نوے طلباء مختلف علاقے کے اس ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ اب آپ مطلع فرمائیں کہ نماز جمعہ وہاں پر درست ہے یا نہیں؟ اس مقام کی آبادی اٹھارہ ہزار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کالج اور ہوسٹل بھی شہر کی ضرورت میں داخل ہے۔ اس لئے حکماً وہ مقام شہر کی طرح ہے۔ اگر اس شہر میں شرائط جمعہ موجود ہیں تو وہاں بھی جمعہ درست ہے[۲]۔ جمعہ کیلئے باقاعدہ مسجد کا

---

[۱] إن كان مقيما في عمران المصر وأطرافه وليس بين مكانه وبين المصر فرجة فعليه الجمعة، ولو كان بين ذالك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعي لا جمعة على أهل ذالك الموضع وإن كان النداء يبلغهم، تاتارخانية ص۵۳ ج۲، الفصل الخامس والعشرون، النوع الثاني في شرائط الجمعة، شامي كراچي ص۵۳ ج۲ باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة، بدائع كراچي ص۲۶۰ ج۱ وأما شرائط الجمعة.

[۲] ويشترط لصحتها المصر أو فناءه وهو ماتصل به لأجل مصالحه (الدرالمختار على الشامي زكريا ص۷/ج۳/ باب الجمعة)، تاتارخانية ص۵۱ ج۲ الفصل الخامس والعشرون، (بقیہ آئندہ پر)

ہونا ضروری نہیں ہے جو جگہ عبادت کیلئے بنا رکھی ہے وہاں جمعہ بھی ادا ہو جائیگا[۱]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹/۱۸/ ۸۸ھ

بازار کی مسجد میں جمعہ قائم کرنا

سوال:- مسجد درگاہ حضرت شاہ کلیم اللہ میں نماز پنجگانہ، نماز عیدین، تراویح رمضان باقاعدہ مسلسل ہوتی ہے۔ مسجد کشادہ اور مسجد سے متعلق کئی مارکیٹ، سبزی مارکیٹ، کوٹ پتلون مارکیٹ، کبوتر مارکیٹ وغیرہ واقع ہے، ہمہ وقت زائرین کی آمد ورفت رہتی ہے۔ مسجد سے ملحق مارکیٹ اور بازار وغیرہ کا طویل سلسلہ ہے۔ دوطرفہ مسجد سے متصل شاہراہ پر ہر دم مسلم مسافروں کی آمد ورفت بھی رہتی ہے۔ کیا مسجد مذکور میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ مسجد آبادی سے دور شہر سے خارج نہیں ہے جیسا کہ تحریر سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو یہاں جمعہ قائم کرنا درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۷/ ۱۴۰۶ھ

(**گذشتہ کا بقیہ**) النوع الثانی فی شرائط الجمعة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

(**صفحہ ہذا**) [۱] لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریً وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد او لم یبنوا (حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)، تاتارخانیة ص ۴۹ ج ۲ شرائط الجمعة، مطبوعه کراچی.

[۲] یشترط لصحتها المصر أو فناءه وهو ما اتصل به لأجل مصالحه (الدرالمختار علی الشامی ص۷/ج۲/ باب الجمعة، مکتبه زکریا، هدایه ص۱۶۸/ ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. اعلاء السنن ص۱/ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعه امدادیه مکة مکرمة.

قصبہ سے قریب گاؤں والوں پر جمعہ

سوال:- زید جس گاؤں میں رہتا ہے اس کی آبادی ۵۰۰ کی ہے پھر قصبہ سے ڈیڑھ میل دور ہے۔ کبھی کبھی اذان کی آواز قصبہ کی گاؤں میں بھی آجاتی ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ میرے گاؤں میں قصبہ کی اذان کی آواز آجاتی ہے۔ اس لئے ہم پر جمعہ فرض ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کے ذمہ سے ظہر ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟ جبکہ جمعہ کی اذان قصبہ میں جا کر پڑھتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید پر اس گاؤں میں رہتے ہوئے جمعہ لازم نہیں۔ نہ اس کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اس گاؤں میں پڑھے۔ اس لئے کہ یہ گاؤں قریۂ صغیرۃ ہے نہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ ایک میل یا ڈیڑھ میل دور جا کر قصبہ میں پڑھے اگرچہ وہاں سے کبھی اذان کی آواز بھی سنائی دیتی ہو۔ یہی قول اصح ہے۔

والاقامة بمصر اوفيما هو داخل فی حد الاقامة بها ای بالمصر وهو المكان الذی من فارقه بنية السفر يصير مسافرا ومن وصل اليها يصير مقيماً فی الاصح ولا يجب علىٰ من كان خارجه ولوسمع النداء من المصر سواء كان سواده قريباً من المصر او بعيداً على الاصح فلا يعمل بماقيل بخلافه وان صحح اهـ. مراقی الفلاح[1] ص ۲۷۴/. مصری ص ۲۱۴/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مراقی مع الطحطاوی مصری ص:۲۱۴، باب الجمعة، بحر كوئٹه ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، بدائع كراچی ص ۲۶۰/ج ۱/ بيان شرائط الجمعة.

نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں

سوال:- پرانی جامع مسجد کو مدرسہ کے واسطے بالکل ڈھادیا اس میں وقتیہ اور جمعہ کی نماز ادا کرنا دشوار ہے چند مہینے کے واسطے خارج مسجد میں دوسری جگہ نماز کے واسطے تیار کر کے وقتیہ نماز اور نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد شرط ہے یا نہیں؟ یا خارج مسجد میں بھی بوقت ضرورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد بھی درست ہے خواہ میدان ہو خواہ مکان۔ **السلطان اذا اراد ان یجمع بحشمہٖ فی دارہ فان فتح باب الدار واذن اذناعا ماجازت صلوٰتہٗ شھدھا العامة اولم یشھدوھا کذافی المحیط اھ۔** ہندیہ[1] **قولہ اومصلاہ ای مصلی المصر لانہ من توابعہ فکان فی حکمہ والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر لانھا بمنزلة المصرفی حوائج اھلہ والفناء فی اللغة سعة امام البیوت وقیل ماامتد من جوانبہ کذافی المغرب اھ۔** بحرص۱۵۲[2] ج۲/علامہ حلبی نے غنیۃ شرح منیہ[3] میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز دیگر کتب فقہ مراقی الفلاح[4] شامی[5] وغیرہ میں بھی موجود ہے اداء جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں ہے[6] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ۹/۵/۶۷ھ

---

[1] عالم گیری کوئٹہ ص۱۴۸/ج۱/ الباب السادس عشرفی صلاة الجمعة ومنھا الاذن العام.
[2] البحرالرائق کوئٹہ ص۱۴۰/ج۲/ باب صلاة الجمعة.
[3] کبیری ص۵۵۱/ فصل فی صلوة الجمعة، مطبوعہ لاھور.
[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۷۴/ باب الجمعة، مطبوعہ مصر.
[5] شامی نعمانیہ ص۵۴۶/ج۱/ باب الجمعة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں

سوال:- جس جگہ جمعہ فرض ہے ایسی جگہ میں جمعہ کے روز وعظ کی محفل کے واسطے کے قریب دوڈھائی ہزار سامعین مجتمع ہوگئے وہاں کی مسجد میں قریب پچاس آدمی کے جمعہ پڑھ لئے باقی لوگ اس بستی کے متصل ایک کھیتی زمین میں جس میں فی الحال کوئی فصل نہیں ہے اور اس کے اردگرد بستی مکانات موجود ہیں اس کے مالک کی اجازت سے نماز جمعہ پڑھ لئے۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ وہاں لوگوں کی نماز جمعہ صحیح ہوئی یا نہیں کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے۔ **والمسجد الجامع ليس بشرط لصحة الجمعة حتى اجمعوا علىٰ صحة الجمعة فى المصلى او كما قال.** ازروئے مہربانی اسکا جواب تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

جمعہ کے لئے شہر قصبہ بڑا گاؤں ہونا شرط ہے اور بڑا گاؤں وہ ہے جو اپنی آبادی اور ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کی مانند ہو اور اس کی مردم شماری کم از کم تین ہزار ہو اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور جس بستی میں جمعہ جائز ہے تو وہاں جواز کے لئے جامع مسجد ہونا شرط نہیں بلکہ عیدگاہ میں اور فناء مصر میں سب جگہ جمعہ درست ہے پس اگر مقام مذکورہ فی السوال شہر کے اندر داخل ہے یا فناء مصر میں شمار کیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے) تو وہاں جمعہ درست ہے ورنہ نہیں **ففى الفتاوىٰ الغياثية لو صلى الجمعة فى قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قرى وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنو المسجد اولم يبنوا وهوقول ابى القاسم الصفار وهٰذا اقرب الاقاويل الىٰ الصواب انتهىٰ وهو ليس ببعيد مما قبله والمسجد الجامع ليس بشرط ولهٰذ اجمعوا علىٰ جواز ها**

(گذشتہ کا بقیہ) ۵؎ والمسجد الجامع ليس بشرط ...... جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم يبنوا، حلبى كبيرى ملخصاً ص ۵۵۱ فصل فى صلوٰة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانية ص ۴۹ ج ۲ النوع الثانى فى شرائط الجمعة، الفصل الخامس والعشرون، طبع كراچى.

بالمصلی فی فناء المصروهو مااتصل با لمصر معدا لمصالحه من رکض الخیل وجمع العساکر المناضلة ودفن الموتیٰ وصلوٰه الجنازة ونحوذٰلک لان له حکم المصر باعتبار حاجة اهله الیه اهـ. (کبیری[1])

شرط ادائها المصر اومصلاه والحکم غیر مقصور علیٰ المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر زیلعی[2] ص ۲۱۸ / ج ۱ /. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۲۴/ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ ذی الحجہ ۵۴ھ

نماز جمعہ کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں

سوال:- یہاں چند آفسوں کے مسلم ملازمین اوقات دفتر میں ایک درسگاہ کے ملحق میدان میں صرف ظہر کی نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں، باقی تین نمازوں کی نہ جماعت ہی ہوتی ہے اور نہ نماز ہی ہوتی ہے، ملازمین اپنی ملازمت کی مجبوری کے سبب اسی جگہ کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں ایسی صورت میں جہاں پانچوں نمازیں نہ ہوتی ہوں کیا جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، ہوجاتی ہے یا نہیں؟ چونکہ دیگر مساجد دفاتر سے دور ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں، بستی کے میدان میں بھی درست ہے۔لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریٰ وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المساجد او لم یبنوا. کبیری[3] ص ۵۱۱ /. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[1] کبیری ص ۵۵۱ / فصل فی صلوة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹/ ۵۱ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی، مطبوعه کراچی.

[2] تبیین الحقائق ص ۲۱۸ / ج ۱ / باب الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۴۰ ج ۲، باب صلاة الجمعة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جو مسجد وقف نہ ہو اس میں نماز جمعہ

سوال:- یہاں کچھ مسجد ایسی ہیں جن کا کرایہ مسجد کمیٹی سے وصول کرتی ہے ان کی زمین وقف نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہاں دو مسجدیں ایسی ہیں جو وقف ہیں اور شرعی مسجد کی حیثیت رکھتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو مسجدیں وقف نہیں ہیں ان میں جمعہ کی نماز ہوگی یا نہیں اور مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور اسمیں اعتکاف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد شرعی تو اسی وقت بنتی ہے جبکہ وہ وقف ہو۔ بغیر وقف کے وہ شرعی مسجد نہیں[1] اگرچہ نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز پڑھنے سے وہاں بھی ادا ہو جاتی ہے[2] مگر موقوفہ مسجد کو فضیلت حاصل ہے[3] اور اعتکاف موقوفہ مسجد ہی میں کیا جائے[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاۃ الجمعة، مطبوعه لاهور، عنایه علی الفتح ص ۵۲/ ج ۲/ باب الجعمة، مطبوعه دار الفکر بیروت. تاتارخانیه ص ۴۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة، مطبوعه کراچی لاهور.

(صفحہ ہٰذا) [1] ولا بد من افرازہ أی تمییزہ عن ملکه من جمیع الوجوه فلو کان العلو مسجداً والسفل حوانیت أو بالعکس لا یزول ملکه الخ، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۶ احکام المساجد، کتاب الوقف.

[2] لأن الأرض کلها مسجد للنبی ﷺ فأینما صلیتم فهو مسجد الخ (قرطبی لاحکام القرآن ص ۱۹/ ج ۱۰/ تحت قوله تعالیٰ أن المساجد لله، مکتبه دار الفکر بیروت، بخاری شریف ص ۲۷/ رقم الحدیث ۳۳۵/ کتاب ؟؟؟؟، باب، مطبوعه دار اسلام ریاض.

[3] صلوة الرجل فی بیته بصلاة وصلاته أی الفرض جماعة فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة أی بالاضافة إلی صلاته فی بیته لامطلقاً (مرقاة ص۲۲۸/ ج ۲/ باب المساجد ومواضع الصلاة، مطبوعه نوریه دیوبند، مشکوة شریف ص ۲۷/ باب المسجد، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[4] والاعتکاف شرعا اللبث فی مسجد جماعة صلی فیه الخمس اولا والصحیح انه یصح فیما اذن واقیم الخ مجمع الانهر ص۳۷۷/ ج ۱/ باب الاعتکاف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۸، ۴۲۹/ ج۳/ باب الاعتکاف، عالمگیری کوئٹه ص ۲۱۱/ ج ۱/ الباب السابع فی الاعتکاف.

جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین

سوال:- موضع ناگل پٹی بھگوان پور کی آبادی پانچ ہزار کی ہے مگر مسجد نہیں۔ مگر پٹی بھگوان پور میں ایک مکتب دینی تعلیم کا قائم کیا ہے مگر مسجد بننے کی قوی امید ہے نمازی کافی ہیں تو اس میں نماز جمعہ وعیدین ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ ایک ہی بستی ہے تو شرعاً وہاں جمعہ وعیدین کی نماز درست ہے[1] مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد بنالیں اور جب تک مسجد بنے کسی اور جگہ مثلاً مکتب میں اس طرح جمعہ پڑھیں کہ وہاں آنے کی کسی کو رکاوٹ نہ ہو۔ بلکہ جس کا دل چاہے نماز کے لئے آجائے[2] وہیں پنجگانہ نماز اذان و جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ عیدین کے لئے عیدگاہ ہونا ضروری نہیں۔ جنگل، باغ اور میدان میں جہاں مناسب سمجھیں ادا کرلیا کریں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] تقع فرضاً في القصبات والقرىٰ الكبيرة التي فيها اسواق شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۴۹/ فصل فی صلاة الجماعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه کراچی ص ۴۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة.

[2] والسابع الاذن العام ای ان یاذن للناس اذناعاما بان لا یمنع احداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۵/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ، تاتارخانیه کراچی ص ۷۰/ ج ۲/ شراط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] والحكم غير مقصور على المصلى بل تجوز في جميع افنية المصر، فتح القدیر ص ۵۱/ ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت. تبیین الحقائق ص۲۱۸/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۴۰ ج ۲ باب صلاة الجمعة.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں پڑھا

سوال :- ہفتہ مین سات دن ہوتے ہیں اور جمعہ سب کا سردار مانا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی بہت فضیلتیں بتلائی ہیں اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس دن درود پڑھنے کے زیادہ فضائل ہیں اور فرمایا آپؐ نے کہ جو شخص جمعہ اور جماعت کی نماز نہ پڑھے تو وہ دوزخی ہے اور خود حق تعالیٰ شانہ نے بھی جمعہ کی تاکید کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن سرمہ تیل خوشبو وغیرہ لگا کر مسجد میں آ ؤ اور مسجدوں میں خوشبو جلاؤ تو جب جمعہ کی اتنی زیادہ فضیلتیں ہماری شریعت نے بتلائی ہیں تو ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے جمعہ کے پڑھنے مین مصر ہونے کی شرط کیوں لگادی؟ مقصد تنقید نہیں بلکہ سمجھنا ہے سنا ہے کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جہاں چالیس گھر ہوں وہیں جمعہ پڑھنا واجب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ جب ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں تو کیا ہم اور ائمہ کے مذہب پر چل سکتے ہیں؟ کیا سب ائمہ کا اتباع کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی نماز بھی بڑی فضیلت والی نماز ہے[1] ہجرت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر مدینہ طیبہ میں جمعہ شروع ہو چکا تھا، مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا، جب ہجرت فرما کر تشریف لے جارہے تھے تو بنوعمرو کی بستی مین قیام فرمایا جہاں جمعہ کا وقت بھی آیا اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی، پڑھنا چاہتے تو پڑھ سکتے تھے، مگر وہ چھوٹی بستی تھی اس لئے وہاں جمعہ نہیں

---

[1] عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اغتسل ثم اتی الجمعۃ تصلی ما قدر لہ ثم انصت حتی یفرغ من خطبتہ ثم یصلی معہ غفر لہ مابینہ وبین الجمعۃ الاخریٰ وفضل ثلاثۃ ایام (مسلم شریف ص ۲۸۳/ج ۱/ کتاب الجمعۃ، فضل من اغتسل او توضأ واتی الجمعۃ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ادا فرمایا[۱] عرفات میں بہت بڑا مجمع اہل اسلام کا موجود تھا وہاں جمعہ نہیں[۲] پڑھا، دو میل، تین میل، چار میل، پانچ میل، چھ میل تک سے لوگ باری باری جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے[۳] جو نہیں آئے ان سے مطالبہ نہیں کیا کہ تم کیوں جمعہ پڑھنے نہیں آئے نہ یہ فرمایا کہ اپنے اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھا کرو، حدیث پاک میں ارشاد ہے جمعہ اور عید کی نماز شہر میں ہے گاؤں میں نہیں[۴] ان کے علاوہ دوسری بھی دلیلیں ہیں جن کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ کی جماعت کے متعلق سخت شرط ہے وہ یہ کہ اگر چالیس آدمی جماعت میں ہوں گے تو جمعہ کی نماز درست ہو سکے گی بشرطیکہ بستی بڑی ہو[۵]

---

[۱] ثم قدم رسول اللہ ﷺ المدینة فاقام بقباء (الی قوله) انه ﷺ نزل فی بنی عمرو بن عوف فاقام فیهم اربع عشرة لیلة الحدیث ولم یصل علیه الصلوة والسلام فیها الجمعة (اوجز ص۳۵۳/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القریٰ، مکتبه علمیه سهارنپور. بذل ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب الجمعة فی القریٰ، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[۲] ومنها انه ﷺ لم یصل الجمعة فی عرفات (اوجز ص۳۵۴/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القریٰ، مکتبه علمیه سهارنپور. بذل ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب الجمعة فی القریٰ، مکتبه یحیویه سهارنپور)

[۳] عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت کان الناس ینتابون الجمعة من منزلهم والعوالی الخ (بخاری شریف ص ۱۲۳/ ج ۱/ باب من این توتی الجمعة الخ، اشرفی بکڈپو دیوبند.

[۴] لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع (مصنف عبدالرزاق ص۱۶۷/ ج۳/ حدیث۵۱۷۵/ باب الجمعة فی القری الصغار طبع المجلس العلمی ڈابھیل گجرات. نصب الرایة ص۱۹۵/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، اعلاء السنن ص ۱/ ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القریٰ، مطبوعه امدادیة مکة مکرمة.

[۵] واهل القریٰ لا تلزمهم الجمعة الا اذا بلغوا اربعین من اهل الکمال (العزیز شرح الوجیز ص ۳۰۲/ ج ۲/ کتاب الجمعة، من تلزمه الجمعة، الناس فی الجمعة ستة اقسام، مطبوعه دارالفکر بیروت.

حنفی کو اس مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۶ھ

آبادی سے دور طویلہ کی مسجد میں جمعہ

سوال:- (۱) چالیس میل دور ایک کارخانہ ہے، دیگر کارخانے اور طبیلے جانوروں کے موجود ہیں، ان میں مسلمان کام کرتے ہیں وہ چھوٹی مسجد بنا کر نماز پڑھتے ہیں باجماعت تو اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جب کہ دس دس میل تک جمعہ نہیں ہوتا تو یہاں کے لوگون کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً

اگر وہاں مستقل آبادی نہیں صرف ایک کارخانہ اور جانوروں کا طویلہ ہے وہاں کے لوگ محنت مزدوری کیلئے جاتے ہیں، اور چائے بیڑی کی دکان بھی ہے، جیسا کہ اکثر بس اڈوں پر ہوتی ہے تو بھی شرعاً وہاں جمعہ درست نہیں، جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھا کریں[2]۔

[1] اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه اهـ (وكذا قال الشامى بعد اسطر) ليس للعامى ان يتحول من مذهب الى مذهب ويستوى فيه الحنفى والشافعى (شامى زكريا ص ۱۳۲، ۱۳۳/ ج۶/ باب التعزير، مطلب العامى لا مذهب له، ايضاً مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه. شامى زكريا ص ۲۰۰/ ج۸/ كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه.

[2] ويشترط لصحتها سبعة اشياء الخ، عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة وفيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره برجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هوالاصح (الدر المختار مع الرد المحتار زكريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة، مجمع الانهر ص۲۴۷/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بروت. بحر كوئٹه ص ۱۴۰/ ج۲/ باب صلاة الجعمة وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز فى الصغيرة.....لو صلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر، شامى زكريا ص۷ ج۳ باب الجمعة.

(۲) ان لوگوں کے ذمہ نماز جمعہ کے لئے دوسرے مقام پر بھی جانا ضروری نہیں ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

چھوٹی بستی میں نماز جمعہ بند کرنے سے لوگوں نے فرض نماز بھی چھوڑ دی

سوال:- ہمارے گاؤں کی آبادی اس وقت ۱۱۰۰ر ہے پرچون کی دکانیں ہیں تمام ضرورتیں ایک قصبہ دو میل پر ہے وہاں سے سب ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں آپ کے پاس تین فتاوے روانہ کئے تھے جمعہ کے بارے میں آپ نے بند کرادیا، یہ لوگ نہ رمضان کے روزے رکھیں گے نہ تراویح پڑھیں گے اور نہ نماز پڑھیں گے اور نہ خیرات زکوٰۃ دیں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

شرط ادائها المصر اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول علىؓ لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحىٰ الا فى مصر جامع او فى مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصحه ابن حزم وكفىٰ بقوله قدوة واماما الخ، (البحر الرائق[۲] ص ۱۴۰ ر)

---

[۱] لا يجب شهود الجمعة الا على من يسكن المصر ولارباض دون دون السواد سواء كان قريباً من مصر او بعيداًعنها (عمدة القارى ص۱۹۸ ر ج۳ر الجزء السادس، باب الجمعة، باب من اين توتى الجمعة الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت. كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص۳۴۵ ر ج۱ ر شروط الجمعة، مكتبه رشيديه ديوبند.

[۲] بحر كوئٹه س ۱۴۰ ر ج۲ ر باب الجمعة.

حافظ عینی نے شرح بخاری میں ابوزید کی کتاب الاسرار سے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے[1]، بذل المجہود[2] اور اوجز المسالک[3]، اعلاء السنن[4]، آثار السنن[5]، مرقاۃ[6] سب کتابوں میں موجود ہے کہ مدینہ طیبہ کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے جن کو عوالی کہا جاتا ہے، وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تھا اور حضور ﷺ نے کبھی وہاں جمعہ کے لئے نہیں فرمایا، وہاں کے لوگ باری باری جمعہ کیلئے مدینہ پاک میں حاضر ہوا کرتے تھے، یہ بخاری شریف[7] میں موجود ہے، حضور ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کی بستی میں قیام فرمایا اور وہاں جمعہ بھی آیا مگر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، بخاری شریف اور اس کی شرح فتح الباری میں یہ مذکور ہے[8]، میں نے حدیث شریف کا حوالہ دیدیا لیکن آپنے جو

---

[1] لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع (الى قوله) ان ابا زيد زعم في الاسرار ان محمد بن الحسن قال رواه فرفوعاً معاذؓ وسراقة بن مالكؓ (عمدة القارى ص۱۸۸/ ج۳/ الجزء السادس، باب الجعمة فى القرىٰ والمدن) طبع دار الفكر بيروت.

[2] وفى اثناء هذه المدة كان الاسلام قد انتشر فى اكثر القرىٰ وكثير من اهلها لا يشهدون الجمعة بالمدينة ولوكانت الجمعة جائزة فى القرى لا قيمت فى قريتهم قبل جواثى (الى قوله) فثبت بهذا أن رسول الله ﷺ لم يصل الجمعة فى القرىٰ ولم يامر بها فيها فعلم بهذا ان القرى ليست محل إقامة الجمعة (بذل ص۱۷۰/ ج۲/ باب الجمعة فى القرىٰ، مكتبه رشيديه سهار نپور.

[3] اوجز المسالك ص۳۰۳، ۳۰۴/ج۲۱/ بحث الجمعة فى القرىٰ، المكتبة العلمية سهار نپور.

[4] إعلاء السنن ص۱۳/ ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فى القرىٰ، مطبوعه ادارة القرآن كرا چى.

[5] آثار السنن ص۸۷/ ج۲/ باب لا جمعة الا فى مصر جامع، مطبوعه دار الاشاعة الاسلامية كلكته.

[6] مرقاة ص۲۳۷/ ج۲/ باب الخطبة والصلاة، الفصل الثالث، مطبوعه ممبئى.

[7] عن عائشةؓ زوج النبى ﷺ قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالى بخارى شريف ص۱۲۳/ ج۱/ كتاب الجمعة، باب من اين تؤتى الجعمة، مطبوعه اشرفى بكڈپو ديو بند.

[8] ان عائشة زوج النبى ﷺ قالت لم اعقل ابوى قط ،فلبث رسول الله ﷺ فى بنى عمرو بن عوف بضع عشرة ليلة واسس المسجد الذى اسس على التقوى وصلى فيه رسول الله ﷺ ثم ركب راحلته فسار يمشى معه الناس حتى بركت عند مسجد الرسول ﷺ بالمدينة وهو يصلى فيه يومئذٍ رجال من المسلمين (بخارى شريف ص۵۵۵/ ج۱/ مناقب الانصار، باب هجرة النبى ﷺ، مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند. قوله (ثم ركب راحله) وقع عند ابن اسحق وابن عائذ انه ركب من قباء يوم الجمعة فادركته الجمعه فى بنى سالم بن عوف (فتح البارى ص۲۵۷/ ج۷/ مكتبه دار الفكر بيروت)

کلمات لکھے ہیں جن پر میں نے لکیر کھینچ دی آپ انکولکھ کرکسی عالم سے جس پر آپکا اعتماد ہو دریافت کرلیں کہ ایسا لکھنا شرعاً کیسا ہے اس سے ایمان تو برباد نہیں ہوجاتا، اور ایسا لکھنے پر جو اثر مرتب ہوتا ہے اسکی مکافات کس طرح کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قریۂ صغیرہ میں امام کے پیچھے نماز جمعہ میں اقتداء

سوال:-ایک ایسا قریہ ہے جہاں صلوٰۃ جمعہ جائز نہیں ہے ایسی صورت میں اگر کوئی شخص فتنہ سے بچنے کے لئے صلوٰۃ جمعہ میں امام کے پیچھے اقتداءً نفل کرتا ہے، کیا اس شخص کے لئے اقتداءً نفل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

---

[1] وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه ، فهذه الثلاثة لیست بکفر والرابع لا اصلی اذ لیس یجب علی الصلاة ولم اومر بها یکفر (هندیه ص۲۶۸ / ج۲ /) اذا قیل لرجل ادالزکاة فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاً وقیل فی الاموال الباطنة لا یکفرو فی الاموال الظاهرة یکفر وینبغی ان یکون فصل الزکاة علی الاوقاویل التی مرت فی الصلاة (هندیه کوئٹه ص ۲۶۹ / ج۲ / کتاب السیر ، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر انواع) وبقوله لو امرنی الله تعالیٰ بالزکاة اکثر من خمسة دراهم او بالصوم اکثر من شهر لا افعل، فالصواب انه علی نیته (مجمع الانهر ص ۵۰۹ / ج۲ / کتاب السیر، باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (هندیه ص۲۸۳ / ج۲ / قبیل الباب العاشر فی البغاة)

عبارات مذکورہ کی روشنی میں سائل کے کلمات انتہائی سخت ہیں لہٰذا احتیاطاً تجدید ایمان تجدید نکاح اور توبہ و استغفار ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی مفر نہیں تو اس کی گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواز جمعہ میں اختلاف ہو تو راہِ عمل کیا ہے؟

سوال:- بعض جگہوں پر بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ اور بعض جگہوں پر بعض علماء جواز جمعہ کا فتویٰ دیدیتے ہیں اور بعض عدم جواز کا۔ مثلاً مذکورہ بستی ہی ہے، یہاں بھی بعض علماء جو کہ یہاں آتے بھی رہتے ہیں مگر وہ جمعہ نہیں پڑھتے، عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں اور جواز کے قائل ہیں اور یہاں کے تمام مدرسین جو کہ علماء بھی ہیں جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عالم اور مفتی پر زیادہ اعتماد ہو اس کی بات پر عمل کیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواز جمعہ میں اگر مفتیان کرام مختلف ہوں؟

سوال:- کسی گاؤں میں کسی مستند مفتی صاحب کے فتویٰ کے بموجب جمعہ پڑھتے

---

[1] عن ابی ذرٍ قال! قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر! کیف انت اذا کانت علیک امرا یمیتون الصلاۃ او قال یؤخرون الصلاۃ قلت یا رسول اللہ فما تامرنی؟ قال صل الصلوۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصلہ فانھا لک نافلۃ (ابو داؤد شریف ص ۶۲/ ج ۱/ کتاب الصلاۃ، باب اذا اخر الامام الصلاۃ عن الوقت، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند)

[2] من لم یجد نقلا صریحاً ان یتوقف فی الجواب أو یسأل من ھو أعلم منه ولوفی بلدۃ اخری مجموعۃ رسائل ابن عابدین ص ۳۴/ ج ۱/ طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

ہیں اور دوسرے مستند مفتی صاحب نے عدمِ جواز لکھ دیا ہے۔ بناء بریں اختلاف بڑھ کر مدرسہ کا استحکام اور نظام متأثر ہونے لگا تو کیا گاؤں کے اتفاق اور مدرسہ کے استحکام کے پیشِ نظر فریقین کو پہلے مفتی کے بموجب جمعہ ادا کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے نزدیک پہلا فتویٰ صحیح ہے اور اس سے عقیدت ہے تو اس پر عمل کرنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۶ ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز کے لئے کسی بستی میں جانا

سوال:- جب دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے، وہاں کے لوگ قصبہ میں جو کہ گاؤں سے تین یا چار میل کے فاصلہ پر ہے، اور وہاں جمعہ کی نماز بالکل جائز اور سائیکل سے یا پیدل آسانی سے جا سکتے ہیں۔

(۲) مگر محض کسل کی بنا پر یا دنیا کمانے میں انہماک کی بنا پر نہ جائیں بلکہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز تنہاء پڑھ لیں اور عیدین کی نماز قصبہ میں پڑھنے نہ جائیں تو گنہگار تو نہ ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہایت ہمدردی اور دلسوزی سے مسئلہ بتا کر بند کرانے کی کوشش کی جائے، اگر فتنہ پیدا

---

[1] لان العامی یجب علیه تقلید العالم اذا کان یعتمد علی فتواه (بحر کوئٹه ص ۲۹۳/ ج ۲/ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، شامی کراچی ص ۴۱۱/ ج ۲/ باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد الصوم، مطلب فی جواز الافطار بالتحری. فتح القدیر ص ۳۷۶/ ج ۲/ فصل فی العوارض، مطبوعه دارالفکر بیروت.

ہو مثلاً لوگ پنجگانہ نماز بھی چھوڑ دیں یا فساد کریں، سر پھٹول اور مقدمہ بازی کی نوبت آئے تو مسئلہ بتا کر خاموشی اختیار کی جائے[1]

بالکل گنہگار نہیں کیونکہ ان کے ذمہ وہاں جانا واجب نہیں، ان کی خوشی پر موقوف ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز میں شوافع کے یہاں کتنے آدمی ضروری ہیں

سوال:- ایک قریہ میں شافعیوں کی دو مسجدیں ہیں۔ ایک مسجد میں جمعہ میں بیس آدمی، دوسری میں تیس آدمی جمع ہوتے ہیں۔ چونکہ شافعی مذہب میں جمعہ کے لئے یہ افراد شرط ہیں باوجود ہونے کے یہ دونوں مسجد والے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے، الگ الگ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے ایک قول میں نماز جمعہ کے لئے بارہ آدمی بھی کافی ہیں، کیا یہ قول صحیح ہے؟

---

[1] ثم نصيحة العامة بارشادهم الى مصالحهم الدينية والدنيوية وكف الاذى عنهم وتعليمهم ما ينفعهم في دينهم ودنياهم واعانتهم عليه قولا وفعلا ...... وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وتوقير كبيرهم ورحم صغيرهم ونخولهم بالموعظة الحسنة الخ (مرقاة ص ۶۴۹/ ج ۴/ باب الشفقة والرحمة على الخلق، طبع بمبئی، نووی علی مسلم ص ۵۴/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب بيان ان الدين النصيحة، سعد بکڈپو دیوبند)

[2] لايجب شهود الجمعة الا على من يسكن المصر والارض المتصلة بالمصر حتى لا يجب على اهل السواد قريبا من المصر او بعيداً عنه (تاتارخانيه ص ۵۲/ ج ۲/ شرائط الجمعة، احدهما المصر، مطبوعه کراچی، فيض الباری ص ۳۳۴/ ج ۲/ باب من اين تؤتى الجمعة، مطبوعه خضرراه دیوبند، عمدة القاری ص ۱۹۸ ج ۳ الجزء السادس كتاب الجمعة، باب من أين تؤتى الجمعة طبع دار الفكر بيروت.

شوافع کے نزدیک پندرہ گھر والے قریہ میں جمعہ

سوال :- ایک قریہ میں پندرہ ہی گھر ہیں، ایک ہی مسجد ہے جمعہ میں محض تیرہ چودہ آدمی ہوتے ہیں۔ شوافع کے لئے نمازِ جمعہ کے واسطے مذکورہ قول کفایت کرتا ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الدراسات الفقہیہ ص۱۱۵؍ج۲؍ میں متعدد اقوال بیان کئے ہیں۔ چالیس کے عدد کو معتمد لکھا ہے، بارہ کا عدد امام مالکؒ کا مذہب بیان کیا ہے۔ سیوطیؒ نے الحاوی[۱] للفتاویٰ ص۶۶؍ج۱؍ میں ارجح المذاہب اس چیز کو لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت میں مجمع کثیر ہونا چاہئے، کوئی عدد معین ضروری نہیں۔ چالیس کے عدد کو دلیل کے اعتبار سے قوی قرار نہیں دیا۔ لہٰذا بیس یا بتیس آدمی اگر جماعت میں ہوں تب بھی بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مزید تحقیق اپنے مذہب کی شوافع بتاسکیں گے۔ حنفیہ کے نزدیک تو اس جماعت کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں[۲] بشرطیکہ وہ قریۂ کبیرۃ ہو۔

---

[۱] الرابع عشر جمع كثير بغير قيد وهٰذا مذهب مالك فالمشهور من مذهبه أنه لا يشترط عدد معين...... ولعل هذا المدهب ارجح المذاهب من حيث الدليل وأقول هو كذالك لأنه لم يثبت في شئ من الأحاديث تعيين عدد مخصوص (الحاوى للفتاوىٰ ص۶۶؍ج۱؍ باب ضوء الشمعة في عدد الجمعة) مطبوعه دار الفكر بيروت ص۶۷ ج۱، والحاصل أن الأحاديث والآثار لم تدل على اشتراط ذالك العدد بعينه في حضورها لتنعقد بل أى جمع أقاموها صحت بهم وأقل الجمع ثلاثة غير الإمام فتنعقد بأربعة أحدهم الإمام الخ، الحاوى للفتاوى ص۸۱ ج۱ كتاب الصلاة، ضوء الشمعة في عدد الجمعة، طبع دار الفكر.

[۲] والسادس الجماعة واقلها ثلاثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضر واسوى الامام (الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۴؍ج۳؍ باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب الخ عالمگيرى كوئٹه ص۱۴۸؍ج۱؍ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص۵۷؍ج۲؍ شرائط الجمعة.

(٢) شوافع کے نزدیک صرف جماعت میں شریک ہونے والوں کا عدد مذکور کافی نہیں، بلکہ دیگر شروط بھی ہیں[١]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٢٨/١٠/٩٠ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ //

[١] فلا تصح الجمعة الا باربعين رجلا بالغين عقلاء أحراراً مستوطنين للقرية اوالبلدة التى يصلى فيها الجمعة لا يظعنون عنها شتاءً ولا صيفاً الا سفرحاجة فان انتقلوا عنه شتاءً وسكنوه صيفاً او عكسه فليسوا مستوطنين ولا تنعقد بهم بالاتفاق وهذا الذى ذكرناه من اشتراط اربعين هو المعروف من مذهب الشافعى (المجموع للنووى ص ٤٢١/ج٤/ باب صلاة الجمعة، لا تصح صلاة الجمعة الا باربعين الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت. العزيزى شرح الوجيز ص٢٥٥، ٥٦/ج٢/ كتاب الجمعة، الشرط الرابع العدد، دارالكتب العلمية بيروت، تحفة المنهاج ص٣٣٨/ج١/ باب صلاة الجمعة، دارالكتب العلمية بيروت. كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص٣٤٧/ج١/ شروط الجمعة، مكتبه الرشيد ديوبند.



فصل چہارم : فرضیت جمعہ

نابینا پر جمعہ اوراس کی امامت

سوال:-(الف) کیا نابینا (اندھے) پرنماز جمعہ فرض ہے؟

(ب) کیا نابینا (اندھا) جمعہ کرا سکتا ہے؟

(ج) اگر اندھے پر جمعہ فرض نہیں تو دوسروں کا جمعہ کس طرح کرواسکتا ہے جب کہ مقتدیوں میں علم والے اور حسینی اور سید ہونے کے باجود پابند صوم وصلوٰۃ ہوں ایسی صورت میں اگر نابینا سے ضداً نماز جمعہ پڑھوائے تو کیا نماز کے ثواب میں تو کمی نہ ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

(الف) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اندھے پر جمعہ فرض نہیں۔صاحبینؒ کے نزدیک فرض ہے بشرطیکہ اس کو جامع مسجد تک لے جانے والے موجود ہوں۔**سلامة العینین فلا تجب علی الاعمیٰ عند ابی حنیفةؒ لا فرق بین ان یجد قائداً اولا خلافاً لهما اذا وجد قائداً یوصله** اھ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح ص۲۹۳۔

[1] طحطاوی علی المراقی ص۴۱۳/باب صلاة الجمعة، مکتبه مصری، تاتار خانیه کراچی ص۱۷/ج۲/ شرائط الجمعة، الشرط السادس، المحیط البرهانی ص۴۶۵/ ج۲/ فی بیان شرائط الجمعة، مطبوعه ڈابھیل.

(ب وج) اندھا چونکہ اکثر طہارت کا اہتمام نہیں کرسکتا اور نجاست سے نہیں بچ سکتا اس لئے اس کی امامت ہر نماز میں مکروہ ہے البتہ اگر وہ سب سے افضل ہے اور طہارت کا اہتمام کرتا ہے اور نجاست سے بچتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں اور جمعہ میں بھی اس کی امامت کا یہی حکم ہے وکرہ امامة العبد ان لم یکن عالماً تقیاً والاعمیٰ لعدم اهتدائه الیٰ القبلة وصون ثیابه عن الدنس وان لم یوجد افضل منه فلا کراهة لا ستخلاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم وعتبان ابن مالک علیٰ المدینة حین خرج الیٰ تبوک وکانا اعمیین اھ بحر ص ۱/۳۴۸ [1]

اندھے میں امامت کی اہلیت موجود ہے (کراہت عارض کی وجہ سے) جمعہ کی فرضیت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک تخفیفاً ساقط ہے۔ پس بوقت ارتفاع عارض اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور بوقت وجود عارض مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ربیع الاول ۵۷ھ

عورت کے جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط ہوجائیگی

سوال:- ہمارے علاقہ میں بہت سی عورتین نماز ظہر کے بجائے نماز جمعہ بھی ادا کرتی ہیں تو نماز جمعہ ظہر کا بدل ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کے ذمہ جمعہ نہیں بلکہ ظہر ہے، لیکن اگر امام کے پیچھے مردوں کے تابع ہوکر (پردہ کے ساتھ) نماز جمعہ پڑھ لیا تو ظہر کا فریضہ ساقط ہوجائے گا۔ وشرط وجوبها الاقامة

[1] البحر ص ۳۴۸ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۶۲، ۱۶۳/ج ۱/ دار الکتاب العلمیة، فصل فی الجماعة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۴ باب الإمامة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر.

والذکورة الخ. کنز من لا جمعة علیه ان ادی جاز عن فرض الوقت الخ. کنز من کان اهلا للوجوب کالمریض والمسافر والمرأة یجزئهم ویسقط عنهم الظهر الخ. (بحر[1] ص ۱۵۲ / ج ۲ /) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ درالعلوم دیوبند

گاؤں کا آدمی جمعہ کے دن شہر میں جائے تو کیا نیت کرے؟

سوال:- کوئی شخص گاؤں کا رہنے والا ہو اور وہ اپنے کام کے لئے شہر میں جائے جمعہ کا دن ہو تو وہ اپنا کام کر کے جمعہ پڑھے یا بعد جمعہ اپنا کام کرے تو سنا ہے کہ اس کو پورا ثواب نہیں ملتا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی جگہ کچھ کام ہے جہاں پر جمعہ ہوتا ہے اور وہ کام جمعہ کے بعد بھی ہوسکتا ہے اور ایسی جگہ سے جاتا ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ جمعہ کی نیت کر کے جائے اور اپنا کام بھی کرتا رہے۔ اگر دونوں کی نیت کرلے جمعہ کی بھی اور کام کی بھی، تب بھی درست ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن لوگوں کو جمعہ نہیں ملا کیا وہ ظہر جماعت سے پڑھیں؟

سوال:- جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرچکے تو ظہر کی نماز اسی مصلیٰ پر حنفی مذہب میں جن لوگوں کا جمعہ رہ گیا ان لوگوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] بحر کوئٹہ ص ۱۵۲ / ج ۲ / باب صلاۃ الجمعة، سکب الانھر علی المجمع ص ۲۵۱ / ج ۱ / باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. مراقی الفلاح ص ۴۲۶ / باب الجمعة، مصر.

[2] تجرید السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر (بحر کوئٹہ ص ۳۰۹ / ج ۲ / کتاب الحج، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۲۰ / ج ۱ / کتاب المناسک، الباب الاول)

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگوں کو وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا منع ہے۔ جمعہ نہ ملنے کی وجہ سے الگ الگ ظہر پڑھیں۔ ایسا ہی فقہ کی کتابوں ردالمحتار[۱] وغیرہ میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۸۹ھ

قیدیوں کے لئے جمعہ وعیدین واعتکاف کا حکم

سوال:- ہم پاکستانی جنگی قیدی ہیں۔ ہم نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ عیدین اور جمعہ اسیری کی وجہ سے معاف ہے۔ اگر رمضان تک رہنا ہو تو روزہ اور تراویح اور اعتکاف کی کیا پوزیشن ہے؟ نماز باجماعت مع اذان ایک کمرہ میں پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ صاحبان کو جب وہاں اذان و جماعت کی سہولت ہے کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور دوسرے کا وہاں داخل ہونا نماز جمعہ سے منع کرنے کے لئے نہیں بلکہ قانونی تحفظ کے لئے منع ہے۔ ایسی حالت میں بعض کتب فقہ کی عبارات کے تحت وہاں جمعہ اور عیدین ادا کرنے کی گنجائش ہے[۲]۔ روزہ تراویح میں کوئی پابندی نہیں۔ حکم شرعی کے مطابق روزہ رکھیں، تراویح پڑھیں۔ اگر مسجد مستقل نہ ہو تو جہاں جماعت کرتے ہیں وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة فأنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة قال الشامي: يصلون وحدانا، الدرالمختار مع الشامي ص۱۵۷/ج۲/ مكتبه سعيد كراچى، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۲۵۲/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص۱۵۴/ج۲/ باب صلاة الجمعة.

[۲] والسابع الاذن العام من الامام فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أولعادة قديمة لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو لا المصلى الدر المختار على الشامى ص۲۵/ج۳/ (بقیہ آئندہ)

جمعہ کے لئے گاؤں سے شہر میں آنا

سوال:- ایک شخص کسی دیہات کی مسجد میں امام ہے اور اس کو نماز جمعہ کا شوق ہے اگر وہ نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے قصبہ یا شہر میں جو کوس دو کوس کے فاصلہ پر ہے آئے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس کو نماز جمعہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اسی طرح اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص دیہات سے شہر میں نماز جمعہ پڑھنے آئے اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس کو ثواب ملتا ہو تو قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص پر جمعہ فرض نہیں خواہ گاؤں میں رہنے کی وجہ سے خواہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے وہ اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھ لے کہ جہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے تو اس کو جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب ملے گا اور اس کے ذمہ سے فریضہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ امام ہو خواہ مقتدی[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھنے کیلئے کئی کئی کوس گاؤں سے نمبر وار بعض حضرات مدینہ شریف میں آیا کرتے تھے ابوداؤد شریف[2] ج ۱/ص ۱۶۴/ج ۱/ص ۱۵۱/مطبع نامی

(گذشتہ کا بقیہ) باب الجمعة مطبوعه مکتبه زکریا.

[3] مواقع ضرورت میں موضع صلاۃ کو شریعت میں محل اعتکاف بتایا گیا ہے جیسے عورت کے لیے مسجد بیت میں اعتکاف کی اجازت ہے حالانکہ وہ مسجد شرعی نہیں ہے غالباً اسی کے پیش نظر حضرت فقیہ الامتؒ نے قید خانہ میں منافع اعتکاف کے حصول کی خاطر موضع صلاۃ میں اعتکاف کی گنجائش تحریر فرمائی ہے۔ وعن أبي يوسف: الاعتكاف الواجب لايجوز فى غير مسجد الجماعة، وانفل يجوز وهذا فى حق الرجال. وللمرأة الاعتكاف فى مسجد بيتها (مراقى على الطحطاوى ص ۵۷۶/ باب الاعتكاف، طبع مصر)

(صفحہ ہذا) [1] ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت......ويسقط عنهم الظهر، بحر كوئٹه ص ۱۵۲ ج ۲ باب صلاة الجمعة.

[2] عن عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم انها قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم ومن العوالى (ابوداؤد شريف ص ۱۶۴/ ج ۱/ باب من تجب عليه الجعمة، مكتبه رشيديه دهلى) بخارى شريف ص ۱۷۸/ رقم الحديث ۹۰۲/ باب من اين توتى الجمعة، مطبوعه دارالسلام رياض مسلم شريف ص ۲۸۰/ج ۱/ كتاب الجمعة، فصل فى استحباب الغسل الخ. مطبوعه رشيديه دهلى.

کانپور میں یہ حدیث مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

جمعہ کے وقت اسکول کی حاضری

سوال:- میں اردو گورنمنٹ اسکول ریاست مہاراشٹر میں مدرس ہوں۔ جمعہ کا وقت ۱½ بجے سے ۲/ بجے تک کے درمیان یعنی اسکول کی مصروفیت میں آتا ہے۔ اب ہم لوگ اسکول بند کرکے ویسے ہی جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اب اس کے لئے آفیسر تنگ کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ شام کو مدرسہ ۲½ بجے سے ۵½ بجے تک ہے اور نوکری کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کوشش کرکے کوئی ایسی جگہ تجویز کرلیں جہاں ۲½ بجے جمعہ ہوجاتا ہو[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۴ھ

شرائط جمعہ نہ پائے جانے پر مفاسد کا خوف ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال:- ایک جگہ ایسی بستی ہے جہاں احناف کے مذہب کی بنیاد پر جمعہ نہیں ہوتا لیکن وہاں بہت دنوں سے صلوۃ جمعہ ہوتی چلی آرہی ہے تو اب صلوۃ جمعہ وہاں پڑھی جائے یا نہیں؟ جبکہ چھوڑ دینے سے لوگوں کی ملامت کا خوف ہو ویسے تو لوگ یوں بھی کہا کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو ایک پنجوقتی نماز نہیں ادا کرسکتے ہیں جسکی وجہ سے خدا کی یاد سے غافل رہے ہیں، اب اگر جمعہ کی نماز سے منع کردیا جائے تو غفلت میں اور بھی زیادتی ہوجائے گی اور غفلت میں

---

[1] فاذا فاتت مع امام وامكنه ان يذهب الى امام آخر فانه يذهب اليه لانه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين واكثر (بحر كوئٹه ص ۱۶۲/ ج۲/ باب العيدين، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۵۹/ ج۳/ باب العيدين، طحطاوي على المراقي ص ۴۳۹/ باب العيدين، مطبوعه مصرى.

زیادتی شریعت مطہرہ میں کہاں جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایک غلط کام اگر پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہوتو اسکی اصلاح کی ضرورت ہے، نہایت شفقت ہمدردی سے حسن تدبیر سے اسکی اصلاح کی جائے[1] اسکی اجازت نہیں کہ غلط کام کی تائید کر کے اسکو اور بھی پختہ کر دیا جائے، وہ پانچ وقت کا فرض ادا نہیں کرتے تو اسکا وبال وعذاب ذہن نشیں کرادیا جائے کہ یہ کس قدر خطرناک حالت ہے احادیث میں اسپر کس قدر وعید ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شہر سے چار میل دوری پر چرواہے کے لئے جمعہ

سوال:- ایک شخص لکھا پڑھا دیندار ہے اوراس کے پاس گھر کی بکریاں ہیں جن کو وہ خود چراتا ہے، بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں شہر سے ۴ میل دور جانا پڑتا ہے، یہ شخص نماز روزہ کا پابند ہے، جمعہ کی نماز کے لئے بکریاں تنہا جنگل میں چھوڑ کر قصبہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کو آنا مشکل ہے، چوں کہ وہ شخص تنہا ہے، ایسی صورت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے کیا وہ شخص نماز جمعہ نہ ادا کرتے ہوئے جنگل میں ظہر کی نماز ہمیشہ ادا کرسکتا ہے اس شخص کی عمر ۴۵ ر سال ہے۔

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (سورۂ نحل آیت ۱۲۵ ر)

[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ثم اتی یعنی النبی ﷺ علی قوم ترضخ رؤسھم بالصخرۃ کلما رضحت عادت کما کانت ولا یفتر عنھم من ذالک شئ قال یا جبریل: من ھولاء؟ قال ھؤلاء الذین تثاقلت رؤسھم عن الصلاۃ المکتوبۃ (ترغیب والترھیب للمنذری ص ۳۹۰ ر ج ۱ ر الترھیب من ترک الصلوۃ تعمداً، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے شہر سے ۴/۳ میل فاصلہ پر ہے تو اسکے ذمہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں وہیں ظہر کی نماز ادا کرلیا کرے، کذا فی الفقہ[1] ص ۵۱۳/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲/۱/۸۹ھ

---

[1] فمن كان فى محل يبعد عن مكان الجعمة فانها لا تجب عليه وقد روا مساحة البعد بفرسخ وهو ثلاثة اميال والميل ستة آلاف ذراع وهى خمسة كيلو مترات واربعون مترا وهو المختار للفتوى الخ كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۳۴۴/ تعريف المصر والقرية، مطبوعه رشيديه ديوبند. عمدة القارى ص ۱۹۸ /ج۳/ الجزء السادس، باب من اين توتى الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.



فصل پنجم : خطبۂ جمعہ

خطبہ دینے کا مسنون طریقہ

سوال:- جمعہ کا خطبہ دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے، حضور ﷺ کس طرح خطبہ دیتے تھے، قرآن کی تلاوت کی طرح یا بلند آواز سے تقریر کی طرح؟ بعض لوگ خطبہ کو تقریر کی شکل میں پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلند آواز سے وعظ وتقریر کے طریقہ پر خطبہ دیتے تھے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ کا حکم

سوال :- جمعہ کے دونوں خطبے افضل ہیں یا واجب یا سنت؟ اور ایک کو یاد سے یا

---

[۱] کانت للنبی ﷺ خطبتان یجلس بینهما تقرأ القرآن ویذکر الناس (الحدیث وفی روایة اخری) کان رسول الله ﷺ اذا خطب احمرت عیناه وعلا صوته واشتد غضبه حتی کأنه منذر جیش (مسلم شریف ص۲۸۳، ۲۸۴/ ج ۱/ کتاب الجمعة، فصل یخطب الخطبتین قائماً ویجلس بینهما الخ. وفصل فی خطبة الجمعة، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، زادالمعاد ص۴۱۲/ ج ۱/ فصل فی هدیه فی خطبةٍ، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، طبقات ابن سعد ص۳۷۷/ ج ۱/. ذکر صفتهٖ فی خطبته، مطبوعه دارالفکر بیروت.

دونوں کو یاد سے پڑھنا یا دوسرے خطبہ کو کتاب دیکھ کر پڑھنا یا دونوں کو کتاب دیکھ کر پڑھنا سنت ہے یا واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس خطبہ صحت جمعہ کے لئے شرط ہے اور دو خطبے سنت ہیں اور حضور اکرم ﷺ سے دونوں حفظ ہی ثابت ہیں اگر کسی کو حفظ نہ ہوں تو کتاب میں دیکھ کر پڑھے **والرابع الخطبة وكفت تحميدة او تهليلة او تسبيحة بنيتها ويسن خطبتان بجلسة بينهما اه درمختار لان المسنون هو تكرارها مرتين والشرط احداهما ردالمحتار[1] ج ۱/ص ۸۴۷/.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خطبۂ جمعہ وعیدین کا حکم

سوال:–عیدین وجمعہ کا خطبہ فرض ہے یا واجب، یا سنت، یا مستحب، اوراس کا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کا خطبہ شرط (فرض) ہے اور عیدین کا سنت ہے حاضرین کے لئے ہر دو کا سننا واجب ہے۔**وشرط صحتها (اى الجمعة) الخطبة. بحر[2] ص ۱۴۶/ج ۲/ جميع شرائط الجمعة وجوباً وصحة شرائط للعيد الا الخبة فانها ليست بشرط حتى لو**

---

[1] الدر مع الشامی نعمانیه ص ۵۴۵/ج ۱/ مطلب فی قول الخطیب، باب الجمعة، تاتارخانیه کراچی ص ۵۹/تا ۶۱/ج ۲/ شرائط الجمعة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۴۶/تا ۱۴۹/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، ابو داؤد شریف ص ۱۵۶/ج ۱/ باب الخطبة قائماً، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[2] بحر کوئٹه ص۱۴۶ج۲/ باب صلاة الجعمة، حلبی کبیری ص۵۵۵/ فصل فی صلاة الجعمة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۲۴۶ج۱/ باب الجعمة، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت.

لم یخطب اصلاصح. بحر[۱] ص ۱۵۸ / ج ۱ / الاستماع الی سائر الخطب واجب بحر[۲] ص ۱۵۶ / ج ۲ /. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

غیر عربی زبان میں خطبہ

سوال: -ما قولکم دام فضلکم فی الخطبة العربية المترجمة فی لسان العجم هل تجوز عند الاحناف بغير كراهة ام لا؟ فان جازت فهل جوازها بالكراهة التحريمة او التنزيهة ام بدونها؟ بينوا طريق الحق يا اهل الحق .

الجواب حامداً ومصلياً

السنة المتوارثة فی خطبة الجمعة هی ان تكون بالعربية والخطبة بغير العربية سواء كانت مترجمة بالهندية اوبالفارسية او بغيرهما لكونها خلاف السنة بدعة مكروهة قال مولاناولی اللّٰه المحدث الدهلوی فی المصفی شرح المؤطا : لما لاحظنا خطب النبی ﷺ وخلفاءه رضی اللّٰه عنهم وهلم جراً فنجد فيها وجود اشياء منها الحمد والشهادتين والصلوٰة على النبی ﷺ والامر بالتقویٰ وتلاوة آية والدعاء للمسلمين وللمسلمات وكون الخطبة عربية الیٰ ان قال واما كونها عربية فلا ستمرار عمل المسلمين فی المشارق والمغارب مع ان فی كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين[۳] اهـ قال فی آكام النفائس

---

[۱] بحر كوئٹه ص ۱۵۸ / ج ۲ / باب العيدين، مجمع الانهر ص ۲۵۵ / ج ۱ / باب الجعمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. حلبی كبيری ص ۵۲۶ / فصل فی صلاة العيد طبع لاهور.

[۲] بحر كوئٹه ص ۱۵۶ / ج ۲ / باب صلاة الجعمة، الدر المختار مع الرد المحتار زكريا ص ۳۶ / ج ۳ / باب الجمعة، قبيل مطلب فی حكم المرقی بين يدی الخطيب، طحطاوی على المراقی ص ۴۲۴ / باب الجعمة، مطبوعه مصری.

[۳] مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳ / ج ۱ / باب التشديد على من ترک الجمعة بغير عذر، مطبوعه دهلی.

الخطبة بالفارسية التى احدثوا ها واعتقد واحسنها ليس الباعث اليها إلاعدم فهم العجم اللغة العربية وهذا الباعث قد كان موجوداً فى عصر خير البرية وان كان فيه اشتباهاً فلا اشتباه فى عصر الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلک لم يخطب احدمنهم بغير العربية ولما ثبت وجود الباعث فى تلک الازمنة وفقد ان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الاالكراهة التى هى ادنى درجات الضلالة.[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۹ھ

---

[1] آكام النفائس ملحقة بمجموعه رسائل اللكنوى ص۷۴ ج۴ مطبوعه کراچی.

ترجمہ سوال: - کیا فرماتے ہیں عجمی زبان میں ترجمہ کردہ عربی خطبہ کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک بغیر کراہت کے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ یا تنزیہی کے ساتھ جائز ہے یا بغیر کراہت کے؟

ترجمہ جواب: - خطبہ جمعہ میں سنت متوارثہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو اور خطبہ عربی زبان کے علاوہ میں خواہ ہندی میں اس کا ترجمہ ہو یا فارسی میں یا ان دونوں کے علاوہ میں خلاف سنت کی وجہ سے بدعت اور مکروہ ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مصفی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں، کہ جب ہم نے نبی علیہ السلام اور ان کے خلفاء کے خطبہ کا ملاحظہ کیا تو ان میں چند چیزوں کو پایا ان میں سے الحمد، شہادتیں اور درود نبی ﷺ پر (پڑھنا) اور تقویٰ کا حکم تلاوت آیت مسلمان مرد اور عورت کے لئے دعاء کا حکم اور خطبہ کا عربی میں ہونا اور بہر حال اس کا عربی میں ہونا مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے عمل کا دوام کی وجہ سے ہے باوجود یکہ اکثر ممالک کے مخاطب عجمی تھے آکام النفائس میں فرماتے ہیں۔ فارسی زبان میں خطبہ جس کو لوگوں نے ایجاد کیا ہے اور اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس کا سبب محض عجمیوں کا عربی زبان نہ سمجھنا ہے۔ اور یہ سبب خیر القرون میں موجود تھا اگر چہ اس میں اشتباہ ہے لیکن صحابہ، تابعین اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین کے زمانے میں کوئی اشتباہ نہیں رہا جب مختلف شہر اور بڑے بڑے ممالک فتح کئے گئے اور حبش وروم (بقیہ اگلے پر)

خطبۂ جمعہ کا ترجمہ مذہب شافعی میں

سوال:- نرجو منكم جواباً من كتب الفقه من مذهب الشافعي عن ترجمة توابع خطبة الجمعة الاولىٰ بلا تطويل وهل يستوى ترجمة توابع الخطبة واركانها على المنبر و ماذا حكم ترجمة الاركان فى مذهب الشافعى رحمه اللّٰه واقوال اصحابهٖ؟

الجواب

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ حامداًومصلیاً

قال الامام النووى فى المنهاج : وشارحهٗ ابن حجر الهيثمى فى تحفة المحتاج:[1] ص ۴۵۰/ج ۲/ ويشترط كونها اى الاركان دون ماعداها عربية للاتباع نعم ان لم يكن فيهم من يحسنها ولم يمكن تعلمها قبل ضيق الوقت خطب منهم واحد بلسانهم وإن امكن تعلمها وجب علىٰ كل منهم فان مضت مدة امكان تعلم واحد منهم ولم يتعلم عصوا كلهم ولا جمعة لهم بل يصلون الظهر اه وقال محشيه قول دون ماعداها يفيد ان كون ماعدا الاركان من توابعها بغير العربية لايكون مانعا من الموالات[2] كالسكوت بين الاركان اذا طال، قولهٗ: بلسانهم اى ماعدا الأية فياتى ما تقدم ولا يترجم عنها اهـ. فقط واللّٰہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۹۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) اوران کے علاوہ عجمی اسلام لائے اور وہ عربی زبان نہیں جانتے تھے اوراس کے باوجودان میں سے کسی نے غیرعربی میں خطبہ نہیں دیا۔ اور جب اس زمانے میں باعث کا پایا جانا ثابت ہوگیا۔ مانع اور تکاسل وغیرہ کا فقدان قواعدمبرہنہ (واضحہ) کے ذریعہ معلوم ہوگیا تو نہیں باقی رہی مگر کراہت جو ضلالت کا ادنیٰ درجہ ہے۔

[1] تحفة المحتاج شرح منهاج الطالبين ص ۳۴۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة مكتبه دار الكتب العلمية.

[2] اعانة الطالبين ص ۶۹/ج ۲/ باب شروط الجمعة، مطبوعه داراحياء التراث بيروت.

سوال وجواب کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خطبہ حاضرین کی زبان میں

سوال:- جمعہ کا اجتماع اور حکم خطبہ مسلمانوں کے فلاح دین کا وسیلۂ عظمیٰ تھا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ ہفتے میں ایک بار لوگوں کو ان کی حالت اور ضرورت کے مطابق اسلام و ارشاد کی دعوت دی جائے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایک دائمی ذریعہ، خطبہ دراصل ایک وعظ تھا جیسا کہ وعظ ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہؓ کا بھی یہی عمل رہا اور تمام عربی حکومتیں جو اس کے بعد قائم ہوئیں ان میں بھی خلفاء اور سلاطین کو مساجد کے منبروں پر وعظ کرتے ہوئے تاریخ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اب خطبے کے معنٰی یہ رہ گئے ہیں کہ عربی زبان میں ایک چھپی ہوئی کتاب جو بازار سے خرید لی جائے اور الف لیلۃ کی طرح اس میں غلط سلط پڑھ کر سنا دیا جائے آواز بشدت کریہہ ہو۔ اور لب ولہجہ میں عربیت پیدا کرنے کے لئے ہر جگہ تفخیم و ثقالت سے کام لیا جائے۔ بعض لوگ قرآن شریف کی حاصل کردہ قراءت کو اس میں بھی صرف کرتے ہیں۔ اور پھر جو شخص ہر

(**پچھلے صفحہ کا ترجمۂ سوال وجواب**) **سوال:-** ہمیں آپ سے توقع ہے کہ جمعہ کے اندر توابع خطبۂ اولیٰ کے ترجمہ سے متعلق کتب شوافع سے مختصراً جواب عنایت فرمائیں گے، نیز کیا توابع خطبہ اور ارکان خطبہ منبر پر دونوں کے ترجمہ کا حکم یکساں ہے، اور ارکان خطبہ کے ترجمہ کا مذہب شافعی اور اقوال اصحاب شافعی کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

جواب:- امام نوویؒ منہاج میں اور شارح منہاج ابن حجر مکی تحفۃ المنہاج میں فرماتے ہیں کہ صرف ارکان خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے توابع کا عربی میں ہونا شرط نہیں سلف کی اتباع میں ہاں اگر ان میں ایسا شخص نہ ہو جو اچھی طرح عربی زبان میں خطبہ دے سکے اور وقت کی تنگی سے پہلے عربی سیکھنا ممکن بھی نہ ہو تو ان میں سے کوئی ایک اپنی زبان میں خطبہ دے اور اگر عربی سیکھنا ممکن ہو تو ہر ایک پر واجب ہے چنانچہ وہ مدت گذر گئی جسمیں کسی ایک کا عربی سیکھنا ممکن تھا اور عربی نہیں سیکھی تو سب گنہگار ہونگے اور ان کے لئے جمعہ نہیں ہے بلکہ ظہر پڑھیں، محشیؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول ''دون ماعدا'' اس کا مطلب یہ ہیکہ ارکان کے علاوہ توابع غیر عربی میں ہو تو تسلسل سے مانع نہیں جیسے اس وقت جب سکوت طویل ہوجاوے ماتن کا قول ''بلسانہم'' سے مراد آیت کے علاوہ ہے تو آیت کے ماقبل کو بیان کرے اور آیت کا ترجمہ نہ کرے۔

لفظ کے آخر حروف کو پوری سانس میں کھینچ کر پڑھ دے وہ سب سے بڑا قاری ہے۔ بسا اوقات غریب پڑھنے والا بھی نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ الف لیلۃ کی رات کا ایک لفافہ، قلیوبی کی کوئی حکایت ہے یا ارشاد و ہدایت امت کا وہ عظیم و جلیل عمل جو رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر مجھ کو انجام دینا پڑتا ہے۔ پھر سننے والوں کی مصیبت کا کیا پوچھنا، کوئی اونگھتا ہے، کوئی اپنے ساتھیوں سے صبح کے بازار کا بھاؤ پوچھتا ہے۔

یہ تمسخر انگیز تذلیل و تحقیر ہے اس مذہب عظیم کے اعمال دینیہ کی جس کے داعی اول نے اپنے خطبات و مواعظ سے ایک بادیہ نشین قوم کو روم وایران کے تمدن کا مالک بنا دیا تھا۔ **فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ.** جو خطبات عربیہ آج کل رائج ہیں تقریباً میں نے ان سب کو پڑھا ہے وہ اس وقت کے لئے بھی موزوں نہ تھے جس وقت کے لئے لکھے گئے تھے۔ پھر آج کل کی حالت کا کیا۔ دوم خطبہ کا یہ مطلب کس نے بتلا دیا ہے کہ صرف جمعہ وعیدین کے چند مسائل بیان کر دیئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ ایک دن مرنا ہے۔ پس ڈرو اور موت کو یاد کرو۔ بے شک موت کو یاد کرنے سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی نصیحت نہیں ہو سکتی۔ **کفاک بالموت.** لیکن صرف یہ کہہ دینا لوگوں کو ڈرانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ موت کی یاد کے ساتھ ان کو اس زندگی کا طریقہ بھی بتلانا چاہئے کہ تذکرۂ آخرت کے ساتھ مل کر ان کو دونوں جہانوں میں نجات مل سکتی ہے۔

بڑا مسئلہ زبان کا ہے اور ضروری ہے کہ ایک مختصر سے خطبہ ماثورہ کے بعد وعظ اس زبان میں ہو جو سامعین کی زبان ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت مؤید ہے۔ **وما ارسلنا ک من رسول الا بلسان قومہ.** قوم کی زبان ہی معیار ہے ارسال رُسُل کے لئے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اور امت دونوں کو ہم زبان ہونا لازم ہے۔ **ولو جعلناہ قرآناً عجمیاً** الخ آیت میں بھی اس کو ملحوظ فرمایا گیا ہے۔ پھر کیوں خطبہ کو اصول بالا کے ماتحت اور مخاطبین کی زبان کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے؟ ان ہی ارشادوں کا نتیجہ تھا کہ امام اعظمؒ نے عربیت کو کسی جگہ بھی ضروری نہیں فرمایا ہے۔ مگر صرف قرأت فی الصلوٰۃ میں شریعت نے کیسی عمدہ مصلحت اس

میں رکھی کہ جمعہ کے خطبہ کو نماز فرض کا قائم مقام قرار دیا اور اس کی سماعت کو فرض بتلایا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں خطبوں کا سماع واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف پہلے کا۔ اس وقت نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس سے مقصود وہی تھا کہ لوگ عمل وعبادت کی طرح نصائح وہدایت کو بھی سنیں۔ پھر ان نصائح کو ایسا اہم ہونا چاہئے کہ مصروفیتِ نماز سے بھی اقدم وانفع ہو۔ کیا یہ خطبات جو آج کل دیئے جاتے ہی نہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھے جاتے ہیں اور لوگ بیٹھے ہوئے اونگھتے ہیں یہی وہ مواعظ ہیں جن کی سماعت فرض اور ان کی موجودگی میں نماز تک ممنوع ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بہتر ہے کہ اس سوال کی تفصیل اور اس کا جواب ''ماہنامہ نظام جولائی ۶۰ء واکتوبر ۶۰ء'' میں ملاحظہ فرمالیں۔ اور پھر اس کا جواب بھی ہے۔ تاہم جواباً عرض ہے کہ قرآنِ کریم میں خطبہ کو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے فاسعوا الی ذکر اللہ[1] ذکر اللہ میں اصل الفاظ وہ ہیں جو مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے۔ اور عربی زبان میں ہیں۔ اس لئے یہ خطبہ عربی ہی میں دیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اس کی پابندی کی بلادِ عجم میں بھی اس کو رواج دیا[2]۔ تو یوں سمجھئے کہ یہ سرکاری زبان ہے۔ مخاطبین کی خاطر اس کو تبدیل نہیں کیا جائے گا بلکہ مخاطبین سے کہا جائے گا کہ وہ عربی زبان سیکھیں[3]۔ اتنی

---

[1] سورۂ جمعہ آیت: ۹/۔ **ترجمہ**:- تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو (بیان القرآن)

[2] چوں خطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است (الی قولہ) وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین در مشارق ومغارب باوجودآنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا ص۱۵۳/ ج۱/ باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر، مطبوعہ دہلی)

[3] ولما كانت اكثر شريعتنا بالعربية يلزم على الناس أن يتعلموا اللسان العربى بقدر الحاجة ما يرتفع به الحاجة (الى قوله) فاذا لم يفهم الحاضرون الخطبة العربية فالزام عدم الفهم عائد اليهم لا الى الخطباء ولا يلزم للخطباء أن يغيروا اللسان العربى ويخطبوا بلسان يفهمه الجهلاء (آكام النفائس ملحقة بمجموعة رسائل لكهنوى ص۷۴/ ج۴/ مطبوعه كراچى)

رعایت بھی کی جائے کہ خطبہ سے قبل یا بعد نماز ان کی زبان میں خطبہ کے مضامین کو سمجھا دیا جائے۔اور دیگر ضروری اعتقادی، اخلاقی، عملی، معاشرتی امور کو بطور وعظ بیان کر دیا جائے[۱] اگر خطبہ سے پہلے یہ سلسلہ ہوتو اذان خطبہ سے دس منٹ قبل وعظ ختم کر کے سنتوں کا موقع دیا جائے۔عربی میں خطبہ کا ہونا شعار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس کو ختم نہ کیا جائے۔ نیز غیر شعار کو بھی اس کے ساتھ مخلوط نہ کیا جائے۔

قرآن کریم میں حکم ہے اَقِیْمُوا الصّلوٰۃَ[۲] یہ بنیادی چیز ہے۔دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ[۳] جو لوگ عربی نہیں جانتے کیا ان کیلئے آپ کہہ دینگے کہ اپنی مادری زبان میں نماز پڑھا کریں۔غیر مفہومہ زبان کو ذریعۂ ادا نہ بنا دیا جائے۔

خطبات میں جہاں تک میں نے دیکھا حمد، صلوٰۃ، خطاب، تلاوت، دعا یہی چیزیں ہوتی ہیں اور حدیث شریف کے بھی مضامین ہوتے ہیں۔ جملے کے جملے حدیث شریف کے ہوتے ہیں، قرآن پاک کی آیات ہوتی ہیں[۴] آپ نے ان سب کو الف لیلہ کے ساتھ تشبیہ دیدی۔غور کیجئے۔اس تشبیہ کی زد کہاں پڑتی ہے۔

---

[۱] أن تميماالداری استأذن عمر فی القصص سنين (الی قوله) قال عمرؓ ذلک الذبح ثم قال عظ قبل أن اخرج فی الجمعة فكان يفعل ذلک يوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات كبير ص ۲۰/ مقدمه، مطبوعه اصح المطابع کراچی)

[۲] سورۂ نور آیت ۳۶/۔ترجمہ:-اور نماز کی پابندی رکھو۔(بیان القرآن)

[۳] سورۂ عنکبوت آیت ۴۵/۔ترجمہ:-بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے۔(بیان القرآن)

[۴] عن ابی حنيفة أنه قال : ينبغی أن يخطب خطبة خفيفة يفتتح فيها بحمد الله تعالیٰ ويثنی عليه ويتشهد ويصلی علی النبی صلی الله عليه وسلم ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة خفيفة ثم يقوم فيخطب خطبة أخری يحمدالله تعالیٰ ويثنی عليه ويصلی علی النبیﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات (بدائع کراچی ص ۲۶۳/ ج ۱/ بيان شرائط جمعة، حلبی ص ۵۵۵/ طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۰/ باب الجمعة، مطبوعه مصری.

اگر رسول وامت کا ہم زبان ہونا ضروری ہے اور آپ کا یہی عقیدہ ہے تو پھر آپ کے نزدیک رسول اکرم ﷺ کی رسالت عرب ہی کے لئے مخصوص ومنحصر ہوگی۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور اسی بناء پر سیدھے لوگوں کو قبول اسلام سے انہوں نے روکا کہ اگر وہ تمہارے رسول ہوتے تو تمہاری زبان بولتے[۱] حالانکہ آپ کی رسالت عرب، عجم، اسود، احمر، جن وانس سب کی طرف ہے۔ کسی ہندی، سندھی، چینی، جاپانی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ہمارے ہم زبان نہیں تھے۔ اس لئے ہمارے رسول نہیں تھے، ہم ان پر کیوں ایمان لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم وامت دونوں ایک چیز نہیں، ان کو ایک سمجھنا ہی غلط ہے۔ پہلے رسول مخصوص طور پر اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ وَاِلیٰ عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْداً قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ[۲] اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلیٰ قَوْمِہٖ[۳] اور ہمارے پیغمبر ﷺ محض اپنی قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ سب کی طرف مبعوث ہوئے۔ قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً[۴] وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِلنَّاسِ[۵] بُعِثْتُ اِلیٰ الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ[۶]. وغیر ذٰلک

---

[۱] قل یا أیها الناس إنی الخ. امر علیه الصلاة والسلام بان یصدع بما فیه تبکیت للیهود الذین حرموا اتباعه وتنبیه لسائر الناس علی افزاء من زعم منهم أنه صلی ﷺ مرسل الی العرب خاصة (الی قوله) وذالک ببیان عموم رسالته ﷺ وهی عامة للثقلین (روح المعانی ص ۱۸۲/ج ۹/ سورۂ اعراف آیت ۱۵۸/ مطبوعه مصطفائی دیوبند، تفسیر مظهری ص ۴۱۹/ج ۳/ مطبوعه کوئٹه روح البیان ص ۲۵۶/ج ۳/ مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] سورۂ اعراف آیت ۶۵/۔ **ترجمہ**:- اور ہم نے قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ (بیان القرآن)

[۳] سورۂ نوح آیت ۱/۔ **ترجمہ**:- ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا۔ (بیان القرآن)

[۴] سورۂ اعراف آیت ۱۵۸/۔ **ترجمہ**:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (بیان القرآن)

[۵] سورۂ سبا آیت ۲۸/۔ **ترجمہ**:- اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (بیانا القرآن)

[۶] کنز العمال ص ۴۴۵/ج ۱۱/ رقم الحدیث ۳۰۹۴/ مطبوعه مؤسسة الرسالة. بیروت.
ترجمہ:- میں کالے اور گورے کی طرف بھیجا گیا۔

من الاٰیات و الاحادیث. اس وجہ سے کوئی شخص بھی کسی خطہ کا بسنے والا ہو، کوئی زبان رکھتا ہو، ہر شخص آپ کی امت میں ہے، عربی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

حاضرین کا خطبہ میں اونگھنا غیر اختیاری ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وقت میں بھی یہ چیز موجود تھی[1] حالانکہ وہاں مفہومہ زبان میں خطبہ تھا۔ لہٰذا اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ مفہومہ زبان میں خطبہ ہونے سے اونگھ نہیں آئے گی۔ آج کل مقررین، لیڈروں اور خوش بیاں واعظوں کی تقریروں میں بھی اونگھنے والے اونگھتے رہتے ہیں۔ خطبہ کو نماز فرض کے قائم مقام بنا دینا خلاف اصح ہے۔ کذا فی البحر[2] ص ۱۴۷/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۳/ ۹۰ھ

ترجمہ خطبۂ عربیہ

سوال:- اردنا ان نفهم مسئلة ترجمة الخطبة العربية يوم الجمعة والعيدين بغير العربية فهل يجوز ان يكون الاركان بغير العربية ام لا؟ و هل يجوز غير الاركان من التوابع بغير العربية ام لا؟ وان قلتم بالجواز هل يكون ذٰلک خلاف الاولیٰ اومع الكراهة اوبلاكراهة ا م لا؟ افتونا علیٰ مذهب امام الاعظم ابی حنيفة النعمان رحمة اللـه عليه وعلیٰ مذهب الامام الشافعی رحمة اللّٰه عليه

---

[1] إذا انعس احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليقم من مقعده ويجلس اخاه فی مكانه (معجم الكبير للطبرانی ص ۲۲۹/ج۷/ رقم الحديث ۶۹۵۶/ دار احياء التراث العربی، ترمذی شريف ص ۱۱۸/ج ۱/ باب فيمن ينعس يوم الجمعة الخ مكتبه بلال ديوبند. مسند احمد ص ۲۲/ج ۲/ مسند عبد الله ابن عمر، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] وهل تقوم الخطبة مقام الركعتين اختلف المشائخ منهم من قال تقوم (الی قوله) ومنهم من قال لا تقوم وهو الاصح لانه لا يشترط لها سائر شروط الصلاة من استقبال القبلة والطهارة وغير ذلک، البحرالرائق كوئٹه ص۱۴۷/ج۲/ باب الجمعة، تاتارخانيه كراچی ص ۵۹/ج۲/ شرائط الجمعة، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۲۴،۲۳/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطيب.

تفصیلا مع بیان الماخذ من کتب الحنفیة و الشافعیة للمتقد مین و المتأخیرن؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبة الجمعة لا بدان تکون من اولها الیٰ آخرها باللغة العربیة وتکره تحریما بغیر العربیة مکروهة تحریمة هٰذا عندالاحناف کذافی عمدة[1] الرعایة و آکام[2] النفائس. واما الشافعیة فهم یقولون باشتراط العربیة للارکان دون التوابع کذافی اعانة الطالبین[3] وتحفة المحتاج[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۵ھ

غیر عربی زبان میں خطبہ

سوال:- خطبہ جمعہ کا محض عربی زبان میں ہو یا اس کے ساتھ ترجمہ اور وعظ بھی ہو اگر

---

[1] لاشک فی أن الخطبة بعیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریماً. عمدة الرعایة حاشیه شرح وقایة ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دیوبند.

[2] آکام النفائس ملحقة بمجموعۂ رسائل لکھنوی ص۴۷/ج۴/ مطبوعه کراچی.

[3] اعاته الطالبین ص ۶۹/ج۲/ باب شروط الجمعة، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[4] ویشترط کونها أی الارکان دون ما عداها عربیة للاتباع تحفته المحتاح بشرح المنهاج. ۳۴۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة ، مطبوعه دار الکتاب العلمیه بیروت.

ترجمہ سوال :- ہم نے ارادہ کیا کہ جمعہ اور عیدین میں عربی خطبہ کا ترجمہ غیر عربی زبان میں ہونے کا مسئلہ سمجھیں کیا یہ جائز ہے کہ ارکان غیر عربی میں ہو یا نہیں؟ اور کیا یہ جائز ہے کہ ارکان کے علاوہ توابع غیر عربی میں ہو اور اگر آپ جواز کے قائل ہیں تو کیا یہ خلاف اولی ہے یا مع الکراہت یا بلا کراہت؟ آپ ہمیں امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق اور امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق ماخذ کے بیان کے ساتھ بالتفصیل متقدمین اور متأخرین شافعیہ اور حنفیہ کی کتابوں سے فتویٰ دیں؟

ترجمہ جواب:- خطبہ جمعہ ضروری ہے کہ اول سے آخر تک عربی زبان میں ہو اور غیر عربی میں مکروہ تحریمی ہے یہ احناف کے نزدیک ہے جیسا کہ آکام النفائس اور عمدۃ الرعایۃ میں ہے۔ البتہ شافعیہ کہتے ہیں کہ ارکان کے لئے عربی ہونے کی شرط ہے توابع کے لئے نہیں۔ ایسے ہی اعانۃ الطالبین اور تحفۃ المحتاج میں ہے۔

وعظ ہو تو کیسا ہے؟

(۲) خطبہ کس قدر طویل ہو؟

(۳) عام مقتدی اگر وعظ یا ترجمہ کی طوالت سے گھبرا جائیں تو خطیب کو کیا کرنا چاہئے؟

(۴) کیا خطیب کا پابند ہونا کہ ترجمہ یا وعظ ضرور کروں گا جائز ہے، جب کہ مقتدی روک نہیں رہے ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ محض عربی زبان میں ہونا لازم ہے اس کا ترجمہ کرنا یا اس کے ساتھ اور کسی زبان میں مستقل وعظ کہنا جائز نہیں اگر اتفاقیہ طور پر کوئی وقتی مسئلہ اثناء خطبہ میں حاضرین کو سمجھا دیا جائے تو درست ہے[۱] مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے مستقل رسالہ اس مضمون پر تحریر فرمایا ہے[۲] مصفیٰ[۳] ص ۱۵۳/ج ۱/ شرح مؤطا امام مالکؒ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے:

''چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء راملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چیز است حمد و شہادتیں وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ وامر بتقویٰ وتلاوت قرآن پاک و دعائے مسلمین و مسلمات وعربی بودن خطبہ وعربی بودن۔ نیز بجہت عمل مستمرہ مسلمین درمشارق ومغارب باوجودآں کہ دربسیاری ازاقالیم مخاطبان عجمی بودند اھ۔''

(۲) طوال مفصل کی ایک سورت کے برابر یا اس سے کم یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ ہے وتکرہ زیادتهما علیٰ قدر سورة من طوال المفصل اهـ درمختار[۴] ص ۵۶۷/

---

[۱] ويكره تكلمه فيها الا لأمر بمعروف لأنه منها (الدرالمختار كراچی ص ۱۴۹/ج ۲/ باب الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر ص ۱۴۹/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه.

[۲] آكام النفائش فی اداء الاذكار بلسان الفارس ملحقة بمجموعۂ رسائل لكهنوی مطبوعه كراچی.

[۳] مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ج ۱/ باب التشديد علی من ترک الجمعة بغير عذر، مطبوعه دهلی.

[۴] الدرالمختار علی الشامی كراچی ص ۱۴۸/ج ۲/ مطلب فی نية آخر ظهر فی صلاة الجمعة، باب الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص ۲۴۹/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ج ا/سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں طوال مفصل ہیں۔

(۳) خطیب کی یہ ضد، سنت رسول اللہ ﷺ وعمل صحابہؓ وطریق سلفؒ وتصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ خطیب کو اس ضد کا ترک کرنا لازم ہے۔ اگر وعظ کہنا ہے تو خطبہ سے پہلے وعظ کہہ دیا جائے[1] اور خطبہ کے بعد دس منٹ سنتوں کے لئے وقفہ دے کر پھر خطبہ خالص عربی میں سنت کے موافق پڑھا جائے تا کہ خطیب کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور خلاف سنت کا اشکال بھی باقی نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اردو زبان میں خطبہ

سوال:- ہمارے شہر میں ایک رسم معتقد علیہ یہ پڑی ہوئی ہے کہ جمعہ کا خطبہ اردو میں بھی ہو ورنہ فساد کا حق الیقین ہے۔ ایسی حالت میں زید جو کہ مسائل جمعہ سے واقف ہے اردو میں بھی خطبہ ادا کرسکتا ہے اگر نہیں کرتا تو عموم بلویٰ کا اندیشہ ہے اب سوال یہ ہے کہ زید کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اردو میں خطبہ مکروہ تحریمی ہے[2] من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما[3].

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] اخرج ابن عساکرؒ عن حمید بن عبدالرحمن ان تمیماالداریؓ استأذن عمرؓ فی القصص سنین فابی أن یأذن لہ فاتأذن فی یوم واحد فلما اکثر علیہ قال لہ ما تقول قال! اقرأ علیھم القرآن وآمرھم بالخیر وأنھا ھم عن الشر قال عمرؓ ذالک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات کبیر ص ۲۰ / مقدمة، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی) (نمبر۲/۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اردو میں خطبہ

سوال:- کیا اردو میں خطبہ دینا جائز ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مخاطب عربی داں تھے۔ اور ہمارے مخاطب عربی داں نہیں اس لئے خطبہ اردو میں دے رہے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ عربی میں ہی میں ہونا متوارث ومتواتر رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بلاد عجم کو فتح کیا وہاں بھی خطبہ عربی ہی میں دیا ہے۔ تمام دنیا میں یہی طریقہ چلا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے مؤطا امام مالک[۱] کی شرح میں ایسا ہی لکھا ہے زیادہ تفصیل آکام النفائس[۲] میں ہے۔ ہندوستانی علماء کے متعدد رسائل تحقیق الخطبۃ والجمعۃ وغیرہ اس مسئلہ پر شائع ہو چکے ہیں ماہنامہ نظام میں بھی اس پر دو مرتبہ مفصل بحث آچکی ہے سائل نے اردو میں خطبہ دینے کے مصالح وضروریات پر بہت زور دیا تھا اور اس لئے عقلی ونقلی دلائل کی بھی تفتیش کی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) ۲ لا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة ؓ فيكون مكروها تحريماً عمدةالرعايه على شرح الوقايه ص ۲۴۲ / ج ۱ / حاشيه ۲ / باب الجمعة، مكتبه رحيميه ديوبند.

۳ الأشباه والنظائر ص ۱۴۵ / الفن الأول القاعدة الخامسة، مطبوعه مكتبه دار العلوم ديوبند.

---

۱ وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفائی وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چیز است حمد وشہادتین وصلوٰۃ برآنحضرت وامر بتقوی وتلاوت آیتی ودعا برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بہجت عمل مستمرہ مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند ص ۱۵۳ ج ۱ مصفی شرح مؤطا مطبوعہ دہلی باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر)

۲ آكام النفائس ملحقة بمجموعهٔ رسائل لكهنوى ص ۷ / ج ۴ / مصنفه عبد الحى لكهنوىؒ. مطبوعه كراچى.

تھی۔ اور عربی میں خطبہ دینے کو بیکار، غلط اور مضر بتایا تھا ان سب کا جواب رسالہ نظام میں شائع کیا جا چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

خطبۂ جمعہ بزبان عربی

سوال:- مسلمانوں کی جہالت اور ان کی دین سے غفلت امر مسلمہ ہے اس پر مزید طرہ یہ ہوا ہے کہ جو ذرائع اسلام نے تعلیم و تذکیر کے مقرر کئے ہیں انکو مادری زبان سے بعید تر کر کے غیر معلوم زبان کے ذریعے ادلہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ حضرات جتنا بھی انکار فرماویں مگر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے قرآن کریم کی تلاوت بے حد ضروری ہے۔ مگر فہم اور بلا فہم میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے ثواب دونوں کو یکساں ملے گا۔ اسی طرح نماز کو لے لیجئے وہاں بھی فہم اور عقل کی کوئی شرط ملحوظ نہیں ہے۔ نماز ہر طرح صحیح ہوتی ہے نہیں معلوم صلوٰۃ اصلاح کے لئے کیونکر مفید ہو جائے گی جب کہ فہم و اعتبار کی کوئی بات ہی نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے! لَا تَقْرَبُوْا الصَّلٰوۃَ اِلٰی حَتّٰی تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ. تیسری جگہ علم و عدم علم میں نمایاں فرق بتلایا گیا ہے! ھَلْ یَسْتَوِیْ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. اسی طرح خطبۂ جمعہ کی افادیت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس پر عربی کا ملمع چڑھا کر۔ مولانا میری اس صاف گوئی کو معاف فرمائیے گا۔ امام ابوحنیفہؒ خطبۂ جمعہ میں عربی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ عوام اور مخاطبین کو ہر کسی زبان میں سمجھایا جا سکتا ہے۔ صاحبین قدرۃ علی العربیہ کے فقدان کی وجہ سے عربی میں خطبہ ضروری نہیں کہتے۔ مگر ان اسلاف کے اقوال حکیمانہ کو ہمارے ہندی علماء نے شاید ناپسند فرمایا ہے اور وجوب عربیۃ پر مصر ہیں اور اسی کو ضروری کہتے ہیں ص ۵۹۶ / و ۵۹۷ / شامی مصری باب الجمعہ کو ملاحظہ فرمالیجئے

لم یقید الخطبة بکونها بالعربیة اکتفاءً بما قدمه فی باب صفة الصلوٰة من انها غیر شرط ولو مع القدرة علیٰ العربیة عنده خلافاً لهما حیث شرطاها الاعند العجز کالخلاف فی الشروع فی الصلوٰة یہ عبارت ہندستان کے لئے عربی کولازم نہیں قرار دیتی عندالشیخین الا ماشاءاللہ۔

الہامی کتب منزل من اللہ ورسل اللہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ عربیۃ کوضروری نہیں فرماتا ملاحظہ ہوآیت کریمہ: **وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ.** ایک دوسری آیت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ **حٰم . تَنْزِيْلٌ مِن الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ قُرْاٰناً لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ اَىْ لِقَوْمِ الْعَرَبِ.** تیسری آیت شریفہ **وَلَوْ جَعَلْنَا قُرْآناً اَعْجَمِياً لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ** کس قدرواضح اورصاف طور پراس حقیقت کوعریاں کرتی ہے کہ تفصیل تبیین کسی قوم پر اس وقت تک کارگرنہیں بن سکتی جب تک مفہومہ زبان میں نہ ہو۔اور دیگرآیات کریمہ ہیں جو اس مقصد کواورواضح فرماتی ہیں جب منزل من اللہ کے لئے عربیت عنداللہ ضروری نہیں ہے تو پھر خطبہ کیوں عربی میں لازم قرار دیا جارہا ہے۔منزل من اللہ باعتبار قوم دیگر السنۃ میں آسکتی ہے تو پھر ہندستان میں قوم کی زبان کی رعایت کیوں غیرضروری سمجھی گئی۔اور ہندی اردو جاننے والوں کے سامنے عربی کہنا کیوں فرض وواجب کا درجہ پاگئی۔یہ وجوب بلادلیل ہے۔**هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ** اس کانتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عامۂ مسلمین جاہل واپس ہوتے ہیں۔ حالانکہ افادہ واستفادہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پرسعی واجب فرمادی ہے مگرعربی کا لیکچرسن کرواپس آنے والے کورے لوٹ آتے ہیں۔میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ خود خطیب بھی کوراہی رہتا ہے۔**فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِى الْاَبْصَارِ.** رہ گیا یہ قصہ کہ صحابہؓ نے عجم میں حاکمانہ حالت میں آکر بھی عربی میں خطبہ دیا عین صواب تھا۔عربی کوفتح حاصل ہوناضروری تھا چنانچہ اس حکیمانہ سیاست کا یہ اثر تھا کہ تمام ممالک مفتوحہ عربی ملک بن گئے۔شام،عراق،مصرسب اسی طرح عربیۃ کالباس پہن کرتوسیع ملک عرب کاباعث بنے ہیں حاکم اورمحکوم میں فرق ہوتا

ہے۔آپ بھی ہندوستان میں حکمراں ہوکر یہی کریں۔مگر محکوم و ذلیل ہوکر زیب نہیں دیتا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے اس عربیۃ کی تخم ریزی فرمائی۔جس کی قدر فرمائی گئی اوراب عام طور سے اسکو مان لیا گیا ہے مگر غلط ہے قرآن کریم کے اصول بینہ کے خلاف ہے احادیث کی روشنی میں بھی غلط ہے **کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم**. فقہاء کرام کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔جیسا کہ میں اوپر واضح کر چکا ہوں۔میں نے سنا ہے کہ آپ ہوشمند اور ذکی عالم ہیں اسی لئے آپ کی خدمت میں اس عرض کو اس لئے ترسیل کررہا ہوں کہ آپ احقر الزمن کے معروضات کو پڑھیں گے اور حل مشکلات کیلئے میری مدد فرمائیں گے۔

الجواب حامداًومصلياً

اس اعتراض کی بنیاد دو نظریوں پر ہے ایک کا تعلق عمومی طور پر جمیع علماء سے ہے دوسرے کا خصوصی طور پر مولانا عبدالحیؒ سے ہے اور دونوں نظریئے غلط ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

پہلا نظریہ۔"علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے"۔اس کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ فتح المنان۔موضح القرآن، فتح العزیز ترجمان القرآن، تفسیر حسینی، خلاصۃ التفاسیر، بیان القرآن، تفسیر حقانی، ترجمہ شیخ الہندؒ ترجمہ مولانا عاشق الٰہیؒ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے کہ علماء نے کس طرح قرآن پاک کو حل اور سہل کردیا ہے۔

نیز تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی کے تراجم ملاحظہ کئے جائیں کہ عربی تفاسیر کو علماء نے کس طرح اردو میں منتقل کیا ہے۔

نیز صحاح ستہ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف ابن ماجہ شریف اور دیگر بے شمار کتب حدیث کی شروح وتراجم اردو میں کرکے حدیث پاک کو کس قدر سہل کردیا ہے۔

نیز نورالایضاح، قدوری، منیہ، کنز، شرح وقایہ، ہدایہ، درمختار فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ کو جن میں تمام زندگی کا دستور العمل کتاب وسنت سے ماخوذ موجود ہے کس طرح اردو میں منتقل کیا ہے۔

نیز علم الفقہ، بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، حیٰوۃ المسلمین، تعلیم الدین، فتاویٰ عثمانیہ، فتاویٰ اشرفیہ، فتاویٰ دارالعلوم۔ نماز کی کتاب وغیرہ بے شمار کتب براہ راست اردو میں بڑوں اور بچوں کے لئے کس طرح تصنیف کی گئی ہیں۔

اگر کسی شخص میں اتنی قابلیت نہ ہو کہ وہ خود ان کتابوں سے استفادہ کر کے اپنے سوء ظن کی اصلاح کر سکے تو وہ ہمارے مدارس، مدارس عربیہ، ہمارا تعلیمی نظام، دینی مدرسے وغیرہ کا مطالعہ کرے تو معلوم ہوگا کہ علماء کرام نے کس قدر جد وجہد سے دین کی اشاعت کی اور تعلیمات کا سلسلہ قائم کیا۔ اگر کوئی شخص ان سب کو بھی یہ کہہ کر اڑا دے کہ یہ سب افسانے ہیں تو پھر اس کو سفر کرنا چاہئے۔ دیوبند، سہارنپور، دہلی، جلال آباد، مرادآباد، لکھنؤ، کانپور، ہردوئی، اعظم گڑھ وغیرہ جا کر اپنی آنکھ سے دیکھے کہ اب بھی کتنے مدارس تدریس، تذکیر، تصنیف، تبلیغ کے ذریعے سے دینی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر شاید توفیق مساعدت کرے اور پہلا نظریہ اصلاح پذیر ہو جائے۔ اگر یہ خدمت سامنے ہونے کے باوجود یہی نظریہ ہے جیسا کہ سائل کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

’’آپ حضرات جتنا بھی انکار فرمائیں مگر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے‘‘

کہ سائل نہ دل سے سمجھ کر نہ کان سے سن کر نہ آنکھ سے دیکھ کر کسی طرح بھی اپنا نظریہ بدلنے کو تیار نہیں، خواہ کتنے ہی دلائل اس کے سامنے پیش کئے جائیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔ تو پھر کون اس کی زبان پکڑ سکتا ہے۔ آفتاب سے زیادہ روشن حقائق کو دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ تسلیم نہ کرے اور اپنی ضد پر قائم رہے تو اس کے لئے بجز دعاء خیر کے اور کوئی راستہ

نہیں۔ایسی ضد کا انجام اگر اس کو اس زندگی میں نظر نہ آئے تو ایک دوسری زندگی بھی آرہی ہے اس میں بالکل صاف نظر آجائے گا۔

کچھ ایسے نفوس اس دنیا میں آباد ہیں جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں، دل، آنکھ، کان سے کوئی صحیح کام نہیں لیتے۔لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَاوَلَهُمْ اٰذٰنٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا[1]

دوسرا نظریہ۔مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے اس عربیۃ کی تخم ریزی فرمائی۔اس کی اصلاح کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی مصفی[2] شرح مؤطا امام مالکؒ کی کتاب الجمعہ ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں۔

''چوں خطب آں حضرت ﷺ وخلفاء وہلم جراملاحظہ کردیم''تنقیح آں وجود چند چیز است''اور پھر چند کی تشریح کرتے ہوئے نمبرے پر بیان کیا ہے''وعربی بودن خطبہ''پھر آگے تفصیل میں لکھا ہے وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند الخ۔

جب کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا عمل شرقاً وغرباً یہی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو تو اس کو مولانا عبدالحیؒ کی تخم ریزی کہنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

الفاظ قرآنیہ کی تلاوت پر فہم اور بلافہم ثواب کا برابر ہونا یہ کس کی تخم ریزی ہے اس پر بھی روشنی ڈال دیتے تو بہتر ہوتا۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۱۷۹/**ترجمہ**:-جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے،اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے (بیان القرآن)

[2] **مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳ /ج ۱/ کتاب الجمعة، باب التشديد على من ترك الجمعة بغير عذر، مطبوعه دهلی.**

کیا نماز کے متعلق بھی رائے عالی یہی ہے کہ مادری زبان میں پڑھی جائے[1]؟

علم اور عدم علم میں نمایاں فرق بتلایا گیا ہے۔ بالکل صحیح ہے اس لئے مدارس قائم کئے گئے کتابیں تصنیف کی گئیں اور جن کو طلب وتوفیق ہوتی ہے وہ حاصل بھی کرتے ہیں اور جن کو علم سے عناد ہے یا جہل مرکب میں گرفتار ہیں وہ محروم رہتے ہیں جن کے نمونوں کا بکثرت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

خطبۂ جمعہ پر عربی کا ملمع کس نے چڑھا دیا کیا اصل خطبہ اور زبان میں تھا جس پر ہندی علماء نے عربی کا ملمع چڑھا دیا اگر مصفی ہی دیکھ لیں تو بات واضح ہو جائے۔

صاف گوئی کی معافی چاہنے کے متعلق عرض ہے کہ اگر یہ حق ہے تو کیا حق گوئی سے معافی طلب کرتے ہیں۔ اگر یہ باطل ہے تو اس سے توبہ اور پختہ عہد کر لیجئے کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا بالکل معاف ہے۔ جو شخص عربی پر قادر نہ ہو اس کو عربی پر کسی نے مجبور نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ کے جس قول کی آڑ لے کر آپ زور وشور سے استدلال کر رہے ہیں کاش اس کی حیثیت کو بھی ملاحظہ فرما لیتے شامی[2] عنایہ[3] ج ۱ر ص ۲۰۱ر طحطاوی[4] ص ۲۱۷ر میں اس سے رجوع نقل کیا ہے آپ خود ہی انصاف کریں کہ جس قول کو امام اعظم خود ہی ناپسند فرمائیں بلکہ اس سے رجوع کر لیں تو اس کے متعلق یہ اعتراض کہ ''ہمارے ہندی علماء نے شاید ناپسند فرمایا ہے۔''

---

[1] وليت شعري ماذا يقول القائل في القرآن الذي هو عربي فانه لا شبهة في أن نزوله للتدبر والتذكر وفهم معناه للعمل بمراده وهذا للعجم مشكل أي اشكال فيجوز أن يقرأ عليهم القرآن بالفارسية أو يكتب لهم بالفارسية ليزول عنهم الاشكال كلا والله بل هم مكلفون بتحصيل ما به يتيسر لهم فهمه ويحصل لهم علمه وقس عليه الكلام في الاخبار النبوية وسائر امور الشريعة الواردة بالعربية (آكام النفائس ملحقة بمجموعة رسائل لكهنوى ص۷۴/ ج۴/ مطبوعه كراچى)

[2] قيد القراءة بالعجز لان الاصح رجوعه الىٰ قولهما وعليه الفتوىٰ ج ۱/ ص ۳۲۵/ درمختار مع ردالمحتار نعمانيه، آداب الصلاة، مطلب الفارسية خمس لغات.

[3] عنايه على هامش فتح القدير ص ۲۸۶/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، طبع دارالفكر بيروت.

[4] طحطاوى على المراقى ص۲۲۷/ فصل فى كيفية تركيب افعال الصلاة، طبع مصر.

کہاں تک برمحل ہے۔ اگر کسی کو رجوع سے انکار ہو اور اسی قول سے استدلال پر اصرار ہو تو پھر امام اعظمؒ کے اس قول کی تشریح بھی دیکھ لی جائے وہ فرماتے ہیں کہ نفس خطبہ ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ یا لفظ الحمد للہ یا لفظ لا الہ الا اللہ کہنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور اس پر اکتفا کرنے میں جو کراہت ہے وہ تنزیہی ہے۔

"وکفت تحمیدة اوتهليلة او تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة اه درمختار قال الشامي ظاهر القهستاني انها تنزيهية اهـ ص ۵۴۳[۱]"

آپ بتائیے کہ جو شخص ساری جہالت دور کرنے کا ذریعہ صرف خطبۂ جمعہ کو قرار دے اور کہے کہ نہ کسی مدرسہ میں جاؤں گا نہ کوئی کتاب پڑھوں گا۔ نہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کروں گا نہ وعظ سنوں گا بلکہ امام ابوحنیفہ کے حکیمانہ قول پر عمل کرتے ہوئے خطبہ میں سارا دین سیکھوں گا۔ تو وہ کس قدر جہالت میں گرفتار ہے۔ ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ عربی میں نہ سہی اس کا ترجمہ اردو میں سن کر وہ کتنا دین حاصل کرلے گا صاحبینؒ کے نزدیک خطبہ کی مقدار اس سے کچھ زیادہ ہے یعنی تشہد کے برابر و قالا لا بدمن ذكر طويل واقله قدر التشهد الواجب اهـ درمختار[۲] ج ۱ / ص ۵۴۳ / اس سے وہ آٹھویں روز کتنا دین سیکھ سکتا ہے؟

رسل اور کتب سماویہ کیلئے عربیت لازم نہیں یہ صحیح ہے لیکن آپ کو جس رسول اور کتاب کا پابند بنایا نجات کو اس میں منحصر کر دیا گیا ہے وہ تو رسول بھی عربی ہے اور کتاب بھی عربی ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰناً عَرَبِيّاً[۳] اهـ قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً[۴] اهـ تبیین

---

[۱] شامی نعمانیه ص ۵۴۳ / باب الجمعه مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. تاتارخانيه ص ۶۳ / ج ۲ / الفصل الخامس والعشرون النوع الثاني في شرائط الجمعة، كراچی، مجمع الانهر ص ۲۴۹ / ج ۱ / طبع دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] شامی نعمانیه ص ۵۴۳ / باب الجمعه، مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. حلبی کبیری ص ۵۵۶ / فصل في صلاة الجمعة مطبوعه لاهور. بحر ص ۱۴۹ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه.

[۳] سورۂ یوسف آیت ۲ / ۔ **ترجمہ**:- اسکو ہم نے اتارا ہے قرآن عربی زبان کا (بیان القرآن)

[۴] سورۂ اعراف آیت ۱۵۸ / ۔ ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف سے اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (بیان القرآن)

کے لئے تراجم وتفاسیر بے شمار ہیں۔اس سے کسی کو انکار نہیں۔لیکن قرآن پاک کی عربیت کو ختم کر کے صرف دوسری زبان میں خواہ وہ اردوئے مبین ہی کیوں نہ ہو کلیۃً لکھنا اور پڑھنا ہرگز جائز نہیں نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے فتح القدیر[1] ج ۱/ص ۲۰۱/ میں ہے ان **اعتاد القراة بالفارسية او اراد ان يكتب مصحفاً بها يمنع** اھ کذا فی الشامی[2] ج ۱/ص ۳۲۷/ اتقان[3] میں لکھا ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اس پر ائمہ اربعہ ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کا اتفاق ہے اب بتایا جائے کہ وہ کونسی برہان ہے جس کی بناء پر حضرت نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام امت مسلمہ کے پونے چودہ سو سال کے عمل متوارث و متواتر کو ترک کر کے خطبۂ جمعہ سے عربیت کو ختم کر دیا جائے اور خطیب صاحب منبر پر چڑھ کر اردو میں فرمایا کریں کہ خدا پاک ہے یا ہندی میں کہہ دیا کریں پرمیشور نرادھار ہے اس سے کونسی جہالت ختم ہو جائے گی۔اور سامعین کس قدر دین سیکھ لیں گے۔سامعین کا عربی خطبہ کے مطالب سے محروم رہنا یا خود خطیب صاحب کا کورا رہنا یہ خود ان کی کوتاہی کا نتیجہ ہے اسلام پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ خطبہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد وعظ کہہ دیا جایا کرے جس میں دین کے ضروری عقائد واحکام بیان کر دیا جایا کریں اور خطبہ میں جو کچھ پڑھا اور سنایا جاتا ہے اس کا مطلب بھی بتا دیا جایا کرے اس کی کہیں ممانعت نہیں[4] (خطبوں کا ترجمہ بھی اردو میں کر دیا گیا ہے)

---

[1] فتح القدير ص ۲۸۶/ج ۱/ مطبوعه دارالفكر بيروت، باب صفة الصلاة.

[2] شامی نعمانيه ص ۳۲۷/ج ۱/ مطلب فی حكم القراءة بالفارسيه الخ.

[3] وقال اشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما احدثه الناس من الهجاء فقال لا الا على الكتبة الاولى رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولا مخالف له من علماء الامة (اتقان فی علوم القرآن ص ۱۶۷/ج ۲/ النوع السابع والسبعون فی مرسوم الخط، دارالفكر)

[4] اخرج ابن عساكرؒ عن حميد بن عبدالرحمن ان تميما الداریؓ استأذن عمرؓ فی القصص سنين فابی أن يأذن له فاتأذن فی يوم واحد فلما اكثر عليه قال له ما تقول قال! اقرأ عليهم القرآن وآمرهم بالخير وأنهاهم عن الشر قال عمرؓ ذالک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فكان يفعل ذلک يوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات كبير ص ۲۰/ مقدمة، مطبوعه نور محمد اصح المطابع كراچی)

زبان عربی کو ہر زبان پر فوقیت وشرف حاصل ہے اس کا مدار حکومت پر نہیں بلکہ جس کو حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت ہوگی اس کو اس زبان سے بھی محبت ہوگی فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے اس سے متعلق روایات جمع کی ہیں[1] جن لوگوں کو ذات اقدس ﷺ سے قوی تعلق ہے اور اتباع سنت کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت تصور کرتے ہیں وہ بغیر حکومت کے بھی اس زبان کو ترجیح دیتے ہیں اگر حکومت حاصل نہ ہو تو کیا ذات اقدس ﷺ کی محبت اور آپ کی اتباع اور آپ کی زبان مبارک کی تعلیم وتعلم کو بھی ختم کر دیا جائے۔ البتہ جن کے نزدیک حکومت کی حیثیت یہ ہو کہ حکومت کے بغیر کسی نظریہ وضابطہ کو پیش کرنا یا اس کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔ تو وہ اپنے معتقدات وضوابط کو بغیر حکومت کے بے معنی سمجھتے رہیں اور جب تک محکومیت کی ذلت کو ختم نہ کر دیں نہ کوئی ضابطہ پیش کریں نہ کوئی عقیدہ دل میں جمائیں۔

قرآن پاک کی کوئی آیت آپ نے ایسی پیش نہیں کی جس سے خطبہ کا اردو میں ہونا ثابت ہو۔ نہ ایسی حدیث پیش کی نہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کا عمل پیش کیا۔ فقہاء کرام کی جو تصریحات پیش کی ہیں ان کا حال میں تفصیل سے عرض کر چکا ان سے آپ کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ کلمو الناس علیٰ قدر عقولهم[2] یہ کیا چیز ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیت تو یقیناً نہیں۔ اس کو حدیث کہیں گے یا فقہاء کا کلام۔ جب آپ اس کی تشخیص فرمائیں گے۔ تو اس کے متعلق بھی عرض کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ کانپور

---

[1] قال الفقيه السمرقنديؒ ان لسان العربية لها فضل على سائر الالسنة فمن تعلمها او علم غيره فهو ماجور لان الله تعالىٰ انزل القرآن بلغة العرب فمن تعلمها فانه يفهم بها ظاهر القرآن ومعانى الاخبار وقد روى ابن بردة عن عمر رضى الله عنه انه قال! كلام اهل الجنة بالعربية وروى عن عمرؓ قال من تعلم الفارسية فقد خب ومن خب فقد ذهب مروته يعنى لو اقتصر على لسان الفارسية ولم يتعلم العربية فانه عجمى، وقال الزهرى! كلام اهل الجنة العربية وروى عن عمرؓ انه قال عليكم بالتفهم بالعربية الخ. (بستان العارفين ص ۶۸ / باب تفضيل لسان العربية على غيرها طبع دهلى)

[2] یہ مشہور مقولہ ہے۔ عمدة القارى ص ۲۰۴ / ج ۱ / جز ۲ / كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم الخ. مطبوعه دار الفكر بيروت.

ایضاً

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کے مذکورۂ بالا جواب کے بعد سائل کا مندرجہ ذیل چند اعتراضات پر مشتمل خط آیا۔سوال مع جواب ملاحظہ فرمائیں۔

موضع بنکی ضلع بارہ بنکی ۔نحمدالله و نستعين بالله

محترم مولانا مدظلہٗ..سلام مسنون!

اتفاقی نظر رسالہ نظام پر۔آپ کے اس مضمون پر احقر العباد کی پڑ گئی جس کو جناب والا نے بجواب خط تحریر فرمایا تھا۔میں نے پڑھا۔معلوم ہوا کہ رجوع کے مسئلہ میں جو مفصل بحث شامی ودرمختار کے اندر کی گئی ہے اس پر آپ کی نگاہ نہیں پڑی۔ورنہ آپ یہ نہ تحریر فرماتے کہ مسئلہ ہٰذا میں امام صاحب نے رجوع فرمالیا ہے۔درمختار میں یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجئے۔ص۳۵۸،

اعلم ايهاالواقف علىٰ هٰذا الكلام ان رجوع الامام انما ثبت فى القرأة بالفارسية فقط ولم يثبت رجوعه فى تكبيرة الافتتاح بل هى كغيرها من اذكار الصلوٰة على الخلاف كما حرره شراح المجمع وكتب الاصول وعامة الكتب المعتبره الخ

اس سے پہلے درمختار کی یہ عبارت بھی دیکھ لیجئے۔و شرطا عجزه وعلىٰ هٰذا الخلاف الخطبة وجميع اذكار الصلوٰة واماذكره بقوله (اوامّن اولبى اوسلم اوسمى عند ذبح) اوشهد عند حاكم اوردسلاماً ولم ارلوشمت عاطسا (اوقرأبها عاجزا) فجائز اجماعاً قيد القرأة بالعجز لان الاصح رجوعه الى قولهما وعليه الفتوىٰ وجعل العينى الشروع كا لقرأة لا سلف له فيه ولا سندله يقويه.

اس عبارت کو بغور آخر تک ملاحظہ فرما کر رائے عالی قائم فرمایئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس بحث کو شامی میں ضرور ملاحظہ فرمایئے اس کے بعد آیات قرآنیہ کے متعلق بھی کچھ عرض کررہا ہوں۔اسکو نظر غائر سے ملاحظہ فرمایئے۔ایک جگہ قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ قوم کی زبان ہی معیار ہے ارسال رسل کے لئے۔

مطلب یہ ہوا کہ رسول اور امت دونوں کو ہم زبان ہونا لازم ہے۔وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً اَعْجَمِيّاً الآیۃ اس میں بھی اسی کو ملحوظ فرمایا گیا ہے۔ پھر کیوں خطبہ کو اصول بالا کے ماتحت قوم اور مخاطبین کی زبان کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے۔قرآن مجید عربی زبان میں کیوں نازل فرمایا گیا ہے اس کی توجیهه لقوم يعلمون (ای الامۃ العربیۃ) سے فرمائی گئی ہے۔ان ہی اشاروں کا نتیجہ تھا کہ امام اعظمؒ نے عربیۃ کو کسی جگہ بھی ضروری نہیں فرمایا ہے مگر قرأۃ فی الصلوٰۃ میں۔

یہ بات کہ امام صاحب نے رجوع فرمالیا تھا اس کو میں نے مفصل طور پر اوپر لکھ دیا ہے۔ یہ دلیل کوئی وزن نہیں رکھتی کہ صحابہ کرامؓ نے بلادعجم میں عربی میں خطبہ دیا، آج ہندی پرست اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں کس طرح دیگر اقوام و ملل پر ہندی کو لازم کر رہے ہیں۔ پھر اگر صحابہؓ نے عربی کو عجم میں اپنایا تو کیا برا ہوا۔اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے مصر عربی ملک بن گیا۔عراق بھی ایران میں بھی عربی کا رواج ہو گیا تھا مگر آج ایمان باللہ سے اعراض کرتے ہوئے ہم محض خطبہ کی زبان سے عربی کی ترویج کا خواب کیوں دیکھ رہیں ہیں۔مولانا اقل مقدار خطبہ کی التحیات ہے ورنہ لا بد من ذکر طویل اصل ہے خطبہ کے لئے یہ ذکر طویل نصیحت کے لئے شئی وافر ہے۔ پھر ایک کلمہ حق بھی خلوص نیت کی شرط سے تریاق کا کام انجام دے سکتا ہے بقدر التحیات تو بہت زیادہ ہے۔فاعتبروا يا اولى الابصار.

اب ایک بات پر آپ اعتراض فرما رہے ہیں کہ میں نے آپ سے معافی کیوں طلب کی۔ سچ کہہ کر میں نے معافی نہیں طلب کی تھی بلکہ نزاکت طبع پر اگر کوئی بات گراں گذری ہو (کیونکہ پڑی ہوئی عادت مستمرہ کے خلاف بات پیش کر رہا ہوں) اس لئے گرانی اگر کچھ ہویدا ہوئی ہو۔تو اس سے میں نے عفو کی مانگ مانگی تھی نہ کہ حق بات کہنے سے۔

خطبہ سننے والوں کی اکثریت جاہل محض ہوتی ہے ان کو بھی تو آپ اٹھویں دن کچھ موقعہ نصیحت گری کا دیں گے۔اس شعار اسلامی کو خدارا نہ اٹھائیے۔ای لسان كان يحصل منه ذكر الله اويحصل ۔ پھر آپ ذکر اللہ کے لئے کسی زبان کو کیوں مخصوص کر رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ بموقع فتوحات کسی دوسری زبان کے استعمال سے مجبور بھی تھے اور سیاست کا تقاضہ

بھی یہی تھا کہ عربی کو ترجیح دی جاتی۔ ورنہ عام حالات میں سامعین کی زبان کا ہمیشہ خیال رکھا گیا ہے۔ خطبہ ہمہ گیر نصیحت کا حامل رہا ہے۔ اور سو فیصد عرب کے سامنے عربی ہی میں خطبہ دیا جاتا تھا۔ تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔ پھر ہند نے کیا قصور کیا ہے کہ وہاں غیر مفہوم زبان استعمال ہو۔ **کلمو الناس علیٰ قدر عقولھم** ۔ میری زبان پر جاری ہے۔ کہیں اس کو میں نے پڑھا ہے مگر کہاں۔ حوالہ صحیح نہیں پیش کرسکتا۔ غالباً یہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ہو اچھا اس سے استشہاد فی الحال ملتوی رکھتا ہوں۔

نوٹ:- کیا نظام کے صفحات میں ان معروضات کی جگہ ملیگی آپکے شافی جواب کی توقع رکھوں گا۔ اگر فی الحال نظام میں نہ طبع ہو تو پھر بذریعہ ڈاک جواب مرحمت فرمایئے بیرنگ بھیجد یجئے انشاء اللہ وصول کرلوں گا۔ آپ کا ادنیٰ خادم۔ محمد سلیم از بنکی محل، ضلع بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مکرم محترم زیدت مکارکم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ صادر ہوا۔ میں سفر میں تھا۔ واپسی پر ملا۔ جواباً گذارش ہے کہ (۱) شامی کی یہ بحث اس سے پیشتر بھی متعدد مرتبہ دیکھ چکا تھا اور دیکھنے کی نوبت آتی رہتی ہے اب آپ کی دعوت پر پھر دیکھی جو کچھ احقر نے تحریر کیا خود شامی کو بھی فی الجملہ اس کا اعتراف ہے۔ حافظ بدر شارح بخاری شریف وشارح[1] ہدایہ وشارح کنز نے اس کو بسط سے لکھا ہے ابوالاخلاص حسن شرنبلالی[2] بھی حافظ بدرؒ کے دوش بدوش ہیں خود صاحب درمختار علامہ حصکفیؒ نے شرح منتقی[3] اور خزائن الاسرار شرح تنویر میں وہی لکھا ہے جو کہ حافظ بدرؒ کا قول ہے۔ لیکن ان کو یہاں حافظ عینی کے ساتھ اتفاق نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **وجعل العینی الشروع کالقرا ءۃ لا سلف لہ**

---

[1] بنایہ المعروف بالعینی شرح ھدایہ ص ۲۰۶/ ج۲/ دار الفکر القرآۃ بغیر العربیۃ فی الصلاۃ.

[2] ویصح الشروع ایضاً بالفارسیۃ وغیرھا من الالسن ان عجز عن العربیۃ الخ (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۲۷/ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلاۃ، مطبوعہ مصر)

[3] الدر المنتقی علی مجمع الانھر ص ۱۴۰/ ج ۱/ کتاب الصلاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

فیہ ولا سند لہ یقویہ بل جعلہ فی التاتر خانیہ کالتلبیۃ. یجوز اتفاقاً فظاہرہ کا لمتن رجوعہما الیہ لا ہو الیہما فاحفظ فقد اشتبہ علیٰ کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالیؒ فی کل کتبہ فتنبہ اس پر شامی لکھتے ہیں قولہ رجوعہما الیہ الخ ای انہما رجعا الیٰ قولہ بصحۃ الشروح بالفارسیۃ بلا عجز کما رجع ہو الیٰ قولہما بعدم الصحۃ فی القراءۃ فقط لا فی الشروع ایضاً کماتوہم العینی اھـ. یہاں تک تو شارح کے مطلب کی توضیح تھی۔ مگر شامیؒ کو خود شارح سے اتفاق نہیں اس لئے لکھتے ہیں! لکن قولہما رجعا الیٰ قولہ فی الشروع لم ینقلہ احد وانما المنقول حکایۃ الخلاف واما عبارۃ المتن فھی مبنیۃ علیٰ قول الامام فالحاصل ان ما اوردہ علیٰ العینی فی دعویٰ رجوعہ الیٰ قولہما یرد علیہ فی دعواہ رجوعہما الیٰ قولہ. پھر آگے چل کر قولہ حتی الشرنبلالی کے تحت لکھا ہے: واعلم ان الشارح نفسہ خفی علیہ ذالک فتبع العینی فی شرحہ علیٰ الملتقیٰ وفی الخزائن بل خفی ایضاً علیٰ البرہان الطرابلسی فی متنہ مواہب الرحمن حیث قال والاصح رجوعہ الیہما فی عدم جواز الشروع والقراءۃ بالفارسیۃ لغیر العاجز عن العربیۃ اھـ[1]. اب غور کیجئے کہ امام اعظمؒ کا مسلک کیا ہے؟ جن کتب کا احقر نے حوالہ دیا غالبًا وہ بھی جناب نے ملاحظہ نہیں کیں ورنہ شاید عدم رجوع امام اعظمؒ پر اتنا اصرار نہ ہوتا۔ احقر چونکہ یہ بحث باب الاذان، کتاب الصلوٰۃ، جمعہ وغیرہ میں مفصل دیکھ چکا تھا اور اس کے سب گوشے سامنے تھے اور جانتا تھا کہ بعض اذہان اس رجوع کو تسلیم نہیں کریں گے اس لئے اصل سوال کے جواب کو رجوع کی جہت پر منحصر نہیں کیا بلکہ آگے یہ لکھ دیا تھا کہ اگر کسی کو رجوع سے انکار ہو اور اسی قول سے استدلال پر اصرار ہو تو پھر امام اعظم کے اس قول کی تشریح بھی دیکھ لی جائے۔

لہٰذا اس کے بعد عدم رجوع کے مسئلہ پر بحث کرنا بھی چنداں سودمند نہیں۔

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار ص ۳۲۶/ ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی حکم القراءۃ فالفارسیۃ الخ. مطبوعہ نعمانیہ.

(۲)آیۃ:-وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ[1] میں آپ نے قوم کی تفسیر امت سے کر کے رسول اور امت کے ہم زبان ہونے کا قاعدۂ کلیہ استنباط فرمایا ہے یہی قاعدۂ کلیہ عیسائیوں اور یہودیوں نے سمجھ کر حضور اکرم ﷺ کی رسالت کو اہل عرب کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ جسکی زبان عربی نہیں حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اس کے ذمہ ضروری نہیں[2]۔ علماء اسلام نے اس قاعدۂ کلیہ کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ امت اور چیز ہے اور قوم اور چیز ہے[3]۔ پہلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ جیسا کہ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِهٖ الآیۃ[4] وغیرہ میں مذکور ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بعثت عام ہے۔ آپ کی امت انسان بھی ہیں جنات بھی ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جنات آپ کی قوم نہیں۔ آپ کی بعثت اسود واحمر سب کی طرف ہے[5] امریکہ، لندن، جرمن، ہند، چین ترک سب آپ کی امت ہیں۔ مگر آپ کی قوم ہیں، اگر رسول اور امت کا ہم زبان ہونا ضروری ہوتا تو وحی بھی ہر زبان میں آتی، پھر کسی ترجمان کی ضرورت نہیں تھی۔ جن بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے ہیں وہ صرف عربی میں نہ بھیجتے بلکہ خود ان کی زبان میں بھیجتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اسی قاعدۂ کلیہ کی آڑ لے کر بہت کچھ فتنہ پردازی کا موقعہ ملا۔ اور بے شمار لوگوں کو یہی کہہ کر اسلام سے روکا

---

[1] سورۂ ابراہیم آیت ۴۔ **ترجمہ**:- اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (بیان القرآن)

[2] لا یلزم من کون لغته لغة قریش العرب اختصاص بعثته ﷺ بهم وان زعمت طائفة من الیهود یقال لهم العیسویة اختصاص البعثة بالعرب لذالک (روح المعانی ص ۱۸۶ / ج ۱۳ / سورۂ ابراهیم تحت آیت ۴/ طبع مصطفائیه دیوبند، تفسیر کبیر ص ۷۱ ۲/ ج ۵/ طبع دار الفکر بیروت)

[3] تفسیر بیان القرآن ص ۲ / ج ۶ / سورۂ ابراهیم آیت: ۴، مطبوعه مکتبه الحق بمبئی.

[4] سورۂ نوح آیت ۱۔ **ترجمہ**:- ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا۔ (بیان القرآن)

[5] لم تتأت هذه القاعدة فی شأن سیدنا محمد ﷺ لعموم بعثته وشمول رسالته الاسود والاحمر والجن والبشر علی اختلاف لغاتهم (روح المعانی ص ۱۸۵ / ج ۱۳ / سورۂ ابراهیم تحت آیت ۴/ مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

کہ اگر تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوتے۔ اور وہ تمہارے رسول ہوتے اور تمہارے ذمہ ان کی اطاعت لازم ہوتی تو وہ تمہارے ہم زبان ہوتے۔اور تمہاری زبان میں ان پر وحی آتی مگر جب کہ ایسا نہیں تو وہ تمہارے رسول نہیں بلکہ ان کی رسالت صرف عرب کے لئے ہے۔آپ اپنے قاعدۂ کلیہ کو نظر غائر سے دیکھیں کہ اس کی زد کہاں پڑتی ہے۔اور یہ کس قدر فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے پھر اس پر مسئلہ خطبہ کا متفرع کرنا بالکل بدیہی البطلان ہے۔

(۳) صحابہ کرامؓ نے بلادِ عجم میں بھی عربی میں خطبہ دیا ہے اس کو محدث ہند شاہ ولی اللہؒ نے دلیل میں پیش کیا ہے۔اور نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ اپنے زمانہ تک ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک کا عمل متوارث قرار دیا ہے[۱] آپ کو حق ہے کہ اپنے علم وفہم کی روشنی میں خلفائے راشدین، اکابر صحابہؓ، تابعین، محدثین فقہاء مجتہدین، اولیاء اللہ صالحین کے تعامل توارث، و تواتر کو یہ کہہ کر اڑا دیں کہ یہ دلیل کوئی وزن نہیں رکھتی۔اور مزید برآں یہ کہ اس سنت متوارثہ کو آپ تشبیہ دے رہے ہیں آج کے حالات کے ساتھ کہ:

’’آج ہندی پرست اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں کس طرح دیگر اقوام وملل پر ہندی کو لازم کر رہے ہیں۔اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بھی کیا۔‘‘

تو گویا آج ہندی پرست طبقہ کو آپ عربیت ختم کرنے اور ہندی لازم کرنے کا زبردست ہتھیار صحابہ کرامؓ کی سنت متوارثہ سے استنباط کر کے عنایت فرمارہے ہیں۔حالانکہ صحابہ کرامؓ کے نفوس مقدسہ اس گھمنڈ سے بالاتر تھے۔ان کے پیش نظر ہرگز ہرگز وہ عصبیت نہیں تھی جن کا آج دنیا میں پرچار ہے۔انہوں نے اقوام مفتوحہ کی جس قدر حفاظت فرمائی۔ ان کو پروان چڑھایا۔ان کو ذہنی، علمی، اخلاقی، معاشی، صنعتی، بین الاقوامی، ہر نوع کی ترقی دی ان کے کمالات کی تکمیل کی، ان کو انسانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔آج دنیا میں کوئی قوم اس کا

---

[۱] چوں خطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است (الی قولہ) وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین درمشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا ص۱۵۳ ج ۱ / باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر، مطبوعہ دہلی)

خواب بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔ آپ کی اس تشبیہ سے ان پاکیزہ نفوس کی پوزیشن کس قدر مجروح ہوجاتی ہے؟

(۴) ایمان باللہ سے اعراض کرنے کو کس نے کہا؟ اور محض خطبہ کی زبان پر عربی کی ترویج کو کس نے منحصر کیا ہے، ایمان باللہ کی تکمیل کے لئے تدریس، تذکیر، تلقین، تبلیغ کی صورتیں اختیار کی جاچکی ہیں۔ آج بھی دنیا میں رائج ہے اور بے شمار مخلوق خدا فیضیاب بھی ہورہی ہے البتہ جن کو علم سے عناد ہے یا جہل مرکب میں گرفتار ہیں وہ پہلے بھی محروم رہے اور اب بھی محروم ہیں۔

(۵) میں پہلے عرض کرچکا ہوں، آپ بتائیے کہ جو ساری جہالت دور کرنے کا ذریعہ صرف خطبۂ جمعہ کو قرار دے اور کہے کہ نہ کسی مدرسے میں جاؤں گا۔ نہ کوئی کتاب پڑھوں گا، نہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کروں گا، نہ وعظ سنوں گا بلکہ خطبہ میں سارا دین سیکھوں گا تو وہ کس قدر جہالت میں گرفتار ہے، ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ عربی میں نہ سہی اس کا ترجمہ اردو میں سن کر وہ کتنا دین حاصل کرے گا آپ نے وہیں پہنچ کر منزل کردی کہ ''پھر ایک کلمۂ حق سن کر خلوص نیت کی شرط کے ساتھ تریاق کا کام انجام دے سکتا ہے'' سو کچھ مضائقہ نہیں اس نظریہ کی رعایت بھی اصل جواب میں کرلی گئی تھی۔ شاید آپ نے طائرانہ نظر سے اس کو پڑھا تھا۔ نظر غائر نہیں ڈالی۔ اس میں یہ عبارت بھی درج ہے'' یہ بھی ممکن ہے کہ خطبہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد وعظ کہہ دیا جایا کرے جس میں دین کے ضروری عقائد واحکام بیان کردیئے جایا کریں۔ اور خطبہ میں جو کچھ پڑھا اور سنایا جاتا ہے اس کا مطلب بھی بتادیا جایا کرے اس کی کہیں ممانعت نہیں[۱] (خطبوں کا ترجمہ بھی اردو میں کردیا گیا ہے)

(۶) آپ فرماتے ہیں ''اس شعار اسلامی کو خدارا نہ مٹایئے'' شعار اسلامی وہ ہے کہ جس کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے اختیار فرمایا اور آپ کے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ اور

---

[۱] موضوعات کبیر ص ۲۰ / مقدمة، طبع نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی.

تابعین ائمہ مجتہدین اولیاء اللہ صالحین نے اختیار فرمایا اور تقریباً پونے چودہ سو سال سے شرقاً غرباً شمالاً جنوباً تمام امت نے اختیار کیا یعنی عربی خطبہ پڑھنا جس کو آپ مٹا رہے ہیں[1]۔ لہٰذا اس شعار اسلامی کو خدارانہ مٹائیے۔ وہ ہرگز ہرگز شعار اسلامی نہیں جس کو آپ تجویز کرر ہے ہیں یعنی اردو میں خطبہ پڑھنا۔

(۷) آپ کے خط کا جواب دفتر نظام میں بھیجتا ہوں۔ اس کی اشاعت ارباب نظام کی صوابدید پر ہے۔ والسلام

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، مدرسہ جامع العلوم کانپور

خطیب کا وقتی مسئلہ اردو میں بتانا

سوال:- کیا خطیب خطبہ پڑھتے وقت درمیان میں کسی کو اردو میں نصیحت کرسکتا ہے؟ مثلاً کوئی مقتدی سو گیا اس سے کہا سومت یا وضو ٹوٹ گیا اور وہ بیٹھا رہا اس کو وضو کرنے کے لئے کہا وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقتی مختصر سا مسئلہ اردو میں بھی خطیب بتا سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلک لم يخطب لهم احد منهم بغير العربية (آكام النفائس ملحقة بمجموعۂ رسائل لكهنوى ص۴۷/ ج۴/ مطبوعه كراچى)

[2] ويكره للخطيب أن يتكلم فى حال الخطبة إلا أن يكون امرا بمعروف كذافى فتح القدير الهندية ص۱۴۷/ ج۱/ باب الجمعة مكتبه كوئٹه پاكستان، بدائع زكريا ص۵۹۵/ ج۱/ محظورات الخطبه، محيط برهانى ص۴۵۹/ ج۲/ شرائط جمعه، طبع ڈابهيل گجرات.

خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا

سوال:- ماتقولون فی حق الامام الذی یقرأ الخطبة المکتوبة بالنظر فی الکتاب کماراج فی ملک البنجال والھند ولکنه لا یفهم معانیها ولا یقدر علی تصحیح الاعراب والالفاظ ان وقع الغلط فیها ھل تجوز له قرأة الخطبة والامامة للجمعة ام لا؟

الجواب حامداًومصلیاً

قراءةالخطبة بالنظر فی الکتاب جائزة لاقدح فیها ولکن تصحیح الاعراب والاجتناب عن الغلط لازم مع ھذا ان غلط فی بعض اعاریب الخطبة وادی الصلواة بالشروط المعتبرة والفرائض المقررة صحت صلوته وان کانت الخطبة مکروھة[1] فمن کان قادراً علیٰ قراء ة خطبة صحیحة واداء صلوٰة کاملة وکان تبعاً للسنة فهو اللائق بالامامة[2] لانه ضامن لصلوٰة المقتدین[3] فقط واللہ سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

حررهٗ العبد محمود غفرلهٗ

معین المفتی بمدرسة مظاھرعلوم سھارنفور. الھند

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلهٗ

المبتلیٰ بامانة الافتاء بالمدرسة العلیة المشتھرة بمظاھرعلوم

الواقعة ببلد سھارنفور یوبی ۷/جمادی الاولیٰ ۶۸ھ

ترجمہ سوال :-کیا فرماتے ہیں: آپ حضرات اس امام کے متعلق جو کتاب میں دیکھ کر خطبہ پڑھتے ہیں جیسا کہ یہ ملک بنگال اور ہندوستان میں رائج ہے وہ نہ تو اس کے معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ اعرابی غلطی اور الفاظ کی درستگی پر قادر ہیں۔ اگر امام صاحب سے ان چیزوں میں غلطی ہو جائے، تو کیا ان کے لئے خطبہ پڑھنا اور جمعہ کے لئے امامت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

ترجمہ جواب:- کتاب میں دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ سے پہلے اردو میں وعظ

سوال:-(۱) موجودہ زمانہ میں جمعہ کا عربی خطبہ غیر مفید اور اردو میں مفید ہونے کی وجہ سے عربی میں حمد وثنا وشہادتین کے بعد اردو نظم ونثر میں خطبہ جائز ہے یا نہیں بصورت جواز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور اردو خطبہ بدعت سئیہ میں داخل ہے یا حسنہ میں مطابق مذہب احناف مسلک مفتی بہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) ہدایہ میں ہے کہ **وعلی ھذا لخلاف الخطبة والتشھد** سے جو جواز نکلتا ہے یہ مع الکراہۃ ہے یا بلا کراہت اور کراہت بھی کونسی؟

(۳) عربی خطبہ سنت مؤکدہ ہے یا سنن ہدی میں داخل ہے یا سنن زوائد ومستحبات میں؟

(۴) ایک شہر میں آج کل وقت زوال ۱۲/۳ ۶ کو ہوتا ہے اور وہاں کی جامع مسجد میں ہمیشہ جماعت جمعہ ایک بجے قائم کی جاتی ہے عموماً لوگ ۱۲/۱۵ پر آنا شروع کر دیتے ہیں وہاں

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) اس میں کوئی عیب نہیں۔لیکن صحیح اعراب پڑھنا اور غلطی سے بچنا لازم ہے۔اس کے باوجود اگر خطبہ میں بعض اعرابی غلطی ہوجائے اور نماز شرائط معتبرہ اور فرائض مقررہ کے ساتھ ادا کرے تو نماز صحیح ہوجائے گی۔اگرچہ خطبہ مکروہ ہوگا۔لہٰذا جو شخص صحیح خطبہ پڑھنے پر اور کامل نماز ادا کرنے پر قادر ہو اور متبع سنت ہو تو وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے۔

[۱] یستفاد من ھذہ العبارۃ: ویکرہ التلحین وھو التطریب والخطأ فی الاعراب الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۶۰ / باب الاذان، مطبوعہ مصر، قلت وکذا فی الخطبة ایضاً.

[۲] والاحق بالامامة تقدیماً الاعلم باحکام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاھرۃ (درمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۴ / ج ۲ / باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، عنایه علی ھامش فتح القدیر ص ۳۴۹ / ج ۱ / باب الامامة، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الانھر ص ۱۶۱ / ج ۱ / کتاب الصلاۃ، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذی شریف ص ۵۱ / ج ۱ / ابواب الصلاۃ، باب ماجاء ان الامام ضامن، طبع اشرفی دیوبند.

کا خطیب خالص عربی خطبہ کو سنت اور اختلاط اردو کو مکروہ کہتا ہے مگر قوم خطبہ میں اردو کے وعظ پر مصر ہے اس لئے اس نے عربی خطبہ سے سنت کی ادائیگی اور اس کے احیاء کے لئے قوم کی اصلاح وضرورت تفہیم کا لحاظ کرتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ بارہ بج کر بیس منٹ پر اردو وعظ شروع کر دیتا ہے ۱۲/۳۶ کو اذان اول ہوتی ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے پھر بعد اذان ۱۰ر منٹ بیان ختم کر کے چار رکعات سنت ادا کرتا ہے قوم بھی آ آ کر بیٹھتی رہتی ہے اور وعظ سنتی رہتی ہے بعد وعظ کے سنت ادا کرتی ہے۔ پھر مؤذن اذان ثانی کہتا ہے اور خطیب خالص عربی خطبہ بطریق مسنون پڑھ کر ایک بجے پر ختم کر کے نماز جمعہ پڑھا دیتا ہے آیا یہ طریقہ مصالح قوم و رعایت سنت کے لحاظ سے بہتر ہے یا قبیح؟ اگر قبیح ہے تو اس سے بہتر طریقہ ارشاد فرمائیں جس میں امور ذیل کا لحاظ ہو۔

۱۔ خطبہ مطابق سنت بلا کراہت تحریمی وتنزیہی ادا ہو۔

۲۔ اردو میں نصیحت بھی کی جا سکے۔

۳۔ قوم اطمینان سے سن سکے واضح رہے کہ بعد نماز جمعہ کسی طرح بھی لوگ نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ تاجر پیشہ ہیں اور بعد نماز کھانا کھانے کے عادی ہیں۔

(۵) بعض لوگ خطبہ سے قبل جیسا کہ سوال (۴) میں مذکور ہوا۔ یا بعد نماز وعظ کو بدعت کہتے ہیں اور مخلوط خطبہ کو بہتر اس دلیل سے کہ خطبہ کے اول وعظ سلف سے منقول نہیں خود خطبہ ہی سلف کا وعظ تھا اور اس لئے کہ بعد نماز انتشار فی الارض کا فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ میں حکم ہے لہٰذا بعد نماز جمعہ اجتماع خلاف حکم خدا ہے اور خطیب کہتا ہے کہ اس میں امر وجوب کے لئے نہیں اور قبل خطبہ وعظ علاوہ مباح ہونے کے زمانۂ حضرت عمرؓ سے ثابت بھی ہے جیسا کہ مقدمہ موضوعات ملا علی ص۱۴ مجتبائی میں ہے۔ وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ تَمِیْمَا الدَّارِیْ اِسْتَأْذَنَ عُمَرَؓ اِلٰی اَنْ قَالَ قَالَ اَیْ عُمَرُؓ عِظْهُ قَبْلَ اَنْ اَخْرجَ فِی الْجُمُعَةِ فَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَوْماً وَاحِداً فِی الْجُمُعَةِ اِنْتَهیٰ.

(۶) جس جامع مسجد میں سوال (۴) کے طریقہ پر عمل ہو رہا ہے اس میں ایک قباحت بتائی جاتی ہے کہ قوم کو عموماً اپنی غفلت از دین اور انہاک دنیا کی وجہ سے دیگر ایام میں تلاوت قرآن وغیرہ کا موقع نہیں ملتا لیکن جمعہ کے روز سوا بارہ بجے سے آکر تلاوت قرآن و نوافل وغیرہ پڑھنے کا موقع خطبہ تک پالیتے تھے لیکن جب سے خطیب نے ۱۲/۲۰ سے وعظ کہنا شروع کر دیا ہے تب سے سوائے چار رکعت سنت کے مزید نوافل وغیرہ کا موقع نہیں ملتا اور وہ اس خیر کثیر سے محروم رہتے ہیں۔ مگر حالت یہ ہے کہ اس قوم کی اکثریت میں رسوم جاہلیت کی پابندی، فسق و فجور، فرائض سے غفلت، حلال وحرام سے بے پرواہی اس قدر رائج ہوگئی ہے جس کا دور کرنا سخت دشوار ہے مگر رحمت خداوندی سے امید ہے کہ مواعظ کے ذریعہ خالصاً للہ اصلاح کی کوشش کی جارہی ہے اور بہت دھیمی رفتار سے اصلاح بھی ہو رہی ہے جس کا ثبوت گا ہے گا ہے ملتا رہتا ہے پس ایسی حالت میں یہاں آنے والی قوم کو بے سمجھے تلاوت قرآن کہ ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہوں ونوافل زیادہ بہتر ہیں جس کی وجہ سے خطیب کا وعظ بند کرا دیا جائے، یا مخلوط خطبہ پر مجبور کیا جائے، اور یا اس قوم کو تلاوت قرآن بند کر کے وعظ سنتے رہنا زیادہ مفید ہوگا جس سے ان کی اصلاح ہو کر ان کے معاصی مذکورہ میں کمی آجائے۔ عقائد، اعمال درست ہو جائیں جیسا کہ امید ہے ان دونوں امر میں کونسا شرعاً بہتر ہے چونکہ اردو عربی مخلوط خطبہ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور دونوں فریق اپنے دلائل پیش کر رہے ہیں لہٰذا مشتبہ ہوگیا ہے آپ ان دونوں کی تفصیل مدلل ومکمل تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تمام خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہئے اردو میں پڑھنا یا اردو عربی میں پڑھنا بدعت سئیہ اور مکروہ تحریمی ہے یہی مفتی بہ ہے اور قابل عمل ہے اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہے جو گناہ سے خالی نہیں[۱] البتہ اگر وقتی ضرورت کی رعایت سے کوئی خاص مسئلہ اثناء خطبہ میں

[۱] لا شک فی أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابة فيكون مكروهاً تحريماً (عمدة الرعاية حاشيه شرح وقايه ص ۲۴۲/ ج ۱/ تعريف الخطبة، حاشية (۲) طبع مكتبه رحيميه ديوبند)

اردو میں بیان کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں[۱] جو وجہ خطبہ عربیہ کے غیر مفید ہونے کی آج بتائی جاتی ہے زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ وجہ موجود تھی اور اس کا تدارک بھی وہ حضرات حاضرین کی زبان میں خطبہ پڑھ کر کر سکتے تھے مگر کسی روایت سے ثابت نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بلاد عجم میں کبھی کوئی خطبہ غیر عربی میں پڑھایا اس کا ترجمہ کیا ہو۔

ومن ذلک الخطبة یوم الجمعة وفی العیدین بغیر اللسان العربی اوترجمتها بالعجمی احدثوا ذلک بعد قرون الخیر بلا اثارة من علم واعتذروا فی ذٰلک الاحداث بحدوث المقتضیٰ وضرورة الحاجة الیه وهو عدم معرفة المخاطبیین لسان العربی وکثرة الاعاجم القاصرین عن ادراک العربی وما هٰذا لوعلموا الا لتقصرنا فی تعلم لسان انزل به الکتاب من ربنا وبعث به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فتفریطنا هٰذا اوردنا مهلک الابتداع والصحابة رضی اللّٰه عنهم مع توفرد واعیهم علیٰ تعلیم الخلق والنصیحة لهم وتذکیرهم واهدائهم وکان فیهم العجمی ممن لا یعرف العربی وکثرة الاعاجم حین فتحوا بلادهم الفارس والروم لم یعهدمنهم الخطبة بغیر اللسان العربی ولم یوثرمنهم ترجمتها لا فهام المخاطبین ولا امر وابذلک احداً فاذا کان لا یخطب احد منهم بالعجمی ولا یترجمها ولا یا مربذالک کان ترک هٰذہ المصلحة والفضل الموهوم مستلزم لعدم علم الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم وخیر القرون بطریقة ابلاغ دین اللّٰه اولکتمانهم عن بعض عباداللّٰه وتقصیرهم فی الابلاغ والتذکیر المقصود الاصلی فی الخطبة وکل واحد من الملازمین منتف بالشرع والعادة

---

[۱] لا ینبغی للخطیب ان یتکلم فی خطبة بما هو من کلام الناس ولا بأس بأن یتکلم بما یشبه الامر بالمعروف فقد صح أن رسول الله ﷺ کان یخطب فدخل سلیک غطفانی وجلس فقال النبی ﷺ ارکعت رکعتین؟ قال سلیک! لا فقال النبیؐ قم وارکع رکعتین ثم اجلس (محیط برهانی ص ۴۵۹/ج ۲/ شرائط جمعه طبع ڈابهیل بدائع زکریا ص ۵۹۵/ج ۱/ محظورات الخطبة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۲/۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب قال الله تعالیٰ)

فمع وجود المقتضی وهو تعميم الابلاغ وتعليم جميع المخاطبين من عجمی وعربی وعدم المانع ليس ذلک الاکراهة ان يتعود الرجل بغير العربية اللتی هی شعار الاسلام ولغة القرآن الیٰ قولهٖ فکان هٰذا لاجرم من سنة الخطب ومن شرائطها فی السنة والادب وترجمتها بغير العربی من شرالامور محدثاتها لا يرضی به اللّٰه ولا رسوله ﷺ ولاجل ذلک جعل اهل العلم کون الخطبة بالعربية شرطاً لصحة الخطبة واداء السنة. قال الامام النووی فی الاذکار فی کتاب حمد اللّٰه تعالیٰ ويشترط کونها يعنی خطبة الجمعة وغيرها بالعربية اه مجموعه فتاویٰ ص۲۵۷/ج۲[1]۔

الخطبة بالفارسية التی احدثوها واعتقدواها حسنها ليس الباعث اليها الاعدم فهم العجم اللغة العربية وهٰذا الباعث قد کان موجوداً فی عصر خير البرية وان کان فيه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اکثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد کان اکثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذٰلک لم يخطب احد منهم بغير العربية ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنة وفقد ان المانع والتکاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الا الکراهة التی هی ادنیٰ درجات الضلالة اه مجموعه فتاویٰ[2] ص۲۷۳/ج۲/.

ولا يتوهم انه لم يکن النبی ﷺ يعلم اللغة العجمية وغيرها من اللغات الغير العربية ولوکان علمها لخطب بها لانا نقول بعد تسليم ذٰلک ان بعض الصحابة کزيدين ثابت قد کان يعلم اللسان العجمی والرومی والحبشی وغيرها من الالسنة کما صرح به فی الاعلام بسيرة النبی عليه الصلوٰة والسلام

---

[1] مجموعة الفتاویٰ ص۲۴۷/ج۲/ مطبوعه یوسفی لکھنؤباب الجمعة.

[2] مجموعة الفتاویٰ ص۲۶۲/ج۲/ مطبوعه یوسفی لکھنؤ. باب الجمعة.

وغیره من كتب الاعلام فلم يأمره النبی ﷺ بان يخطبهم ويعظهم بالسنتهم وبالجملة فالاحتياج الى الخطبة بغير العربية لتفهيم اصحاب العجمية كان موجوداً فی القرون الثلاثة ومع ذٰلک فلم يرو أحد ذلک من احدى فی تلک الازمنة وهٰذا اول دليل على الكراهة اه مجموعه[1] فتاویٰ ص ۲۷۴ / ج ۲ /.

وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است۔ حمد وشہادتین وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ وامر بتقویٰ وتلاوت قرآن ودعاء برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ الیٰ قولہ وعربی بودن نیز بجہۃ عمل مستمرہ مسلمین درمشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے ازاقالیم مخاطبان عجمی بودند اھ مصفی شرح مؤطا ص۱۵۳/ج۱/[2]

(۲) مع الکراہۃ ہے بغیر کراہت نہیں کما مراور خاص کر جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں رجوع بھی ثابت ہے الاصح رجوعه الى قولهما وعليه الفتوىٰ اه درمختار[3] ص۵۰۵/ج۱/ والاصح رجوع الامام الى قولهما اه مجمع الانهر[4] ص۸۳/ج۱/۔

كبر بالفارسية صح فی الكل مع كراهة التحريم على الراجح كما حرره فی البحر وكذا لوقرأ بها عاجزاً عن العربية بشرط ان لا يخل بالمعنى وهٰذا قولهما وبه قالت الثلاثة واليه صح رجوع الامام وعليه الفتوىٰ قاله العينی وغيره اه درمنتقی[5] ص ۹۳ / روی ابوبكر الرازی ان ابا حنيفةؒ رجع الى قولهما وعليه الاعتماد ومنزله منزلة الاجماع عناية[6] ص ۲۰۱ / ج ۱ /.

---

[1] مجموعة الفتاویٰ ص ۲۶۳ / ج ۲ / مطبوعه يوسفی لكهنؤ. باب الجمعة.

[2] مصفی ص ۱۵۳ / ج ۱ / مكتبه دهلی، باب الجمعة.

[3] درمختار على الشامی زكريا ص ۱۸۴ / ج ۳ / باب صفة الصلاة، مطلب الفارسية خمس لغات.

[4] مجمع الانهر ص ۱۳۹ / ج ۱ / باب صفة الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[5] الدرالمنتقی على مجمع الانهر ص ۱۴۰ / ج ۱ / باب صفة الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[6] عناية على فتح القدير ص ۲۸۶ / ج ۱ / باب صفة الصلاة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(۳) عربی خطبہ سنن مؤکدہ میں داخل ہے لما مضیٰ[۱]

(۴) طریقۂ مذکورہ میں خلاف شرع کوئی چیز نہیں[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ ایک انجمن تبلیغ قائم کی جائے اوراس میں ہر شخص حسب حیثیت اپنا کچھ وقت دے اور یہ جماعت محلّہ درمحلّہ گشت کرے اور ہر مسجد میں اہل محلّہ کو جمع کر کے احکام شرع کی تلقین کرے سب کی نمازیں سنیں اورقرآن شریف کی تصحیح کرائے[۳]

(۵) مخلوط خطبہ پڑھنا ہرگز بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے[۴] امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر تاکید موجود ہے اسی طرح احادیث میں حضور اقدس ﷺ نے اس کا بہت ہی شدید حکم فرمایا ہے اوراس کے ترک پر عذاب عامہ کی وعید ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم[۵] جلد دوم پانچ صفحات میں وہ آیات واحادیث جمع فرمائی ہیں پھر باقاعدہ احتساب کے درجات وطرق وآداب کو نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ فقیہ ابوالليث سمرقندیؒ نے بستان[۶] میں مستقل ایک بابِ وعظ وتذکیر کے احکام میں لکھا ہے۔ تعجب

۱۔ مجموعة الفتوى ص۲۴۷ / ج۲ / مطبوعه یوسفی لکھنؤ باب الجمعة.

۲۔ اخرج ابن عساكرؒ عن حميد بن عبدالرحمن ان تميماالداريؓ استأذن عمرؓ ثم قال أى عمر عظ قبل ان اخرج في الجمعة فكان يفعل ذلک يوماً واحداً في الجمعة (موضوعات كبير ص۲۰ / مقدمة، مطبوعه نور محمد اصح المطابع ارام باغ كراچى)

۳۔ ثم تصيحة العامة بارشادهم الى مصالهم الدينية والدنيوية وكف الاذى عنهم وتعليمهم ما ينفعهم في دينهم ودنياهم واعانتهم عليه قولاً وفعلاً (الى قوله) وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وتخولهم بالموعظة الحسنة (مرقاة ص۲۸۹ / ج۴ / باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، مطبوعه ممبئى، فتح البارى ص۱۸۸ / ج۱ / كتاب الايمان باب قول النبى ﷺ الدين النصيحة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة مكرمة، نووى على مسلم ص۵۴ / ج۱ / كتاب الايمان باب ان الدين النصيحة، مطبوعه رشيديه دهلى.

۴۔ عمدة الرعايه على شرح وقايه ص۲۴۲ / ج۱ / تعريف الخطبة حاشيه۲ / طبع رحيميه ديوبند.

۵۔ احياء العلوم ص۲۶۹ / ج۲ / كتاب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر، مطبوعه مصر.

۶۔ بستان فقيه ابى الليث ص۲۴، ۲۲ / باب اباحة المجلس للعظة. مطبوعه فاروقى دهلى.

ہے کہ جس شئے کا امر خداوند تعالیٰ کی جانب سے صراحۃً متعدد مقامات پر موجود ہو اور اس کے ترک پر وعید بیان کی گئی ہو اس کو کیسے بدعت کہا جا سکتا ہے رہا خصوصیت کے ساتھ نماز جمعہ اور خطبہ سے قبل یا بعد نماز جمعہ سو اس کے متعلق انکار کسی جگہ وارد نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جس وقت سہولت سے آدمی جمع ہو جائیں یا جس وقت ضرورت پیش آئے اسی وقت اس فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنا چاہئے۔ جمعہ کا دن اجتماع مسلمین کا دن ہوتا ہے اس لئے اس دن کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد[۱] ص ۱۱۸/ج ۱/ میں تحریر کیا ہے کہ یوم جمعہ تذکیر اور وعظ کا دن ہے اگر جمعہ کے روز مخصوص طور پر قبل خطبہ یا بعد نماز بلا دلیل شرعی وعظ کو واجب نہیں کہا جاتا تو بدعت کہنے کی بھی گنجائش نہیں معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بدعت کے معنی سے ہی واقف نہیں۔

(۲) فسق و فجور کو چھوڑنا[۲] اور فرائض مذہبی سے واقفیت حاصل کرنا فرض ہے[۳]، اور نوافل

---

[۱] الثالثة والثلاثون انه يوم اجتماع الناس و تذكير هم بالمبدأ والمعاد وقدشرع الله سبحانه وتعالى لكل امة فى الاسبوع يوما يتفرغون فيه للعبادة ويجتمعون فيه لتذكر المبدأ والمعاد والثواب والعقاب ويتذكرون به اجتماعهم يوم الجمع الاكبر قياماً بين يدى رب العالمين وكان احق الايام بهٰذا الغرض المطلوب اليوم الذى يجمع الله فيه الخلائق وذلک يوم الجمعة الخ زاد المعاد ص۴۰۷/ج ۱/ باب الجمعة، الثالثة والثلاثون يوم اجتماع الناس وتذكيرهم بالمبدأ والمعاد، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

[۲] اتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة الخ (نووى على مسلم ص ۳۵۴/ج ۲/ كتاب التوبة، طبع سعد بكڈپو ديوبند. الجامع لأحكام القرآن للقرطبى ص ۸۰/ج ۳/ جز ۵/ سورۂ نساء تحت آيت ۱۷/ طبع دارالفكر بيروت. روح المعانى ص ۲۳۶/ج ۱۵/ جز ۲۸/ سورۂ تحريم تحت آيت ۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۳] فمعرفة فرض العين أركان الشريعة الخمسة وشرائط المعاملات (الى قوله) كل من يتولى أمراً فيجب عليه فرض عين أن يحصل لنفسه علم ذلک الشئ من الحلال والحرام الذى لا يسعه جهله ومن تركها فلا يعذر فى القيامة (اتحاف السادة ص ۱۴۴/ج ۱/ كتاب العلم، الباب الثانى فى بيان العلم المحمود والمذموم الخ، طبع دارالفكر بيروت. شامى زكريا ص ۶۱۷/ ج ۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

پڑھنا مستحب ہے[1] پھر یہ کہ تلاوت اور نوافل کا تنہائی میں موقع مل سکتا ہے اور ہر روز ممکن ہے مگر اجتماع ہر روز دشوار ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۶۱ھ

جوابات درست ہیں جواب (۴) میں اتنی بات اور قابل اضافہ ہے کہ وعظ ایسے طریق سے کہا جائے کہ سنت پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۲/۶۱ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ربیع الاول ۶۱ھ

خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ

سوال:- زید کا یہ عمل ہے کہ وہ بروز جمعہ خطبہ سے قبل جب کہ لوگ جن کا سلسلۂ آمد آغاز خطبہ تک رہتا ہے۔ سنت مؤکدہ ادا کرتے ہوتے ہیں وعظ بیان کیا کرتے ہیں اکثر و بیشتر لوگوں کو زید کے اس موقعہ پر وعظ بیان کرنے کے متعلق اس وجہ سے اعتراض ہے کہ جو لوگ نماز میں مصروف ہوتے ہیں ان کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے اور بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن زید کے نزدیک اس اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں جس کی وجہ سے اکثر لوگوں میں زید کے خلاف جذبات پیدا ہو گئے اور چند مرتبہ جھگڑا بھی ہوا ان حالات کی بناء پر بعض صاحبان نے آئندہ کے جھگڑوں فساد کو روکنے کے لئے اس مسئلہ کے پیش نظر کہ جب کہ لوگ نماز پڑھتے ہوں تو اس وقت زور زور سے بات چیت کرنا حتی کہ تلاوت کلام پاک بھی بالجہر منع ہے یہ طے

[1] النفل فی الشرع فعل ما لیس بفرض ولا واجب ولا مسنون من العبادة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۴/ فصل فی بیان النوافل، طبع مصر، حلبی کبیری ص ۳۸۳/ فصل فی النوافل، طبع لاهور، شامی زکریا ص ۴۳۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل.

کیا کہ زید کو ایسے موقع پر وعظ نہ کہنا چاہئے اور جس کسی کو وعظ کہنا ہو وہ بعد نماز جمعہ بیان کیا کریں لیکن زید کو یہ فیصلہ تسلیم نہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر ایسا امتناع نص قرآنی یا حدیث کی رو سے ہو تو وہ بتلایا جائے کہا جاتا ہے کہ زید فقہ اجماع امت اور قیاس مجتہدین کا قائل نہیں۔

پس اگر بصورت متذکرۂ صدر کسی قسم کا بھی بآواز بلند وعظ کہنا جس سے نماز میں خلل پیدا ہو درست و جائز نہیں تو اس کی تصدیق فرمائی جائے اور ساتھ ہی نص قرآنی و حدیث سے ایسے امتناع کے متعلق حوالہ دیا جائے تا کہ اس نزاع کا خاتمہ ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلياً

اخرج ابن عساكر عن حميد بن عبدالرحمن ان تميما الداری اِسْتَأْذَنَ عُمَرَؓ فِی الْقَصَصِ سِنِیْنَ فَاَبیٰ اَنْ یَّأْذَنَ لَهٗ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا اَکْثَرَ عَلَیْهِ قَالَ لَهٗ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقْرَأُ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنَ وَاٰمُرُهُمْ بِالْخَیْرِ وَاَنْهَاهُمْ عَنِ الشَّرِّ قَالَ عُمَرُؓ ذٰلِکَ الذِّبْحُ ثُمَّ قَالَ عِظْ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ فِی الْجُمُعَةِ فَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَوْماً وَاحِداً فِی الْجُمُعَةِ اهـ موضوعات کبیر[1]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ کو بار بار درخواست کرنے پر جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ کی اجازت دیدی تھی اور وہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور خروج خطیب پر وعظ ختم کر دیا کرتے تھے اگر بعد نماز جمعہ مجمع ٹھہر جایا کرے تو اس وقت وعظ کہہ دیا جائے ورنہ جمعہ سے قبل وعظ کہہ دیا جائے اور سامعین آ کر شریک وعظ ہوتے رہیں اور خطبہ سے دس منٹ قبل وعظ ختم کر دیا جائے اور سب سنتیں پڑھ لیا کریں۔ اس صورت میں سنتوں میں بھی خلل نہیں آئیگا اور وعظ بھی ہو جایا کریگا۔ یا سنتیں مکان پر پڑھ کر آئیں تو زیادہ بہتر

---

[1] موضوعات کبیر ص ۲۰/ (مطبوعہ کراچی) قبل حرف الهمزه مقدمة.

ہے[1]۔ تاہم جب مفاہمت کی صورت ہوسکتی ہے تو نزاع کیوں پیدا کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ربیع الاول ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الاول ۷۰ھ

جمعہ سے پہلے وعظ

سوال:- ہمارے یہاں جامع مسجد میں امام صاحب اذان کے بعد فوراً سنتوں سے پہلے وعظ وتعلیمی تقریر شروع کردیتے ہیں جس میں ضروری مسائل کی تعلیم ہوتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب جب تعلیمی تقریر و دینی مسائل سمجھاتے ہیں تو اس وقت سب کو خاموش رہ کر سننا چاہئے۔ یہ طریقہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت تمیم داریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ ملا علی قاریؒ[2] نے اس کو نقل کیا ہے۔ اذان خطبہ سے دس منٹ پہلے تقریر ختم کردی جائے تاکہ سب لوگ سنت سہولت سے ادا کرلیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۸۹ھ

---

[1] والافضل فی السنن أداؤها فی المنزل إلا التراویح (بحر کوئٹه ص ۵۰/ج ۲/ باب الوتر والنوفل. عالمگیری ص ۱۱۳/ج ۱/ الباب التاسع فی النوافل، طبع کوئٹه. شامی کرچی ص ۲۲/ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی الکلام علی حدیث النهی عن النذر.

[2] ان تمیم الداری استأذن عمر فی القصص سنین فابی ان یاذن له فاستأذنه فی یوم واحد لما اکثر علیه قال له ماتقول قال اقرأ علیهم القرآن وآمرهم بالخیر وانهاهم عن الشرقال عمر ذلک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعة. الموضوعات الکبیر ص ۲۰/ مقدمة، مطبوعه کراچی.

اذان خطبہ سے پہلے وعظ

سوال:- ہم نے ایک مسئلہ کے متعلق چند سوال ارسال کئے تھے جسکا جواب ملا، مسئلہ خطبۂ جمعہ کے متعلق تھا، اور یہ سوال تھا کہ جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے اردو میں وعظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو جناب نے یہ جواب ارسال فرمایا کہ جماعت کے مشورہ سے پہلے اذان کے ساتھ ہی وعظ شروع کر دینا اور خطبہ اولیٰ اذان سے دس بارہ منٹ پہلے قطعاً بند کر دینا تا کہ سنت پڑھنے والوں کو سنت ادا کرنے کا پورا وقت ملجائے اسی کے ساتھ میں نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ پہلی اذان کے بعد وعظ کرنا امام یا مقتدی میں سے کسے جائز ہے ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے وعظ (صرف حدیثیں) بیان کرنے کے لئے حضرت تمیم داریؓ اور ابو ہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی تھی مگر حضرت عمرؓ نے پہلے تو اجازت نہیں دی مگر کچھ عرصہ کے بعد اجازت دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ میرے آنے سے پہلے وعظ قطعاً بند ہو جانا چاہئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد جو وعظ کی جاتی ہے وہ مقتدی کیا کرتے تھے نہ کہ امام، اب آپ سے استدعا یہ ہے کہ پہلی اذان کے بعد کتاب دو ہاتھ میں لیکر وعظ کرنا امام ومقتدی دونوں میں سے کسی کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان کے بعد جب مقتدی کو وعظ کہنا حدیثیں سنانا شرعاً درست اور دور صحابہ سے ثابت ہے[1]، تو امام کے لئے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، اصل تو یہ ہے کہ امام ہی وعظ کہے لیکن

---

[1] اخرج ابن عساکر عن حمید بن عبد الرحمان ان تمیما الداریؓ استأذن عمرؓ عنه فی القصص سنین فابی ان یأذن له فاستأذن فی یوم واحد فلما اکثر علیه قال له: ما تقول؟ قال: اقرأ علیهم القرآن وآمرهم بالخیر وانها هم عن الشر قال عمرؓ ذلک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجعمة فکان یفعل وذالک یوماً واحداً فی الجعمة (موضوعات کبیر ص ۲۰ / مقدمة مطبوع نور محمد، آرام باغ کراچی)

اگر امام دیگر دینی امور میں زیادہ مشغول اور عدیم الفرصت ہو تو مقتدی یہ کام انجام دے دے، خواہ دینی معتبر کتاب دیکھ کر ہو یا خواہ بلا کتاب لئے ہوئے سب طرح درست ہے مگر بات جو کہی جائے وہ صحیح ہونی چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

جمعہ کی دو اذان کے درمیان وعظ

سوال:- کسی قصبہ میں ایک عظیم مشہور زمانہ کی دینی درسگاہ ہے جس کے اندر ایک جامع مسجد بھی ہے، جامع مسجد میں نماز جمعہ کا وقت مقرر ہے، مقررہ وقت پر نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے قصبہ سے ہر طبقے کے لوگ کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، آواز ہر شخص تک پہونچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے، ایک ہے مولوی ''ص'' صاحب ہیں جو دین کی تبلیغ کے لئے بے حد خواہش مند ہیں، چنانچہ دینی درسگاہ کی جامع مسجد میں (جہاں روز ہی دین کی تبلیغ درس کی شکل میں ہوتی ہے) جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان سنت پڑھنے والے وقت میں انہوں نے دین کی تبلیغ کا وقت منتخب کیا ہے، اور ہر جمعہ کو دونوں اذانوں کے درمیان اللہ ورسول کی باتیں سنانے کھڑے ہوجاتے ہیں، بلکہ اسکا ایک سلسلہ قائم کررکھا ہے، جس سے سنت پڑھنے میں بے حد خلل پڑتا ہے، بسا اوقات لوگ بغیر کوئی آیت پڑھے محض اٹھ بیٹھ کر سنت کی تعداد پوری کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، کیونکہ لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کی تیز آواز میں کوئی آیت پڑھی نہیں جاتی، علاوہ ازیں اگر مولوی صاحب موصوف تقریر کو طول کردیتے ہیں تو فرض نماز جمعہ میں بھی تاخیر ہوجاتی ہے، جس سے کسی کی ٹرین چھوٹ جاتی ہے تو کسی کی بس، یا کوئی اپنے عزیز کی نماز جنازہ میں شرکت سے محروم ہوجاتا ہے، جو کسی دوسری جامع مسجد میں پڑھنی

---

[1] ومن آفات القصاص ان یحد ثوا کثیرا من العوم بما لا تبلغه العقول والافهام فبلغوا فی العتقاد السیئه هذا لو کان صحیحاً فکیف اذا کان باطلاً؟ موضوعات کبیر ص ۱۹ / مقدمة فصل احوال الوعاظ نور محمد آرام باغ کراچی)

ہوتی ہے، اور ملازم پیشہ اشخاص الگ ڈیوٹی پر تاخیر سے پہونچ پاتے ہیں، اللہ اور رسول کی باتیں سننا کسی مسلمان کو بار نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان کا وقت اس کے لئے منتخب کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ جو لوگوں کی بے چینی کا باعث ہے، فرض کی ادائیگی سے پہلے گویا لوگوں کو زبردستی تقریر سننے پر مجبور کیا جاتا ہے، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا جائے کہ کیا جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان سنت پڑھنے والے وقت میں مزکورہ بالا حالات میں وعظ فرمانا اور اس کا سلسلہ قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو بتایا جائے کہ آغاز اسلام سے اب تک کسی دور میں ایسا سلسلہ رہا اور یہ کہ اس سے سنت کی نماز ناقص رہ جاتی ہے، تو اس کا عذاب کس کے سر ہوگا؟ نمازی کے یا مخل ہونے والے عالم دین مولوی ''ص'' صاحب کے درسگاہ کے ارباب حل وعقد کو جو مولوی ''ص'' صاحب کو پیہم دخل اندازی کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر صورت یہ ہے کہ باہمی مشورہ سے اس طرح طے کرلیں کہ اذان اول ہوتے ہی دین کے ضروری مسائل واحکام کو بیان کرنا شروع کردیا جائے اور سامعین آآ کر بیٹھتے اور سنتے رہیں، اذان سے آٹھ دس منٹ پہلے بیان ختم کردیا جائے اس وقت سب لوگ سنتیں اطمینان سے ادا کرلیا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ دین کی تبلیغ بھی ہوجایا کرے گی اور سنتوں میں بھی خلل نہیں ہوگا ممکن ہے کہ کچھ اہل علم حضرات ایسے ہوں جن کو دینی احکام ومسائل سننے کی ضرورت نہ ہو بلکہ ان کو پہلے سے معلوم ومحظوظ ہوں اور ان کو تقریر ووعظ سے گرانی ہوتی ہو، لیکن مسلمانوں کی اکثریت ایسی نہیں بلکہ وہ محتاج ہیں کہ ان کو احکام ومسائل بتائے جائیں ان کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے عموماً اپنے دنیاوی مشاغل میں مسلمان اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ ان کو دینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا جمعہ میں ان کو موقع ملجائے تو ان کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اس میں کھنڈت نہ ڈالیں، حضرت عمر فاروقؓ کی اجازت ومشورہ سے حضرت تمیم داریؓ اذان خطبہ سے قبل ہر جمعہ کو

وعظ بیان فرمایا کرتے تھے، ملا علی قاریؒ نے اس کو نقل کیا ہے[1]، حضرت ابو ہریرہؓ منبر پر ہاتھ رکھ کر بیان فرمایا کرتے تھے[2]، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہفتہ میں ایک روز بیان فرمایا کرتے تھے[3]، آپ حضرات بھی اپنی بستی میں اس کا انتظام کرلیں تو کیا اچھا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ میں قال اللّٰہ تعالیٰ فاعوذ باللّٰہ پڑھنا

سوال:- زید تقریر کرتے وقت خطبۂ مسنونہ کے بعد یوں کہتا ہے اما بعد **قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الکریم فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. یا یھا الذین اٰمنوا** الخ دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ **قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الکریم.** کے بعد **فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.** پڑھنا بآواز بلند بلا قباحت شرعی درست وصحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح پڑھنا خلاف احتیاط ہے وہ یہ کہ بظاہر **فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم قال اللّٰہ تعالیٰ** کا مقولہ بنجاتا ہے۔ حالانکہ یہ قال اللہ تعالیٰ کا مقولہ نہیں اس لئے اس طرح

---

[1] ان تمیا الداری استأذن عمر فی القصص سنین (الی قولہ) ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوما واحداً فی الجمعة (موضوعات کبیر ص ٢٠/ مقدمہ، احوال الوعاظ، مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

[2] عاصم بن محمد بن زید عن ابیہ قال : کان ابو ھریرة یقوم یوم الجمعة الی جانب المنبر فیطرح اعقاب نعلیہ فی ذراعیہ ثم یقبض علی رمانة المنبر یقول : قال ابو القاسم ﷺ، قال محمدؐ قال رسول اللہ ﷺ قال الصادق المصدوق ﷺ الخ (مستدرک حاکم ص ١٩٠/ ج ١/ کتاب العلم حدیث (٣٦٧/٧٨)، مطبوعہ در الکتب العلمیة بیروت)

[3] عن شقیق قال کان عبد اللہ ابن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس (مشکاة شریف ص ٣٣/ کتاب العلم الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

نہیں پڑھنا چاہیئے۔کذا فی ردالمحتار[1] ص ۵۸۷/ج ۱/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ سے پہلے نعت ونظم

سوال:- جمعہ کے خطبہ سے پہلے نعت شریف یا کوئی نظم پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ثابت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ کا سننا جمعہ کے لئے شرط نہیں

سوال:- اگر کوئی شخص جمعہ کے اندر خطبہ نہ سننے پائے اور جب جمعہ کی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوجائے تب آکر شریک ہوتو کیا اس کی جمعہ کی نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس کی نماز جمعہ ادا ہوجائے گی کیونکہ خطبہ کا سننا ہر شخص کے لئے شرط نہیں الـــرابـع

---

[1] جرت العادة اذا قرأ الخطيب الآية انه يقول : قال اللّٰه تعالىٰ : بعد اعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم من عمل صالحاً: الجاثية الآية ۱۵/ وفيه ايهام ان اعوذ باللّٰه من مقول اللّٰه تعالىٰ الى قوله فالاولى ان لا يقول قال اللّٰه تعالىٰ الخ شامي زكريا ص ۲۱/ج ۳/ مطبوعه كراچى، ص ۱۴۸/ج ۲/ باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب قال اللّٰه تعالىٰ اعوذ باللّٰه الخ.

[2] خطبہ سے پہلے وعظ کہنا بعض روایتوں سے منقول ہے مگر خطبہ سے پہلے اشعار پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے۔البتہ فقہاء نے خطبہ کے اندر اشعار پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ولا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى ﷺ والصحابةؓ (الى قوله) وكذا قراءة الاشعار الفارسية والهندية فيهما الخ، عمدة الرعاية على شرح الوقاية ص ۲۴۲/ج ۱/ تعريف الخطبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

الخطبة الخامس كونها قبلها بحضرة جماعة تنعقد بهم ولو كانوا صُماً او نياماً اهـ (درمختار[1]) ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۴ھ

خطبۂ جمعہ وعید کا نہ سننا

سوال:- جمعہ اورعید کا خطبہ پڑھنے کے وقت اس کا سننا غیر ضروری سمجھ کر نہ سننا اور چلا جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

سننا واجب ہے اوراس کو غیر واجب سمجھنا اور چلا جانا درست نہیں۔ وكل ماحرم فى الصلوٰة حرم فيها اى الخطبة فيحرم اكل وشرب و كلام بل يجب عليه ان يستمع ويسكت وكذايجب الا ستماع لسائر الخطب كخطبة النكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد اهـ درمختار ج ا ص ۸۵۸[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۶ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

---

[1] الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۵۴۳/ج ا/ باب الجمعة، فتح القدير ص ۲۰/ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. بدائع زكريا ص ۵۹۶/ج ا/ محظورات الخطبة، حلبى كبيرى ص ۵۵۵/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۵۱/ج ا/ باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، حلبى كبير ص ۵۶۰/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. بدائع زكريا ص ۵۹۵/ج ا/ محظورات الخطبة. مجمع الانهر ص ۲۵۴/ج ا/ قبيل باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

خطبۂ جمعہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا

سوال:-(١) زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دینا بدعت سئیہ ہے۔تو یہ بدعت سئیہ ہے یا نہیں؟

(٢) بہت سی مساجد میں عصا ہاتھ میں لینے کا معمول ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(٣) اگر بدعت نہیں ہے بلکہ مستحب وسنت ہے تو اس کو بدعت قرار دینے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(١) خطبہ جمعہ کے وقت عصا کا ہاتھ میں لینا بدعت سئیہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔جیسا کہ طحطاوی مصری باب الجمعہ ص ٤٢١ رمیں ہے[1]۔

(٢) وہاں کا یہ معمول درست ہے، بدعت نہیں[2]۔

(٣) ایسا کہنا ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو کسی عالم کے ذریعہ سے تفہیم کرادیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٢٤/١٢/٨٩ھ

تلوار یا کمان لے کر خطبۂ جمعہ پڑھنا

سوال:- فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ٦٧ ر باب جمعہ شرائط خطبہ میں یہ عبارت ہے

---

[1] ثبت انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام خطیباً بالمدینة متکأً علی عصا أوقوس کما فی أبی داؤد وکذا رواہ بن عاز ب عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصححہ ابن السکن.طحطاوی مصری ص ٤٢١/ باب الجمعة. ابوداؤد شریف ص ١٥٦/ ج ١/ کتاب الصلاة، باب الرجل یخطب علی قوس، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص ٤١/ ج٣/ باب الجعمة، قبیل مطلب اذا شرک فی عبادتہ الخ.

[2] حوالۂ بالا۔

ویکرہ ان یخطب متکئاً علیٰ قوسٍ اوعصا کذافی الخلاصة وھٰکذا فی المحیط.

اس کا کیا مطلب ہے تحریر فرمائیں اور ساتھ ہی اس کا حکم بھی؟

الجواب حامداًومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری میں باب الجمعہ میں شرائط خطبہ کا کوئی عنوان نہیں۔ ہاں شرائط جمعہ کے ذیل کو بھی ذکر کیا ہے، پھر خطبہ کی سنتیں شمار کی ہیں۔ اسی ذیل میں خطبہ کے بعض مستحبات، مباحات، مکروہات کو بھی لکھا ہے اسی میں عبارت منقولہ فی السوال بھی[1] ہے ویکرہ پر ایک چھوٹا سا نون بھی بنا ہوا ہے جو نسخہ کی علامت ہے طحطاوی[2] علی مراقی الفلاح میں اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے **وناقش فیہ ابن امیر الحاج بانہٗ ثبت انہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام خطیباً بالمدینة متکئاً علی عصا اوقوس کمافی ابی داؤد کذارواہ البراء ابن عازب عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصححہ ابن السکن اھـ** بذل المجہود شرح ابی[3] داؤد ص۱۸۲/ج ۲/ میں یہ حدیث مذکور ہے۔ جو چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور خصوصیت کی کوئی دلیل نہ ہو اور اس کے نسخ پر بھی دلیل نہ ہو اس کو مکروہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مسئلہ فتاویٰ دارالعلوم[4] دیوبند ص۸۶/ج ۵/ اور فتاویٰ دارالعلوم شائع کردہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ ص۳۰۹/ج ۱/و۲/[5] اور امداد الفتاویٰ[6] ص۳۴۱/ج ۱/ میں بھی مذکور ہے شامی[7]

---

[1] عالمگیری ص۱۴۸/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجعمة، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۱۲۴/ج ۱/ باب الجمعة، مکتبہ مصری.

[3] بذل المجھود ص ۱۸۲/ج ۲/ باب الرجل یخطب علی قوس مکتبہ رشیدیہ سھارنپور

[4] فتاوی دارالعلوم ص۸۸/ج۵/ باب الجمعة، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند.

[5] امداد المفتیین ص۳۷۶/ج۲/ مطبوعہ کراچی. عزیز الفتاوی ص۲۹۶/ج ۱/ مطبوعہ کراچی.

[6] امداد الفتاوی ص ۶۸۰،۸۱/ج ۱/ باب الجمعة والعیدین، مطبوعہ ادارہ تصنیفات اولیاء دیوبند.

[7] شامی زکریا ص ۱۴/ج۳/ باب الجمعة، قبیل مطلب اذا شرک فی عبادتہ العبرة للاغلب.

ص ۵۵۳/ج ۱/ میں بھی ہے۔ شرح سفر السعادۃ[۱] ص ۲۰۹/ میں ہے کہ منبر بننے سے پہلے عصا یا قوس لے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے منبر بننے کے بعد بلا عصا وقوس کے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۴ھ

خطبہ کے وقت لاٹھی ہاتھ میں لینا

سوال: - جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے وقت لاٹھی لینا سنت ہے یا واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واجب نہیں سنت (غیر مؤکدہ) ہے۔ **ویکرہ ان یتکأ علی قوس اوعصا اھ درمختار قال الشامی متوکئًا علی عصا اوقوس اھ ونقل القهستانی عن عید المحیط ان اخذ العصاسنة اھ**[۲] رد المحتار ج ۱/ ص ۷۶۴/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/ رجب ص ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

خطبہ کے بعد امام کا منبر سے اتر کر مصلے پر بیٹھنا

سوال: - جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بعد امام کا ممبر سے اتر کر مصلے پر قبلہ رو بیٹھنا

---

[۱] ایں یعنی اعتماد برکمان یا عصا پیش از اں بود کہ منبر ساخت اما بعد از اتخاذ منبر محفوظ نیست کہ بر چیزے اعتماد کردنہ عصا و نہ کمان ونہ غیر آں (شرح سفر السعادۃ ص ۲۰۹ فصل در خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ نول کشور۔

[۲] **الدر المختار مع الشامی ص ۵۵۳/ج ۱/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة، مکتبہ نعمانیہ.**

پھر اقامت کے حی علی الصلوٰۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب خطبہ ختم ہو فوراً تکبیر شروع کردی جائے یعنی خطبہ کے ختم کے ساتھ تکبیر کا شروع متصل ہوجائے۔ اور جب امام منبر سے مصلے پر پہو نچے تو تکبیر ختم ہوجائے۔ **ویوذن ثانیاً بین یدیه فاذا اتم اقیمت (درمختار)**. **(قوله فاذا اتم) ای الامام الخطبة (قوله اقیمت) بحیث یتصل اول الاقامة بآخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة الخ** ص۵۵۲/ج۱/شامی[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دعا بین الخطبتین

سوال:- مفتاح الصلوٰۃ میں بروز جمعہ بوقت جلسہ بین الخطبتین دعا مانگنے کو جائز لکھا ہے کیا بروئے اقوال معتبرہ احناف واحادیث خطبتین کے درمیان دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کر یا بلا ہاتھ اٹھائے جائز ہے یا مکروہ ہے اور بغیر زبان ہلائے دل میں دعا مانگ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت دل سے دعا مانگے زبان سے نہ مانگے ہاتھ بھی نہ اٹھائے۔ **وسئل علیه السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام الیٰ ان یتم الصلوٰة وهو الصحیح الدر المختار** ص۵۵۴/ج۱/ **قال فی المعراج فیسن الدعاء بقلبه لا بلسانه لانه**

---

[1] شامی کراچی ص۱۶۱/ج۲/ شامی زکریا ص۳۸/ج۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة.

ماموڑ بالسکوت. ردالمحتار[۱] ص ۵۵۴/ ج ۱/ نعمانیه. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف ۱۸/ شعبان ۵۷ھ

خطبۂ اولیٰ کے اخیر کی دعا

سوال:- ایک صاحب خطبۂ اولیٰ کے اخیر میں دعائیہ الفاظ یوں ادا کرتے ہیں۔ استغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المؤمنین الخ زید کہتا ہے کہ یہاں لسائر المؤمنین کی جگہ لسائر المسلمین بہتر ہوگا۔ لفظ مسلم عام ہے اور مومن خاص ہے۔ مسنون دعاؤں میں عمومی الفاظ کا بکثرت استعمال اس بات کا شاہد عدل ہے۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب اگر زید کی بات مان کر خطبہ میں استغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین، ولسائر المؤمنین کی جگہ پڑھ دیا کریں تو زید کا دل بھی خوش ہو جائے گا اور دعا میں عموم بھی ہو جائے گا[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۲/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی ساعة الاجابة یوم الجمعة. ابوداؤد شریف ص ۱۵۰/ ج ۱/ باب الاجابة ای ساعة هی فی یوم الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۵/ مطبوعه مصری، باب الجعمة، تاتارخانیه ص ۶۹/ ج ۲/ شرائط الجعمة، مطبوعه کراچی.

[۲] عن سمرة ابن جندب ان رسول اللہ ﷺ کان یستغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کل جمعة (مجمع الزوائد ص ۴۱۸/ ج ۲/ کتاب الصلاة، باب الاستغفار للمؤمنین یوم الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت) ویدعو للمسلمین الخ شامی زکریا ص ۲۱/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب قال اللہ تعالیٰ الخ. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۵۶/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر.

جمعہ کی نماز میں خطبہ کے درمیان دعاء

سوال:- دعاء کی حد کیا ہے خطبات موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضورؐ نے دعاء سے منع فرمایا ہے، اوراس کی حد ہونا چاہئے کر کے لکھا ہے اس کی کیا حد ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس چیز کا آدمی کو حق نہ ہواس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے[۱] یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر دعا مانگنا منع ہے بلکہ جب تک دل لگے دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، شب وروز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ اورنماز جمعہ میں فصل کی مقدار

سوال:- (۱) اختتام خطبۂ جمعہ اورافتتاح جماعت کے درمیان کسی مجبوری کے تحت یا بلا مجبوری پانچ دس منٹ ٹھہرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ نیز خطبۂ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان

---

۱ ویحرم سوال العافية مدى الدهر او المستحيلات العادية قيل والشرعية والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر الدر المختار على الشامى كراچى ص ۵۲۲/ج ۱/ مطلب فى الدعاء بغير العربية. باب آداب الصلاة، طحطاوى على المراقى ص ۲۵٦/ فصل فى صلاة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض.

۲ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلىٰ كُلِّ اَحْيَانِهٖ، مسلم شريف ص ۱٦۲/ج ۱/ باب الحيض، باب ذكر الله تعالىٰ فى حال الجنابة وغيرها، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند. ترمذى شريف ص ۱۷٦/ج ۲/ ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، مطبوعه المكتبة الاشرفيه ديوبند. ابوداؤد شريف ص ۴/ج ۱/ كتاب الطهارة، باب فى الرجل يذكر الله تعالىٰ على غير طهر، سعد بكڈپو ديوبند.

بزبان اردو اسی خطبہ کا ترجمہ یا اس سے متعلق کوئی تقریر وغیرہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ مقتدی اس کو اچھا سمجھتے ہوں، نیز خطبۂ علمی وغیرہ ہر ماہ کا خطبہ الگ الگ بالترتیب لکھا ہے۔ کیا اس طرح ترتیب سے پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ نیز الوداع کے جمعہ کو الوداع کے خطبہ کے علاوہ کوئی دوسرا خطبہ پڑھ لے تو کیا افضل کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح رمضان میں رمضان کے خطبہ کے علاوہ دوسرا خطبہ پڑھنا۔

(۲) ایک ایسا گاؤں جس کی کل ہندو مسلم آبادی تقریباً دو ڈھائی سو ہے لیکن وہاں ضرورت زندگی کے کل سامان مل جاتے ہیں تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک اور گاؤں ہے جہاں کی کل ہندو مسلم آبادی تقریباً تین چار سو ہے۔ اور ہفتہ میں دو دن بازار لگتا ہے جس میں تمام ضروری اشیاء مل جاتی ہے، تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے؟

(۳) دو ایسے گاؤں جن میں جمعہ شرعاً جائز ہے۔ اگر دونوں گاؤں کی دوری تقریباً ایک میل ہے اور ان دونوں گاؤں کے بیچ میں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف ایک سو طالب عالم رہتے ہیں تو اس مدرسہ کا کیا حکم ہے؟ آیا وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں یا وہ مدرسہ بھی گاؤں ہی کا جز قرار دیا جائے گا؟

(۴) ایک ایسا گاؤں جہاں ضروری اشیاء ہر وقت مل جاتی ہیں اور آبادی بھی تقریباً ایک ہزار ہے لیکن مسلمانوں کی کل تعداد اس گاؤں میں صرف پچاس ساٹھ ہے، تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے؟

(۵) ہمارے یہاں ایک عارضی طور پر میلہ لگتا ہے صرف سال بھر میں ایک ماہ کیلئے، تو کیا اس میلہ میں کچھ لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز جواز جمعہ کے لئے تقریباً کتنے آدمی ہونے چاہئیں یعنی جماعت کے لئے۔ نیز دس آدمی سفر کرتے کرتے ایسے گاؤں میں پہونچے جہاں کے لوگوں پر جمعہ جائز نہیں ہے اور ان کو جائز ہے تو کیا یہ لوگ اس گاؤں میں جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز بزبانِ اردو خطبہ کسی مجبوری کے تحت جائز ہے یا نہیں جبکہ

وہاں عربی پڑھنے والا کوئی نہیں ہے اوران لوگوں پر جمعہ واجب ہے تو کیا کرنا چاہئے۔ نیز دس آدمی گاؤں سے ایک ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر کام کررہے ہیں، تو کیا وہاں یہ لوگ جمعہ ادا کرسکتے ہیں یانہیں؟ نیز خطبہ کی کم سے کم مقدار کیا ہے نزدیک حنفیہ وحنابلہ وشوافع ومالکیہ؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ویؤذن بین یدیه اذا جلس علی المنبر فاذا اتم اقیمت ویکره الفصل بامر الدنیا. ذکرهٗ العینی اهـ درمختار قولهٗ فاذا اتم ای الامام الخطبة قولهٗ اقیمت بحیث یتصل اول الاقامة باٰخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة اه شامی قوله بامر الدنیا اما بنهی عن المنکر او امر بمعروف فلا وکذابوضوء او غسل لوظهر انه محدث اوجنب کمامر بخلاف اکل وشرب حتی لو طال الفصل استانف الخطبة کما مر. فافهم اهـ (شامی[1]) ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیته فتغدی اوجامع واغتسل استقبل خلاصة ای لزوماً لبطلان الخطبة درمختار. ولا یعد الغسل فاصلاً لانه من اعمال الصلوٰة ولکن الاولیٰ اعادتها کما تطوع بعدها او افسد الجمعة او فسدت بتذکر فائتة کمافی البحر قولهٗ فان طال الظاهر انهٗ یرجع فی الطول الیٰ نظر المبتلی اه شامی[2] ص ۵۵۲/ج ۱/.

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ آخر خطبہ کے ساتھ ہی اقامت شروع کردی جائے۔ اورامام منبر سے اتر کر جب مصلی پر پہونچے تو اقامت ختم ہوجائے۔ دنیاوی کام کی وجہ سے خطبہ اوراقامت میں فصل نہ ہو، نماز ہی سے متعلق کسی شی کا فصل ہوجائے تو مضائقہ نہیں، فصل

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۸،۳۹/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۴/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ. تاتارخانیه کراچی ص ۶۲/ج ۲/ شرائط الجمعة.

طویل ہوجائے تو خطبہ کا اعادہ کیا جائے مقدارِ طول رائے مبتلیٰ بہ پر موقوف ہے جب کہ وہ صاحب الرائے ہو۔ خطبۂ جمعہ خالص عربی میں ہونا چاہئے۔ درمیان میں کوئی تقریر یا ترجمہ غیر عربی میں نہ کریں[۱]۔ خطبۂ علمی کی پابندی ضروری نہیں۔ کسی مہینہ اور کسی عشرہ کے لئے کوئی خطبہ متعین طور پر لازم نہیں کہ بغیر اس کے جمعہ کی شرط ہی ادا نہ ہونے کا حکم کردیا جائے۔

(۲) آج کل عرف عام میں بڑی بستی جہاں جمعہ جائز ہے[۲]، وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، مستقل بازار ہو، ڈاکخانہ ہو، ضروری پیشہ ور رہتے ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہو، کچہری یا گرام سماج ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں۔ دوڈھائی سو کی آبادی میں یا تین چارسو کی آبادی میں عامۃً یہ سب مجموعی چیزیں نہیں ہوتیں بلکہ دوڈھائی ہزار کی بستی میں بھی مشکل سے ہوتی ہیں۔

(۳) وہاں جمعہ جائز نہیں وہ کسی گاؤں کا جز قرار نہیں دیا جائے گا۔ لا الیٰ ھؤلاء. ولا الیٰ ھؤلاء[۳].

(۴) مذکورہ بالا جوابات سے اس کا جواب ظاہر ہے۔

(۵) اگر وہ بڑی بستی نہیں (جس کی تشریح (۲) میں آچکی ہے) تو محض میلے کی وجہ سے وہاں جمعہ درست نہیں امام کے علاوہ تین نمازی ہوں تب بھی شرط جماعت متحقق ہوجائے گی[۴]۔

---

[۱] لا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثه : من النبی ﷺ والصحابة فيكون مكروها تحريماً عمدة الرعاية حاشية شرح وقاية ص ۲۴۲ / ج ۱ / باب الجمعة، مكتبه رحيميه ديوبند.

[۲] عن أبي حنيفة أن بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح شامي نعمانيه ص ۵۳۶ / ج ۱ / اول باب الجمعة.

[۳] **ترجمہ**:- نہ اس طرف ہے اور نہ اس طرف یعنی دونوں گاؤں میں سے کسی میں داخل نہیں۔

[۴] السادس الجماعة هم ثلاثة رجال غير الامام (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۱۸ / باب الجمعة، طبع مصر، ملتقى الابحر مع مجمع الانهر ص ۲۴۹ / ۱ / باب الجعمة، دارالكتب العلمية بيروت، تاتار خانيه ص ۵۷ / ج ۲ / شرائط الجمعة، طبع كراچی.

وہ لوگ مسافر ہیں ان پر جمعہ نہیں[۱] اور جس بستی میں پہونچے جہاں شرائط موجود نہیں، اس لئے ان کو وہاں جمعہ کی اجازت نہیں۔ اردو میں خطبۂ جمعہ کی اجازت نہیں[۲]۔ خطبہ میں سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر، التحیات، درودشریف اوراس کے بعد کی دعا اور قُل ھُوَ اللّٰہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں، ان کے پڑھنے سے بھی خطبہ ادا ہوجائے گا۔ جولوگ آبادی سے باہراور مقام پر ہوں کہ وہ فناء مصر نہ ہوں تو ان کو وہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ مقدارِ تشہد پڑھنے سے حنفیہ کے نزدیک خطبہ ادا ہوجائے گا (کذا فی ردالمحتار[۳]) دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق خود ان کے متبعین سے کی جائے جو قول ان کے نزدیک راجح ہو وہ متعین فرمادیں گے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۹ھ

مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے

سوال:- ایک لڑکا بالغ یا مراہق جمعہ کا خطبہ پڑھے اور بڑی عمر کا آدمی جو اس وقت پہلے بھی موجود ہو نماز پڑھادے جائز ہے یا نہیں بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

افضل اور اشہر یہ ہے کہ امام اور خطیب ایک ہی ہونا چاہئے تاہم اگر مراہق ذی شعور

---

[۱] شروط وجوبها أی الجمعة ستة الاقامة بمصر فلا تجب علی المسافر (مجمع الانهر ص ۲۵۰/ ج ۱/ باب الجمعة، دارالکتب العلمعة بیروت. تاتار خانیه ص ۷۰/ ج ۲/ شراط الجمعة، مطبوعه کراچی، بحر کوئٹه ص ۱۵۱/ ج ۲/ باب الجعمة.

[۲] عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایه ص ۲۴۲/ ج ۱/ حاشیه ۲/باب الجعمة، مکتبه رحیمیه دیوبند.

[۳] وکفت تحمیدة اوتهلیلة او تسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة واقله قدر التشهد الواجب الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص ۵۴۳/ ج ۱/ مطب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. تاتارخانیه کراچی ص ۶۳/ ج ۲/ شرائط الجعمة. بحر کوئٹه ۱۴۹/ ج ۲/.

خطبہ پڑھے اور بالغ آدمی نماز پڑھائے تب بھی درست ہے لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز وھو المختار الدر المختار[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سامعین کو حالت خطبہ میں درود شریف پڑھنا

سوال:- جمعہ کے خطبہ میں اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا جاوے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ دل دل میں پڑھ لے جیسے آیۃ اِنَّ اللہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ پڑھی جائے۔ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں کہ درود شریف پڑھنا اچھا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں درود شریف دل میں پڑھ لے۔ والصواب ان یصلی علیٰ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ قولہ فی نفسہ بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانھم فسروہ بہ وعن ابی یوسفؒ قلباً. ایتماراً لامری الانصات والصلوٰۃ علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کمافی الکرمانی اھ شامی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۵۵۲/ج ۱/ مطبوعہ کراچی ص ۱۶۲/ج۲/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب. البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۷/ج۲/ باب الجمعۃ، طحطاوی علی المراقی ص۴۱۵/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر.

[2] شامی نعمانیہ ص ۵۵۱/ج ۱/ باب الجمعۃ. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۴،۴۲۵/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر. تاتارخانیہ ص۶۷/ج۲/ شرائط الجمعۃ، مطبوعہ کراچی.

خطبہ کے وقت خطیب کی طرف رخ ہو یا قبلہ کی طرف

سوال:- خطبۂ جمعہ سننے کی غرض سے سامعین اگر خطیب کی طرف منہ نہ کر کے قبلہ رو متوجہ ہوکر خطبہ سنا کریں تو کیا حرج ہے کیا ایسا فعل زیادتی ثواب سے محرومی کا باعث ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھ حرج نہیں بلکہ یہ فعل احسن ہے۔ **قال شمس الائمة من كان امام الامام استقبل بوجهه ومن كان عن يمين الامام اويساره انحرف الى الامام وقال السرخسي الرسم في زماننا استقبال القبلة وترك استقبالهم الخطيب لما يلحقهم من الحرج بتسوية الصفوف بعد فراغ الخطيب من خطبته لكثرة الزحام قال وهٰذا احسن اهـ** طحطاوی ص ۲۸[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

خلفاء راشدین کا تذکرہ خطبۂ جمعہ میں

سوال:- خلفاء راشدین کے ناموں کا تذکرہ کرنا جمعہ کے خطبہ میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام خطبۂ جمعہ میں لینا اور ان کے مناقب وفضائل بیان کرنا شرعاً نہایت پسندیدہ ہے۔ شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تاکید ہے اس کو بند نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۱/۱۱/۲۵ھ،

الجواب صحیح: العبد محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۱/ باب الجمعة، مكتبه مصرى. تاتارخانيه كرچى ص ۶۲/ ج ۲/ شرائط الجمعة، بحر ص ۱۴۸/ ج ۲/ جمعه، كوئٹه. (نمبر۲/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

سوال:- ہمارے امام صاحب درمیان خطبہ بیٹھتے نہیں بلکہ اس کی تفسیر یا ترجمہ بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر آخر میں وہ چند جملے پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً خطبۂ جمعہ کا ترجمہ یا تفسیر حالت خطبہ میں بیان کرنا مکروہ ہے[۱]۔ اور دو خطبوں کے درمیان نہ بیٹھنا خلاف سنت ہے۔ کذا فی الشامی[۲] وآ کام النفائس[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

خطبہ کس زینہ پر ہو؟ حضرت عثمانؓ پر اعتراض

سوال:- خطبۂ منبر کے تینوں زینوں سے لے کر کون سے زینہ سے پڑھنا چاہئے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲؎ ویندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمين الخ الدر المختار على الشامی زكريا ص ۲۱/ج۳/ باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب الخ. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۲۴/ باب الجعمة، مكتبه مصری، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۷/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجعمة، بحر کوئٹه ص ۱۴۸/ج ۲/ باب صلاة الجمعة.

۱؎ لا شك فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی الله عليه وسلم والصحابةؓ فيكون مكروها تحريما عمدة الرعاية حاشية شرح وقايه ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الجمعة، مكتبه رحيميه ديوبند.

۲؎ ويسن بجلسة بينهما بقدر ثلاث آيات على المذهب وتاركها مسيئ شامی نعمانيه ص ۵۴۴/ج ۱/ باب الجمعة. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۲۴/ باب الجعمة، مطبوعه مصر. بدائع زكريا ص ۵۹۱/ج ۱/ سنن الخطبة، محيط برهانی ص ۴۵۱/ج ۲/ صلاة الجمعة.

۳؎ آكام النفائس ص ۴۷/ج ۴/ مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

پہلے یا دوسرے یا تیسرے سے؟

(۲) اگر دوسرے یا تیسرے سے پڑھنا چاہئے تو کیوں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۳) اگر کوئی پہلے سے پڑھتا ہے یا پڑھنے کو گناہ نہ سمجھے تو اس پر کیا جرم عائد ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر وعمرؓ نے مسجد نبوی کے منبر پر دوسرے یا تیسرے سے پڑھا تھا، تو یہ خاص اس منبر کے لئے تھا یا اور کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ پر اعتراض حضرات صحابہ کرامؓ وبلوائیوں کا تھا یا صرف بلوائیوں کا؟

(۴) علماء کا معمول کیا رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/تا ۴/) تیسرے زینہ سے پڑھنا منقول ہے[1]۔ پہلے اور دوسرے زینہ سے پڑھنا بھی ممنوع نہیں کذافی فیض الباری[2]۔ علماء کا معمول بھی سب طرح کا ہے۔ کسی خاص زینہ کی پابندی نہیں کہ اس کے خلاف ممنوع ہو۔ حضرت عثمانؓ پر اعتراض عامۃً مخالفین کرتے تھے جیسا کہ فتح الباری[3] میں تفصیل مذکور ہے، ان کی ریشہ دوانیوں سے گاہ بگاہ مخلصین کو بھی شبہات پیدا ہوجاتے تھے مگر وہ دیرپا نہیں ہوتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۹/۱/۸۸ھ

---

[1] عن انس بن مالک قال! كان رسول الله ﷺ بقوم مسنداً ظهره إلى جذع منصوب في المسجد يوم الجمعة فخطب الناس فجائه رومي فقال يارسول الله الا اضع لک شيئاً تقعد عليه كانک قائم فصنع له منبراً درجتين ويقعد على الثالثه (دلائل النبوة ص۵۵۸/ج۲/ باب ذكر المنبر الذى اتخذ لسول الله ﷺ الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] لم اجده.

[3] قوله! هل تعلم أن عثمان فر يوم احد الخ، الذى يظهر من سياقه أن السائل كان ممن يتعصب على عثمانؓ وحاصله انه عابه بثلاثة اشياء فاظهر له ابن عمر العذر عن جميعها (فتح البارى ص۴۱۸/ج۷/كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفانؓ الخ، مكتبه نزار مصطفى مكه مكرمه)

خطبہ منبر کے کس زینہ پر ہو

سوال:- جمعہ کے دن خطیب منبر کے کس درجہ میں کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے یہ تو ظاہر ہے کہ منبر کے تین درجہ اور سیڑھی ہوتی ہیں، لیکن اولیٰ کس درجہ میں کھڑا ہوکر پڑھنا چاہئے ، اگر کوئی پہلے درجہ میں کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے تو کیا ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ دوسرے درجہ پر بھی ادا ہوجائیگا تیسرے درجہ پر کھڑا ہونا اعلیٰ بات ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۹۲ھ

خطبۂ جمعہ ایک منبر پر بیٹھ کر ایک کھڑے ہوکر پڑھنا

سوال:- جمعہ کا ایک خطبہ منبر پر بیٹھ کر اور ایک کھڑے ہوکر دینا کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ **ثم قيامه بعد الاذان في الخطبتين لو قعد فيهما أو في احدهما اجزأ وكره من غير عذر. مراقي الفلاح**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابن عباسؓ ان النبي ﷺ يخطب الى جذع (الى ان قال) فصنع له منبراً درجتين ويقعد على الثالثة (دلائل النبوة ص ۵۵۸/ ج ۲/ باب ذكر المنبر الذي اتخذ لرسول الله ﷺ، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه)

[2] مراقي الفلاح ص ۱۹۳/ باب الجمعة، مطبوعه المكتبة الاسعديه سهارنپور، مجمع الانهر ص ۲۴۹/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۶۹/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

دوران خطبہ ادھر اُدھر دیکھنا

سوال :- جمعہ میں دوران خطبہ بعض لوگ ادھر اُدھر تاک جھانک رکھتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، اور ہر قسم کی حرکات کرتے ہیں۔ اگر یہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے تو شرعاً ایسے اعمال جو منافی نماز ہیں ان کا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ خطبہ عربی کے بجائے بعد حمد وثناء اردو میں خطبہ اگر دیا جائے تو اس کا احترام اسی طریقہ پر لازم ہے یا کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یکره الکلام حال الخطبة وکذا کل عمل یشتغلهٗ عن سماعها من قراءة قراٰن اوصلاة او تسبیح اوکتابة ونحوها بل یجب علیه ان یستمع ویسکت وفی شرح الزاهدی یکره لمستمع الخطبة مایکره فی الصلوٰة من اکل وشرب وعبث والتفات ونحو ذٰلک وفی الخلاصة کل ماحرم فی الصلوٰة حرم حال الخطبة ولوامراً بمعروف اهـ (طحطاوی[1] ص ۲۸۲ /) اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز نماز میں منع ہے خطبہ میں بھی منع ہے، خطبۂ جمعہ تمام عربی میں ہونا لازم ہے، اس میں اردو مخلوط کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے ایسے خطبہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] الطحطاوی علی مراقی الفلاح المطبوعة بطبعة الکبریٰ الامریة ببولاق مصر الحمیة ومکتبه مصری ص ۴۲۴/ باب الجمعة. تاتار خانیه کراچی ص ۶۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة، بحر کوئٹه ص ۱۴۸/ ج ۲/ باب الجمعة.

[2] لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة ؓ فیکون مکروها تحریما (عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایة ص ۲۴۲/ ج ۱/ حاشیه ۲/ تعریف الخطبة، مکتبه رحیمیه دیوبند. آکام النفائس ص ۷۴/ ج ۴/ مطبوعه کراچی)

خطبہ میں امیر المؤمنین کا نام

سوال:- ہمارے یہاں خطبہ میں ہمارے یہاں کے نواب کا نام لیا جاتا ہے کیا عید الفطر کے خطبہ میں نواب کا نام لیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلیفۂ اعظم امیر المؤمنین کا نام لیا جائے تو گنجائش ہے[1] کیا نواب صاحب کا حال بھی یہی ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے امیر اور حاکم ہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ میں اشعار

سوال:- جمعہ کے خطبہ کے درمیان اردو فارسی کے اشعار پڑھنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تحریمی ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

۱؎ ویندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمين لا الدعاء للسلطان وجوزه القهستانی عبارته ثم يدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنباً فی مدحه عما قالوا انه كفر وخسران الخ الدرالمختار على ردالمحتار ص ۵۴۴/ ج ۱/ باب الجمعة، مكتبه نعمانيه. طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

۲؎ لا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابةؓ فيكون مكروها تحريما (عمدة الرعايه حاشيه شرح الوقاية ص ۲۴۲/ ج ۱/ حاشيه ۲/ تعريف الخطبة، مكتبه رحيميه ديوبند. آكام النفائس ص ۴۷/ ج ۴/ مطبوعه كراچی)

خطبہ سے قبل السلام علیکم

سوال:- خطبہ ماثورہ میں لکھا ہے کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے مگر اب تو اس کا رواج نہیں ہے کیوں نہیں ہے اس کو اب معمول بنایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ مجموعہ خطبہ نہیں دیکھا کتب فقہ میں تو یہ ہے کہ منبر پر آ کر سلام نہ کرے، شوافع کے نزدیک سلام کرنا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان ثانی سے قبل لَقَدْ جَاءَ کُمْ پڑھنا اور درمیان خطبہ زور سے درود پڑھنا

سوال:- قبل اذان ثانیہ جمعہ پر تعوذ پڑھ کر لَقَدْ جَاءَ کُمْ الخ. اور جسوقت امام خطبہ دیتا ہے اور جس وقت اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَهُ الخ. پڑھتا ہے تو مقدی بڑے زور زور سے درود شریف پڑھتے ہیں۔

بظاہر واذا خرج الامام لاصلوة ولا کلام کے مخالف معلوم ہوتا ہے اسکی وضاحت فرمائیں۔ نیز جو اذان میں درود شریف باواز بلند پڑھتے ہیں پیش کرتا ہے کہ درمختار یا ردمحتار میں استحباب کا قول نقل کیا ہے۔

---

[1] الخطيب اذا صعد المنبر لايسلم على القوم عندنا فيه قال مالک وقال الشافعي واحمد يسلم عليهم (حلبی كبيری ص ۵۶۲ / فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، الدر مع الرد زكريا ص ۲۳ / باب الجمعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان ثانی سے قبل تعوذ اور آیت "لَقَدْ جَاءَ كُمْ" الخ[1] پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، خطبہ میں خطیب کے اِنَّ اللّٰہَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ الخ[2] پڑھنے پر حاضرین کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ ایسے وقت دل میں درود شریف پڑھنا چاہئے جیسا کہ درمختار، ردمحتار میں مذکور ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

خطبۃ الوداع

سوال: - رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عام طور سے الوداع خطبہ پڑھتے ہیں۔ مجموعۂ خطب مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ کے خطبہ وغیرہ میں اسکا کچھ ذکر نہیں۔ میری نظر میں صرف خطبۂ علمی میں ہے جو محمد حسن علی بریلوی کا نوشتہ الوداع خطبہ ہے اور اکثر مسجدوں میں وہی خطبہ ہے، کیا الوداع خطبہ بدعت ہے۔ اگر بالفرض بدعت لکھیں تو کس قسم کی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خطبۂ الوداع پڑھنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں۔ فقہاء نے اس کے پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے اس کے بدعت ممنوع ہونے کو تفصیل سے

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۱۲۸/.

[2] سورۂ احزاب آیت ۵۶/.

[3] والصواب انه يصلي على النبي ﷺ عند سماع اسمه في نفسه (درمختار) اذا ذكر النبي ﷺ لا يجوز ان يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب (شامي زكريا ص ۳۵، ۳۶/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب في وجوب شروط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. طحطاوی على المراقی ص ۴۲۵/ باب الجمعة، مصر.

مدلل بیان فرمایا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۲۵/۱۰/۹۰ھ

خطبۃ الوداع

سوال:- جمعۃ الوداع میں جو خطبہ متعارفہ الوداع الوادع یا شہر رمضان الخ پڑھا جاتا ہے حضرت تھانویؒ نے اس کو منع کیا ہے، اگر چہ وہ کتاب ذہن میں نہیں رہی اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

یہ خطبۃ الوداع مکروہ ہے، بدعت ہے۔ مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، جسمیں جمعۃ الوداع میں جو بدعات ورسوم جاری ہیں انکی تردید کی ہے، اسمیں یہ خطبہ بھی ہے[2]۔ اسی طرح اردو فتاویٰ دیوبند[3] تھانہ بھون[4] میں بھی اسکو بدعت لکھا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1] فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ (اردو) ص ۱۱۵/مسائل شتیٰ، جمعۃ الوداع میں الوداع یا الفراق کے الفاظ کہنا، مطبوعہ ملک پبلشرز دیوبند۔

[2] ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، ص ۲۴/ج ۲/ مطبوعه کراچی.

[3] ایسا خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے علماء نے اس سے منع فرمایا ہے اوراس کو شعار روافض کا لکھا ہے. فتاوىٰ دار العلوم ص ۹۶/ج۵/ باب فی صلاة الجمعة، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

[4] امداد الفتاوی بترتیب جدید ص ۶۸۵/ج ۱/ فصل فی صلاة الجمعة و العیدین، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.

ایک شخص کا دوجگہ خطبہ پڑھنا

سوال:- جس امام نے خطبہ اور جمعہ کی نماز پڑھادی ہو وہ کچھ تاخیر سے کسی دوسری مسجد میں خطبہ دے سکتا ہے یا نہیں ۔نماز کوئی اور پڑھادے۔

الجواب حامداًومصلیاً

وہ خطبہ نہ دے[1]۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں خطبہ دینا

سوال:- ایک شخص جمعہ کی نماز ایک مسجد میں پڑھ لیتا ہے اور اتفاقاً دوسری ایک مسجد میں کوئی خطیب موجود نہیں ہے تو وہ شخص جو کہ پہلی مسجد میں نماز جمعہ ادا کر چکا ہے اگر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھ دے تو دوسرا شخص نماز پڑھادے یا کسی مسجد میں جمعہ کی نماز میں ایک آدمی خطبہ اور دوسرا آدمی نماز پڑھادے تو یہ صورتیں مذموم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

فقہاء کی ایک بڑی جماعت اس کے قائل ہے کہ خطیب میں امامت کی اہلیت ہونا ضروری ہے۔لہٰذا جو شخص پہلے کسی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ چکا ہو اس کو دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا اس جماعت کے نزدیک درست نہ ہوگا۔اور ایسے ہی امام کا غیر خطیب ہونا،غیر مناسب ہے۔**لاینبغی ان یصلی غیر الخطیب لا نهما کشیئ واحد فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان و صلی بالغ جاز هو المختار اهـ درمختار قوله هو المختار.**

---

[1] لا ينبغي ان يصلي غير الخطيب لانهما كشئ واحد وقال الشامي فان الخطيب يشترط فيه أن يصلح للإمامة الدرالمختار مع الشامي نعمانية ص ۵۵۳/ج ۱/ باب الجمعة.

وفی الحجة انه لا یجوز وفی فتاویٰ العصر فان الخطیب یشترط فیه ان یصلح للامامة وفی الظهیریة لو خطب صبی اختلف المشائخ فیه والخلاف فی صبی یعقل والاکثر علی الجواز شامی[1] ص ۱۸۶۱/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۶۰ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف ۱۰/۸/۶۰ھ

جمعہ پڑھ کر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا

سوال:-محمود نے نماز جمعہ وخطبہ ادا کیا۔ بعدہٗ دوسری مسجد میں امام نہ رہنے کی وجہ سے صرف خطبہ پڑھا نماز نہیں پڑھائی، تو خطبہ جمعہ نماز جمعہ کے لئے درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

صراحۃً یہ جزئیہ کہیں نہیں دیکھا۔ اتنا ضرور لکھتے ہیں کہ خطیب وامام کا ایک ہی شخص ہونا ضروری نہیں۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی جمعہ پڑھائے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر نابالغ لڑکے نے خطبہ پڑھا اور بالغ نے جمعہ پڑھایا تب بھی جمعہ ادا ہوجائے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ نابالغ جو جمعہ پڑھے گا وہ نماز نفل ہوگی۔ اس مجموعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ صورت مسئولہ میں بھی جمعہ ادا ہوجائے گا۔ اتحاد الخطیب والامام لیس بشرط علی المختار لو خطب صبی عاقل وصلی بالغ جاز لکن الاولیٰ الاتحاد. طحطاوی[2] مصری

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۵۳/ ج ۱/. وشامی زکریا ص ۳۹/ ج ۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة. تاتارخانیه کراچی ص ۶۲/ ج ۲/ شرائط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ باب الجعمة، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۴۱۵/ مطبوعه مصری، باب الجمعة.

ص ۴۱۵/. فی البدائع[1] فیمن لاجمعة علیه فقال ان کان صبیاً وصلاها فهی تطوع لهٗ البحر[2] ص ۱۵۲ / ج ۲/.

کیونکہ جو شخص جمعہ ادا کر چکا ہے۔ اب اس کے ذمہ جمعہ نہیں رہا۔ وہ اگر کسی دوسری مسجد میں جمعہ میں شریک ہو جائے گا تو اس کے حق میں یہ نماز نفل ہوگی۔ جیسے کہ نابالغ کے حق میں اور نابالغ کا خطبہ پڑھنا بھی جواز جمعہ کے لئے کافی ہے۔ تو اس طرح سے بظاہر اس کا جمعہ پڑھنا بھی کافی ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۸ھ

ایک شخص نماز جمعہ پڑھائے دوسرا خطبہ پڑھے

سوال:- جمعہ کا خطبہ کسی دوسرے شخص نے پڑھا، امام آخری خطبہ میں پہونچا اور امام نے ہی نماز پڑھائی، تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نماز ہو جائیگی اعلیٰ بات یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ کے درمیان چندہ

سوال:- عید کے روز خطبہ کے درمیان امام کے واسطے یا دیگر اور کسی کام کے لئے

---

[1] بدائع زکریا ص ۵۸۲/ ج ۱/ شرائط الجمعة.

[2] البحر الرائق ص ۱۵۲/ ج ۲/ مطبوعه کراچی، باب صلاة الجمعة.

[3] لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب (الهندیة کوئٹه ص ۱۴۷/ ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ قبیل باب صلاة العیدین. الدر مع الرد کراچی ص ۱۶۲/ ج ۲/ باب الجعمة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب.

جبکہ خطبہ ہو رہا ہو چندہ وصول کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ممنوع ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ

سوال:- ہماری مسجد یوسفیہ بازار میں جمعہ کے دن ''خطبات موعظہ'' مصنفہ مولانا ذاکر حسین پھلتی صاحب کے پڑھے جاتے ہیں۔ اس میں عربی کے ساتھ ترجمہ تفصیل سے بطور وعظ لکھا گیا ہے اور خود مصنف نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اردو ترجمہ عربی سے پہلے منبر کے پاس ٹھہر کر سنانا بہتر ہے۔ چنانچہ امام صاحب ترجمہ پڑھتے ہیں۔ پھر سنت ادا کی جاتی ہے، پھر عربی خطبہ پڑھ کر فرض پڑھتے ہیں۔ اردو ترجمہ کے درمیان مصلیوں کے درمیان ایک ڈبہ گشت کرایا جاتا ہے جس میں لوگ پیسہ ڈالتے ہیں۔ اس ڈبہ پر ''چندہ برائے طعام مسافرین وحاجتمندانِ مسجد یوسفیہ'' لکھا ہے۔ اس ڈبہ کو گشت کرانے سے اور کھٹ کھٹ کی آواز سے توجہ بٹتی ہے۔ میں نے اعتراض کیا کہ اردو جو بھی پڑھا جاتا ہے وہ اس دن کے خطبہ کا ترجمہ ہوتا ہے لہٰذا احترام سے سننا چاہئے، اور ڈبہ اس وقت نہ پھرانا چاہئے۔ جس پر امام نے جواب دیا کہ مساجد میں مسلمان مسافروں یا مصیبت زدہ مسلمانوں کے لئے چندہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور چندہ کرنے والے دوسروں کی گردنیں پھلانگ کر ادھر ادھر نہ جائیں

---

[۱] وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها أي في الخطبة فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحا اورد سلام أو أمرا بمعروف بل يجب عليه أن يستمع ويسكت الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۵۵۱/ج ۱/ باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة. بدائع زكريا ص ۵۹۳/ج ۱/ محظورات الخطبة. فتح القدير ص ۶۸/ج ۲/ باب الجمعة، طبع دار الفكر بيروت.

ویکره اعطاء سائل المسجد الا اذا لم تخط رقاب الناس (شامی) تو کیا مسجد میں اس عنوان سے مانگنا جائز ہے؟ اور کیا اردو ترجمہ خطبہ کے ادب واحترام سے مستثنیٰ ہوجاتا ہے؟ اوپر جو درمختار کا حوالہ دیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور عربی خطبہ کے قبل اردو ترجمہ کرنا یا وعظ سنانا بدعت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ تو فرض اور جمعہ کے لئے شرط ہے[1] اس کو سننا ضروری ہے، کوئی ایسا کام کرنا منع ہے جو سننے میں مخل ہو[2] اذانِ خطبہ سے پہلے جو کچھ بھی بیان کیا جائے خواہ ترجمۂ خطبہ ہو یا کوئی اور وعظ ونصیحت ہو اس کا حکم خطبۂ جمعہ کی طرح نہیں تاہم اس کو بھی اہتمام سے سنا جائے، اس وقت بھی چندہ وغیرہ جمع نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے لئے دوسرا وقت تجویز کرلیا جائے۔ مثلاً ترجمہ ختم ہونے کے بعد سنتوں سے پہلے یا جو وقت مشورہ سے مناسب طے ہوجائے۔ مسجد میں چندہ کے لئے جو کچھ امام صاحب نے بتایا ہے وہ صحیح ہے۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے بعض حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وعظ فرمانا ملا علی[3] قاریؒ نے نقل فرمایا ہے اور یہ مفید بھی ہے بدعت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۴ھ

---

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء والرابع الخطبة فيه الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۴۳/ ج ۱/ باب الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص ۵۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة. مجمع الانهر ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الجعمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وكل ماحرم فى الصلاة حرم فيها أى فى الخطبة خلاصة وغيرها فيحرم أكل وشرب وكلام ولوتسبيحا أورد سلام أو أمر ابمعروف بل يجب عليه أن يستمع ويسكت الدرالمختار على الشامى نعمانية ص ۵۵۱/ ج ۱/ باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة. بدائع زكريا ص ۵۹۳/ ج ۱/ محظورات الخطبة. فتح القدير ص ۶۸/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] واخرج ابن عساكر عن حميد بن عبدالرحمٰن ان تميماً الدارى استأذن عمر فى القصص سنين فابى ان يآذن له الىٰ ما قال ثم قال عظ قبل ان اخرج فى الجمعة فكان يفعل ذالک يوماً واحداً فى الجمعة الخ موضوعات كبير ص ۲۰/ (مطبوعه كراچى) فى مقدمة.

خطبہ کے وقت نمازیوں سے چندہ وصول کرنا

سوال:- ہماری مسجد میں جس قدر نمازی آتے ہیں جمعہ میں تقریباً وہ سب فیکٹریوں کے ملازم ہوتے ہیں ان کے پاس وقت کم ہوتا ہے اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ نماز جمعہ سے جلد از جلد فارغ ہوکر اپنی ڈیوٹی پر پہونچ جائیں تا کہ غیر حاضری نہ ہو گھنٹہ دو گھنٹہ کی تاخیر سے سروس اور تنخواہ میں نقصان نہ پیدا ہو اس لئے یہاں زوال کے بعد فوراً ہی پہلی اذان کہی جاتی ہے اور اذان خطبہ کے درمیان دس پندرہ منٹ سے زائد کا وقفہ نہیں ہوتا، اگر مسجد میں نماز کی غرض سے عموماً نمازیوں کی آمد نماز کی اذان سے تقریباً آدھ پون گھنٹہ پہلے شروع ہوجاتی ہے اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ مسجد کے اخراجات خطبہ کے دوران چندہ لینے اور دینے والے اور درمیان میں گشت کرنے والے مشغول ہوجاتے ہیں، جب کہ آداب وشرائط جمعہ میں یہاں تک تاکید ہے کہ خطبہ واجب ہے اس کا سننا واجب ہے، جب خطبہ کی اذان شروع ہوجاتی ہے تو نماز کے سلام تک کسی دوسری طرف مشغول نہ ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چندہ وصول کرنے کیلئے یہ وقت متعین کرنا صحیح نہیں، غلط طریقہ ہے، یا تو اس سے پہلے وصول کیا جائے یا نماز سے فراغت پر وصول کیا جائے، مراقی الفلاح[1] میں لکھا ہے کہ جو چیز عین نماز کی حالت میں منع ہے وہ چیز خطبہ کی حالت میں بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فیجتنب ما یجتنبه فی الصلاة (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصر، نیز طحطاوی میں ہے: وفی الخلاصة کل ماحرم فی الصلاة حرم فی الخطبة (طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۴/ الدرالمنتقی فی شرح الملتقی مع مجمع النهر ص ۲۵۳/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۵/ج۳/ باب الجمعة.

خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ کرنا

سوال:-(۱) خطبہ جمعہ وعیدین کے مسنون ومشروع ہونے کی غرض کیا ہے۔

الف:- اگراس کا مقصد اس مجمع کو مسائل جزئیہ شرعیہ اس دن یا اس نماز کے متعلق مقام خطبہ پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر سکھانا یا تعلیم دینا ہے تو اس کا جو وقت منجانب شرع متعین ہو چکا ہے اس میں تغیر وتبدل یا تقدیم وتاخیر یا طریقۂ بیان میں جدت پیدا کرنا بدعت ہے یا نہیں؟

ب:- اگر بدعت ہے تو اس کا جواز کسی مصلحت پر مبنی پیدا کرنیکا حق کسی مولوی یا مولوی نما عالم کو ہے یا نہیں؟

ج:- كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ارشاد نبوی کلیہ ہے یا نہیں؟

د:- بدعت کی تعریف جو متقدمین علماء وفقہاء نے بیان فرمائی ہے بیان کیجئے۔

ھ:- اس ارشاد نبوی کو کلیہ نہ ماننا اور اس کی تاویلات کرنا تعریف بدعت میں ہے یا نہیں؟

و:- اگر نہیں تو ایسا شخص محدث مصطلح ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ یا عیدین یا سب میں گداگری کی شکل اختیار کر کے لوگوں کی صفوں میں پھر کر چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الف:- اگر جائز نہیں تو ایسی حالت کا ارتکاب عملاً، اصلاً، دواماً کرنے والا صحیح العمل شریعت کا کام کرنیوالا عندالشرع ہے یا نہیں؟

ب:- اگر جائز ہے تو اس کی کوئی سند کتب فقہ مستند مویدہ آیت قرآنی یا حدیث ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کو مع نقل عبارت وحوالہ کتب وصفحہ بیان فرمائیے۔

(۳) جمعہ کی نماز مین خطبہ ہے جب کہ بعض نمازی مشغول بالسنّت ہوں ایسے سائل کا صفوف کے درمیان گشت کرنا شرعی ادلہ میں کسی دلیل سے ثابت ہے؟

ع:- مذکورہ بالا صورتوں میں کسی کو بدعت جاننے والا یا مکروہ سمجھنے والا اگر باوجود قدرت بیان وتردیداس پرسکوت اختیار کرے تو وہ آیا مجرم شرعی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ہماری غرض تو تکمیل ارشاد ہے، شارع کی غرض کیا ہے؟ وہ علم شارع میں ہے۔

الف:- کوئی تغیر نہ کیا جائے۔

ب:- طریقۂ مشروعہ کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں۔

ج:- کلیہ ہے[1]۔

د:- غیر دین کو دین سمجھنا بدعت ہے[2]۔

ھ:- کلیہ کو کلیہ نہ ماننا بدعت کو غیر بدعت کہنا بدعت ضلالہ ہے[3]۔

و:- اوپر بیان کردیا۔

---

[1] بدعت شرعی ہونے کے اعتبار سے قاعدہ کلیہ ہے البتہ بدعت لغوی ہونے کے اعتبار سے مخصوص منہ البعض ہے.
کل بدعة ضلالة ای کل بدعة سيئة ضلالة (الی ان قال) وقوله كل بدعة ضلالة عام مخصوص (مرقاة ص ۱۷۸ / ج ۱ / باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، طبع ممبئی، ثم اذا ادريت ماتلوت عليک فاعلم ان لاحديث على عمومه ولا تخصيص في قوله عليه السلام كل بدعة ضلالة ، فان قلت قد اشتهر البدعة نوعان حسنة وسيئة فكيف كل بدعة ضلالة بلا تخصيص قلت المراد من البدعة في الحديث البدعة الشرعية شرح اربعين بحواله الجنة لاهل السنة ص ۱۸۳ / بدعت کی دو قسمیں ہیں الخ مطبوعہ دھلی)

[2] (البدعة) ما احدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ عن علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيماً (شامی زکریا ص ۲۹۹ / ج ۲ / باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

[3] ملاحظہ ہو: براهين قاطعه ص ۳۴/ مطبوع امداديه ديوبند، الجنة لاهل السنة ص ۱۸۳ / بدعت کی دوقسمیں الخ، مطبوعہ دہلی۔ مرقاة ص ۱۷۸ / ج ۱ / باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ممبئی، نووی علی مسلم ص ۷۷ / ج ۲ / كتاب الاقضية، باب نقض الاحكام الباطلة ورد محدثات الامور الخ، مطبوعه بلال ديوبند.

(۲) تخطی رقاب ممنوع ہے[۱] نمازیوں کے سامنے سے مرور بھی ممنوع ہے[۲]۔

الف:- صحیح العمل نہیں۔

ب:- منع کی تصریح ہے، فقہ میں بھی حدیث میں بھی[۳]۔

(۳) اس کا جواب اوپر آ گیا۔

ع:- اصلاح منکر حسب حیثیت لازم ہے، ترک پر وعید ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[۱] ولا ینخطی رقاب الناس (عالمگیری کوئٹہ ص۱۴۸/ج۱/ الباب السادس عشر فی الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص۴۲۸/ باب الجمعة، مطبوعہ مصری، شامی زکریا ص۴۲/ج۳/ باب الجمعة، قبیل مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد بنایه. ص۱۰۸/ج۳/ باب الجمعة، مااذا فرغ الامام من خطبته، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲] فیه ان المرور بین یدی المصلی مذموم وفاعله مرتکب الأثم وقال النووی فیه دلیل علی تحریم المرور فان فی الحدیث النهی الاکید والوعید الشدید فیدل علی ذالک (عمدة القاری ص۲۹۴/ج۲/ جز۴/ کتاب الصلوة، باب اثم المار بین یدی المصلی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۷۷/ فصل فیما لایفسد الصلوة، مطبوعہ مصری، الدر مع الرد زکریا ص۳۹۸، ۳۹۹/ج۲/ باب مایفسد الصلاة الخ، مطلب اذا قرأ قوله تعالیٰ جدک الخ. مجمع الانهر ص۱۸۲/ج۱/ باب مایفسد الصلاة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] واما التخطی للسوال فمکروه فی جمیع الاحوال بالاجماع (طحطاوی علی المراقی ص۴۲۸/ باب الجمعة، مطبوعہ مصری، شامی زکریا ص۴۲/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد. قال رسول اللہ ﷺ من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسداً الی جهنم (مشکوة شریف ص۱۲۲/ باب التنظیف والتکبیر، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۴] فیبدأ او لا بالتغییر علی نفسه ثم بعد ذالک علی غیره کل علی حسب حاله (المدخل ص۸۱/ج۱/ وجوب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر) وقد ورد ان موسیٰ علیه السلام مر علی قریة وقد اهلکتها اللہ فقال یارب کیف اهلکتهم وکنت اعرف فیها رجلا صالحا فاوحی اللہ تعالیٰ الیه یا موسیٰ انه لم یغیر لی منکراً (الی قوله) لا جرم انه قد وقع الخسف بسبب ذالک وعم الأفاق (المدخل ص۸۱، ۸۲/ج۲/ من موجبات الخسف ترک الامر بالمعروف، مطبوعہ مصر. مرقاة ص۳/ج۵/ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعہ ممبئی.

حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا

سوال:– حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز نماز کی حالت میں حرام ہے وہ خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہے، جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے اس لئے ایسے وقت میں بھی پنکھے سے ہوا کرنا مکروہ تحریمی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

خطبۂ اولی وثانیہ میں کس قدر طول ہو

سوال:– جمعہ کے دن خطبہ اولیٰ جمعہ کا پڑھا گیا، مگر ثانی خطبہ عیدین کا پڑھا اس طرح خطبہ پڑھنے کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی تو کیا نماز جمعہ ادا ہوگئی یا نہیں؟

(۲) جمعہ کے خطبہ میں خطبۂ اولیٰ بہت مختصر یعنی بقدر تین آیتوں کے اور خطبہ ثانی بھی اس مقدار کے پڑھا گیا، مگر نماز جمعہ میں بہت بڑی بڑی سورتیں پڑھی گئیں ایسی حالت میں نماز جمعہ میں کوئی خلل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ سے پہلے دوسرا خطبہ عید کا خطبہ پڑھا گیا تو اس سے بھی جمعہ کی نماز ادا ہوگئی فکر

---

[1] وکره العبث والالتفات فيجتنب ما يجتنب فی الصلاة الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصر، عالمگیری کوئٹه ص۱۴۷/ج۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۳۵/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی شرط وجوب الجعمة.

نہ کریں[۱]۔

جمعہ کا خطبہ اولیٰ تین آیتوں کے مقدار اور خطبہ ثانیہ بھی اتنا ہی اور قرأت طوال مفصل کی ہوتو ایسی حالت میں خطبہ بھی درست ہے، اور نماز جمعہ بھی درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

خطبۂ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے کھڑا ہونا

سوال:- خطبۂ جمعہ میں جب خطبہ ثانیہ کے آخری جملے پر پہنچتے ہیں، تو سامعین کھڑے ہونے لگتے ہیں، ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اسطرح لوگوں کا کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے، خطیب کے منبر سے اتر جانے کے بعد لوگوں کو کھڑا ہونا چاہئے، شرعی فیصلہ مع حوالہ مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وكل ما حرم في الصلوة حرم فيها اى في الخطبة خلاصه وغيرها فيحرم اكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً او رد سلام او امر بمعروف الخ. درمختار[۳] ص ۱۵۵/ ج ۱/ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ہونے سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[۱] وفرض الخطبة تسبيحة او نحوها وعندهما لا بد من ذكر طويل يسمع خطبة عرفا وهو مقدار ثلاث آيات عند الكرخي وسنتها ان يخطب قائما على طهارة خطبتين يفصل بينهما بجلسة مشتملتين على تلاوة آية والا يصاء بالتقوى والصلاة على النبي ﷺ فيكره ترك ذلك الخ (مجمع الانهر ص ۲۴۹/ج ۱/ باب صلاة الجعمة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. عالمگيری كوئٹه ص ۱۴۶/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة. الدر المختار على الشامی زكريا ص ۲۰/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجعمة، تاتارخانيه كراچی ص ۶۱/ج ۲/ شرائط الجعمة)

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] الدر مع الشامی زكريا ص: ۳/۳۵، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة. بحر كوئٹه ص: ۲/۱۵۵، باب الجمعة، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۲۴، باب الجمعة، مصر.



فصل ششم : تعدد جمعہ

تعدد جمعہ

سوال: -اس بستی میں دو مسجدیں ہیں اور پہلے جمعہ جامع مسجد میں ہوتا تھا لیکن ایک مولوی صاحب نے کسی وجہ سے دوسری مسجد میں جمعہ قائم کر دیا اب ان کا انتقال ہوگیا ہے اب جمعہ ایک مسجد میں ہونا چاہئے۔یا کہ دو مسجدوں میں ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ تمام مسلمان جمع ہوکر ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کریں بلاضرورت دوجگہ جمعہ نہ کریں ضرورت پیش آنے پر دوسری جگہ بھی مضائقہ نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ

سوال: -ہمارے گاؤں کی تقریباً پانچ ، چھ ہزار مردم شماری ہے جس میں ۲/۳ مسلمان ۱/۳ ہندو رہتے ہیں اس میں ایک جامع مسجد ہے جس میں تمام مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے جاتے

---

[۱] وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ دفعا للحرج، الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۴۱/ج ۱/ باب الجمعة. حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، بدائع کراچی ص ۲۶۱/ج ۱/ بیان شرائط الجمعة.

ہیں، میرے محلّہ والوں کو جامع مسجد کے امام صاحب سے اور کسی کی امام صاحب سے شکایت پیدا ہوگئی، انہوں نے جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے محلّہ کی مسجد میں ہی جمعہ قائم کرلیا، اس کے بعد تیسرے محلّہ والوں کو بھی کوئی شکایت پیدا ہوگئی تو انہوں نے بھی اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ قائم کرلیا اس صورت میں چار جگہ جمعہ ہونے لگا، اب نمازیوں کا ہی یہ حال ہے کہ ۲۵/ ۲۵/ ۳۰/ ۳۰/ نمازی نماز جمعہ میں ہوتے ہیں، جامع مسجد مین اس سے کچھ زائد ہوجاتے ہونگے اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ:-

(۱) چار جگہ جمعہ ہونے کی صورت میں شریعت مطہرہ کے نزدیک جمعہ کی حیثیت اور جو مقصد ہے وہ باقی رہتا ہے یا فوت ہوجاتا ہے جبکہ نمازیوں کی بھی کم تعداد ہے۔

(۲) چاروں جگہ جمعہ قائم رہنے دینا چاہئے یا نہیں؟ یا سب جگہ بند کر کے صرف جامع مسجد میں ہی ادا کیا جائے۔

(۳) میرے گاؤں میں جو علما رہتے ہیں ان کو جامع مسجد کے علاوہ اور مساجد میں جمعہ بند کرانے اور صرف جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھوانے کی جدوجہد کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر علماء اس بات کی جدوجہد نہ کریں تو وہ شرعاً مجرم ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ یہ بات یقینی ہے کہ اگر علماء کوشش کریں تو میرے گاؤں میں سب مساجد سے جمعہ بند ہوسکتا ہے، صرف جامع مسجد میں ہی سب لوگ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں؟

(۴) جمعہ بند کرانے کی کوشش کی گئی تو جن مساجد میں جمعہ ابھی فی الحال شروع ہوا ہے انہوں نے یہ بات کہی کہ محلّہ چودھریان میں جمعہ بند کراؤ وہ ہم سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس محلّہ میں علماء بھی رہتے ہیں اور وہ علماء بھی اپنے محلّہ کی مسجد ہی میں جمعہ پڑھتے ہیں اگر ان کے لئے جائز ہے تو ہمارے لئے بھی جائز ہے اس محلّہ کے مسجد والوں سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں تو جمعہ چالیس سال سے ہوتا ہے ہم کیسے بند کریں تو کیا ان کا یہ عذر شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ اگر عذر شرعاً درست نہیں تو جمعہ بند کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) اگر میرے گاؤں کے علماء جامع مسجد کے علاوہ اور مسجدوں سے جمعہ کو بند کرانے کی جدوجہد کریں لیکن محلّہ والے جمعہ بند نہ کریں تو جس محلّہ میں جو عالم رہتے ہیں وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ ادا کریں یا نماز جمعہ کے لئے ان کا جامع مسجد آنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جمعہ کا ایک مقصد اظہار شوکت ہے جو بڑی جمعیت کے ساتھ ایک جگہ ادا کرنے سے زیادہ واضح طور پر حاصل ہوتا ہے، بلاضرورت جگہ جگہ جمعہ کرنے سے یہ مقصد زیادہ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے یہ طریقہ نہ پسند ہے[۱]۔

(۲) بہتری ہے کہ سب متفق ہوکر جمعہ ایک ہی (جامع) مسجد میں پڑھیں[۲]، اور جھگڑا بند کردیں، لیکن اگر بند کرنے میں فتنہ وفساد ہوتو اس سے پرہیز کریں[۳]۔

(۳) اگر فتنہ کے بند کر سکتے ہیں تو بند کر کے جامع مسجد میں جایا کریں اس سے دوسروں کو بھی اجر ملنے کی توقع ہے[۴]۔

(۴) ترغیب وتذکیر کے طور پر سعی کرنا مناسب وافضل ہے اگر سعی نہیں کرینگے تو افضل کے تارک ہونگے[۵]۔

---

[۱] الخاصة الثالثة صلاة الجمعة اللتی هی آکد من فروض الاسلام ومن اعظم جمامع المسلمین وهی اعظم من کل مجمع یجتمعون فیه وافرضه سوی مجمع عرفة الخ. زادالمعاد ص ۳۶۴/ج ۱/ الثالثة صلاة الجمعة واجماع المسلمین فیها، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[۲] کل موضع من المساجد کثر فیه المصلون فذالک افضل ولذالک قال علمائنا الصلاة فی الجامع افضل (مرقاة ص ۲۷/ج ۲/ باب الجعمة وفضلها، مطبوعه ممبئی. اتحاف ص ۲۲۵/ ج۳/ بیان شروط الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] وشرطهما (الامر بالمعروف والنهی عن المنکر) ان لا یؤدی الی الفتنة (مرقاة ص ۳/ج۵/ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی.

[۴] ملاحظہ ہوحاشیہ نمبر۲/۔

[۵] ولو علم انهم لا یقبلون منه ولایخاف منه ضرباً ولا شتماً فهو بالخیار والامر افضل (الهندیة کوئٹه ص ۳۵۳/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، اتحاف ص ۲۶/ ج۷/ الباب الثانی فی ارکان الامر بالمعروف الخ، دارالفکر بیروت.

(۵) عوام تو علماء کے فعل سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان کا جواب اسی پر مبنی ہے، علماء حدود کو خوب سمجھتے ہیں وہ اگر افضل کو اختیار کریں تو عوام کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔

یہ ہوسکتا ہے کہ ابتداءً اسی مسجد میں (جامع مسجد کے علاوہ جمعہ شروع کیا گیا ہو پھر رفتہ رفتہ دوسری مساجد میں بھی ہونے لگا ہو پس اگر یہ بند کر کے جامع مسجد میں آنے لگیں تو کیا بعید ہے کہ دوسری مساجد والے بھی ان کا اقتداء واتباع کرلیں اور جامع مسجد پر ہوکر رونق وشوکت اسلام کا ذریعہ ہوجائے[۱]

مدت (چالیس سال) کا عذر کوئی قوی اور شرعی عذر نہیں کہ یہ حضرات اگر بند کردینگے تو قیامت میں پکڑ کا اندیشہ ہوگا۔

(۶) جامع مسجد میں جاکر جمعہ ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے[۲] جسکو زیادہ ثواب حاصل کرنا ہوگا وہ جائیگا، جو زیادہ ثواب حاصل کرنا نہ چاہے وہ محلّہ کی مسجد پر ہی کفایت کرے گا، لیکن اس کی وجہ سے اسکو مجرم اور گنہگار نہیں کہا جائیگا، فتوی اس پر ہے کہ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں وہاں ایک سے زائد جگہ جمعہ درست ہے اور اس سے فریضہ ادا ہوجاتا ہے حتی کی بلا حاجت کے بھی اگر متعدد جگہ پڑھا جائے تب بھی **وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقاً على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعينى، وامامة فتح القدير، دفعا للحرج، الدر المختار قوله مطلقاً اى سواء كان المصر كبيرا ولا الخ**[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱/۔

[۲] **عن انس بن مالک قال قال رسول اللهﷺ صلوة الرجل فى بيته بصلوة وصلوته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلوة وصلوته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلوة الخ، (مشكوة شريف ص ۷۲/ باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)**

[۳] **الدر مع الرد زكريا ص ۱۵/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فى جواز استنابة الخطيب، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۴۵/ ج ۱/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۴۷/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.**

مزارع متعددہ میں تعدد جمعہ

سوال:- ایک موضع مارکھم انٹ ضلع دہرہ دون میں ہے جس کا نقشہ منسلکہ عریضہ ہٰذا خدمت میں پیش ہے موضع مذکور کی آبادی مردم شماری جملہ مذاہب کی تقریباً چار ہزار ہے یہ آبادی چودہ مزرعہ جات جو موضع مذکور کے ہیں مشتمل ہے۔ مزرعہ ۵/ بڑدل والا یہ مسجد ہے مسلمانان کی بڑی آبادی ہے مسجد مذکور میں پیش امام بدعتی خیال کا ہے اوراس درجہ خیال ناقص ہے کہ حقیقۃً اہل دیوبند کو کافر کہتا ہے اپنے اہل گروہ سے کہلاتا ہے اس کی نسبت فتاویٰ حاصل کئے جا چکے ہیں اور وہ نماز پڑھانے کے ناقابل ٹھہرادیا جاچکا ہے چونکہ اس مزرعہ کے پیشتر اشخاص جو اسی کے خیال کے ہیں اس کی اعانت کرتے ہیں بدین وجہ اسے علیحدہ نہیں ہونے دیتے ایسی صورت ہونے سے دیگر مزرعہ جات کے مسلمان جو کافی تعداد میں ہیں نماز جمعہ پڑھنے سے محروم ہیں اب چونکہ مہینہ رمضان المبارک کا عنقریب ہے مسلمانان کی پریشانی اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے واقعات مذکور الصدر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم مسلمانان آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اس موضع میں دو ایک ایسے مزرعہ جات ہیں جن میں مساجد ہے چونکہ مزرعہ بڑول والا جس میں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا چلا آیا ہے اس میں جملہ اشیاء حسب ضرورت دستیاب نہیں ہوسکتیں جب تک دوسرے مزرعہ جات اس کے معاون نہ ہوں ایسی ہی حالت اول و دوسرے مزرعہ جات کی ہے جن میں مساجد ہیں اگر مزرعہ: ۵ بڑول والا میں جمعہ ہوسکتا ہے تو دوسرے مزرعہ جات ۶ /و۳/ میں بھی نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ درمیان میں معمولی ندی ہے اس کی وجہ سے آمدورفت بند نہیں ہوتی ہم مسلمانان موضع مارکھم آنٹ التجا کرتے ہیں کہ اس کے جواب سے براہ مہربانی بہت جلد مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ موضع ایک ہی ہے اور مزرعہ جات میں زیادہ فصل نہیں نہ وہ مستقل آبادی ہے بلکہ مجموعہ مل کر ایک ہی آبادی اور بستی ہے تو اس میں بصورت موجودہ دوسری جگہ جمعہ پڑھنا

شرعاً درست ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک جس بستی میں جمعہ درست ہوتا ہے اس میں متعدد جگہ بھی جمعہ درست ہوتا ہے اور جس بستی میں جمعہ درست نہیں ہوتا ہے اس میں ایک جگہ بھی جمعہ درست نہیں ہوتا۔ وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتوىٰ شرح المجمع و امامة فتح القدیر دفعا للحرج اه درمختار[۱] ص ۸۴۳/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۸/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۲۴/ شعبان ۶۱ھ

بڑی جامع مسجد ہوتے ہوئے دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا

سوال:- قصبہ میں نان پارہ کی آبادی تقریباً پچیس ہزار ہے اس میں تقریباً ۱۵/ ہزار مسلمان ہیں ان میں تقریباً ساڑھے سات ہزار مسلمان بریلوی مکتبہ فکر کے اور ساڑھے سات دیوبندی مکتبہ فکر کے ہیں ظاہر ہے کہ اس تعداد میں عورتوں اور بچوں کی تعداد زائد ہوگی، اس طرح تقریباً ڈھائی تین ہزار ایسے مردوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جن کی نماز جمعہ کے لئے ایک جامع مسجد کی ضرورت ہے کہ جہاں وہ سب نماز جمعہ ادا کر سکیں۔

تقریباً زائد از ایک صدی قصبہ میں جامع مسجد کے نام سے ایک کافی وسیع اور کشادہ مسجد موجود ہے، اور اس میں ہمیشہ سے نماز ادا ہوتی ہے جس میں صرف دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ نماز جمعہ پڑھنے آتے ہیں، مسجد اپنی وسعت کی وجہ اپنے دامن میں سب کو لے لیتی ہے، یہاں تک کہ نماز الوداع میں جب کہ دیہات لوگ آجاتے ہیں تمام مسلمان بآسانی نماز ادا کر لیتے ہیں پھر بھی جگہ باقی رہ جاتی ہے، بہر حال مسجد بہت کشادہ ہے، جس میں ابھی تک جگہ کی

---

[۱] الدر المختار علی الشامی نعمانیة ص۵۴۱/ ج۱/ مطلب فی جواز استنابة الخطیب، باب الجمعة، حلبی کبیری ص۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة لاهور، بدائع کراچی ص۲۶۱/ ج۱/ بیان شرائط الجمعة.

تنگی کا سوال نہیں پیدا ہوا ہے، ایسی جامع مسجد ہونے کے باوجود تقریباً دس سال سے اسی مسجد سے ایک دوفرلانگ کی دوری پر دیوبندی مکتبہ فکر ہی کے لوگوں نے ایک دوسری مسجد قائم کررکھی ہے، حالانکہ ضرورت نہیں تھی۔

اول الذکر جامع مسجد سے اتنی ہی دوری پر بازار میں ایک مسجد واقع ہے جس کو ازسرنو تعمیر کر کے وسیع کیا جا چکا ہے، اب ۲۲/جون ۹۷ء سے اس مسجد میں بھی نماز جمعہ قائم کرنے کی تحریک ہورہی ہے، اس کے منتظمین بھی دیوبندی مکتبہ فکر کے ہیں، قیام جمعہ سے ایک ہی مکتبہ فکر کے مسلمانوں میں انتشار ہونے کا شدید خدشہ ہے اوراس میں نماز جمعہ ہونے پر جامع مسجد کی اہمیت ختم ہوجائیگی، صرف قریب کے محلّہ کے چند مصلیان اس میں نماز جمعہ پڑھنے والے رہ جائیں گے، بازار کی مسجد کا تعلق زیادہ تر سرمایہ داراور دکاندار طبقہ سے ہے، جو اپنی سہولت کے لئے جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں، اور جامع مسجد قدیم کے متولی ایک ادارہ (انجمن اسلامیہ) تیسرا جمعہ قائم ہونے پر اس دینی ادارہ کو سخت مالی دقتوں کا سامنا کرنا پڑیگا، اور ادارہ جو تبلیغی اور دینی تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہے، جدید جامع مسجد میں منتقل ہوجانے والے مسلمانوں کے عدم اشتراک کے سبب ٹھیک طور پر انجام نہ دے سکے گا۔

تیسرا جمعہ قائم کر کے آباد مسجد کو غیر آباد بنانا اور ایک دینی ادارہ کو نقصان پہونچانا کہاں تک مناسب ہے، اس چھوٹے سے قصبہ میں دو جامع مسجد کی موجودگی میں کافی وسیع اور کشادہ ہیں تیسرا جمعہ قائم کیا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ جواب نفی میں ہونے کے باوجود اگر جمعہ قائم کیا جاوے تو اس میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کے لئے ایک بڑی جامع مسجد کا ہونا اعلیٰ وانسب ہے، تا کہ سب مسلمان متفق ہوکر اس فرض کو بطور شعار ادا کریں[1]۔

---

[1] الخامس من شروط صحة الجمعة الاذن العام لانها من شعائر الاسلام وخصائص الدين فلزم اقامتها على سبيل الاشتهار والعموم (مراقی مع الطحطاوی ص۲۷۱/ باب الجمعة، مطبوعه مصر)

تھوڑی سی سہولت کے لئے جگہ جگہ جمعہ قائم کرنے سے یہ مصلحت حاصل نہیں ہوتی بڑی جامع مسجد کا غیر آباد ہوجانا اور دینی ادارہ کو نقصان پہنچانا مستقل خسارہ ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ پرانی جامع مسجد میں سب ملکر جمعہ ادا کیا کریں اگر چہ دوسری مسجدوں میں جمعہ پڑھنے سے بھی فریضہ ادا ہو جائے گا، اور یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ ان کی نماز نہیں ہوئی فقہاء نے ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کو بھی درست لکھا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۹ھ

بدعتی امام سے بچنے کے لئے مدرسہ میں قیام جمعہ

سوال: - قصبہ بھیگن گاؤں میں ایک مسجد ہے جس کے تمام اراکین بدعتی ہیں اور زیادہ تر بدعتی لوگ دیوبندی عقیدہ والوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں، اور ہم لوگ کسی قسم کی تبلیغ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنے کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتے پھر اپنی بات کیونکر سنے یا مانے اس قصبہ میں ایک مدرسہ ہے جس کو وہ لوگ دیوبندی مدرسہ کہتے ہیں، اور حقیقت بھی مدرسہ کی یہی ہے، فی الوقت مدرسہ میں پانچوں وقت نماز باجماعت مع معلم طلباء ودیگر اراکین مدرسہ ہی میں ادا کرتے ہیں، اور جمعہ کے روز مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں بدعتی امام کے پیچھے، اور ابن ماجہ شریف کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ بدعتی کا روزہ، نماز، حج، زکوۃ، ودیگر اس کے نیک افعال اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور اس کے نیک اعمال ایسے الگ کر دئے جاتے ہیں جیسے آٹے میں بال کو۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمادیں کہ ہم لوگ مدرسہ میں جمعہ

[1] وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا اه سواء کان المصر کبیراً او لا (الدر مع مع الشامی زکریا ص۱۵/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی جواز استنابة الخطیب، مجمع الانهر ص ۲۴۷/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. حلبی کبیری ص۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

ادا کرنا چاہتے ہیں، جس کی اصل وجہ مسجد کے متعلقین اور امام کا بدعتی ہونا ہے، وہ امام دیوبندی مسلمانوں کو سلام کرنا بھی منع قرار دیتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر مدرسہ میں سب کو آنے کی اجازت ہو، دروازہ کھلا رہتا ہو، تو وہاں بھی جمعہ پڑھ سکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررۂ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[1] والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين (الدر على الشامي زكريا ص ۲۵/ج۳/ باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب قال الله تعالىٰ الخ. حلبي كبيری ص۵۵۸/ بصل في صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۲۴۶/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)



فصل هفتم : آداب جمعہ

سورۂ کہف کا ورد ہر جمعہ کو

سوال:-ایک مولوی صاحب نے اپنے وعظ میں بیان فرمایا (اجمیر میں) کہ جس دن حضرت امام حسینؓ کے شہید ہونے کا دن تھا۔۱۰محرم بروز جمعہ اس دن بھی آپ سورۂ کہف تلاوت فرمارہے تھے۔آپ نے قاتل سے کہا بھی کہ سورۂ کہف پڑھنے اور نماز جمعہ تک کی مہلت دے۔ یہ کہاں تک درست ہے کہ آپ ہر جمعہ کو سورۂ کہف تلاوت فرماتے تھے۔

الجواب حامداًومصلیاً

حضرت امام حسینؓ کا معمول تو معلوم نہیں کیا تھا۔ ہاں حدیث شریف میں جمعہ کے روز سورۂ کہف کی فضیلت بہت آئی ہے۔ کذافی المشکوٰۃ . باب فضائل القرآن[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی غفرلہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

ناخن اور بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوائے یا بعد میں

سوال:-درمختار کا حوالہ دے کر یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن حجامت بنوانا

---

[1] عَنْ أَبِيْ سَعِيْد أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَسُوْرَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّوْرَ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رواه البیهقی مشکوٰة شریف ص ۱۸۹/ج ۱/ کتاب فضائل القرآن، مطبوعه یاسر ندیم دیو بند.

اور ناخن ترشوانا جمعہ کے بعد افضل ہے کیا یہ مسئلہ صحیح بیان کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ناخن زیادہ بڑھے ہوئے ہوں تو جمعہ کے بعد ترشوانا شرح اشباہ ص ۵۶۳[۱] میں افضل لکھا ہے۔ درمختار ص ۶۲۳[۲] میں مطلقا بعد جمعہ حجامت بنوانا ناخن ترشوانا افضل لکھا ہے لیکن بعض روایات میں نماز سے قبل بنوانا حضور ﷺ سے منقول ہے اور طحطاوی[۳] میں اسی کو افضل لکھا ہے اور بعد نماز کی افضلیت کو رد کیا ہے اور مشائخ کا معمول بھی یہی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

جمعہ کے روز حجامت

سوال:- روز جمعہ قبل نماز جمعہ حجامت ساختن چہ حکم دارد۔

[۱] فی بعض الروایات انه یقلم ویقص بعد صلاة الجمعة عملا بالأخبار، ولکن بعدها افضل (شرح حموی ص ۵۶۳/ الفن الثالث، القول فی احکام یوم الجمعة)

[۲] ویستحب قلم اظفاره یوم الجمعة وکونه بعد الصلاة افضل الخ. درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۰/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. توفیر شاربه واظفاره یوم الجمعة وکونه بعد الصلوٰة افضل الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۱/ ج ۹/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة.

[۳] وظاهر الحدیث یدل علی ان القلم قبل الصلاة فما فی بعض الکتب انه بعدها لیشهد له بالصلاة لا یعول علیه لانه تعلیل فی مقابلة النص الخ طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۹/ آخر باب الجمعة، مطبوعه مصر.

ترجمہ سوال:- جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل حجامت بنوانے کا کیا حکم ہے؟

ترجمہ جواب:- یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز نماز کے لئے تشریف لے جانے سے قبل اپنی مونچھ اور ناخن تراشا کرتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

این طریق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام است کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُصُّ شَارِبَہٗ وَیَقْلِمُ اَظْفَارَہٗ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ یَّرُوْحَ اِلیٰ الصَّلوٰةِ اخرجہ البیهقی اھـ رد المحتار[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳؍۳؍۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۶؍ربیع الاول ۵۶ھ

غسل جمعہ وعید کا وقت

سوال: - عیدین کے دن قبل طلوع فجر یا قبل طلوع شمس اگر کوئی شخص غسل کرے تو اس سے عیدین کی سنت ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

بہشتی گوہر میں ہے کہ عیدین کے دن بعد فجر غسل ان لوگوں پر کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

مالا بد منہ میں ہے کہ روز عید الفطر سنت آنست کہ اول چیزے بخورد وصدقہ فطر دہد، و مسواک کند وغسل کند واحسن ثیاب بپوشد وخوشبو استعمال نماید وغیرہ

اب سوال یہ ہے کہ بعد فجر وروز کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص طلوع فجر سے قبل غسل کرے تو اس سے سنت ادا نہیں ہوگی! اب اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی آدمی طلوع فجر کے بعد غسل کرے اور نماز عید تک حدث لاحق نہ ہو تو اس کی سنت بالاتفاق ادا ہوگی! اگر طلوع فجر سے قبل غسل کیا اور اسی طہارت سے نماز عید ادا کی تو امام

---

[1] شامی کراچی ص۵۰۴؍ج۶؍ فصل فی البیع، کتاب الحظر والإباحة. مجمع الزوائد ص۳۴۸؍ج۲؍ کتاب الصلاة، باب الاخذ من الشعر والظفر یوم الجمعة، مطبوعہ دار الفکر.

ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت ادا ہوگئی مگر حسنؒ کے نزدیک ادا نہیں ہوئی۔ اگر درمیان میں حدث لاحق ہوگیا اور پھر وضوء کی ضرورت پیش آئی تو کسی کے نزدیک سنت ادا نہیں ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم کے لئے ہے یا صلوٰۃ کے لئے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صلاۃ کے لئے ہے اور اسی کو اصح لکھا ہے۔ **وسن للجمعة والعيدين وعرفة اى سن الاغتسال لهٰذه الاشياء. ثم هٰذا الاغتسال لليوم عند الحسن وقال ابويوسفؒ للصلاة وهو الاصح وفي الكافي لو اغتسل قبل الصبح وصلى به الجمعة نال فضل الغسل عند ابى يوسفؒ وعند الحسنؒ لا زيلعى[1] ص ۱۷/ج ۱/.**

والخلاف المذكور جار فى غسل العيد ايضا شامى[2] ص ۱۷۴/ج ۱/.

بہشتی گوہر[3] و مالا بد منہ[4] میں وہ صورت لکھی ہے جس سے بالاتفاق سنت ادا ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ بعد طلوع فجر غسل کرے۔ روز سے مراد شرعی دن ہے جو کہ طلوع صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے[5] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ ہٰذا

---

[1] زيلعى ص ۱۷/ج ۱/ كتاب الطهارة، مكتبه امداديه ملتان پاكستان.

[2] شامى كراچى ص ۱۶۹/ج ۱/ كتاب الطهارة، مطلب فى رطوبة الفرج.

[3] بہشتی گوہر حصۂ یازدہم بہشتی زیور ص ۱۸/ جن صورتوں میں غسل سنت ہے، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

[4] مالابد منہ ص ۵۵/ فصل در نماز جمعہ، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

[5] والائمة الاربعةؒ على أن اول النهار الشرعى طلوع الفجر (روح المعانى ص ۱۰۱/ج ۳/ سورۂ بقره تحت آيت ۱۸۷/ مطبوعه دارالفكر بيروت. تفسير قرطبى ص ۱۸۲/ج ۱/ جز ۲/ سورۂ بقره تحت آيت ۱۶۴/ مطبوعه دارالفكر بيروت، اليوم الشرعى من طلوع الفجر الى الغروب (شامى زكريا ص ۳۳۰/ج ۳/ كتاب الصوم)



فصل ہشتم : احتیاط الظہر

احتیاط الظہر کی تفصیل

سوال :- ملک بنگال میں بعض مقام جن کی آبادی عموماً منتشر ہے اور چھوٹے چھوٹے مواضعات پر مشتمل ہے جن کو قدیم زمانہ سے محققین علماء نے خود ان مواضع کو ملاحظہ فرمایا ہے مثلاً حکیم الامت وغیرہ نے ان کی رائے یہی تھی کہ یہ مقامات قریہ کبیرہ نہیں ہیں باوجود ان حالات کے عرصہ دراز سے وہاں برابر جمعہ ہوتا رہا ہے۔اور اب بھی ہوتا ہے جمعہ کے بعد فرادی فرادیٰ ہر شخص چار رکعات احتیاط الظہر پڑھتا ہے چونکہ یہ عمل عرصہ دراز سے جاری ہے اس لئے ہر شخص مطمئن ہو کر جمعہ کے ساتھ احتیاط الظہر پڑھ لیا کرتا ہے تقریباً دو سال ہوئے بعض مولوی حضرات نے یہ کہنا شروع کیا کہ احتیاط الظہر ممنوع اور بدعت سئیہ ہے اس لئے قطعاً بند کرنا چاہئے اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں بعض علماء کی تحقیق اور بعض فقہی عبارات بھی پیش کیں جو آخر استفتاء میں ملاحظہ کے لئے منسلک ہے ان مقامات میں ان مولوی صاحبان کی اس نئی آواز سے ایک ہل چل مچ گئی عوام الناس شور وشغب کرنے لگے بعض ایسے اہل علم بھی وہاں موجود تھے جو فتنہ سے ہمیشہ محترز رہے اور اپنے تحفظ دین کے ساتھ جو دینی خدمت ان سے ممکن ہوتی تو اس کو انجام دیتے تھے لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا انہوں نے فتویٰ دینے سے انکار کیا کہ یہ منصب اہل افتاء کا ہے جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو

انہوں نے نمبروار بہت سی فقہی عبارات نقل فرما کر ان عبارات سے جو احکام تفصیلیہ ہوتے تھے ان کو بھی نمبروار لکھدیا اور یہ فرمایا کہ تم لوگ علماء کے پاس استفتاء بھیج کر صورت متنازعہ کے متعلق حکم محققین علماء دین سے تحقیق کرلوان حضرات کا جو جواب ہو وہ اپنے عمل کے لئے متعین سمجھ لو میں چونکہ اس منصب کا اہل نہیں اس لئے نہ کوئی متعین حکم دے سکتا ہوں نہ وہ معمول بہ بن سکتا ہے میں صرف عبارت متعلقہ کو ایکجا کر کے جو احکام تفصیلیہ مستفاد ہوئے تھے ان کو لکھ دیا ہے ان مولوی صاحب کی بھی وہ مفصل عبارات فقہیہ اور نمبروار احکام جو ان سے مستفاد ہوئے ہیں منسلک استفتاء ہٰذا ہیں امید کہ بعد ملاحظہ فرمانیکے در بارہ احتیاط الظہر ان مقامات میں جو حکم شرع ہو اس سے مطلع فرمائیں گے بہت ممکن ہے کہ اس سے مسلمانوں کا نزاع وفتنہ ختم ہو جائے ورنہ صحیح حکم کی تبلیغ کا ثواب بہرحال مل جائے گا۔

خادم نور الحسن مکان پیر بخش میاں پوسٹ عالم نگر رنگپور مشرقی پاکستان مستفتی نے بہت سی عبارات فقہی اس جگہ تحریر کی ہیں جو بسبب طوالت کے نقل نہیں کی گئی صرف حسب ذیل نقشہ جو احتیاط الظہر پڑھنے کے متعلق ہے جس میں چند خصوصیتیں درج ہیں۔

صورت	حکم
۱۔ایسی جگہ جس کا مصر یا فناء مصر ہونا یقینی ہو اور سلطان یا نائب اس کا حاضر ہو اور نماز جمعہ بھی ایک ہی جگہ ہوتی ہو۔	۱۔صرف جمعہ کی نماز پڑھنی ہوگی۔
۲۔ایسی جگہ جس کا مصر نہ ہونا یقینی ہو یعنی وہ جگہ نہ تو مصر ہو نہ فناء مصر	۲۔صرف ظہر کی نماز پڑھنی ہوگی۔
۳۔ایسی جگہ جس کے مصر ہونے میں شک ہو۔	۳۔ ایسی جگہ اکثر فقہاء نے آخر الظہر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور بعض نے واجب بھی فرمایا ہے ملاحظہ ہو عبارت فتح القدیر، کبیری، شامی، فتاویٰ عالمگیری

۴۔ایسی جگہ جس کا مصر ہونا یقینی ہومگر جمعہ کی نماز کئی جگہ ہوتی ہو۔	۴۔ ایسی جگہ پر اکثر فقہاء نے آخر الظہر پڑھنے کو مستحب فرمایا ہے اور بعض نے واجب بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر، کبیری، شامی، فتاویٰ عالمگیری
۵۔ ایسی جگہ جس کا مصر ہونا یقینی ہومگر سلطان یا نائب سلطان ہو۔	۵۔ ایسی جگہ بھی بعض فقہا نے آخر الظہر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔مبسوط، خواہر زادہ فتاویٰ عزیزی ص۳۳۳ ج۱، وص۴ ج۲
٦۔مندرجہ بالا جن مقامات میں آخر الظہر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اگر ان میں سے کسی جگہ یہ خوف ہو کہ آخر الظہر پڑھنے کی وجہ سے جاہلوں کا اعتقاد جمعہ کے نہ فرض ہونے کا ہوجائے گا۔	٦۔ایسی جگہ بوجہ خوف فساد عقیدہ عوام کو پڑھنے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور خاص یعنی جن لوگوں کا عقیدہ درست ہے اور خراب ہونے کا خوف نہیں ہے ان کے لئے گھر میں پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے مراقی الفلاح ص۹۳، بحر الرائق ص۱۵۵/۔

سلف صالحین کی سابقہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مسئلہ متنازعہ میں بہت تنقیح و تفصیل ہے اور حضرات فقہاء نے مختلف صورتوں میں مختلف احکام دیئے ہیں۔لہٰذا فقہاء کی کل کتابیں اور علماء کے کل فتاوے درست اور حق ہیں اور جو فسادات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں وہ نتیجہ ہوتا ہے فتاویٰ کو غلط طریقہ پر استعمال کرنے کا مثلاً نقشہ ہٰذا میں چھ صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اگر پہلی صورت کے موقع پر دوسری صورت کا حکم استعمال کیجئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس جگہ جمعہ ضروری اور فرض ہے وہاں صرف ظہر پڑھنی ہوگی یا دوسری صورت کے موقع پر پہلی صورت کا حکم استعمال کیجئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس جگہ جمعہ جائز نہیں وہاں جمعہ پڑھنا پڑے گا۔

اسی طرح اگر تیسری صورت کے موقع پر پہلی صورت کا حکم استعمال کرے تو صرف جمعہ پڑھنا پڑے گا۔اگر دوسری صورت کا حکم استعمال کیجئے تو صرف ظہر پڑھنی پڑے گی حالانکہ یہ سب کے سب تمام علماء وفقہاء کے خلاف ہیں علیٰ ہذا القیاس آخر تک حساب لگا کر ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کل احکام میں رخنہ پڑ جائے گا اور ہر قسم کے جھگڑے شروع ہو جائیں گے لہٰذا سب جگہ کے لئے ایک ہی حکم لگانا کتب فقہ کے خلاف اور اپنے منصب سے تجاوز ہے پس جس جگہ کے لئے جیسا حکم فقہاءؒ اور علماءؒ کا ہو ویسا ہی کرنا چاہئے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے۔وما علینا الا البلاغ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ احتیاط الظہر قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ، اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں۔شرائط جمعہ کے متعلق اختلاف ائمہ کے باوجود عدم شرائط میں تردد کے باعث بعض مشائخ نے یقینی طور پر براءت ذمہ کے لئے اس مسئلہ کو احتیاطاً بیان کیا تھا پھر اس درجہ اس پر عمل میں ترقی ہوئی کہ بعض جگہ احتیاط الظہر کا علی الاعلان عملاً التزام کیا گیا بعض جگہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے بعض جگہ اس کو واجب یا فرض اعتقاد کیا گیا بعض جگہ اس کو جمعہ سے بھی بڑھا دیا گیا حتیٰ کہ جمعہ کو غیر ضروری بدرجہ نفل سمجھنے لگے پھر اس پر تکرار ونزاع کی صورتیں پیدا ہونے لگیں غرض گوناگوں فتنے شروع ہو گئے اس لئے بہت سے فقہاء نے اپنے قول سے رجوع کر کے ممانعت کا حکم دیا۔

مسئلہ مذکور میں وجود سلطان وعدم سلطان اور تعدد جمعہ کی تنقیح کافی طور پر ہو چکی ہے لہٰذا یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں جن کی بناپر احتیاط الظہر کا حکم دیا جائے۔ندباً یا وجوباً۔

البتہ جس مقام کے مصر ہونے میں شک ہو اور زمانہ قدیم سے جمعہ ہوتا چلا آرہا ہو اور بند کرنے میں فتنہ ہو تو وہاں ایسی طرح احتیاط الظہر مناسب ہے جس سے کوئی اعتقادی اور عملی

مفسدہ پیدا نہ ہو[1] کتب فقہ کی عبارات خود سائل کے سامنے ہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵؍صفر ۶۸ھ

احتیاط الظہر کی جو صورتیں نقشہ کی صورت میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے مسئلہ متنازعہ فیہا میں کوئی صورت بھی نہیں پائی جاتی اصل سوال بنگال کے چھوٹے گاؤں اور بستیوں کے متعلق ہے جن کو دیکھنے والا گاؤں بھی نہیں کہہ سکتا جو گاؤں اس قسم کے ہیں ان میں جمعہ پڑھنا اور پھر احتیاط الظہر پڑھنا مذہب حنفی کی رو سے درست نہیں ہے فقہاء کی جو عبارات کثیرہ استفتاء کے ساتھ ہیں وہ موجودہ سوال پر منطبق نہیں ہیں۔فقط

سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵؍صفر ۶۸ھ

احتیاط الظہر

سوال:- بروز جمعہ بعد ادائے فریضہ چار رکعات نماز بہ نیت احتیاط الظہر کلکتہ یا اطراف کلکتہ یا کسی گاؤں جو کہ شہر کلکتہ سے ۲۰؍میل کی مسافت پر واقع ہو اور وہاں اشیاء ضروریات بھی کثرت کے ساتھ دستیاب ہوتی ہوں تو ایسی جگہوں میں مذکورہ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔دیگر عرض خدمت یہ ہے کہ البحر الرائق کی عبارت **قد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربعة بعدها بنية اٰخر ظهر خوف عدم فرضية الجمعة وهو الاحتياط فى زماننا** اور دوسری جگہ صاحب بحر کا ایک مستحکم قول **الاحتياط فى زماننا ترك احتياط الظهر**

---

[1] بلفظه مع مالزم من فعلها فى زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقا الجهلة ان الجمعة ليست بفرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنو انها الفرض وان الجمعة ليست بفرض فيتكاسلون عن اداء الجمعة فكان الإحتياط فى تركها وعلى تقدير فعلها ممن لايخاف عليه مفسدة منها فالاولى ان تكون فى بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها (البحرالرائق ص۱۴۳/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مكتبه كوئٹه پاكستان، شامى كراچى ص۱۴۶/ج۲/ باب الجعمة، تاتار خانيه كراچى ص۵۰/ج۲/ شرائط الجعمة)

اظہر من الشمس ہے حالانکہ اس کا جواب صاحب نفع المفتی نے اس کتاب کے ص۹۰۸ر میں تحریر کیا ہے جو کہ نیچے درج ہے۔

فما فی البحر انهم افتوا باداء الاربع بعد الجمعة الیٰ قوله بعید عن مثله اس جگہ صاحب بحر کا قول قابل ترجیح ہے یا نہیں؟ ازراہ مہربانی تحریر فرمادیں۔

(۲) احتیاط الظہر کی نیت کے اندر ''آخر فرض'' کہنا ضروری ہے یا نہیں اگر کوئی فرض نہ کہے تو کیا نقصان ہے بعض فقہ کی کتابوں میں نیت کے اندر فرض کا نام بھی نہیں لیا گیا اس سے نیت میں کچھ خرابی آئیگی؟ جیسا کہ مجموعہ فتاویٰ ص۲۶ر صغیری شرح منیۃ ۔مخزن الفتاویٰ۔ ہندیہ۔ غایۃ الاوطار ص۳۷۳ر۔ مجمع الانہر اور فتاویٰ خیریہ۔ احتیاط الظہر کی نیت فتاویٰ خیریہ میں یوں لکھا ہے **كما وقع فيه الاختلاف القوى بين الائمة وقع الخلاف فى تعريف بغير جماعة اربع ركعات بنية. اخر ظهر ادركت وقته ولم اصل بعد وتفصيله فى شروح الهداية والمنية والكنز وغيرها.** مگر فتح القدیر میں ہے **ينبغى ان يصلى اربعا ينوى لها اخر فرض ادركت وقته الخ** ایسا ہی سفر السعادۃ میں بھی ہے ان عبارات متنازعہ کے درمیان کس کا قول زیادہ اقویٰ اور اصح ہے ارقام فرماویں؟ زیادتی ثواب سے محرومی کا باعث ہوگا؟

(ب) کوئی شخص کہتا ہے خطبہ جمعہ روبقبلہ ہوکر سننا ہی احسن ہے جیسا کہ فتاویٰ برہنہ دفتر اول میں رقمطراز ہے عبارت برہنہ یہ ہے وبقول امام السرخسیؒ مستقبل بقبلہ باشند وامر کردہ نشود بترک آں وہوالاحسن بنشستند بہرکیف کہ خواہند وبشنوند وخواب نکنند ایسا ہی محیط حاشیہ شرح وقایہ اور بہشتی زیور حصہ یازدہم میں عیاں ہے مگر اس ملک کے ایک تو مفتی فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت قبلہ سے منہ گھما کر امام کی طرف رخ کر کے خطبہ سننا ہی مستحب ہے چاہے تساوی صفوف میں وقت ہو یا نہ ہو۔ عالمگیری ص۱۵۶ر اشعۃ اللمعات ص۶۵۳ر جلد اول اور مظاہر حق مذکورہ بالا اختلافات میں سے کس کا قول صحیح اور مفتی بہ ہے۔ ازراہ مہربانی ارقام فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس امر میں تمام امت کا اجماع ہے کہ جمعہ دیگر صلوٰۃ خمسہ کی طرح نہیں کہ جس طرح چاہے جہاں چاہے ادا کرلیا جائے بلکہ اس کے لئے کچھ خصوصیات ہیں وجوباً وصحۃً جو اور نمازوں کیلئے نہیں[1]۔ اس کے بعد ان خصوصیات میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں وہاں ظہر فرض ہے بڑے گاؤں میں جو اپنی آبادی اور ضروریات روز مرہ وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہو۔ وہاں جمعہ فرض اور اس کا ادا کرنا درست ہے اس میں کوئی شک کرنا اور احتیاط الظہر پڑھنا اور ایک یقینی چیز میں شک اور تردد کرنا ہے جو کہ بے دلیل ہے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کا مذہب متعین کرنے کے متعلق متقدمین میں اس بات میں بھی اختلاف تھا کہ ایک شہر میں ایک جگہ جمعہ ہونا چاہئے یا متعدد جگہ بھی جائز ہے اس اختلاف کی بنا پر بعض علماء نے احتیاط الظہر کا حکم دیا تھا کہ تعدد جمعہ درست نہ ہو تو صرف پہلا جمعہ اداء ہوگا اور بعد والوں کا فریضہ باقی رہ جائے گا تو وہ لوگ احتیاط الظہر ادا کرلیں، لیکن اس میں مفسدہ پیدا ہوا، ناواقف لوگوں نے یہ سمجھا کہ جمعہ فرض ہی نہیں اس مفسدہ کو روکنے کے لئے احتیاط الظہر کو عامۃً منع کردیا اور خاص اہل علم وتقویٰ کو گنجائش دی گئی کہ وہ خفیہ طور پر اپنے مکان میں جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھیں۔

اور آخر ظہر ادرکتہ ولم یسقط عنی بعد کی نیت کریں ثم علیٰ قول ابی یوسفؒ لو تعددت فالجمعة لمن سبق واختلفوا قال بعضھم یعتبر السبق بالفراغ

---

[1] ام شروط الوجوب فستة فاولها الذكورة، الثانی الاقامة الثالث الحرية الرابع الصحة الخامس سلامة العينين السادس سلامة الرجلين، واما شروط الاداء فستة ايضاً الشرط الاول المصر والثانی كون الامام فيها السلطان او من اذن له السلطان، الثالث الوقت الرابع الخطبة الخامس الجماعة السادس الاذن العام (حلبی كبيری مختصراً ص ۵۴۸/تا۵۵۸/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور. مجمع الانهر ص ۲۴۵/تا ۲۵۰/ باب الجمعة، طبع دارالكتب العلمية بيروت. درمختار مع الشامی زكريا ص ۵/تا ۲۶/ ج ۳/ باب الجمعة.

والصحیح انه بالافتتاح فان صلوا معا اواشتبه الامر فسدت صلوة الکل وذکر فی التفرید والافضل هو الجامع الواحد وذٰلک للخروج من الخلاف والخروج عن العهدة بیقین وعن هٰذا وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی بها الظهر حتی لو لم تقع الجمعة موقعها یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی قال فی فتاویٰ الحجة هذا فی القریٰ الکبیرة اماالبلاد فلا یشک فی الجواز ولا تعاد الفریضة قال والاحتیاط فی القریٰ ان یصلی السنة اربعاً ثم الجمعة ثم ینوی سنة الجمعة اربعا ثم یصلی الظهر ثم رکعتین سنة الوقت هٰذا هو الصحیح المختار فان صحت الجمعة فقد ادی سنتها علی وجهها والا فقد صلی الظهر مع سنته قال وقول الناس یصلی الظهر بنیة الظهر اوبنیة اقرب صلوٰة علی ما لیس له اصل فی الروایات ولا شک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات انتهیٰ وهٰذا الذی قاله من حیث کون الموضع مصراً واما من حیث جواز التعدد وعدمه فالا ول هو الاحتیاط لان الخلاف فیه قوی اذ الجمعة جامعة للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورة للفتویٰ لا یمنع شرعیة الاحتیاط للفتویٰ وذکر فی فتاویٰ اهو ینبغی ان یقرأ الفاتحة والسورة فی الاربع التی تصلی بعد الجمعة بنیة الظهر فی دیارنا فان وقع فرضا فقرأة السورة لا تضروان وقع نفلاً فقرأة السورة واجبة انتهیٰ والاحسن فی النیة ان ینوی آخر ظهر ادرکت وقته ولم یسقط عنی بعد حتی ان صحت الجمعة وکان علیه ظهر یسقط عنه والافنفل اه غنیة المستملی[1] ص ۵۱۲/۔

---

[1] غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی ص ۵۱۲/و۵۱۳/ مکتبه رحیمیه دیوبند. ص ۵۵۲/ باب الجعمة، سهیل اکیڈمی لاهور.

پھر یہ اختلاف مرتفع ہوکر جواز تعدد علی الاطلاق مذہب قرار دیا گیا تو اب اس شبہ کی بنا پر بھی احتیاط الظہر کی کوئی جہت باقی نہیں رہی۔ وتودی فی مصر واحد فی مواضع ای یصح اداء الجمعة فی مصر واحد بمواضع کثیرة وهو قول ابی حنیفةؒ و محمدؒ وهو الاصح ، وذکر الامام السرخسیؒ[۱] ان الصحیح من مذهب ابی حنیفةؒ جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبه ناخذ لاطلاق لاجمعة الا فی مصر شرط المصر فقط وفی فتح القدیر[۲] ص ۴۱۱/ج ۱/ الاصح الجواز مطلقا وذکر فی باب[۳] الامامة ص ۳۴۷/ج ۱/ ان الفتویٰ علیٰ جواز التعدد مطلقا وبما ذکرناه اندفع ما فی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین ولا یجوز فی اکثر من ذٰلک وعلیه الاعتماد اه فان المذهب الجواز مطلقا واذا علمت ذٰلک فما فی القنیة.

(من مسئلة احتیاط الظهر) مبنی کله علی القول الضعیف المخالف للمذهب فلیس الاحتیاط فی فعلها لانه العمل باقویٰ الدلیلین وقد علمت ان مقتضی الدلیل هو الاطلاق ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل تقتضیه الضرورة عدم اشتراطه وقد قال اللّٰه تعالیٰ لا یکلف اللّٰه نفسا الاوسعها وقال اللّٰه تعالیٰ وما جعل علیکم فی الدین من حرج اه مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظیمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض لما یشاهدون من صلوٰة الظهر فیظنون انها الفرض وان الجمعة لیست بفرض فیتکاسلون من اداء الجمعة فکان الاحتیاط فی ترکها وعلیٰ تقدیر فعلها لمن لایخاف علیه مفسدة منها فالاولیٰ ان تکون فی بیته خفیة خوفا من مفسدة فعلها واللّٰه سبحانهٗ الموفق

[۲] مبسوط سرخسی ص ۱۲۰/ج ۲/ باب الجمعة، دارالفکر بیروت.
[۳] فتح القدیر ص ۵۳/ج ۲/باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.
[۴] فتح القدیر ۳۵۰/ج ۱/ باب الامامت، مطبوعه دارالفکر.

للصواب اه بحر[۱] ص ۱۵۴ / ج ۲ /.

علامہ علاؤالدین حصکفی نے سکب الانہر[۲] ص ۱۶۷ / ج ۱ / میں لکھا ہے وتفسد بالمعية والاشتباه فيصلى بعدها اربعاً بنية اٰخر ظهرا دركت وقته ولم يسقط عنى بعد وكل ذٰلك مبنى على المرجوح فلا يعول عليه اهـ علامہ شرنبلالیؒ نے مراقی الفلاح[۳] ص ۲۷۵ / میں تحریر کیا ہے وليس الاحتياط فى فعلها لان الاحتياط هو العمل باقوى الدليلين واقواهما اطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الاربع مفسدة اعتقادالجهلة عدم فرض الجمعة اوتعدد المفروض فى وقتها ولا يفتى بالاربع الا للخواص ويكون فعلهم ايا ها فى منازلهم اهـ.

شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ[۴] میں فرماتے ہیں وظاہر از اطلاق عبارت فقہاء آنست کہ احتیاج بایں تقییدات نیست بلکہ نیت صلوٰۃ ظہر وقت کند چنانچہ درسائر ایام میکند چہ اگر جمعہ صحیح نیست پس ایں فرض باقی است بہ یقین والاتطوع بہ نیت فرض صحیح است و صحیح آنست کہ جمعہ صحیح است اگرچہ سلطان جائر باشد وتنفیذ جمیع احکام بالفعل صورت نہ بندد وذكر جميع هذه المسائل فى سنن الهدىٰ اه عزیز الفتاویٰ[۵] ص ۴۶ / ج ۱ / وص ۲۷ / ج ۲ / فتاوی رشیدیہ[۶] ص ۲۸ / ج ۱ / ص ۱۴۱ / ج ۲ / و جلد ۲ / ص ۵۰ / وجلد ۳ / ص ۳۶ / میں اس

---

[۱] البحر ص ۱۴۲ / ۱۴۳ ج ۲ باب صلاة الجمعة، مكتبه كوئٹه پاكستان.

[۲] الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۴۸ / ج ۱ / باب الجمعة، مكتبه دارالكتب العلمية بروت.

[۳] مراقی الفلاح ص ۴۱۴، ۴۱۳ / باب الجمعة، مكتبه مصرى.

[۴] شرح سفر السعادة ص ۲۱۳ / قبیل فصل درنماز عید روز عید، مطبوعہ دہلی۔

[۵] فتاوی دارالعلوم یعنی عزیز الفتاوی ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳ / ج ۱ / بروز جمعہ احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، فتاوی دارالعلوم یعنی امداد المفتیین ص ۳۹۴ / ج ۲ / احتیاط الظہر اور سنن بعد الجمعہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

[۶] تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص ۳۴۵ / تا ۳۵۰ / احتیاط الظہر کا مسئلہ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

احتیاط الظہر کو ناپسند اور لغو اور قابل ترک لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ ذی الحجہ ۶۷ھ

احتیاط الظہر

سوال: - جس جگہ جمعہ جائز نہ ہو تو امام صاحب کو بدرجۂ مجبوری جمعہ پڑھا کر کے نماز ظہر پڑھنا خود کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو امام کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے لئے یہ طریقہ جائز نہیں مقتدیوں سے صاف صاف کہہ دے کہ میں جمعہ نہیں پڑھاؤں گا یہاں جمعہ جائز نہیں اس سے فریضۂ ظہر ادا نہیں ہوتا چاہے امام رکھو یا نہ رکھو[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۳/۲۳/ ۸۶ھ

نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر

سوال: - ایک حنفی المذہب امام ہے جو ہمیشہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے بہ نیت فرض۔ مگر اس بناء پر کہ حکیم الامتؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے فتویٰ سے صحت جمعہ کا انکار دیہات میں ظاہر ہے تو اگر امام مذکور ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھا کرتا ہے بہ نیت قضاء تو اپنے مذہب کی بنا پر قضا پڑھنے میں گنہگار رہے یا مستحق ثواب البتہ عوام کو قضاء

---

[1] وفیما ذکر نااشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة الی قوله ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر الخ، شامی کراچی ص۷/ج۳/ اول باب الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور.

پڑھنے پر رغبت نہیں دیتا ہے محض جھگڑے سے بچنے کے لئے مگر سوال کرنے پر اپنا خیال ظاہر کر دیتا ہے اور امام مذکور ایسے قریہ میں جمعہ پڑھتا ہے جہاں عدم صحت جمعہ ظاہر ہے مگر زمانہ قدیم سے جمعہ ہوتا ہے بند کرنے پر فساد کا اندیشہ ہے امام کیا کرے امام کے جمعہ پڑھنے اور احتیاط الظہر پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس امام کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانا اور پڑھنا درست نہیں ہے اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے والوں کی نماز درست نہیں ہوگی[۱] حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کا فتویٰ احتیاط الظہر کو منع کرنے کیلئے مستقلاً چھپا ہوا ہے[۲] امام کو چاہئے کہ جمعہ پڑھانے سے عذر کر دے اگر زیادہ فتنہ ہوتو جمعہ کی نماز میں نفل کی نیت کر کے شریک ہو جائے اور پھر اپنی ظہر کی نماز ادا کرے مگر خود جمعہ نہ پڑھائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۶ھ
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۸۶ھ
جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۶ھ

جمعہ سے پہلے ظہر پڑھی

سوال:- ایک شخص نے نماز جمعہ سے پہلے نماز ظہر پڑھ لی اور پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آیا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

---

[۱] وشرط لافترا ضها اقامة بمصر (درمختار)فلاتجب الاعلى من يسكن المصر اومايتصل به فلا تجب على اهل السواد (الشامی نعمانیه ص۵۴۷/ج۱/) باب الجمعة، بحر ص ۱۴۰/ ج۲/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، بذل ص ۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[۲] تالیفات رشیدیه مع فتاوی رشیدیه ص۳۴۵/تا۳۵۰/ احتیاط الظهر کا مسئله، مطبوعه اداره اسلامیات لاهور.

الجواب حامداًومصلیاً

اس کو جمعہ پڑھنا چاہئے اور ظہر کی نماز پڑھی ہوئی باطل ہوگی اگر امام کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھے گا تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۳/۵۶ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،
صحیح: عبداللطیف ۱۳/ربیع الاول ۵۶ھ

---

[2] وحرم لمن لاعذر له صلاة الظهر قبلها في يومها بمصر فإن فعل ثم ندم وسعى اليها بطل ظهره ادركها أو لا قال الشامي تحته: إذا لم يدركها أوبدا له الرجوع فرجع لزمه إعادة الظهر الدرالمختار مع الشامي كراچي مختصراً ص١٥٦/ج٢/ مطلب في شرط وجوب الجمعة، البحرالرائق كوئٹه ص١٥٣/ج١٢/ باب الجمعة، مجمع الانهر ص٢٥٢/ج١/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.



فصل نہم : متفرقات جمعہ

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ

سوال:- ہمارے یہاں شافعی مسلک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا:

''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلی النَّبِی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً. یا معشر المسلمین رحمکم اللّٰہ قد روی فی الخبر عن سید البشر شفیع امتہ فی یوم المحشر سید الاشراف ومتمم مکارم الاخلاق والاوصاف سیدنا العرب والعجم محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف انہ اذا صعد الخطیب علی المنبر ثم خطب فلا یتکلم احدکم من تکلم فقد لغاو من لغافلاجمعۃ لہٗ انصتوا رحمکم اللّٰہ فاستمعوا یغفراللّٰہ تعالیٰ لنا ولوالدینا ولوالدیکم واستاذنا ولا ستاذکم وجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات.''

مؤذن کھڑا ہو کر پڑھتا ہے اور عصا اپنے ہاتھ سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے جس کو خود مؤذن پڑھتا ہے۔

''اللھم اعز الاسلام والمسلمین واذل الشرک والمشرکین برحمتک

یا ارحم الراحمین.''

اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہوکر اسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے اس کے بعد اذان دی جاتی ہے۔ خطبۂ اولیٰ ختم ہوجانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں۔ دعا یہ ہے:

''اللّٰھم اختم لنا بالخیر بحرمتک القراٰن العظیم واکرم الکریم برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد للّٰہ رب العالمین.''

اس کے بعد خطبۂ ثانیہ ہوتا ہے بعدۂ نماز پڑھی جاتی ہے۔ نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام ومصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ ایک صاحب وہ دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود نہیں ہے۔ لہٰذا حضرتِ والا سے استدعاء ہے کہ مکمل و مدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں اور ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ سے متعلق ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں۔ فقہ حنفی کی مبسوط کتاب ردالمحتار[1] ص ۲۴۴ / ج ۵ / میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو بدعتِ ممنوعہ اور طریقۂ روافض لکھا ہے جس کا ترک لازم ہے۔ حافظ ابن حجر شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ **انہا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لھا فی الشرع وینبہ فاعلھا اولاً ویعزر ثانیاً اھ** یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ومکروہ ہے، شریعت میں اس

[1] شامی مکتبہ نعمانیہ باب فی الإستبراء وغیرہ و شامی کراچی ص ۳۸۱ / ج ۶ /. سعایہ ص ۲۶۵ / ج ۲ / قبیل الفصل فی القراءۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور. الفتای الکبری ص ۲۲۷ / ج ۴ / دار الکتب العلمیۃ بیروت.

کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جو ایسا کرے اس کو اولاً تنبیہ کی جائے، نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸؍۴؍۹۰ھ

محراب میں جمعہ سے پہلے سنت پڑھنا

سوال:- خطیب کا خطبۂ جمعہ سے پہلے محراب میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے طحطاوی[۱] ص ۲۸۷؍۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟

سوال:- جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں؟ نماز کی چھوٹی چھوٹی کتب میں چھ سنت مؤکدہ لکھی ہیں۔ لیکن شامی، ہدایہ، عالمگیری، نورالایضاح میں تو بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ لکھی ہیں۔ صرف فتاویٰ قاضی خاں اور کبیری میں چھ لکھی ہیں۔ وہ بھی چھ رکعت کا قول صرف امام ابو یوسفؒ کا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے تعلیم الاسلام میں لکھا ہے کہ چار سنت مؤکدہ ہیں اور دو رکعت سنت غیر مؤکدہ ہیں۔ اس طرح تمام کتب میں تطبیق ہو جائے۔ اس مسئلہ میں حضرت والا کی کیا رائے ہے؟

---

[۱] وتکرہ صلاتہ فی المحراب قبل الخطبة (طحطاوی ص ۴۲۰/ باب الجمعة، مطبوعہ مصری، بحر کوئٹہ ص ۱۴۹/ ج۲/ باب الجمعة، شامی زکریا ص ۲۳/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابو یوسفؒ کا قول اجمع ہے لیکن مفتی کفایت اللہ صاحب کی تطبیق اقرب ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

نماز جمعہ کی نیت

سوال:-نماز جمعہ کی نیت کیا اس طرح سے ہے کہ ''نیت کرتا ہوں چار رکعات سنت جمعہ'' اور اسی طرح فرض کی نیت کی اور پھر بعد فرض نماز کے اسی طرح سے نیت ہے کہ نیت کرتا ہوں چار رکعت سنت بعد از جمعہ اور دو رکعت سنت اور نفل کی بھی اسی طرح سے نیت کرتا ہے تو کیا یہ دونوں صورتوں میں نیت ٹھیک ہے کہ نہیں؟ صحیح طریقہ کیا ہے، کس طرح جمعہ کی نیت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ فرض ہے اس میں سنت کی نیت نہ کرے[۲]، ہاں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد سنت میں نیت سنت کی طرح کہ یہ پہلے کی سنت ہے اور یہ بعد کی سنت ہے، چار میں چار کی اور دو میں

---

[۱] وعند أبي يوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروى عن عليؓ والأفضل أن يصلّى اربعاً ثم ركعتين للخروج عن الخلاف (حلبى كبير ص ۳۸۹/ فصل فى النوافل، سهيل اكيڈمى لاهور. مجمع الانهر ص۱۹۵/۱/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۱۶/ فصل فى بيان النوافل.

[۲] وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة وتراويح على المعتمد ولا بدمن التعيين عند النية لفرض (الدر المختار على الشامى ص۹۵/ج۲/ باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند علمگيرى ص۶۵/ج۱/ الباب الثالث فى شروط الصلاة، الفصل الرابع فى النية، مطبوعه كوئٹه. تبيين الحقائق ص۹۹/ج۱/ باب شروط الصلاة، مكتبه امداديه ملتان)

دو کی نیت کرے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق نماز جمعہ کے بعد

سوال:- زید کہتا ہے کہ وہ تکبیریں جونویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک بعد نماز فرض بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں ان کو جمعہ کی نماز کے بعد بلند آواز سے نہ پڑھنا چاہئے،جیسا کہ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد نہیں پڑھی جائیں،خالد کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنا چاہئے اس لئے کہ جمعہ فرض ہے جب دیگر فرائض کے بعد یہ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں تو نماز جمعہ کے بعد پڑھنے پر کوئی کلام نہ ہونا چاہئے،لہذا بلند آواز سے تکبیریں جمعہ کے بعد پڑھنا چاہئے،زید! خالد کے کلام پر اعتراض یہ کرتا ہے کہ اگر جمعہ فرض ہوتا تو جس طرح دیگر فرائض کے فوت ہونے پر ان کی قضا لازم ہوتی ہے تو اس طرح جمعہ کے فوت ہونے پر جمعہ ہی پڑھنا فرض ہوتا، جمعہ کے بدلہ میں جمعہ کا واجب نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ واجب ہے اور واجب نمازوں کے بعد تکبیریں نہیں کہی جاتیں جیسا کہ وتر واجب ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

صلوة الجعمة فرض عين بالكتاب والسنة والاجماع، يكفر جاحدها لذالک وقال عليه الصلوة والسلام فى حديث واعلموا ان الله تعالىٰ فرض عليكم الجمعة فى يومى هذا فى شهرى هذا فى مقامى هذا الحديث[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جمعہ فرض عین ہے اور جمعہ کے بعد بھی تکبیر تشریق کہی

---

[1] مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۰۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصرى، ابن ماجه شريف ص ۷۵/ باب فرض الجمعة، مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند. فتح القدير ص ۴۹/ج ۲/ اول باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

جائے اور عید کے بعد بھی جب کہ مسئلہ کتب مذہب میں بصراحت موجود ہے تو پھر اٹکل سے گفتگو کرنا بے محل ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ میں جمعہ اذان ثانی واقامت سے

سوال:- ایک جنازہ کی نماز مین شرکت کے لئے زیادہ لوگ آ گئے اور جمعہ کا دن ہونیکی وجہ سے مسجد میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ تمام لوگ نماز جمعہ مسجد میں ادا کر سکیں لہذا تمام لوگوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ چل کر عیدگاہ میں نماز جمعہ ادا کر لی جائے جب کہ مسجد میں اذان ہو چکی تھی، اوراذان کی آواز عیدگاہ تک پہونچ جاتی ہے۔

(۱) ایسی صورت میں عیدگاہ میں دوبارہ اذان دی جائیگی یا نہیں جبکہ اذان ہونے کے بعد تمام لوگ مسجد سے عیدگاہ روانہ ہوئے تھے۔

(۲) ایسی صورت میں مسجد کو بالکل خالی چھوڑ کر سبھی لوگوں کا مسجد عیدگاہ میں نماز جمعہ ادا کرنا ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ غلط اختیار کیا گیا ہے، مسجد میں حسب سابق جمعہ پڑھنا چاہئے تھا، جولوگ زائد رہ جاتے عیدگاہ میں جا کر اذان وخطبہ کے ساتھ جمعہ ادا کر لیتے مسجد کو خالی چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا اس سے مسجد کا حق ادا نہیں ہوا حق تلفی ہوئی، عیدگاہ یا جس جگہ بھی جمعہ ادا کیا جائے

---

[۱] ویجب تکبیر التشریق من بعد فجر عرفة الی عصر العید مرة بشرط ان یکون فور کل صلاة فرض شمل الجمعة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۴۲/ باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۲۵۹/ ج ۱/ باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۱۰۴/ ج ۲/ الفصل السابع والعشرون فی تکبیرات ایام التشریق)

اذان اول اور اذان ثانی کے ساتھ ادا کیا جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص کوئی نماز نہیں پڑھتا صرف جمعہ پڑھتا ہے اس کا حکم

سوال:- ایک شخص ہفتہ بھر نماز نہیں پڑھتا ہے صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے تو کیا نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جمعہ ادا ہو جائے گی لیکن ہفتہ بھر کے فرائض کو ترک کرنا کبیرہ گناہ اور سخت وبال کی چیز ہے، اس کو چاہئے کہ ہر نماز پابندی سے پڑھا کرے[۲] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۲/۸۹ھ

---

[۱] عن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجعمة اوله اذا جلس الامام على المنبر على عهد النبیﷺ وابی بکرؓ وعمرؓ فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء (بخاری شریف ص ۱۲۴/ ج ۱/ کتاب الجمعة، باب الاذان يوم الجعمة، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند) واذا جلس على المنبر اذن بين يديه ثانيا وبذالک جرى التوارث مجمع الانہر ص ۲۵۴/ ج ۱/ بـاب الـجـعـمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. الدرالمختار على الشامی زکریا ص ۳۴/ ج ۳/ باب الجعمة، مطلب فی حکم المرقی بين يدی الخطيب الخ.

[۲] وتاركها عمداً مجانة تكاسلاً فاسق (الدرالمختار على الشامی نعمانیه ص ۲۳۵/ ج ۱/ كتاب الصلاة مجمع الانهرص ۲۱۸/ ج ۱/باب قضاء الفوائت ،مطبوعه بيروت.



باب دوم

عیدین کے احکام

فصل اول : عیدین کے وجوب وشرائط

نماز عید کا وقت

سوال:-(۱) نماز عید الفطر عید الضحیٰ میں اگر صبح سے بارش شروع ہوگئی اور دو بجے دن تک بہت زوروں کی بارش ہوتی رہی سردست شامیانہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکا مسجد میں برساتی نہیں ہے، جس سے کہ بارش کا بچاؤ ہوسکے تو کیا بعد دو بجے دن کے نماز عید الفطر یا نماز عید الضحیٰ پڑھی جاسکتی ہے؟

(۲) اگر نہیں پڑھی جاسکتی تو کیا کرنا چاہئے کیسے نماز ادا ہو کوئی عمارت نہیں ہے جس میں نمازی آسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زوالِ آفتاب کے بعد نماز عیدین درست نہیں، مجبوری کی حالت میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے اور عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے دن بھی نہ ہوسکے تو تیسرے دن

پڑھی جائے،وابتداء وقت صلوة العيدين من ارتفاع الشمس الى قبيل زوالها وتؤخر صلوة عيد الفطر بعذر كالمطر ونحوه الى الغد فقط وتؤخر صلوة عيد الاضحى بعذر الى ثلاثة ايام اهـ طحطاوى ومراقى الفلاح[۱]۔

(۲)اس کا جواب نمبر ایک میں آ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدین میں سلطان کی شرط

سوال: -عیدین کی نماز سال بھر میں ایک بار خوشی کا پیغام ہوتی ہے، ایسی حالت میں جمعہ کے جیسی شرائط (یعنی سلطان کا ہونا، اوراس ملک میں سلطان مسلمان نہیں، پھر تو عیدین کی نماز نہیں ہونی چاہئے) کے لگانے میں حرج ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عید(خوشی کا پیغام) شارع علیہ السلام کا تجویز فرمودہ ہے[۲]لہٰذا ان میں ان کے ہدایت کی پابندی لازم ہے، آپ نے خوداس کوایجاد نہیں کیا ہے جس طرح دل چاہے کرلیا کریں، دین میں حرج نہیں، یہ بھی شارع کی طرف سے ہے،اورشرائط بھی شارع کی طرف سے ہیں، کلام شارع میں حقیقۃً تعارض نہیں ہوسکتا ہے،معلوم ہوا کہ ان شرائط کی پابندی میں حرج نہیں

---

[۱] مراقی مع الطحطاوی ص:۴۳۶/تا ۴۴۱، باب حکام العیدین، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص:۵۲/تا ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب تجب طاعة الامام فیما لیس بمعصية مجمع الانهر ص:۱/۲۵۸، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت، بحر کوئٹه ص:۲/۱۶۲، باب العیدین.

[۲] عن انس قال قدم النبیﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما فقال ما هذان اليومان قالوا كنا نلعب فيهما فى الجاهلية فقال رسول اللهﷺ قد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الاضحى ويوم الفطر (مشكوة شريف ص:۱۲۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ہے، شارع جس کو حرج بتائے وہ حرج ہے، اس کی نفی کی گئی ہے[۱]، ہر شخص جس چیز کو دل چاہے کہدے یہ حرج ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے، ورنہ آزاد لوگ نماز، روزہ، حج، پردہ، ایک عورت کیلئے ایک شوہر کی تقیید ایک مرد کے لئے متعدد عورتوں کی اجازت، جواز نکاح کے لئے اتحاد مذہب کی قید، وغیرہ ان سب کو حرج بتاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

نماز عید بنیت نفل

سوال:- عید کی نماز میں ہم لوگ نفلوں کا نام لیتے ہیں اور ہمیشہ سے نفلوں کا نام لیتے چلے آرہے ہیں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں واجب کیا چیز ہے صرف واجب کا نام آتا ہے نہ نفل نہ فرض نہ سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کی نماز واجب ہے[۲]، لہذا آئندہ بہ نیت واجب پڑھنا چاہئے[۳]، اور گذشتہ عید کی نمازوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں واجب کا درجہ سنت سے زیادہ ہوتا ہے اور فرض سے کم ہوتا ہے[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱۱/۶۰ھ

---

[۱] مَاجَعَلَ علیکم فی الدین من حرج (سورۂ حج آیت: ۷۸.
ترجمہ:- اورتم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (بیان القرآن)

[۲] وھی واجبة وھوا لاصح (الھندیة ص ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، تاتارخانیه ص: ۲/۸۵، وقت صلاة العید، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۲، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر. (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

شہادت دیر سے پہونچے تو نمازِ عید کو مؤخر کیا جائے

سوال:- زوال سے ایک دو گھنٹہ پہلے چاند کی خبر آوے تو عید کی نماز دوسرے روز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عید گاہ میں صفیں بچھانے کا کام ایک دو گھنٹے میں نہیں ہوسکتا۔ وضو وغیرہ میں بھی کچھ وقت لگتا ہے تو یہ عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ بغیر صفوں کے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چاند کا ثبوت قبل زوال ایسے وقت ہوگیا کہ نمازی عیدگاہ میں وضو کرکے آسکتے ہیں اورزوال سے پہلے نماز ادا کرسکتے ہیں تو محض صفیں بچھانے کی وجہ سے آئندہ روز کیلئے نماز کو مؤخر نہ کیا جائے، اگر اتنا وقت بھی نہیں کہ وضو کرکے نماز کیلئے جمع ہوسکیں تو آئندہ روز کیلئے مؤخر کردیا جائے۔ **وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ** درمختار **قوله بعذر کمطر دخل فیه ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحیث لایمکن جمع الناس اوصلاها فی یوم غیم وظهر انها وقعت بعدالزوال اھ** شامی[1] ص ۷۸۳ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] السابع منها تعیین الواجب اطلقه فشمل قضاء نفل افسد والنذر والوتر ورکعتی الطواف والعیدین (مراقی مع الطحطاوی ص: ۱۷۹، مطبوعه مصر، الدر مع الرد زکریا ص: ۲/۹۵، باب شروط الصلاة، مطلب فی حضور القلب والخشوع.

[۴] الواجب یطلق علی ماهو دونه فی العمل وفوق السنة الخ. شامی زکریا ص ۲/۴۳۸، باب الوتر والنوافل، عنایه مع فتح القدیر ص: ۱/۴۲۳، صلاة الوتر، طبع دارالفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] الشامی نعمانیه ص ۱/۵۶۲، وشامی زکریا ص ۳/۵۹، باب العیدین. مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور.

باہر کا آدمی بھی عید کی نماز پڑھا سکتا ہے

سوال: - رمضان شریف میں تراویح کی نماز کیلئے حافظ بھوپال سے بلائے گئے، انھوں نے رمضان کی ۲۶؍تاریخ تک قرآن سنایا، انجمن اسلامیہ کے اراکین وعہدہ داروں نے عید کی نماز پڑھانے کیلئے روک لیا چونکہ عیدگاہ کا انتظام انجمن ہی کے ذمہ ہے لیکن چند لوگوں کو یہ اعتراض ہوا کہ کوئی باہر کا آدمی عید کی نماز نہیں پڑھا سکتا، اس شہر میں دو مسجدیں ہیں، جامع مسجد کے پیش امام نابینا ہیں اور کچھ لوگ انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، مطلب یہ کہ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے، اس سلسلہ میں بھی مخالفین نے یہ کہا کہ عیدگاہ پر دو جماعتیں اور دو خطبہ نہیں ہوسکتے، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ دو جماعت نہیں ہوتیں تو اس صورت میں کس جماعت کی نمازِ عید صحیح ہوتی ہے اس جماعت کی جس کا انتظام جماعت انجمن اسلامیہ نے کیا اور جو عید کی ذمہ دار ہے، یا اس جماعت کی جسکی امامت جامع مسجد کے نابینا پیش امام نے کی جسکے متولی علیحدہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمازِ عید باہر کا آدمی پڑھادے تب بھی ادا ہو جائیگی[1]، اسکی وجہ سے مستقل دوسری جماعت کرنا ٹھیک نہیں خاص کر وہ بھی اسی عیدگاہ میں یہ ناپسند ہے، تاہم نماز سب کی ہوگئی آئندہ ایسا نہ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰؍۱۰؍ ۹۲ھ

---

[1] مستفاد:- جاز للعبد والمريض والمسافر ان يؤم فيها كما تقدم لاهليتهم للامامة (مراقى مع الطحطاوى ص:۴۱۸، باب الجمعة، طبع مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۳۰، باب الجعمة، مطلب فى وجوب شروط الجمعة)

[2] تودى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً (درمختار مع الشامى زكريا ص:۳/۵۹، باب العيدين، مطلب امر الخليفة لايبقى بعد موته، مجمع الانهر ص:۱/۲۵۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص:۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے لئے نمازِ عید کا حکم

سوال:- جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے وہ نمازِ عید پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہے[۱]، تاہم عید کی نماز اسکی بھی درست ہو جائیگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۲/۱/۱۷ ۸۹ھ

جو شخص قربانی نہ کرے اس کے ذمہ نمازِ عید

سوال:- زید کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی موجود تھی مگر جب قربانی کا وقت آیا تو اسکے پاس نقد روپیہ نہیں تھا اور نہ گھر میں کوئی بکرا تھا اس وجہ سے قربانی نہیں کی، اس حالت میں زید عیدگاہ پر نماز پڑھنے کیلئے جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کی نماز کا حکم مستقل ہے[۲]، قربانی کا حکم مستقل ہے[۳]، اگر کوئی شخص باوجود وسعت کے

---

[۱] أثم تارک الاداء فی الوقت قاله السید وتارک الصلاة عیر مبال بها فاسق یحبس حتی یصلی (طحطاوی علی المراقی ص: ۱۳۹، اول کتاب الصلاة، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۵، اول کتاب **الصلاة**، سکب الانهر علی هامش المجمع ص: ۱/۱۰۳، اول کتاب الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] تجب صلاتهما فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة (درمختار علی الشامی نعمانیه ص۱/۵۵۵ مراقی مع الطحطاوی ص۴۳۲ باب احکام العیدین، طبع مصر)

[۳] فتجب التضحیة علی حر مسلم مقیم موسر (الدر علی الرد نعمانیه ص: ۵/۲۰۰، باب الاضحیة، مجمع الانهر ص: ۴/۱۶۶، کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۹/۴۵۷، کتاب الاضحیة)

قربانی نہ کرے تو اسکے ذمہ واجب باقی رہ گیا جسکے ترک سے وہ گنہگار رہوا، اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب[۱] ہوگا، مگر اس کی وجہ سے اس سے نمازِ عید ساقط نہیں ہوتی اور نہ اس کو عیدگاہ جانے سے روکا جائیگا اور نمازِ عید سے پہلے تو قربانی واجب بھی نہیں، اس لئے اس وقت تو اس کا سوال ہی بے محل ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

احناف کی نمازِ عیدین شوافع کے پیچھے

سوال:- در نمازِ عیدین اگر امام شافعی المذہب باشد مقتدیاں احناف کہ نزد ایشاں نمازِ عیدین واجب است ونزدِ شافعی سنت است، نمازِ عیدین احناف درست وروا باشد یا نہ؟ اگر اقتدائے احناف بہ شافعی درست وروا نباشد پس برائے درست وروا شدن چہ صورت دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر امام مذہب احناف را رعایت می دراد یعنی فرائض وواجبات را روامی نماید فرونمی گذارد، پس نمازِ احناف در اقتداء چنیں امام بلاتردد اداشود[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فان فات وقتها قبل ذبحها ...... والغنى يتصدق بقيمتها اى قيمة ما يصلح للتضحية (سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص: ۱۷۰، ۱۷۱/ ۴، كتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۴۶۵/ ۹، كتاب الاضحية)

[۲] لاتذبح فى المصر قبل صلاة العيد وهذا الشرط لمن تجب عليه صلاة العيد (مجمع الانهر ص: ۱۶۹/ ۴، كتاب الاضحية، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۴۶۰/ ۹، كتاب الاضحية)

[۳] واما اذا كان يراعى فى الاركان والشروط والواجبات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسبوق نمازعید کس طرح پوری کرے

سوال:-عیدین کی نماز میں اگر کسی کی پہلی رکعت چھوٹ جائے تو وہ پہلی فوت شدہ رکعت کس طرح پوری کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

سلام امام کے بعد جب کھڑا ہوتو اول ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورت، پڑھے پھر تکبیرات زوائد کہہ کر رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کردے اھ طحطاوی[1] ص۲۹۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس کو عید کی نماز نہیں ملی کیا وہ تنہا یا جماعت سے پڑھے؟

سوال:-اگر دوچار آدمیوں کو یا کسی کو عید کی نماز نہیں ملی تو وہ نماز عید پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ کابقیہ) فالاقتداء صحیح مع کراهة التنزیه والاقتداء افضل (طحطاوی علی المراقی ص: ۲۳۸، باب الامامة، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص:۲/۴۰۳، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ، هندیه کوئٹه ص: ۱/۸۴، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث)

ترجمہ سوال: عیدین کی نماز میں اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حضرات حنفی ہوں جبکہ حنفی کے نزدیک عیدین کی نماز واجب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک سنت تو احناف کی نماز عید درست و جائز ہوگی یا نہیں؟ اگر حنفی کی اقتداء شافعی کے پیچھے درست نہیں ہے تو درست ہونے کی کیا صورت ہے؟

ترجمہ جواب: اگر شافعیؒ امام مذہب احناف کی رعایت کرتا ہے یعنی فرائض و واجبات بجالاتا ہے چھوڑتا نہیں ہے تو احناف کی نماز اس طرح امام کی اقتداء میں بلاتردد ادا ہوجائے گی۔

[1] اذسبق برکعة یبتدئ فی قضائها بالقراءة ثم یکبر (مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۷، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص: ۵۷۲، فروع بعد فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۹۵، الفصل السادس والعشرون، نوع آخر یتعلق بتکبیرات العید)

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کو عید کی نماز نہیں ملی وہ تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا[۱]، اسی طرح دو چار آدمیوں کو نہ ملی ہوتو وہ بھی علیحدہ نماز عید کی جماعت نہ کریں، بلکہ اپنے مکان پر جا کر دو چار نفلیں الگ الگ پڑھ لیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۴/ ۸۹ھ

نماز عید کو مؤخر کرنا

سوال:- ۲۹/ ذی قعدہ کو بوجہ بادل عامۃ الناس کو ہلال عیدالاضحیٰ نظر نہیں آیا، چند معتبر آدمیوں نے بادل کے بیچ میں ہلالِ عیدالاضحیٰ دیکھا، ۹/ ذی الحجہ کو امام عیدگاہ کو شہادت معتبرہ سے صحیح ثبوت ہونے پر ۱۰/ ذی الحجہ کو نماز کا اعلان کرادیا، اسپر چند حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ امسال بادل کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا، عامۃ الناس کو منگل کو عید ہونا معلوم ہے، اگر ۱۰/ ذی الحجہ پیر کو نماز ہوگی تو دیہاتی لوگ محروم ہوجائیں گے اس پر فتنہ ہوگا، کوئی نماز پڑھے گا کوئی نماز نہیں پڑھے گا، اسپر امام عیدگاہ نے یہ جواب دیا کہ صحیح ثبوت کے بعد بلاعذر عیدالاضحیٰ کی نماز کو تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے اولاً دیہاتی پر عید کی نماز واجب ہی نہیں اور جن حضرات کو صحیح تحقیق ہی نہیں وہ کل پڑھیں ان کیلئے مکروہ بھی نہیں، آیا امام عیدگاہ کو خیر خواہ قوم کے مشورہ پر نماز

---

[۱] ولا یصلیها وحده إن فاتت مع الامام الخ. (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۵۸، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، تاتارخانیه کراچی ص:۲/۹۷، صلاة العید، المتفرقات)

[۲] فان عجز صلیٰ اربعاً کالضحیٰ الخ. (الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، تاتارخانیه کراچی ص:۲/۹۷، صلاة العید، المتفرقات)

عیدالاضحیٰ بلا عذر شرعی تاخیر کرنا چاہئے، یا نماز عیدالاضحیٰ پڑھ لینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثبوت رؤیت کے بعد بلا عذر نمازِ عیدالاضحیٰ کو ایک روز مؤخر کرنا مکروہ ہے، اہل دیہات پر نمازِ عید لازم نہیں ان کی رعایت شرعی عذر نہیں۔ اگر ثبوت رؤیت ہی نہ ہو یا شرعی عذر ہو تو اس کی وجہ سے مؤخر کرنا مکروہ نہیں وتؤخر صلوٰة عیدالفطر بعذر کأن غم الهلال وشهدوا بعد الزوال اوصلواها فی غیم فظهر انها کانت بعد الزوال فتؤخر الی الغدفقط وتؤخر صلوٰة عیدالاضحی بعذرٍ لنفی الکراهةوبلاعذر مع الکراهة لمخالفة الماثور الیٰ ثلثةِ ایام الخ. (مراقی الفلاح) قوله کأن غم الهلال الخ. وکالمطر ونحوهٗ کما فی السراج وکما لو صلی بالناس علیٰ غیر طهارة ولم یعلم الابعد الزوالِ کمافی الخانیة قوله وشهدوابعد الزوال او قبله بحیث لایمکن اجتماع الناس برهان الخ. طحطاوی علی مراقی[1] الفلاح کذافی ردالمحتار تجب صلوتهما فی الاصح علیٰ من تجب علیه الجمعة بشرائطها سوی الخطبة فانها سنة بعدهاالخ. (درمختار[2]) یہ بحث علیحدہ ہے کہ مقامی گواہوں کی گواہی ۹ رذی الحجہ کی کیا حیثیت ہوگی جس سے سوال میں تعرض نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۱۷ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۳۹ تا ۴۴۱، باب العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فصل فی صلاة العید، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص: ۲۵۸/۱، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] درمختار مع الشامی ص ۵۵۵/۱، مطبوعه نعمانیه، باب العیدین، وشامی زکریا ص ۴۵/۳، حلبی کبیر ص: ۵۶۵، فصل فی صلاة العید، مطبوه لاهور، مجمع الانهر ص: ۲۵۵/۱، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

خطرۂ جان کے وقت نماز عید ترک کرنا

سوال:- یہ بھی اندیشہ ہے کہ حکومت، انتظامیہ، نگرانی وحفاظت کے نام سے محلوں کی مساجد پر بھی مسلح پولیس اور ملٹری وغیرہ لگا دے، مسلمان حکومت کے اس عمل سے بھی خطرہ محسوس کرتے ہیں، تو کیا نماز عید الاضحیٰ جو واجب ہے، ترک کی جا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جان جانے کا خطرہ ہو تو نماز عید ادا نہ کی جائے، حفاظت جان اہم ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

نماز عید دیہات میں

سوال:- عیدین کے پڑھنے کو دیہات میں منع کرنا کیسا ہے، بے شک دیہات میں عید پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی مگر دیہاتیوں پر واجب نہیں اگر جو چیز واجب نہیں اسے ادا کرنے میں کیا قباحت ہے، البتہ تبلیغ واشاعت کا ایک ذریعہ ہوتا ہے، لہٰذا نفل ادا کرنے میں جو قباحت ہو وہ بیان فرمائیے گا، اگر محض یہی چیز کہ نفل کی دن میں جماعت جائز نہیں کم از کم اس کے مقابلہ میں تبلیغ واشاعت تو ایک بہترین چیز ہے؟

---

[۱] المختفی من السلطان الظالم یخاف الخروج یباح له ان لا یخرج الی الجمعة والجماعة لانه عذر (تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۵۴، شرائط جمعه، احدهما المصر، مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۴۱، باب الامامة فصل یسقط حضور الجماعة الخ، طبع مصر، عالمگیری ص: ۱/۸۳، الباب الخامس فی الامامة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسمیں مختلف ومتعدد مفاسد ہیں عوام اس کو واجب اعتقاد کرلیں گے غیر واجب بلکہ ناجائز کو واجب اعتقاد کرنا مفسدۂ عظیم ہے جوشئی مندوب ومستحب ہواس پر اصرار کرنا مکروہ ہے، الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة اھ سعایة[1] جوشے مباح ہووہ التزام سے مکروہ ہو جایا کرتی ہے پھرناجائز شئی پر اصرار کرنا اوراس کو واجب اعتقاد کرنا کیسے جائز ہوگا، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها. کما صرح به علی القاری فی شرح مشکوٰة والحصکفی فی الدر المختار وغیرهما الخ. سباحة الفکر[2] ص ٢٧۔

(٢) جس کو واجب اعتقاد کر کے پڑھیں گے وہ نماز نفل ہوگی اور نفل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی التداعی اھ درمختار[3] ص ١/٤٩٧۔

(٣) اس نماز میں قراءة بالجہر کی جائے گی نوافل نماز میں قراءة بالجہر مکروہ ہے واما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً اھ عالمگیری[4] ص ٧٣۔

(٤) عیدالاضحیٰ میں قربانی کو نماز کیلئے مؤخر کریں گے جوکہ التزام مالایلزم ہے وغیرہ تبلیغ کا حاصل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اوراشاعت سنت اور جس جگہ عید کی نماز درست

---

[1] السعایه ص ٢/٢٦٥، باب صفة الصلاة منها استحباب الانصراف الخ. مطبوعه لاهور.

[2] سباحة الفکر ص: ٢٧، الفصل الاول، الذکر بالجهر، مطبوعه لکهنؤ، مرقات شرح مشکوٰة ص ٢/١٤، باب الدعا فی التشهد، مطبوعه بمبئی.

[3] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ١/٤٧٦، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وصلاة الرغائب.

[4] عالمگیری ص: ١/٧٢، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة مطبوعه کوئٹه.

نہیں وہاں ناجائز طریقہ پر مجمع کر کے ناجائز اور خلاف شرع طریق پر نماز (ام العبادات کو) ادا کر کے خود غور کر کے دیکھئے کہ کیا تبلیغ اور اشاعت سنت ہو سکتی ہے تبلیغ کیلئے مستقل مجمع کیا جائے، برادری کی طرف سے پنچایت کر کے تبلیغ کی جائے۔

هوالموفق والمعين فى كل حين.

حررهٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز عید میں رکوع بھول گیا

سوال: - امام عید الاضحیٰ کی نماز میں رکوع بھول کرنا بھول گیا، رکوع کے بھولنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

رکوع فرض ہے اور ترک فرض سے نماز باطل ہو جاتی ہے، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لايجب الا بترك الواجب فلا يجب بترك السنن والمستحبات ولا بترك الفرائض لان تركها لاينجبر بسجود السهو بل هو مفسد (حلبى كبير ص: ۴۵۵، فصل فى سجود السهو، مطبوعه لاهور، عالمگيرى كوئٹه ص: ۱۲۶/ ۱، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو)



فصل دوم

نمازعیدین اداء کرنے کے مقام

عیدگاہ کاحکم

سوال:- یہاں ایک مقامی میدان ہے جس کا رقبہ بہت وسیع ہے، قبرستان شمار کیا جاتا ہے، اسی رقبہ کے ایک میدان میں عیدگاہ پختہ واقع ہے، عیدگاہ پختہ چہار دیواری سے گھری ہوئی اور دروازہ لگا ہوا ہے عیدگاہ اور قبرستان کے ایک ہی متولی ہیں، یہ کل رقبہ صدیوں سے وقف ہے، اور عیدگاہ میں عیدین کی نماز بھی صدیوں سے ہورہی ہے، وقف نامہ موجود نہیں زبانی وقف شمار کیا جاتا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں اور مسجد کے کل احکام اس پر عائد ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

دوم یہ کہ عیدین کے دن عیدگاہ کے اندر مصلیوں کے سامنے قبل نماز کانگریس، مسلم لیگ کے پروپیگنڈے مواعظ ورسم جھنڈا کشائی کرنا جائز یا نہیں؟

سوم یہ کہ اسی میدان کے کچھ حصہ میں فٹ بال اور مختلف کھیل کود ہوتے ہیں۔ یہ حرکات کس حد تک جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدگاہ جوازِ اقتداء کے حق میں مسجد کے حکم میں ہے بقیہ امور میں مسجد کے حکم میں نہیں، جیسا کہ بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اس طرح عیدگاہ میں ممنوع نہیں، کذا فی درمختار[۱] ص ۶۸۷ ج ۱۔

(۲) عیدگاہ میں بطور تشکر نماز ادا کرنے کیلئے اجتماع ہوتا ہے، لہٰذا نماز اور عید کے مختلف احکام اور مواعظ بیان کئے جائیں[۲]، مسلم لیگ اور کانگریس رسوم کیلئے علیحدہ اجتماع کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۳) فٹ بال کھیلنا بھی وہاں غرضِ واقف کے خلاف ہے اس سے بھی احتراز کیا جائے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۹/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ شوال ۶۱ھ

---

[۱] اما المتخذ لصلاة جنازة او عيد فهو مسجد فى حق جواز الا قتداء لا فى حق غيره فحل دخوله لجنب وحائض (الدرالمختار مع الشامى نعمانيه ص ۴۴۲/۱، مطلب فى احكام المسجد، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، بحر كوئٹه ص: ۱۹۵/۱، باب الحيض، حلبى كبير ص: ۶۱۴، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه لاهور)

[۲] مستفاد: – ثم يخطب الامام بعد الصلاة خطبتين يعلم فيهما احكام صدقة الفطر لان الخطبة شرعت لاجله (قوله يعلم فيها احكام صدقة الفطر) وهذا فى خطبة الفطر وسيأتى بيان الاضحية وكذا كل حكم احتج اليه (طحطاوى مع المراقى ص: ۴۳۸، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص: ۱۶۲/۲، باب العيدين)

[۳] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶۴۹/۲، كتاب الوقف، فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، مجمع الانهر ص: ۶۰۷/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

عیدین کی نماز بستی میں یا میدان میں

سوال:-عیدین کی نماز بلا عذر گھر یا مکان یا صحن یا وقف کردہ یا محلے کے ایک خاص مکان کے اوپر چھوٹی مسجد کے اندر پڑھنا مناسب ہے۔ یا کہ وقف کردہ مکان عیدگاہ جو محلّہ اور شہر اور مکان سے خارج باہر میدان میں پڑھنا افضل ہے؟ کون بہتر اور مسنون ہے؟

ایک گاؤں جہاں چند ہزار آدمی کی بستی ہے چند سال سے ایک تعلقدار صاحب کے خاص مکان کے صحن میں غفلۃً نمازعیدین پڑھتے تھے قبل ازیں کچھ آدمی عیدگاہ کے میدان میں نماز عیدین پڑھتے تھے، بعد اسکے تعلقدار صاحب کی رائے سے بلا عذر اپنے مکان پر ایک چھوٹی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور فی الحال انکی رائے سے انکی کچہری کے صحن میں صلاۃ العیدین پڑھتے ہیں۔ یہ صحن نہ وقف ہے نہ عیدگاہ ہے، اس صحن کے کنارے میں کئی قبریں ہیں۔

صاحب خانہ صحن پر کُلًّا قابض ہے اور متصرف ہے، اہل قریہ کا اس صحن میں دخل اور کسی طرح کا دعویٰ نہیں ہے، حال یہ ہے کہ صحن کے بسبب عدم وقف اور تقلیل موضع الصلوٰۃ مرۃ بعد مرۃ اہل القریہ منتشر الذہن اور متردد الحال ہیں کیونکہ کبھی عیدگاہ میں اور کبھی صحن میں۔ کما مر۔ جہاں تعلقدار صاحب کی فی الحال آبادی وزراعت ہے اور کبھی ایک چھوٹی مسجد کے اندر کبھی مکان کے صحن میں جیسا کہ حالاً نمازِ عیدین پڑھتے ہیں، پس **لكون محل الصلوٰة صحنا لمكان صاحب غير مستقل الحال** اہل قریہ میں ایک قسم کی تنگی درآمد ہوتی ہے اور بسبب نااتفاقی اہل قریہ شرعاً ومعاملاً مع صاحب خانہ بسبب تعلقداری اہل قریہ کا کیا حکم ہے، اکنون مع ہذا اہل قریہ میں اسباب مفسدہ ظاہر ہیں اور اتفاق وسکون، راحت وآرام درہم برہم ہوگیا، ازیں جہت عیدگاہ اور اتفاق وامان کی ضرورت ہوئی لہٰذا دوسال سے **دفعاً للحرج واماناً لاهل القرية ولتعيين لموضع الصلوٰة واستراحة للمؤمنين ولانسداد اسباب المفاسد.**

فی یوم العید لله تعالىٰ اہل قریہ نے مشورۃً **لجميع الناس** مع تعلقدار صاحب

میدان میں قطعة من الارض وقف کر کے عیدگاہ بنا کر تقریباً پندرہ سو ۱۵۰۰ر آدمی نماز عیدین پڑھتے ہیں اور پھر تعلقدار صاحب از روئے تونگری اور مدت سے صحن میں نماز پڑھنے کی وجہ سے اپنے گھر کے صحن ہی میں مع چار سو آدمی کم وبیش نماز عیدین پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ صحن میں نماز پڑھنا افضل وبلا کراہت درست ہے اور میدان میں وقف کردہ عیدگاہ میں اگرچہ شرعاً بلا قیل وقال باتفاق المسلمین مع اطراف قریہ نماز عیدین پڑھتے ہیں یہ نادرست اور حرام ہے کیونکہ یہ جدید ہے اور ہم (تعلقدار صاحب) تو شریک ہی ہیں، حالانکہ تعلقدار صاحب ابھی اہل قریہ کو عین عید کے روز خوف دلا رہے ہیں کہ شرع شریف کا حکم ماننے کا نعرہ دے رہے ہیں۔ اب شرع شریف کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثم خروجه ماشياالى الجبانة وهى المصلى العام اى فى الصحراء والخروج اليها والى الجبانة لصلوٰة العيد سنة. وان يسعهم المسجد الجامع هو الصحيح وفى الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء بناءً على ان صلوٰة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق وان لم يستخلف فلهٗ ذالك ا هـ درمختار وشامی بقدر الحاجة[۱] ص۷ ۸٦/۱، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز عید کو صحراء میں عیدگاہ میں جا کر ادا کرنا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں گنجائش ہے اور بہتر یہ ہیکہ امام خود عیدگاہ میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے اور کسی شخص کو اپنا نائب بنادے جو کہ ضعفاء کو جن میں عیدگاہ میں جانے کی قوت نہیں ہے شہر میں نماز پڑھائے، اگر امام نے کسی کو نائب نہیں بنایا تب بھی گناہ نہیں۔

جو شرائط جمعہ کیلئے ہیں عموماً وہی عید کیلئے ہیں[۲]، مثلاً اذن عام دونوں جگہ شرط ہے۔ اگر کوئی

[۱] الدرالمختار مع الشامی مکتبه نعمانیه ص۵۵۷/۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس. محیط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العيدين، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانیه ص۲/۸۸، شرائط صلاة العيد طبع كراچی. (بقیہ اگلے پر)

خاص مکان میں جہاں اذن عام نہ ہونماز عید پڑھے تو یہ درست نہیں جیسا کہ جمعہ درست نہیں، اگراذن عام ہوتو درست ہے، اس جگہ کا وقف ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ مملوک میں بھی درست ہے[1]، قبریں اگر بالکل قریب ہیں اور مسجد کے سامنے بلا حائل ہیں تو اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، مگر صرف ان لوگوں کی جنکے سامنے ہیں اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں تو اسی ترتیب سے کراہت میں کمی ہوگی، اگر دور ہیں یا حائل موجود ہے تو کراہت نہیں[2]، جس قسم کی بستی جمعہ کیلئے شرط ہے اسی قسم کی بستی عید کیلئے بھی شرط ہے یعنی شہر ہو یا قصبہ ہو یا ایسا بڑا گاؤں جو کہ اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کی مانند ہو اور اسکی مردم شماری کم از کم تین ہزار ہو اور جو بستی ایسی نہ ہو، اسمیں نہ جمعہ کی نماز جائز ہے نہ عیدین کی جو لوگ پڑھیں گے وہ گنہگار ہوں گے،[3] اور جمعہ کے دن ظہر کا فرض ذمہ میں باقی رہے گا۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(گذشتہ کا بقیہ) ۲؎ تجب صلاتها اى صلاة العيد فى الاصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة الخ (الدرالمختار على الشامى ص:۵۵۵/۱، باب العيدين، مطبوعه نعمانيه، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص:۴۳۳، باب احكام العيدين.

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ والشرط السادس الاذن وهو ان تفتح ابواب الجامع فيؤذن بالناس كافة (الى ان قال) وكذلک السلطان اذا اراد ان يجمع بحشم فى داره فان فتح باب الدار فأذن اذناً عاماً جازت صلاته (تاتارخانيه كراچى ص:۲/۷۰، كتاب الصلاة، شرائط الجمعة، حلبى كبيرى ص:۵۵۸، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

۲؎ لاتكره الصلاة الى جهة القبر الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلوة الخاشعين وقع بصره عليه (طحطاوى على المراقى ص:۲۹۰، مكروهاة صلاة، مطبوعه مصر، شامى زكريا ص:۲/۴۲۵، مكروهات صلاة، مطلب فى بيان السنة والمستحب والمندوب الخ)

۳؎ صلاة العيدين فى القرىٰ تكره تحريماً (درمختار مع الشامى زكريا ص:۳/۴۶، باب العيدين، مطلب فى الفال والطيرة)

۴؎ لو صلوا فى القرىٰ لزمهم اداء الظهر (شامى زكريا ص:۳/۷، باب الجمعة.

نمازعید کے لئے میدان میں جانا مستحب ہے

سوال:-عیدالاضحیٰ کی نماز شہر کی مساجد میں ہو جاتی ہے۔جیسا کہ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں لکھا ہوا ہے مگر قابلِ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اتنی بڑی تعداد میں سنت کا ترک مداومت کا باعث نہیں۔ واضح ہو ہمارے یہاں شہر میں نوے فیصد مساجد میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ لی جاتی ہے اور شہر کی مساجد میں نماز پڑھ لینے کی مصلحت یہ بتاتے ہیں کہ جلد از جلد قربانی کے کام سے فرصت مل جاتی ہے ایک امام مسجد اصرار کرتے ہیں کہ شہر میں نماز ادا کر لینا بہتر نہیں خلاف سنت ہے اس لئے عیدگاہ میں نماز ہونی چاہئے۔ان کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدگاہ میں جا کر نماز عید ادا کرنا مندوب ہے اگر چہ جامع مسجد میں وسعت ہو، **فان خصوص التوجه الیٰ المصلی مندوبٌ وان وسعه المسجد عندعامة المشائخ وهو الصحیح اهـ** (طحطاوی[1] ص ۲۹۰) اگر عیدگاہ میں لوگ جا کر نماز ادا کر لیں اور کچھ لوگ شہر کی جامع مسجد میں پڑھ لیں تب بھی مستحقِ ملامت نہیں، سب لوگ اگر مسجد ہی میں پڑھیں تو خلافِ مندوب ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۹۲ھ

---

[1] الطحطاوی علی المراقی ص:۴۳۵، باب العیدین، مطبوعه مصر، محیط برهانی ص:۴۸۴/۲، صلاة العیدین، مطبوعه مجلس علمی گجرات، تاتارخانیه، مطبوعه کراچی ص:۸۸/۲، شرائط صلاة العید، حلبی کبیری ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فی صلاة العید، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجه الی المصلی فقد ترک السنة (بحر کوئٹه ص: ۱۵۹/۲، باب العیدین)

معذورین کے لئے جامع مسجد میں نماز عید

سوال:- بستی سے عیدگاہ تقریباً ایک میل دور ہے، لوگ دور جانے میں گھبراتے ہیں۔ عیدگاہ کے چاروں طرف غیر مسلم کی زمین ہے، بستی والے عیدگاہ قریب بنانا چاہتے ہیں۔ اگر عیدگاہ دوسری بنالیں تو اس عیدگاہ کا کیا کیا جائے؟ غیر مسلم بے حرمتی کریں گے، پہلی عیدگاہ کی حفاظت مشکل ہوگی۔ بستی مسلمانوں سے خالی ہوجاتی ہے، عورتیں وغیرہ اکیلی رہ جاتی ہیں، غیر مسلم سے نقصان کا خطرہ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں عیدگاہ بنائی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پرانی عیدگاہ ویران نہ کریں۔ وہاں جاکر نماز پڑھا کریں، بستی میں بھی مثلاً جامع مسجد میں عید کا انتظام کرلیں، ضعیف اور معذور لوگ یہاں پڑھ لیا کریں، اس طرح معذوروں کو دشواری نہ ہوگی، بستی بھی خالی نہیں ہوگی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عیدین آبادی میں یا صحراء میں

سوال:- عیدین کی نماز بستی کے اندر ادا کرنا افضل ہے یا آبادی کے باہر صحرا میں حضور سرور عالم ﷺ سے کیا ثابت ہے؟

---

[1] الخروج الی المصلی وھی الجبانة سنة وان کان یسعهم الجامع وعلیه عامة المشائخ لماثبت انه علیه الصلاة والسلام کان یخرج یوم الفطر ویوم الاضحی الی المصلی ...... ان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من یصلی بهم فی المسجد روی ذلک عن علی رضی الله عنه (کبیری ص ۵۲۹، مطبوعه دهلی، فصل فی صلاة العیدین، محیط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العیدین، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۸۸، شرائط صلاة العید)

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین کی نماز صحراء میں افضل ہے، فی الدر المختار والخروج الیها ای الجبانة لصلوة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح وفیه الجبانة المصلی العام وفی ردالمحتار ص۸٦٧ ج۱ (المصلی العام) ای فی الصحراء بحر عن المغرب۔[1] باوجود جامع مسجد میں گنجائش ہونے کے جس میں پانچسو نماز کا ثواب ملتا ہے خروج الیٰ الجبانۃ کو سنت لکھا ہے طحطاوی ص۳۲۵ ج۱ میں ہے، قوله سنة فلو لم یتوجه الیها (ای الجبانة) فقط ترک السنة[2] بلاعذر حضور اکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے فی فتح الباری[3] ص۳۰۸ ج۲/ ذلک (ای الخروج الیٰ الصحراء لصلوٰة العید) افضل من صلوتها فی المسجد لمواظبة النبی صلی الله علیه وسلم علیٰ ذٰلک مع فضل مسجده۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عفی عنہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہٗ ۱۳/۱/ ۵۲ھ

عیدگاہ چھوڑ کر میدان میں نماز عید

سوال:- عیدگاہ یا مسجد میں نماز ہوتی چلی آرہی ہے، لیکن شریر لوگ ایک کھیل کے میدان میں جو مخصوص میدان ہے، رات میں اس میں لوگ پاخانہ پیشاب کرتے ہیں، اس جگہ عید کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر نماز نہ ہوئی تو اس کے ذمہ دار کون ہیں، واضح ہو کہ مسجد سے متصل ہی میدان واقع ہے؟

---

[1] الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص۵۵۷/۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس.

[2] طحطاوی علی الدر ص۳۲۵/۱، باب الجمعة، بحر کوئٹه ص: ۲/۱۵۹، باب العیدین.

[3] فتح الباری ص: ۳/۱۲٦، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلیٰ بغیر منبر، مطبوعه درالفکر بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً!

جب نمازعید کیلئے مستقلاً عیدگاہ موجود ہے تو بلاوجہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے میدان میں نمازعیدادا کرنا غلط طریقہ ہے، اگر وہاں جگہ ناپاک ہوگی تو وہاں نماز بھی درست نہ ہوگی[۱]، اگر وہاں پڑھنے کی کوئی صحیح جگہ موجود ہے تواس کو پہلے اس طرح صاف کرادیا جائے کہ نماز کے صحیح ہونے میں کوئی تامل نہ رہے، مگراس سے وہ جگہ عیدگاہ نہیں بن جائیگی۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فیلڈ میں نمازعید

سوال:-ایک سرکاری فیلڈ جہاں پر یوم آزادی یوم جمہوریہ کی کارروائیاں کسی بڑے لیڈر کے آنے پر یا کسی دوسرے کی وجہ سے جلسہ جلوس وغیرہ بھی وقوع میں آتے ہیں، کھیل کود وغیرہ بھی ہوتے ہیں، الحاصل ایک شہر کے تمام امور جہاں طے ہوتے ہیں، اس فیلڈ میں عید کی نماز تمام مسلمانوں کا مجتمع ہوکر پڑھنا شرعاً جائز ہے یانہیں؟ خاص کر جب کہ دوفیلڈ ایک ایسی جگہ واقع ہیں جہاں نماز پڑھنے سے مسلمانان شہراوراسلام کارعب باقی اہل شہر پر پڑتا ہے۔

---

[۱] (شروط الصلوٰة) ستة طهارة بدنه من حدث و خبث و ثوبه و مكانه (درمختار على الشامى كراچى (ص: ۲۹۶/۱/ كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، تاتارخانيه ص: ۴۱۸/۱، كتاب الصلاة، الفرائض، مطبوعه كراچى، مراقى مع الطحطاوى س: ۱۶۶، ۱۶۷، باب شروط الصلاة واركانها، مطبوعه مصر)

[۲] اما تعريفه فهو فى الشرع عند ابى حنفيه جس العين على ملك الواقف و التصدق بالمنفعة على الفقراء وعلى وجه من وجوه الخير (الى قوله) وعندهما جس العين على حكم ملك الله تعالىٰ علىٰ وجه تعود منفعته الى العباد (هندية، ص ۲/۳۱۴/ اول كتاب الوقف، مكتبه رحيميه ديوبند، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۵۱۹، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص: ۲/۵۶۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرکار کی طرف سے اجازت ہو تو وہاں بھی درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند

نماز عید جبانہ میں

سوال: - مالیگاؤں ایک قصبہ ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے بہت کم مسلمان آباد تھے مگر غدر کے بعد شمالی ہند سے آ کر کثرت سے آباد ہوئے اب یہاں کی مسلم آبادی چوبیس ہزار ہے، نمازِ عیدین کیلئے ایک پرانی اور نہایت چھوٹی سی عیدگاہ بنی ہوئی ہے جسمیں زائد سے زائد ایک ہزار آدمی آ سکتے ہیں اور عیدگاہ اس وقت اس زمانہ کے مسلمانوں کیلئے یقیناً کافی ہوگی، لیکن اب وہ عیدگاہ کسی طرح کافی نہیں ہوسکتی، علاوہ ازیں اصل بات جو سوال کی محرک بنی وہ یہ کہ وہ عیدگاہ اس وقت یقیناً صحراء میں تھی لیکن اب آبادی بڑھتے بڑھتے وہ عیدگاہ صحراء میں نہیں رہی بلکہ آبادی میں آ گئی ہے، ایسی صورت میں فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل ومفصل بیان فرمائیں؟

(۱) دوسری عیدگاہ ایک وسیع قطعۂ زمین چندہ سے خرید کر کسی ایسے مقام پر جہاں صحراء کا پورا اطلاق ہوسکے اگر بنوائی جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس سے تفریق بین المسلمین تو نہ ہوگی کیونکہ یہ حقیقت واقعہ ہے کہ موجودہ عیدگاہ میں مسلمانوں کی اکثریت نماز عیدین ادا نہیں کرتی بلکہ یہاں نماز عیدین شہر کی ہر چھوٹی بڑی مسجدوں میں ہوتی ہے اور عیدگاہ میں بہت تھوڑے آدمی جاتے ہیں۔

(۲) مساجد میں نمازِ عیدین ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے یا مع الکراہت؟

---

[۲] الشرط السادس الاذن العام (حلبی کبیر ص: ۵۵۸، فصل فی صلاۃ الجعمۃ، ویشترط لها جمیع مایشترط للجمعۃ وجوباً واداءً الا الخطبۃ (حلبی ص: ۵۶۶، فصل فی صلاۃ العید، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص: ۱/۲۴۶، باب الجمعۃ، مطبوعه دارالکتب العلمیۃ بیروت، ایضاً ص: ۱/۲۵۴، باب صلاۃ العیدین، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۲۵، باب الجمعۃ، مطلب فی قول الخطیب قال اللہ تعالیٰ الخ، ایضاً ۳/۴۵، باب العیدین)

(۳) نمازِعیدین عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یانہیں؟

(۴) موجودہ عیدگاہ جوآبادی میں ہے اس میں نمازِعیدین ادا کرنے سے سنت کا ثواب ملتا ہے یانہیں؟

(۵) اوراگرنمازِعیدین جنگل کے کسی حصہ میں بلاعیدگاہ بنائے ادا کرلی جائے ،مثلاً ندی کے کنارے کسی میدان میں یاکسی وسیع باغ میں ہو پھربھی سنت کا ثواب ملے گا یانہیں یاعیدگاہ بنوا کر پڑھنے سے ثواب ملے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

عید کی نمازصحراء میں جا کر پڑھنا سنت ہے جب کہ وہاں کوئی شرعی منکرنہ ہواور مساجد میں پڑھنا بھی مکروہ نہیں، البتہ سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔صحراء میں عیدگاہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ عیدگاہ کے بغیر بھی صحراء میں پڑھنے سے سنت کا ثواب حاصل ہوجائیگا بہتر یہ ہے کہ تمام آدمی جنگل میں جا کرعیدین ادا کریں اور جومعذورین ہوں وہ سابق عیدگاہ میں (جوآبادی میں ہے) ادا کریں اور ہر مسجد میں عیدین کی ادائیگی بندکردی جائے اوراگروسعت اورسہل ہوتو جنگل میں نئی عیدگاہ بنائیں ورنہ بغیرعیدگاہ ہی ادا کرلیا کریں، **والخروج الیها الی الجبانة لصلوٰة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح قال فی الزهری. وقال بعضهم لیس سنة وتعارف الناس لضیق المسجد وكثرة الزحام والصحیح هو الاول. وفی الخلاصة والخانیة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناءً علیٰ ان صلوٰة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فله ذٰلک** (درمختارورد المحتار[1] ص۷۶۷ ج۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مظاہرعلوم سہارنپور

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۵۵۷/۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس. محیط برهانی ص:۲/۴۸۴، صلاۃ العیدین، مطبوعه مجلس علمی گجرات، خانیه علی الهندیة ص:۱/۱۸۳، باب صلاۃ العیدین، مطبوعه کوئٹه.

عید کی نماز شہر سے کتنی دور ہو؟

سوال:-مسجد سے عیدگاہ کتنے فاصلہ پر ہونا چاہئے؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت کی طرف سے اس کا کوئی فاصلہ متعین نہیں ہے، بس اتنی بات ہے کہ نماز عید آبادی سے باہر ادا کرنا مندوب ومستحب ہے، کما صرح به فی مراقی الفلاح[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/ ۹۰ھ

دو بستیوں میں ایک عیدگاہ

سوال:- دوگاؤں جو بالکل قریب قریب ہیں اور دونوں میں کچھ فاصلہ بھی نہیں ہے دونوں کے مابین ایک عیدگاہ ہے اور جمعہ دونوں میں ہوتا ہے لیکن نماز عید ایک ہی جگہ پڑھی جاتی ہے امسال عیدالفطر کے موقع پر ایک شخص تقریر کر رہا تھا تو عیدگاہ والوں نے اس شخص کو تقریر کرنے سے منع کیا نماز عید ایک فاسق شخص نے پڑھائی اور دوسرے آدمی ڈاڑھی منڈے نے خطبہ پڑھا اور عیدگاہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام آدمیوں کو محیط ہو سکے بہت چھوٹی ہے اسکے ہر طرف قبرستان ہیں جو لوگ عیدگاہ میں نہیں آ سکے وہ نیچے کھڑے ہو کر قبرستان میں نماز پڑھتے

---

[1] فان خصوص التوجه الى المصلى مندوب وان وسعهم المسجد عند عامة المشائخ وهو الصحيح (الطحطاوى على المراقى ص۴۳۵، باب العيدين، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، حلبى ص: ۵۷۱، فصل فى صلاة العيد، مطبوعه لاهور)

ہیں تو اب غرض مستفتی یہ ہے کہ اس وقت دوسری عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس بستی میں نماز جمعہ کے شرائط موجود ہوں اس میں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ جمعہ اور عید ایک ہی جگہ ہو لیکن تنگی یا دیگر عوارض کی وجہ سے اگر دوسری جگہ بھی ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں[1]، پس اگر وہ دونوں گاؤں اپنی آبادی ودیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے علیٰحدہ علیٰحدہ قصبہ کے مانند ہیں مثلاً ہر ایک کی مردم شماری تین چار ہزار ہے اور ہر ایک میں گلی کوچہ بازار ہے اور روزمرہ کی ضروری اشیاء کھانے پہننے دوا دار وکفن وغیرہ سے متعلق سب ملتی ہیں تب تو دونوں میں علیٰحدہ علیٰحدہ جمعہ بھی جائز ہے اور عید بھی ہر بستی والے اپنی اپنی علیٰحدہ عیدگاہ میں پڑھیں اگر علیٰحدہ علیٰحدہ دونوں گاؤں قصبہ کے مثل نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ قصبہ کے مثل ہے اور دونوں میں کوئی فصل نہیں بلکہ اتصال ہے اگر دیکھنے والے کو پہلے سے علم نہ ہو تو وہ دونوں کو ایک ہی بستی سمجھے وہ دونوں ایک ہی بستی کے حکم میں ہیں اس میں تعدد جمعہ وعیدین درست ہے اگر ان دونوں میں اتصال نہیں بلکہ انفصال ہے کہ ایک بالکل علیٰحدہ بستی ہے دوسری علیٰحدہ تو پھر وہاں نہ جمعہ کی نماز جائز ہے نہ عیدین کی[2]، **وفی الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء بناء على ان صلوٰة**

---

[1] قلت ان نظرنا الى الدليل الذى استدل به من جوز تعدد الجمعة (الى قوله) فالاظهر الجواز مطلقا والعيد فيه سواء الا انه يستحب ان لا تؤدى بغير حاجة الا فى موضع واحد خروجاً من الخلاف (اعلاء السنن ص: ۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فى مصر واحد، مطبوعه امداديه مكه مكرمه، حلبى كبير ص: ۵۵۱، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

[2] ان كان مقيما فى عمران المصر واطرفه وليس بين مكانه وبين المصر فرجة فعليه الجمعة ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعى لا جمعة على اهل ذلك الموضع (تاتارخانيه كراچى ص: ۲/۵۳، شرائط جمع، حلبى كبير ص: ۵۵۲، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۴۵، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة)

العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق و ان لم یستخلف فله ذالک شامی[۱] اھ .

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی صحیح: عبداللطیف ۷/ ذیقعدہ ۵۹ھ

جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعید

سوال:- موضع ناگل پٹی بھگوان پور کی آبادی پانچ ہزار کی ہے مگر مسجد نہیں۔ مگر پٹی بھگوان پور میں ایک مکتب دینی تعلیم کا قائم کیا ہے مگر مسجد بننے کی قوی امید ہے کہ نمازی کافی ہیں تو اس میں نماز جمعہ وعیدین ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر یہ ایک ہی بستی ہے تو شرعاً وہاں جمعہ وعیدین کی نماز درست ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد بنالیں اور جب تک مسجد نہ بنے کسی اور جگہ مثلاً مکتب میں اس طرح جمعہ پڑھیں[۲]، کہ وہاں آنے کی کسی کو رکاوٹ نہ ہو[۳]، بلکہ جس کا دل چاہے نماز کیلئے آجائے وہیں پنچگانہ نماز اذان وجماعت کے ساتھ ادا کریں، عیدین کیلئے عیدگاہ ہونا ضروری نہیں، جنگل، باغ اور

---

[۱] الشامی نعمانیه ص۵۵۷ ج ۱ باب العیدین مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، اعلاء السنن ص:۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فی مصر واحد، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، خانیه علی هامش الهندیة ص:۱/۱۸۳، باب صلاة العیدین، طبع کوئٹه پاکستان)

[۲] لو صلی الجمعة فی قریة لغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد او لم یبنوا (تاتارخانیه کراچی ص:۴۹ ج۲، النوع الثانی فی بیان شرائط الجمعة، الشرط الاول المصر، حلبی کبیر ص:۵۵۱، فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، شامی زکریا ص:۳/۶، باب الجمعة)

[۳] (ویشترط لصحتها) الاذن العام ای ان یأذن للناس اذناً عاماً بان لا یمنع احداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی یصلی فیه الخ (شامی زکریا ص:۳/۲۵، باب الجمعة)

میدان میں جہاں مناسب سمجھیں ادا کرلیا کریں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

بارش میں نماز عید کہاں پڑھیں

سوال:- بارش بہت زوروں سے شروع ہے، لوگ مقررہ عیدگاہ جانے سے قاصر ہیں تو کیا اس موضع میں جس میں دو چار یا دس بیس تیس گھر مسلمانوں کے ہیں اور مسجد بھی ہے یا نہیں ہے تو نماز عیدین اپنے موضع میں ایسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ادا کر سکتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے موضع میں نماز عید درست نہیں، نہ پڑھنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا، مطمئن رہیں، **تجب صلوتهما على من تجب عليه الجمعة** درمختار[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا عیدگاہ کے لئے وقف ہونا لازم ہے

سوال:-عیدگاہوں کیلئے وقف ہونا شرط ہے؟ یا اجازت مالک ہی کافی ہے؟ بہرحال

---

[۱] ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهى المصلى العام اى فى الصحراء بحر عن المغرب (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة الخ، تاتارخانيه كرچى ص: ۲/۸۹، شرئط صلاة العيدين، حلبى كبير ص: ۵۷۱، طبع لاهور)

[۲] درمختار على الشامى ص ۱/۵۵۵، مكتبه نعمانيه ودرمختار على الشامى زكريا ص ۳/۴۵، باب العيدين، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۳۳، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۴، باب صلاة العيد، دار الكتب العلمية بيروت.

سالہا سال سے عیدین کی نماز ہوتی چلی آئی ہے، جواسی کام کے لئے تعمیر کی گئی ہے۔اس کے لئے وقف یا اذن عام کا تحریری ثبوت اور دلیل ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علَیْہ وسَلّم فی یومِ الفطر وصلّٰی رکعتین بغیر الاذانِ والاقامةِ کی بناء پر مائک کے ذریعہ اعلان کرنا برائے نمازعید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نمازِعید کے لئے وقف ہونا اور لوگوں کا وہاں نماز ادا کرنا بس اتنا ہی کافی ہے، تحریری ثبوت لازم نہیں[۱]۔

(۲) نمازِعید کیلئے اذان واقامت نہیں[۲]۔ لیکن نمازیوں کے علم کیلئے اگر رمضان میں خبردی جائے کہ فلاں جگہ فلاں وقت نمازِعید ہوگی اور اقامت میں کچھ وقفہ بھی رہے تاکہ جس کو ایک جگہ نماز نہ ملی ہو تو وہ دوسری جگہ چلا جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے ویسے اذان ہے نہ اقامت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/ ۹۱ھ

مجوسی کے وقف کردہ میدان میں نمازِعید

سوال:-نوساری ایک قصبہ ہے جس میں متعدد مساجد ہیں، جامع مسجد بھی ہے یہاں

---

[۱] واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف وھو قول الائمة الثلاثة وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ وفی المنیة وعلیہ الفتوی (ھندیہ کوئٹہ ص: ۲/۳۵۱، کتاب الوقف، الباب الاول، شامی زکریا ص: ۶/۵۴۵، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص: ۶/۲۳۸، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[۲] یؤدی بالجماعة نھاراً بغیر اذان ولااقامة (البحرالرائق ص ۲/۱۶۶، باب الکسوف، مطبوعہ پاکستان، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۴۶، باب صلاة الکسوف، مطبوعہ مصری شامی زکریا ص: ۳/۶۶، باب الکسوف)

پر عیدگاہ نہیں ہے، پہلے جامع مسجد میں نماز عید ادا کی جاتی تھی، اب چند لوگوں نے عیدگاہ میں نماز کی فضیلت سن کر عیدگاہ کی کوشش کی، شہر میں جگہ ملنا دشوار ہے، ایک میدان ہے جو کسی مجوسی نے کھیل کود کیلئے وقف کر دیا ہے جو میونسپل کے قبضہ میں ہے، اس میدان میں مولانا منظور صاحب نعمانی کا وعظ بھی ہوتا ہے، تو اگر میونسپل سے اجازت ہے کہ وہاں پر عیدین کی جماعت کر لی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مندوب ومستحب یہ ہے کہ نمازِ عید آبادی سے باہر میدان میں ادا کی جائے[1]، اس میدان میں ادا کرنے کی اجازت ہے، اگر چہ مجوسی نے کھیل کود کیلئے وقف کیا ہے، تو اسمیں ادا کرنا احسن ہے، نمازِ عید کیلئے مسجد کے مقابلہ میں میدان کو ترجیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۷/ ۸۹ھ

نماز عید قبرستان میں

سوال:-عیدگاہ کے متصل قبرستان واقع ہے، جب عیدگاہ نمازیوں سے بھر جاتی ہے، تو لوگ قبرستان میں بھی عید کی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت کی وجہ سے قبرستان میں نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فان خصوص التوجه الى المصلى مندوب و ان وسعهم المسجد عند عامة المشائخ وهو الصحيح (الطحطاوى على المراقى ص ۴۳۵، باب العيدين، طبع مصر، شامى نعمانيه ص ۵۵۷/ ۱، باب العيدين. البحر الرائق ص ۱۵۹/ ۲، باب االعيدين، مطبوعه پاكستان)

[2] وكذا تكره فى اماكن كفوق كعبة وفى طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة قوله: ومقبرة: ...... ولا بأس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ولا قبلته الى قبر (درمختار مع الشامى كراچى ص: ۳۸۰/ ۱، كتاب الصلاة، مطلب فى اعراب كائنا ماكان، طحطاوى على المراقى ص: ۲۹۰، فصل فى المكروهات، مطبوعه مصر، عالمگيرى كوئٹه ص: ۱۰۷/ ۱، الباب السابع فيما يفسد الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً

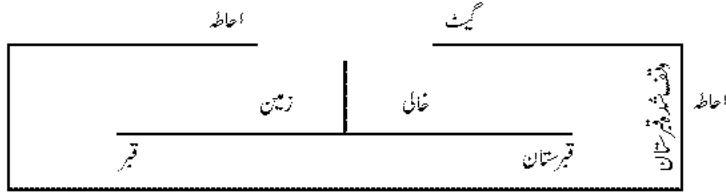
نمازی کے آگے قبریں ہوں تو نماز مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

قبرستان میں نمازِ عید

سوال:- یہاں ایک وقف کردہ قبرستان ہے، قبرستان کے چاروں طرف چہار دیواری ہے۔ شہر کی بیشتر میت اسی قبرستان میں دفن کئے جاتے ہیں، قبرستان کے اندر کچھ زمین ابھی خالی ہے، اس خالی زمین کے پیچھے جو زمین ہے اسی میں میت دفن کئے جاتے ہیں، جب ضرورت ہوگی سامنے کی اس خالی زمین میں بھی میت دفن کی جائے گی، فی الحال شہر کو عیدین کی نماز ادا کرنے کیلئے ایک عیدگاہ کی ضرورت ہے، کچھ لوگوں کا ارادہ ہے کہ قبرستان کے باہر ایک غیر مذہب آدمی کی زمین قبرستان کے متصل ہے اسے خرید کر عیدگاہ بنایا جائے، اکثر لوگ اسی کو پسند کررہے ہیں، لیکن دو چار لوگ کہتے ہیں کہ ابھی عیدگاہ خریدنے کی ضرورت نہیں، بعد میں خریدیں گے، ابھی عید کی نماز قبرستان کے اندر جو زمین خالی ہے اس میں پڑھیں گے، لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر وقف شدہ قبرستان کی اسی خالی زمین (جسکے سامنے قبر وغیرہ نہیں ہیں) میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدی جائے تو قبرستان کی وہ زمین ایک دن عیدگاہ بن جائیگی اور قبرستان کے قبضہ سے زمین نکل جائے گی اور جب ضرورت ہوگی تو اسمیں مردے دفن نہیں کرسکیں گے اور ایک عیدگاہ خریدنے کی جو بات مکمل ہوگئی ہے وہ ختم ہوجائے گی، اب اہل شہر آپ کے جواب کے منتظر ہیں کہ جو جواب آپ عنایت کردیں گے اس پر عمل کیا جائیگا، اگر قبرستان کی زمین میں نماز پڑھنے کی ذرا بھی اجازت مل گئی تو شہر میں ہنگامہ کھڑا ہوجائے گا، امید ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں گے۔

نقشہ قبرستان



الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ اس قبرستان میں مردے دفن ہوتے ہیں اور وہاں قبریں نئی پرانی ہر قسم کی موجود ہیں تو وہاں نمازِ عید ادا نہ کی جائے بلکہ اسکے قریب جو جگہ موجود ہے اور اسکو خرید کر عیدگاہ بنانے کی تجویز ہے تو اسی کو خرید کر عیدگاہ بنالیں، اس میں خلفشار وانتشار نہ کریں، واقف جس نیک مقصد کیلئے جو جگہ وقف کرے اس مقصد کو ختم نہ کیا جائے اور دوسرے مقصد کیلئے وہ جگہ متعین نہ کی جائے، حتی الوسع شرعاً منشاء واقف کی رعایت لازم ہے، لان شرط الواقف کنص الشارع[1] قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت حدیث[2] وفقہ[3] سے ثابت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۸/۲۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص۴/۴۳۳، کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

[2] عن ابن عمر ان النبی علیہ السلام نهى ان يصلى فى سبعة مواطن فى المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطريق الخ (ترمذی شریف ص: ۱/۸۱، ابواب الصلاة، باب ماجاء فى كراهية ما يصلى اليه وفيه، مكتبه بلال ديوبند، مشكوة شريف ص: ۷۱، باب المساجد ومواضع الصلوة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[3] وتكره الصلاة فى المقبرة وامثالها لان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان يصلى فى سبعة مواطن فى المزبلة والمجزرة المقبرة وقارعة الطريق وفى الحمام ومعاطن وفوق ظهر بيت الله (مراقى الفلاح ص ۲۹۰ مطبوعه مصر فصل فى المكروهات، حلبى كبير ص: ۳۶۳، فروع فى الخلاصة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

مساجد میں عید کی نماز

سوال: -(الف) شہر میں پہلے سے دوعیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ دوفرلانگ ہے، ایک تیسری عیدگاہ بھی ہے، پہلی دوعیدگاہوں اوراس کے درمیان ایک دریا بھی ہے، یہ تیسری عیدگاہ گذشتہ عیدالفطر سے جاری ہوئی ہے ایسی صورت میں مساجد میں نماز پڑھنا شرعاً ممنوع ہے یانہیں؟

(ب) قاضی ہونے کی حالت میں مختلف عیدوں میں مختلف عیدگاہوں میں نماز پڑھنا چاہئے، یاسب مسلمانوں کوایک عیدگاہ کے بنانے تک مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) مندوب ومستحب یہ ہے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کی جائے پنجگانہ کی مسجد میں ادا کرنے سے بھی ادا ہوجاتی ہے[1] لیکن اظہارشوکت اسلام میں کمی ہوتی ہے، کیونکہ مجمع متفرق اورمنتشر رہتا ہے۔[2]

(ب) جب تک جامع عیدگاہ بنے اس وقت تک دونوں عیدگاہوں میں پڑھا کریں سب مساجد میں جاری نہ کریں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهى المصلى العام والخروج اليها سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، حلبى كبير ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فى صلاة العيدين، مطبوعه لاهور، الهندية ص: ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه)

[2] ان كل ملة لابد لها من عرضة يجتمع فيها اهلها لتظهر شوكتهم وتعلم كثرتهم ولذالك استحب خروج الجميع (حجة الله البالغة ص: ۲۹ ج۲، العيدين، مطبوعه مصرية سنية)

[3] ملاحظه هو حاشيه نمبر: ۲/

نمازعید مسجد میں

سوال: -(۱) نمازعیدین کو ہمیشہ مسجد میں پڑھنا اور باوجود باہر عیدگاہ ہونے کے باہر نہ جانا اور لوگوں کو یہ کہنا کہ باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے باوجودیکہ کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

(احتیاط الظہر)(۲) بعد جمعہ ظہر احتیاطی کے تارک کو قابل ملامت بلکہ کفر کا فتویٰ اس پر جڑ دینا اور اس کو بہت بُرا کہنا کیا تارک نماز احتیاطی کافر ہوجاتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) عید کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھنا سنت ہے[۱]۔ اگر کوئی عذر ہو تو مسجد میں بھی درست ہے[۲]، اور بلا عذر مسجد میں پڑھنے سے نماز تو ہوجاتی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے اتباع کی فضیلت حاصل نہیں[۳] ہوتی نیز باہر جاکر ادا کرنے میں کچھ اور بھی مصالح ہیں وہ بھی اس صورت میں فوت ہوتی ہیں اگر کوئی شخص خود عیدگاہ میں نہ جائے تو بلا وجہ دوسروں کو جانے سے نہیں روکنا چاہئے۔

(۲) ایسا کرنا بہت بڑی جہالت ہے اور نادانی ہے، احتیاط الظہر میں خود کلام ہے بعض

---

[۱] والخروج الى الجبانة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع وهو الصحيح الخ. (الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص۵۵۷/۱، باب العيدين، البحرالرائق ص ۱۵۹/۲، باب العيدين، مكتبه كوئٹه، طحطاوى على المراقى ص:۴۳۵، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر.

[۲] اذا كان يوم مطر فلا يخرج الى المصلى فى المسجد يجوز ذالك (بذل المجهود ص:۲۱۲/۲، باب يصلى بالناس فى المسجد اذا كان يوم مطر، مطبوعه رشيديه سهارنپور، اعلاء السنن ص:۸/۹۲، باب الخروج يوم الفطر والاضحى الى المصلى الا لعذر)

وان صلاتها فى المسجد لاتكون الا عن ضرورة (فتح البارى ص:۱۲۶/۳، باب الخروج الى المصلى، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[۳] لو صلى العيد فى الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقد ترك السنة (بحر كوئٹه ص:۱۵۹/۲، باب العيدين)

علماء نے اسکی اجازت دی ہے بعض کہتے ہیں کہ اشتباہ کی بناء پر اجازت تھی اور تعدد جمعہ وغیرہ کی شرائط میں جب اشتباہ نہیں تو پھر اب نہیں چاہئے ہمارے اکابر نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا عیدگاہ بحکمِ مسجد ہے؟

سوال:-ازروئے شامی اگر جنازہ گاہ سڑک کے کنارے میدان یا جنگل میں ہوتو وہاں امام اور مقتدیوں کے درمیان کم از کم بیل گاڑی گذر جانے کا فاصلہ مفسدِ نماز ہوتا ہے۔ از روئے خلاصۃ الفتاویٰ جنازہ گاہ اور عیدگاہ میں اتصال صفوف صحت اقتداء کے لئے شرط نہیں۔

(الف) اس مسئلہ میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جنازہ گاہ اور عیدگاہ تو عموماً بستی سے باہر ہی ہوتی ہیں، پھران میں فاصلہ مفسدِ نماز کیوں ہے؟

(ب) یا خلاصۃ الفتاویٰ کا یہ مطلب ہیکہ جنازہ گاہ اور عیدگاہ بستی میں ہوں تب اتصالِ امام وصفوف شرطِ اقتداء نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں ہی میں تعارض نہیں مسجد، جنازہ گاہ اور عیدگاہ بحکم اقتداء بمنزلۂ مسجد ہیں[2]۔ سڑک

---

[1] ولیس الاحتیاط فی فعلها لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین واقواهما اطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهله عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض فی وقتها ولایفتی بالاربع الا للخواص ویکون فعلهم ایاها فی منازلهم (مراقی مع الطحطاوی ص:۴۱۳، باب الجمعة، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص:۱۴۳/۲، باب الجمعة)

[2] الهندية ص:۱۰۹/۱، فصل کره غلق باب المسجد، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان،

کا یہ حکم نہیں ہے، کذا فی الہندیہ[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/ ۸۸ھ

عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں

سوال:- زید بحیثیت متولی کا یہ قول ہے کہ تراویح اور عیدین کی نمازیں مسجد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اللہ کی زمین بہت ہے کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں، جبکہ شہر کے دوسرے محلوں کی مسجدوں میں عید کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اور عیدگاہ وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو ایسی صورت میں یہ شخص کہاں تک حق بجانب ہے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تراویح کو مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے[2]، متولی کو اس سے منع کرنے کا حق نہیں عیدین کی نماز

---

[1] المانع من الاقتداء ثلاثة اشياء منها طريق عام يمر فيه العجلة والا وقار اذا كان بين الامام وبين المقتدى طريق ان كان ضيقا لا يمر فيه العجلة والا وقار لا يمنع وان كان واسعا يمر فيه العجلة والا وقار يمنع هذا اذا لم تكن الصفوف متصله على الطريق ...... وفى مصلى العيد الفاصل لايمنع الاقتداء وفى المتخذ لصلاة الجنازة اختلاف المشائخ وفى النوازل جعله كالمسجد (الهندية، كوئٹه ص:۸۷/ ۱، الباب الخامس، الفصل الرابع ايضا ص: ۱۰۹/ ۱، فصل كره غلق باب المسجد، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۴۳۰/ ۲، باب مايفسد الصلاة، مطلب فى احكام المسجد)

[2] والجماعة فيها سنة على الكفاية فلوتركها اهل مسجد اثموا الا لو ترك بعضهم وكل ماشرع بجماعة فالمسجد فيه افضل (درمختار مع الشامى كراچى ص ۴۵/ ۲/ كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلوٰة التراويح، حلبى كبير ص: ۴۰۲، تراويح، مطبوعه لاهور، طحطاوى مع المراقى ص: ۳۳۶، فصل فى صلاه التراويح، مطبوعه مصر)

عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے، اگر عیدگاہ نہ ہو اور باہر میدان میں نماز ادا کرنے کی گنجائش نہ ہوتو پھر نمازی مسجدوں ہی میں نماز عید ادا کریں گے، متولی کو اس سے منع نہیں کرنا چاہئے۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۲۶/۸۶ھ

الجواب کاف بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۲۷/۸۶ھ

بلا عذر مسجد میں عید کی نماز

سوال: -عید کی نماز عیدگاہ کے علاوہ مساجد میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ معذورین کو تو عذر ہے ان کے علاوہ مساجد میں عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو جن لوگوں نے...... مسجد میں عید کی نماز پڑھ لی تو ان کی نماز ہوجائیگی یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسنون طریقہ یہی ہیکہ عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر متفقہ طور پر سب ایک ہی جگہ ادا کریں[۲]،

---

[۱] الخروج الى المصلى وهي الجبانة سنة وان كان يسعهم الجامع (الى قوله) فان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من يصلى بهم فى المسجد (حلبى كبير ص ۵۷۱/ فروع بعد فصل فى صلوٰة العيد، سهيل اكيڈمى لاهور، تاتارخانيه كراچى ص: ۲/۸۹، شرائط صلاة العيد، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس)

[۲] الخروج الى المصلى وهى الجبانة سنة وان كان يسعهم الجامع (حلبى كبير ص: ۵۷۱، فروع بعد صلاة العيد، مطبوعه لاهور، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين) وفيه البروز الى المصلى والخروج اليه ولا يصلى فى المسجد الا عن ضرورة (عمدة القارى ص: ۳/۲۱۸، الجزء السادس، كتاب العيدين، باب الخروج الى المصلى بغير منبر، مطبوعه دارالفكر بيروت)

لیکن جن لوگوں نے مسجد میں بلاعذر نماز عید ادا کر لی ہے نماز انکی بھی ہوگئی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے فروخت کرنے کا حکم

سوال: -عیدگاہ آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اس کو توڑ کر آبادی کے باہر منتقل کرنا چاہتے ہیں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عیدگاہ کو توڑ کر اس کی زمین کو عام استعمال کے لئے بعض دوکان مکان وغیرہ تعمیر کرنے کے لئے فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا عیدگاہ کو مسجد بنادیا جائے۔ اگر آپ مسجد کا حکم دیں گے تو جہاں پر عیدگاہ واقع ہے وہاں پر مسجد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ مسجد بالکل قریب ہے۔ انھیں کے لئے نمازی ناکافی ہیں اور مدرسہ بھی عیدگاہ کے قریب۔ اس لئے مدرسہ بھی نہیں بنا سکتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ عیدگاہ وقف ہے تو اسکی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں[2]۔ محض آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اسمیں کسی تغیر کی ضرورت نہیں اسکو اپنے حال پر رکھیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/ ۹۲ھ

---

[1] التوجه الى المصلى مندوب وانكانت صلاة العيد واجبة حتى لو صلى العيد فى الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقد ترك السنة (بحر كوئٹه ص: ۱۵۹/ ۲، باب العيدين)

[2] فاذا تم ولزم لايملك الخ. اى لايكون مملوكا لصاحبه ولايملك واى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحاله تمليك الخارج عن ملكه (درمختار مع الشامى زكريا ص ۶/۵۳۹، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ، مجمع الانهر ص: ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص: ۶/۲۲۰، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[3] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۶۰۵، كتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف فى اجارته، مجمع الانهر ص: ۲/۶۰۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)



فصل سوم : نمازعیدین میں تعدد وتکرار

متعدد عیدگاہ

سوال:-آپ سے چندروز قبل ایک فتویٰ لیا تھا آپنے اسکا جواب یہ دیا تھا،''اگر عیدگاہ وقف ہے تو اسکی زمین کوفروخت کرنا جائز نہیں، محض آبادی کے اندرآجانے کی وجہ سے اسمیں کسی تغیر کی ضرورت نہیں اس کو اپنے حال پر رکھیں، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ عیدگاہ کومحض آبادی کے اندرآجانے کی وجہ سے منتقل نہیں کرر ہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عیدگاہ کوموجودہ عیدگاہ سے وسیع بنانا بھی مقصود ہے، کیونکہ یہ بہت چھوٹی ہے، نماز کے موقع پر دشواری ہوتی ہے اسکے اندر پورے نمازی نہیں سماتے، نیز وضاحت فرمائیں کہ آبادی کے باہر عیدگاہ بنانا کس درجہ میں داخل ہے، آیا واجب ہے یا افضل؟ اور باہر بنانے سے شریعت کا کیا مقصد ہے اور آبادی سے باہر عیدگاہ بنانا ہمارے حنفی مسلک کے مخالف ہے یا موافق؟

(۲) یہ کہ عیدگاہ کی زمین وقف ہی ہے لیکن اسمیں کیا حرج ہے کہ موقوفہ زمین کوفروخت کرکے اس کے پیسوں سے جدید عیدگاہ تعمیر کردی جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

آبادی سے باہر صحراء میں جاکر نمازعید ادا کرنا افضل وسنت ہے[۱]، خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو

[۱] والسنة ان يخرج الامام الى الجبانة (فتح القدير ص ۲/۷۲، باب صلاة العيدين، (بقیہ آئندہ پر)

عیدگاہ مستقل بنالینا قرین مصلحت ہے تاکہ کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ ہماری زمین وہمارے کھیت میں کیوں نماز پڑھتے ہیں، نیز ممکن ہے کہ نماز کے وقت جگہ خالی نہ ملے، کھیتی کھڑی ہو، موجودہ عیدگاہ اگر ناکافی ہے اور آبادی سے باہر عیدگاہ بنانے کی ضرورت ہے تو دوسری عیدگاہ بنانے کی ممانعت نہیں، اجازت ہے بنالی جائے۔

ضعفاء اور کمزوروں، بیماروں کے لئے موجودہ عیدگاہ کو باقی رکھا جائے، پنجگانہ نماز بھی اس میں درست ہے "**وفی الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء وبناءً علىٰ ان صلوٰة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق وان لم يستخلف فلهٗ ذلك الخ" الجبانة هى المصلى العام اى فى الصحراء (بحر عن المغرب)** شامی[۱] ص۵۵۷ ج۱-

(۲) عیدگاہ کی زمین جب وقف ہے تو اسکی بیع جائز نہیں، **فاذاتم ولزم لايملك ولايملك الخ. اى لايكون مملوكاً لصاحبهٖ ولايملك اى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكهٖ** (شامی[۲] ص۳۹۷ ج۳) وقف زمین ملک سے ہی خارج ہے اور بیع اپنی ملک کی ہوسکتی ہے، اسلئے اس کی بیع درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/ ۹۲ھ

(گذشتہ کابقیہ) مطبوعه دارالفكر بيروت، خانيه على الهندية ص:۱۸۳/۱، باب صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص: ۲/۸۹، شرائط صلاة العيد، مطبوعه كراچى)

(صفحہ ہذا) [۱] **الشامى نعمانيه ص۵۵۷/۱، شامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، خانيه على الهنديه س: ۱۸۳/۱، باب صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص: ۲/۷۲، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالفكر بيروت.**

[۲] **الدر مع الشامى نعمانيه ص۳/۳۶۷، شامى زكريا ص: ۶/۵۳۹، كتاب الوقف، مطلب التابيد معنى شرطه اتفاقاً، عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۳۵۲، كتاب الوقف الباب الاول، مجمع الانهر ص: ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.**

نمازعید دوجگہ

سوال:- چندگاؤں والے ملکر سب ایک ساتھ ایک آدمی کی زمین متعین کرکے نماز پڑھا کرتے تھے مگر وہ زمین دریا سے کٹ کر ویران ہوگئی لہٰذا لوگ بلا متعین کئے ہی نماز پڑھنے لگے مگر کچھ دن بعد اس نے زمین دیدی لہٰذا دوبارہ اس میں نماز ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب نے مل کر ایک جگہ اتفاق کے ساتھ نمازِ عید ادا کرنا تجویز کرلیا یہ بہت اچھا کیا، اسی میں خیروبرکت ہے، اگرچہ وقتِ ضرورت ایک سے زائد جگہ بھی پڑھنے سے نمازِ عید ادا ہوجاتی ہے ''وتؤدیٰ صلوٰۃ العید بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً الخ'' (درمختار[1] ص۵۶۱ ج۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴؍۳؍۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

دوعیدگاہوں میں نمازعید ادا کرنا

سوال:- ہمارے شہر میں پہلے سے دوعیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ دوفرلانگ ہے، ایک تیسری عیدگاہ بھی ہے، پہلی دوعیدگاہوں اوراس کے درمیان ایک دریا بھی ہے، یہ تیسری عیدگاہ گذشتہ عیدالفطر سے جاری ہوئی ہے، تو عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی جوفضیلت شریعت میں ہے وہ فضیلت صورت مذکورہ میں باقی ہے یانہیں؟ اگر ہے تو کونسی عیدگاہ میں؟ واضح فرمائیں۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص ۵۶۱/۱، مطبوعہ نعمانیہ، شامی زکریا ص: ۵۹ ج۳، باب العیدین، مطلب امر الخلیفۃ لایبقی بعد موتہ. فتح القدیر ص: ۲/۷۲، باب صلاۃا لعیدین، مطبوعہ دارالفکر بیروت. تاتارخانیہ ص: ۲/۸۹، شرائط صلاۃ العید، طبع ادارۃ القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ فضیلت اب بھی باقی ہے اور دونوں میں ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایک سے زائد جگہ عید کی نماز

سوال:-کسی میدان میں ایک عیدگاہ ہے وہاں ۱۰۰۰/ یا ۲۰۰۰/لوگوں کا مجمع ہوتا ہے کوئی مفسد آدمی دنیاوی تنازع کے واسطے چندآدمیوں کو لے کراس جماعت سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ عیدگاہ بنائے آیا یہ عیدگاہ بنانا جو باعث فتنہ وفساد ہوگی اور تفریق جماعت مسلمین پر مشتمل ہوگی اسکا کیا حکم ہے؟ وہ آیت کریمہ "وَلَاتَفَرَّقُوْا وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وحدیث وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةِ فَاِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَة" کی وعید میں داخل ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز عید بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ پڑھی جائے لیکن عوارض کی وجہ سے مثلاً جگہ تنگ ہو یا امامت پر جھگڑا ہوتا ہو وغیرہ وغیرہ تو ایک سے زائد جگہ پڑھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، بلکہ اگر ایک جگہ فتنہ وفساد کا خوف ہو تو بہتر یہ ہے کہ الگ الگ پڑھی جائے تاہم تقلیل افضل واجب ہے، تودی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً درمختار[۲] ص۱۱۶ ج ۱/اور مسلمانوں

---

[۱] تودی (صلاة العیدین) بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لا یبقی بعد موته، هندیه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۶، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] الدرالمختار علی الشامی ص ۱/۵۶۱، مطبوعه نعمانیه، شامی زکری ص: ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی الخ. اعلاء السنن س: ۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فی مصر واحد، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، محیط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العیدین، مجلس علمی گجرات، خانیه علی الهندیه ص: ۱/۱۸۳، باب صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه)

میں تفرقہ ڈالنا گناہ ہے اس سے اجتناب اور توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ

معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ صحیح: عبد اللطیف ۴/صفر ۵۳ھ

متعدد عیدگاہیں ایک بستی میں

سوال:- ہمارے شہر میں پہلے سے دو عیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ صرف دو فرلانگ ہے، اور اب ان دونوں عیدگاہوں سے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر (درمیان میں ایک دریا بھی ہے اور دریا کے اوپر ایک پل ہے) ایک تیسری عیدگاہ گذشتہ عید الفطر سے جاری ہوئی ہے، دو سال ہوئے بندہ کو سب ڈویزن کا قاضی منتخب کیا گیا ہے یہ سرکار کی طرف سے ہوتا ہے بندہ قاضی ہونے کے بعد ان متنازع دونوں عیدگاہوں میں سے کسی میں نہیں گیا، یہاں اکثر مساجد میں عید کی نماز ہوتی ہے ان امور میں شرعاً جو حکم ہو وہ مطلوب ہے۔ ان مذکورہ عیدگاہوں میں سے شرعی عیدگاہ کونسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کو نماز عید کے لئے بنایا گیا ہے اور وقف کر دیا گیا ہے اور دونوں جگہ نماز عید ادا کی جاتی ہے، تو دونوں ہی شرعی عیدگاہیں ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بقوله جعلته مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلاة فیه، قلت وفی الذخیرة وبالصلاة بجماعة یقع التسلیم بلا خلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلاة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۴۴-۵۴۵/۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد) تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۵۹، باب العیدین، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ہر محلّہ میں الگ الگ عید کی نماز

سوال:-تین تین چار چار محلے کے مسلمانوں نے مل کر ایک ایک عیدگاہ تعمیر کی جس میں سالہا سال تک عید کی نماز ہوتی چلی آرہی تھی اور ایک عیدگاہ کی زمین کی ملکیت خاص ایک محلّہ کے باشندہ کی تھی جو اس عیدگاہ کی خاص خدمت بجالاتے اور انتظام کرتے تھے، امام بھی انھوں نے مقرر کئے۔ دوسرے محلوں کے آدمیوں کی بھی شرکت تھی۔ فی الحال کسی ایک عالم صاحب جو کسی عیدگاہ کے امام نہیں لوگوں کو بڑی جماعت کی بڑی فضلیت کی طرف ترغیب دیکر دوسری کوئی کھلی جگہ پر لیجا کر عیدوں کی نمازیں پڑھایا کرتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت متفرق ہوکر کچھ لوگ بڑی جماعت کا بڑا ثواب لوٹنے کے لئے عیدگاہوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور کچھ تو اپنی پرانی عیدگاہوں کو ویران چھوڑنا گوارا نہیں کرتے ہیں اور اس حالت پر منجانبین جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا باہم الزام اور بہتان لگاتے ہیں۔ کوئی تو عیدگاہوں کا وقف ہونا لازم سمجھتے ہیں اور اس کی تحریری دلیل طلب کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بڑی جماعت ہونے کیلئے مائک کے ذریعہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں جگہ فلاں وقت عید کی نماز پڑھائیں گے، یہ اعلان سن کر جماعت کے امام صاحب کے مریدین، معتقدین اور شاگرد اپنے اپنے عیدگاہ چھوڑ کر لوٹ پڑتے ہیں اور ہمیشہ عیدگاہ خالی پڑی رہتی ہے اور چھوٹی چھوٹی جماعت ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تفریق ابتداء ہی میں کردی گئی کہ ہر محلّہ والوں نے ایک جگہ متفق ہوکر عید کی نماز پڑھنا پسند نہ کرتے ہوئے جداگانہ عیدگاہیں بنالیں اور ہر عیدگاہ میں مستقل نماز ہونے لگی پھر اس پر

(گذشتہ کا بقیہ) مجمع الانهر ص:۱/۲۵۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، محيط برهانی ص:۲/۴۸۴، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون، صلاة العيدين، مطبوعه بيروت)

مزید تفریق یہ ہوگئی کہ ہرعیدگاہ کے آدمی کٹ کٹ کر بڑے میدان میں چلے گئے، نماز ہر ہر عیدگاہ میں بھی ادا ہوجائے گی اور میدان میں بھی ادا ہوجائے گی نمازعید کیلئے وقف عیدگاہ ہونا ضروری نہیں آپسی خلفشار نہ کریں، جوجگہ نمازعید کیلئے وقف ہے وہاں نماز افضل ہے اور مساجد کوچھوڑکر آبادی سے باہر میدان میں جاکرنماز پڑھنا مسنون ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ١٢/٩/ ٩١ھ

جدید عیدگاہ میں نماز پڑھے یا قدیم میں

سوال:- آج تقریباً ٣۵/سال سے اوپر گذر رہے ہیں، کہ ایک جگہ سرکاری زمین میں اردگرد کے تمام محلّہ والوں اور بستی والوں نے مل کر ایک عیدگاہ قائم کی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ منبر بنا کر اپنی حد تک عید کی نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، اسکے ساتھ ہی ایک گورمنٹ ایل پی اسکول بھی قائم کیا گیا اب مذکورہ سرکاری زمین کے جتنے منافعات آتے ہیں سب کے سب اسکول ہی کے اخراجات میں صرف کئے جاتے ہیں اور اس سرکاری زمین کے متولی میں چند لاولد قسم کے اشخاص تھے اب ان میں اکثر افراد انتقال کر چکے ہیں، صرف دوایک افراد ایسے موجود ہیں جن کو اس سرکاری زمین کا مالک کہا کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو اس زمین کا حقدار بتاتے ہیں، نیز اس زمین کو رجسٹری کرنے کی بھی کوشش کی ہے، اب بسا اوقات ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ ہتھیار سے لوگ لڑنے آتے ہیں یہاں تک کہ عید کے دن لوگوں پر حکومت چلانا چاہتے ہیں سب لوگ اس متولی کے کردار ومعاملات سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، تو متولی اور ان کی اولاد وفرزند لوگوں سے قتل وقتال کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ

[1] والخروج الی الجبانة لصلوٰة العید سنة وان و سعهم المسجد الجامع وهو الصحیح قال فی الزهری.وقال بعضهم لیس سنة وتعارف الناس لضیق المسجد و کثرة الزحام والصحیح وهو الاول الخ. (شامی نعمانیه ص۵۵۷/ ١، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، البحرالرائق ص ١۵٩ /٢، باب العیدین. مطبوعه ماجدیه کوئٹه، حلبی کبیر ص: ۵٧١، فروع بعد العید، مطبوعه لاهور)

ہماری زمین ہے، یہ کسی کے باپ کی زمین نہیں ہے ہم اگر عید کی نماز پڑھنے کیلئے دیں تو تم پڑھ سکتے ہو ورنہ نہیں، اب لوگوں کا کہنا ہے دراصل یہ زمین عیدگاہ کیلئے رجسٹرڈ نہیں کی گئی ہم بار بار اس شرارت پسند آدمی کی شرارت میں پھنستے نہیں رہیں گے جو عیدگاہ کیلئے اللہ کے واسطے تھوڑی زمین وقف کریں گے ہم وہیں نماز پڑھیں گے فوراً دو آدمیوں نے مل کر ایک جگہ عیدگاہ کیلئے تھوڑی زمین وقف کر کے رجسٹری کرادی اب تمام محلوں اور بستیوں کے افراد ستر فیصد اس نئی عیدگاہ میں نماز پڑھتے ہیں، اس جھگڑے کو سلجھانے کی سعی کی جارہی ہے، لیکن دیکھا گیا کہ اگر اس طرح فیصلہ کر کے پرانی عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا لوگوں کو حکم دیا جائے تو خراب نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہے ممکن ہے کہ اس شرارت پسند متولی جو دس سال سے متولی ہے اس زمین کی پیداوار خود کھا سکنے پر لوگوں سے پھر جھگڑا چھیڑ کر ایک آفت کے گھاٹ پر اتار کر چھوڑے گا اس حالت میں شریعت کا اس قدیم عیدگاہ کو چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے اور نماز صحیح ہوگی یا نہیں، نیز وہ جدید عیدگاہ جو لوگوں نے قائم کی ہے برقرار رہے گی یا نہیں؟

نوٹ:- جدید عیدگاہ قدیم عیدگاہ سے ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت میں واقع ہے اور قدیم سے جدید عیدگاہ کی جگہ بہت کشادہ ہے ایک بازار کے قریب ہے ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے اور عیدگاہ جدید کے پورب پچھّم دکھن میں تین اطراف میں سرکاری رائے قائم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین عیدگاہ کیلئے وقف کردی گئی اور مالک نے بخوشی دیدی ہے اس میں نماز درست ہے[1]، اور دوسرے کی زمین میں بلا اجازت مالک نماز پڑھنا مکروہ ہے[2]، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو

---

[1] قلت: وفی **الذخیرۃ** وبالصلاۃ بجماعۃ یقع التسلیم بلاخلاف حتی انہ اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلاۃ فیہ جماعۃ فانہ یصیر مسجداً (شامی زکریا ص:۵۴۵/۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)

[2] تکرہ الصلاۃ فی ارض الغیر بلا اذن (حلبی کبیر ص:۳۷۰، قبیل فصل فی سنن الصلاۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، مراقی مع الطحطاوی ص:۱۹۱، فصل فی المکروہات، مطبوعہ مصر، شامی زکریا ص:۴۴/۲، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ)

بہتر یہ ہے کہ دونوں فریق متفق ہوکر ایک جید اہل علم ودانش کو حکم مقرر کرلیں انکے فیصلے پر سب عمل کریں نزاع سے دور رہنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اگر جدید عیدگاہ بھی بنالی جائے تو نماز کس میں ادا کریں؟

سوال:- واقعہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں چھوٹے چھوٹے اٹھارہ عیدگاہ کے لوگ مل کر ۱۹۴۸ء میں ایک عیدگاہ بنایا۔ فخر الدین صاحب کی آدھ بیگھ زمین پر، جدید بڑی عیدگاہ بنادی جو قدیم چھوٹی عیدگاہیں تھیں وہ بالکل معطل ہوگئیں اکثریت مسلمانوں کی جدید عیدگاہ میں جاتی ہے، کچھ لوگ قدیم عیدگاہ میں پڑھتے ہیں، آپس میں اختلاف بہت شدید ہے، اب ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ اگر سب لوگ قدیم عیدگاہوں کو چھوڑ دیں تو پھر ان عیدگاہوں کا کیا جائے؟

نوٹ:- قدیم عیدگاہ میں آدھ بیگھ زمین وقف ہے اور جدید میں دو بیگھ وقف ہے، بالغرض اگر جدید میں قدیم کے تمام آجائیں تو ایسی صورت میں قدیم عیدگاہ کی زمین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قدیم عیدگاہ بھی وقف ہے مگر چھوٹی ہے جدید عیدگاہ بھی وقف ہے اور بڑی ہے جس میں سب نمازی آسکتے ہیں، اگر سب متفق ہوکر قدیم عیدگاہ کو پنجگانہ نماز کیلئے تجویز کرکے آباد کرلیں اور عید کی نماز جدید عیدگاہ میں پڑھا کریں تو یہ صورت بہتر ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر ایسا کرلیں کہ جدید بڑی عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھا کریں اور جو لوگ معذور ہوں وہ قدیم عیدگاہ میں پڑھا کریں، اسطرح دونوں عیدگاہیں آباد رہیں گی اور واقف کا مقصد بھی پورا ہوگا[1] جب

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ص:۴/۴۴۵، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين الخ)

تک دونوں عیدگاہیں آباد رہ سکیں وہاں کھیتی وغیرہ کچھ نہ کریں، اگر کوئی صورت نہ ہو سکے پھر وہاں باغ لگا کر یا کھیتی کر کے اسکی آمدنی جدید عیدگاہ میں صرف کیا کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/ ۹۲ھ

ایک ہی امام کا دوجگہ نماز عید پڑھانا

سوال: - دو جگہ ہیں اور دونوں کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے، اور ایک امام ہے، اور وہ دوسری جگہ نماز پڑھاتا ہے اور اس جگہ اپنے نائب وغیرہ کو کر دیتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ ایک بستی والے چاند کی خبر سن کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور دوسری جگہ والے نہیں پڑھتے ہیں، اور وہی امام دونوں جگہ نماز پڑھاتا ہے، حالانکہ امام روزہ سے ہے، تو کیا اول جماعت والے کی نماز ہوگی، اور اس امام کی نماز ہوگی یا نہیں ہوگی؟ دوسری جماعت والے دوسرے دن نماز پڑھتے ہیں اور وہی امام نماز پڑھاتا ہے تو اس صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب پہلی دفعہ (چاند ہوجانے پر) نماز عید امام نے ایک جگہ پڑھ لی تو دوسرے دن دوسری بستی میں اس کو نماز عید پڑھانے کا حق نہیں رہا، اور اس کے پیچھے دوسرے دن پڑھنے

---

[1] مستفاد: فان امتنع من العمارة ولم یقدر علیها بان کان فقیراً اٰجرها القاضی وعمرها بالاجرة لان استبقاء الوقف واجب ولا یبقیٰ الا بالعمارة فاذا امتنع عن ذالک او عجز عنه ناب القاضی منابه فی استبقائه بالاجارة (بدائع ص: ۶/۲۲۱، کتاب الوقف، قبیل کتاب الدعوی) ایضاً: حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما اذالم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر الی اقرب مسجد او رباط الیه (درمختار مع الشامی کراچی ملخصاً ص: ۴/۳۵۹، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیره)

والوں کی نماز نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام صاحب کا نمازِ عید مکرر پڑھانا

سوال:-عید کی نماز کا اعلان امام صاحب نو بجے کا کر دیئے تھے تو حسبِ اعلان ٹھیک نو بجے نمازِ عید ادا کی گئی، لیکن نماز ادا کرنے کے بعد باقی لوگ جو ٹائم پر نہیں آئے تھے وہ آئے اور امام صاحب کو نماز پڑھانے کیلئے کہا، خدا بہتر جانتا ہے سننے میں آیا کہ وہاں جھگڑا ہونے کا ڈر تھا جسکی بناء پر امام صاحب نے ان کو بھی نماز پڑھائی جو کہ درست نہیں ہے، تو کیا ایک امام عید کی دو نماز با جماعت پڑھا سکتا ہے اور جو نماز انھوں نے پڑھائی وہ درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن امام صاحب نے عید کی نماز ایک دفعہ پڑھا دی پھر کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی پڑھاؤ امام صاحب نے انکو بھی نماز عید پڑھا دی تو یہ دوسری نماز صحیح نہیں ہوئی[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وان لایکون الامام ادنی حالا من المأموم کافتراضه وتنفل الامام (مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۳۵، باب الامامة، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۳۲۴، باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ. مجمع الانهر ص: ۱/۱۶۷، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] شروط صحة الاقتداء اربعة عشر شیئاً (الی قوله) وان لایکون الامام ادنی حالاً من المأموم کافتراضة وتنفل الامام (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۳۵، باب الامامة. مطبوعه بمصر، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۳۲۴، باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ. تاتارخانیه کراچی ص: ۱/۶۱۷، مایمنع صحة الاقتداء ومالا یمنع)

نوٹ:- ایک مرتبہ نمازِ عید پڑھانے کے بعد اب امام صاحب متنفل ہو گئے اور متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست نہیں۔

رفع فساد کے لئے دوسری عیدگاہ بنانا

سوال: -ایک عیدگاہ میں پہلے سے مع الاتفاق عید کی نماز ہوتی رہی بعد کو چند آدمی نے ایک فساد کی بناء پر دوسری عیدگاہ بنائی اب شرعاً کونسی عیدگاہ میں نماز ہوگی اور عیدگاہ ثانی ضرار کے حکم میں تو نہیں داخل ہوگی۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فساد اور تفرقہ پیدا کرنے کیلئے دوسری عیدگاہ بنانا ناجائز ہے[1]، البتہ اگر فساد کسی وجہ سے پیدا ہوگیا اور اس کا دفعیہ بجز دوسری عیدگاہ بنانے کے دشوار ہے تو دوسری عیدگاہ بنانا درست ہے، بہرحال جب وہ عیدگاہ بن چکی اور باقاعدہ وقف کردی گئی تو اس میں اور پہلی عیدگاہ میں دونوں میں نماز درست ہے[2]۔ عیدگاہ قدیم مستحق تقدیم ہے[3]، حتی الوسع رفع فساد ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۳/ ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[1] کل مسجد بنی مباهاة أو رياءً وسمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله أو بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار (كشاف ص: ۲/۲۱۴، سورۂ توبه تحت آيت: ۱۰۷، مطبوعه دارالفکر بیروت. روح المعانی ص: ۱۱/۲۱، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

[2] وتجوز اقامة صلاة العيد فی موضعين (الهندية ص: ۱/۱۵۰، باب العيدين، طبع کوئٹه محيط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العيدين، مطبوعه مجلس علمی گجرات، خانيه علی الهنديه ص: ۱/۱۸۳، باب صلاة العيدين، مطبوعه کوئٹه)

[3] ثم الاقدم افضل لسبقه حكماً (الی قوله) وذكر فی الخانية ومنية المفتی وغيرهما ان الاقدم افضل (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۴۳۲، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب فی افضل المساجد، كذا فی الحلبی الكبير ص: ۶۱۳، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه لاهور، كذا فتح القدير ص: ۱/۳۴۵، باب الامامة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

اندیشۂ فساد کے وقت نمازعید محلوں کی مساجد میں

سوال:-شہر مرادآباد میں ۱۳؍اگست ۱۹۸۰ء کو نماز عید الفطر کے موقعہ پر عین عیدگاہ میں مقامی پولیس اور پی ایس ای کے بےمحل بلاوجہ بلاضرورت خلاف قانون خلاف انسانیت (مقامی انتظامیہ کی موجودگی میں) گولی چلانے سے بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کی بے گنتی اتلاف جان کا جو خونخوار جان کاہ حادثہ گذرا ہے، اس سے پورے ملک کے مسلمانوں کے انصاف پسند اور قدرداں انسانیت غیر مسلم افراد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اکثر سچائی پسند اور حق گو افراد نے اس جارحانہ انسانیت سوز درندانہ خوں ریزی (جو انتظام کے نام سے کی گئی) سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہے ۱۳؍اگست کے بعد ہی مقامی پولیس اور انتظامیہ نے اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے متعصب اور قوم پرست افراد کے تعاون سے ساڑھے تین ہفتہ مسلسل ظلم و استبداد قتل و غارت گری، آتش زنی، لوٹ مار خانہ بربادی اور تباہ حالی کیلئے خوب بازار گرم رکھا، اگرچہ اب کرفیو کا سلسلہ نرم صورت میں چل رہا ہے، شانتی و قیام امن کیلئے اپیلیں کی جارہی ہیں، لیکن قوم پرست طبقہ کے تعصّبانہ جذبات ہنوز گرما رہے ہیں، آج بھی مسلمانوں کو چین نصیب ہونا تو درکنار آنے والے کسی گھنٹہ و منٹ کیلئے بےلحاظ حفاظت جان و مال عزت وآبرو اپنے کو مامون نہیں سمجھ رہا ہے، عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر عیدگاہ میں نماز عید پڑھ کر واپس آکر مسلمانوں کو تین یوم قربانی کا مذہبی فریضہ ادا کرنا ہوتا ہے، گذشتہ چھ ماہ کے مسلسل ناخوشگوار دل آزار، آبروریزی افسوسناک حالات واقعات اور تجربات کی بناء پر اس موقعہ کیلئے بھی مسلمان اپنے کو غیر محفوظ یقین کررہا ہے، حالات پر غور فرماکر استفتاء متعلق سوالات پر فتویٰ صادر فرمائیں؟

(۱) جو حالات اوپر مسطور ہیں انکے پیش نظر کیا مسلمانان شہر اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عیدالاضحیٰ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان حالات میں محلوں کی مساجد میں نمازعید ادا کر لی جائے، یہی انسب ہے اسی میں فتنوں سے تحفظ ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

قدیم عیدگاہ پر غیروں کا قبضہ ہو جانے کے اندیشہ سے نماز عید ادا کرنا

سوال:- موضع دھلا پڑھ جس کی مردم شماری تقریباً ۳۷۷ ہے اور دو مسجدیں پختہ ہیں اور ایک عیدگاہ بھی قدیم زمانہ سے بنی ہوئی ہے جس میں موضع دھلا پڑھ والے و دیگر آس پاس کے گاؤں کے آدمی نمازعیدین ادا کرتے ہیں مگر تقریباً عرصہ ایک سال کا ہوا ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہاں نمازعیدین نہ پڑھو، اب لوگ نمازعیدین پڑھنے سے رک گئے مگر چونکہ موضع دھلا پڑھ کے آس پاس اہل ہنود کا قبضہ ہو گیا ہے اندیشہ ہے کہ کہیں عیدگاہ پر قابض نہ ہو جائیں چوں کہ مسلمانوں کی حالت ابتر ہے اور موجودہ صورت میں عیدگاہ قدیم میں چوں کہ نمازعیدین نہیں پڑھی جاتی خود موضع مذکورہ والے و متصل موضع والے نمازعیدین پڑھنے سے محروم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنے چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے نزدیک عیدین کی نماز جائز نہیں اور جو مصلحت سوال

---

[1] اذا کان یوم مطر فلا یخرج الی المصلی فیصلی فی المسجد یجوز ذلک (بذل المجھود ص۲۱۲/۲/۲، باب یصلی بالناس فی المسجد اذا کان یوم مطر، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سہارنپور، اعلاء السنن ص: ۸/۹۲، باب الخروج یوم الفطر والاضحی الی المصلی الا لعذر، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ)

میں بیان کی گئی ہے اس مصلحت سے بھی شرعاً وہاں عیدین کی نماز درست نہیں ہوسکتی۔[1]

عیدگاہ کی حفاظت کیلئے سب کومل کرکوئی اور تدبیر کرنی چاہئے اور عیدین کی نماز جب گاؤں والوں پرواجب نہیں تو پھر نہ پڑھنے سے کوئی گناہ نہ ہوگا اسمیں افسوس کی کیابات ہے اگر فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کسی دوسری جگہ جہاں پر نمازعیدین درست ہوسکتی ہو جا کر پڑھا کریں جیسا کہ اہل عوالی کئی کئی میل سے مدینہ شریف میں آتے تھے اور اپنے یہاں نہیں پڑھتے تھے[2]۔

عیدگاہ پر قبضہ کرنے کا خوف ہے اور یہ خوف نہیں کہ مکانوں پر ہندو قبضہ کرلیں گے اگر یہ خوف ہوتو کیا مکانوں پرعیدین یا جمعہ کی نماز شروع کردوگے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۵/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہٗ

صحیح :عبداللطیف ۱۵/ربیع الاول ۵۷ھ

پرانی عیدگاہ تنگ ہوتو نئی عیدگاہ بنانا

سوال:- یہاں کی عیدگاہ تنگ ہے اور شکستہ، مشرق اور مغرد دونوں جانب توسیع ممکن نہیں برسات میں اگرعیدین ہوتی ہے تو مزید دشواریوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے کیا بجائے اس جگہ کے دوسری جگہ بنائی جاسکتی ہے؟ اوراس عیدگاہ کی اینٹیں نئی عیدگاہ میں صرف کی جاسکتی ہیں؟ نئی

---

[1] صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریماً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۶/۳، باب العیدین، مطلب فی الفال والطیرۃ، بحر کوئٹہ ص:۱۵۸/۲، باب العیدین.

[2] عن عائشۃ زوج النبی ﷺ قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی (بخاری شریف ص۱۲۳/۱، باب من این توتی الجمعۃ وعلی من تجب، مکتبہ اشرفی دیوبند)

جگہ جوتجویز کی گئی ہے وہ ایک بہت ہی قدیم قرستان لب سڑک ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جگہ تنگی کی وجہ سے دوسری عیدگاہ بنانے کی اجازت ہے، جب کہ موجودہ عیدگاہ میں توسیع کی گنجائش نہ ہو، لیکن موجودہ عیدگاہ میں اگر موقوفہ زمین ہوتو اس کوتوڑ کراس کی اینٹیں نئی عیدگاہ میں استعمال کی اجازت نہیں[1]، البتہ اسکی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے، خواہ اس کو پنجگانہ نماز کے لئے مسجد بنا دیا جائے اگر اس کی ضرورت نہ ہو اور اس پر کسی غیر کے قبضہ کا اندیشہ ہوتو وہاں دینی مدرسہ ومکتب بھی بنا سکتے ہیں، باغ بھی لگا سکتے ہیں[2]، جس کی آمدنی نئی عیدگاہ کی مصالح میں خرچ کی جائے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی

---

[1] قال محمد اذا خرب وليس له مايعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد اٰخر او لخراب القرية (الى قوله) وقال ابو يوسف هو مسجد ابدا الى قيام الساعة لا يعود ميراثاً ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اٰخر سواء كانوا يصلون فيه اولا وهو الفتوىٰ (بحر كوئٹه ص: ۵/۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، شامى زكريا ص: ۶/۵۴۸، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره الهندية ص: ۲/۴۵۸، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، مطبوعه كوئٹه)

[2] لان استبقاء الوقف واجب (بدائع كراچى ص: ۶/۲۲۱، كتاب الوقف، قبيل كتاب الدعوى)

[3] حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الى اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض اليه (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۵۴۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره)



فصل چهارم

تکبیرات عیدین

تکبیرات عید کی تعداد

سوال:- بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف میں باب صلٰوۃ العیدین کے بیان میں آیاہیکہ عید کی نماز نبی کریم ﷺ نے بارہ تکبیر سے پڑھی ہے، پہلی رکعت میں سات تکبیر دوسری رکعت میں پانچ تکبیر پڑھی ہے اسی کے مطابق مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی لکھی ہوئی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں جو کہ اردو ترجمہ میں ہے بروقت موجود ہے ترجمہ کرنے والے مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھوی نے کیا ہے جسکے اندر جلد۲ رصفحہ۸۷ ر''اسلام کی دوعیدیں'' کے بیان میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیر کہے اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیر کہے اگر اسکے مطابق نماز ادا کی گئی، تو قبول ہوگی یانہیں، برائے کرم آپ علماء حضرات سے گذارش ہیکہ جلد از جلد جواب سے نوازیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین کی تکبیرات کے متعلق روایات مرفوعاً وموقوفاً مختلف اور متعدد ہیں، اسی وجہ سے اسمیں دس اقوال ہیں جن کو نیل[1] الاوطار اور بذل[2] المجہود میں تفصیل سے بیان کیا ہے مجتہد ومحقق

---

[1] اختلف العلماء فی عدد التکبیرات فی صلاۃ العید وفی موضع التکبیر علی عشرۃ اقوال! احدها انہ یکبر فی الاولیٰ سبعاً قبل القراءۃ وفی الثانیۃ خمساً قبل القراءۃ (بقیہ آئندہ پر)

علماء نے ان روایات میں سے اپنے اصول ترجیح کے تحت کسی روایت کو اختیار فرمالیا ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ چھ تکبیرات زوائد مانتے ہیں تین پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین دوسری رکعت میں قراءت کے بعد نیز اس رکعت میں تکبیر رکوع کو بھی واجب فرماتے ہیں اور پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ بھی ضروری ہے لہٰذا دو رکعت میں چار چار تکبیریں ضروری ہوئیں اور دلیل یہ حدیث ہے[1]، **عن مکحول قال اخبرنی ابوعائشة جلیس لابی هریرةؓ ان سعیدبن العاص سأل ابا موسیٰ الاشعری وحذیفة بن الیمان کیف کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابوموسیٰ کان یکبر اربعا تکبیره علیٰ الجنائز فقال حذیفة صدق فقال ابوموسیٰ کذالک کنت اکبر فی البصرة حیث کنت علیهم قال ابوعائشة واناحاضر سعید بن العاص اهـ** ابوداؤد[2] شریف بذل[3] ص ۲/۲۸۰، زیلعی[4] ص ۱/۲۲۵، جمع الفوائد[5] ص ۱/۱۰۵. نیز یہ حدیث مختصر، منذری، مسند[6] احمد تحقیق ابن الجوزی میں بھی ہے کمافی البذل[7]، اگر کسی نے آٹھ کے بجائے بارہ

(گذشتہ کا بقیہ) القول الثانی ان تکبیرة الاحرام معدودة من السبع فی الاولیٰ القول الثالث ان التکبیر فی الاولیٰ سبع وفی الثانیة سبع الخ (نیل الاوطار ص:۳۶۵-۲/۳۶۶، الجزء الثالث، کتاب العیدین، باب عدد التکبیرات فی صلاة العید ومحلها، طبع دارالفکر بیروت)

[۲] بذل المجهود ص:۲/۲۰۶، باب التکبیر فی العیدین، طبع مکتبه رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] **ترجمہ**:-مکحول سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوعائشہ نے خبر دی جو ابوہریرہ کے ہمنشیں تھے، کہ سعید بن العاص نے پوچھا ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان سے کہ آپ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کیسے تکبیر کہتے تھے؟ تو ابوموسیٰ نے فرمایا جنازے کی تکبیر کی طرح چار تکبیر کہتے تھے، تو ابوموسیٰ نے فرمایا اسی طرح میں بصرہ میں تکبیر کہتا تھا جب میں ان کا امیر تھا، ابوعائشہ نے فرمایا میں حاضر تھا سعید بن العاص کے پاس۔

[۲] ابوداؤد شریف ص ۱/۱۶۳، (باب التکبیر فی العیدین، مطبوعه رشیدیه دهلی)

[۳] بذل المجهود ص ۲/۲۰۸، باب التکبیر فی العیدین، مطبوعه سهارنپور.

[۴] نصب الرایة للزیلعی ص ۱/۲۲۵، باب العیدین، مطبوعه مجلس علمی.

[۵] جمع الفوائد ص ۱/۱۰۵، صلاة العیدین، مطبوعه سهارنپور.

[۶] فقال ابو موسی کان یکبر اربع تکبیرات تکبیره علی الجنائز (مسند احمد ابن حنبلؒ ص:۴/۴۱۶، حدیث ابو موسی الاشعریؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیریں کہی ہیں تب بھی اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی، مسلک ابوحنیفہ[۱] کے خلاف ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/ ۸۹ھ

تکبیراتِ خطبۂ عیدین

سوال: - عیدین کے پہلے خطبہ میں نوبار اور دوسرے میں سات بار تکبیر ہیں اور یہ تکبیریں مسلسل کہیں اور تکبیر سے مراد صرف اللہ اکبر ہے یا پوری تکبیر تشریق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تکبیر سے مراد پوری تکبیر تشریق ہے خطبہ میں یہ تکبیریں مسلسل کہی جائیں گی[۲]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیرات عید بھول گیا

سوال: - اگر امام نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع

(گذشتہ کا بقیہ) ایضاً اتحاف السادة ص: ۳/۴۰۱، کتاب اسرار الصلاة، فصل فی هیئة صلاة العيد، مطبوعه دار الفكر بيروت)

[۲] بذل المجهود ص ۲/۲۰۹، باب التكبير فی العيد ين، مطبوعه سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولو زاد تابعه الى ستة عشر لانه مأثور الا ان يسمع من المكبرين فياتي بالكل الخ. (الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۱/۵۵۹، وشامی زکریا ص ۳/۵۴، باب العيدين مطلب تجب طاعة الامام فيماليس بمعصية)

[۲] ويستحب ان يستفتح الاولى بتسع تكبيرات تترى ای متتابعات والثانية بسبع هو السنة الخ. (الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۱/۵۶۱، وشامی زکریا ص ۳/۵۸، باب العيدين، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين)

میں پہونچ کر یاد آئے تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے۔ آیا رکوع میں تکبیرات زوائد کہے اور رکوع کی تسبیحات کو ترک کردے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیرات زوائد کہے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے یا کچھ بھی نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد سجدہ وغیرہ کر کے سجدہ سہو کرے یا سجدہ سہو بھی نہ کرے اور نماز عید دوبارہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی صورت میں نہ تکبیرات زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کھڑا ہو کر کہے نہ سجدۂ سہو کرے کہ ہر صورت میں تشویش ہے اور نمازیوں کی نماز خراب ہونے کا قوی مظنہ ہے ایسی حالت میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ بحر[1]، بدائع[2] فتح القدیر[3] وغیرہ میں مذکور ہیں، لیکن ردالمحتار[4] ص ۵۶۱/ ۱ رمیں علامہ شامیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] العاشر تكبيرات العيدين قال فى البدائع اذا تركها او نقص منها او زاد عليها او اتى بها فى غير موضعها فانه يجب عليه السجود وذكر فى كشف الاسرار انه الامام اذا سها عن التكبيرات حتى ركع فانه يعود الى القيام لانه قادر على حقيقة الاداء فلا يعمل بشبهه الخ (البحر كوئٹه ص: ۲/۹۶، باب سجود السهو)

[2] بدائع زكريا ص: ۱/۴۰۶، كتاب الصلوة، فصل فى بيان سبب الوجوب فى سجود السهو.

[3] هداية مع فتح القدير ص: ۱/۵۰۴، باب سجود السهو، مطبوعه دارالفكر بيروت، ايضا فتح القدير ص: ۲/۷۷، باب العيدين.

[4] كما لو ركع الإمام قبل ان يكبر فإن الإمام يكبر فى الركوع ولايعود إلى القيام ليكبر فى ظاهر الرواية فلو عاد ينبغي الفساد (قال الشامى تحت هذه العبارة) تبع فيه المصنف فى المنح والذى فى البحر والحلية أن ظاهر الرواية أنه لايكبر فى الركوع ولايعود إلى القيام الخ. شامى نعمانيه ص ۱/۵۶۱، مطلب امر الخليفة لايبقى بعد موته، باب العيدين، والسهو فى صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء المختار عند المتأخرين عدمه فى الاوليين لدفع الفتنة (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۲/۵۶۰، باب سجود السهو)

نماز عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو

سوال:-نماز عیدین میں اگر تکبیرات واجبہ امام بھول گیا، یہاں تک کہ رکوع میں چلا گیا تو رکوع میں آہستہ یا بلند آواز سے تکبیریں کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آہستہ رکوع ہی میں کہہ لے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو

سوال:-اگر امام نے تکبیریں چھ سے زائد کہہ لیں تو کیا سجدۂ سہو ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین میں عامۃً مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہوجاتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدۂ سہو ساقط ہے، اگر کوئی تکبیر بھول کر زائد کہی یا کم کردی تو سجدۂ سہو نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۸ھ

---

[1] کمالو رکع الإمام قبل ان یکبر فإن الإمام یکبر فی الرکوع الخ. (شامی نعمانیه ص ۵۶۱/۱، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، باب العیدین، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۸، باب احکام العیدین، مصری)

[2] ولایاتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة بکثرة الجماعة (مراقی الفلاح ص ۲۷۹، مطبوعه مصر، قوله دفعا للفتنة ای افتتان الناس وکثرة الهرج اھ کذا فی الطحطاوی ص ۲۷۹، باب سجود السهو، مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱۲۸/۱، مطبوعه مصر، باب سجود السهو، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۵۶۰، باب سجود السهو)

زائد تکبیرات میں ہاتھ چھوڑنا

سوال:-عیدین کی نماز میں مزید تکبیریں ادا کرتے وقت ہر وقت کانوں تک ہاتھ اٹھا کر کھلے چھوڑ دینا درست ہے یا ہر بار باندھ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی رکعت میں پہلی اور دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید میں بارہ تکبیر کہنا

سوال:-ایک طالب علم حنفی ہے مگر اسکے گاؤں کے سب نمازی غیر مقلد ہیں نماز عید کے لئے اس کو مجبور کیا تو اس نے بجائے چھ تکبیر کے بارہ تکبیریں پڑھیں، تو کیا اس کے لئے مجبوراً گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش ہے[2]، مگر ایک بات پر تعجب ہے کہ مقتدی لوگ امام کو اپنے تابع بناتے ہیں، اگر

---

[1] ویرفع یدیه فی الزوائد ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون ولذا یرسل یدیه ای فی اثناء التکبیرات ویضعهما بعد الثالثة کما فی شرح المنیة لان الوضع سنة قیام طویل فیه ذکر مسنون (درمختار مع الشامی زکریا س:۳/۵۷، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، حلبی کبیر ص:۵۶۷، فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور، عنایه علی الفتح ص:۱/۲۸۸، باب صفة الصلاة، مطبوعه درالفکر بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے اوپر مصر ہیں تو اس کے تابع ہو کر پڑھیں۔　　فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول گیا

سوال:-عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول جانے پر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجمع زیادہ ہو اور سجدۂ سہو سے تشویش ہو کر فسادِ نماز کا خطرہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالفطر میں تین دفعہ تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا

سوال:-امام صاحب نے نماز عیدالفطر کی ترکیب اس طرح بیان کی کہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اس طرح تین مرتبہ ہاتھ چھوڑ دیا کریں، چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اس کے بعد دوسری رکعت کی ترکیب اس طرح بیان کی کہ امام قراءت کے بعد اللہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) [2] وهذا الفعل وهو الموالاة بين القراء تين والتكبير ثلاثا فى كل ركعة اولى من زيادة التكبير على الثلاث فى كل ركعة (الى قوله) لان الخلاف فى الاولوية لاالجواز وعدمه ولذا لو كبر الامام زائداً عما قلناه يتابعه المقتدى الى ست عشرة تكبيرة (مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۳۷، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۵۳، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الامام فيما ليس بمعصية، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۵۱، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] ولا يأتى الامام بسجود السهو فى الجمعة والعيدين دفعا للفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة وفساد الصلاة بتركه، (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص: ۳۷۹، باب سجود السهو، مطبوعه مصر عالمگيرى كوئٹه ص: ۱/۱۲۸، الباب الثانى عشر فى سجود السهو، شامى كراچى ص: ۲/۱۵۷، باب الجمعة، مطلب فى شرط وجوب الجمعة)

اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دیگا، اور مقتدی بھی اسی طرح کریں چار مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دیں اور پانچویں مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، مذکورہ بالا ترکیب پر اسی طرح عمل بھی کیا گیا از روئے شریعت کیا نماز عید الفطر کی یہ ترکیب صحیح ہے یا نہیں اور اس ترکیب پر عمل کرنے سے نماز ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز اس طرح بھی ادا ہو گئی لیکن اصل طریقہ احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اول تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور **سبحانک اللہ** پڑھیں پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں دوسری دفعہ پھر ایسا ہی کریں تیسری دفعہ ہاتھ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور امام **اعوذ باللہ، بسم اللہ** وغیرہ پڑھ کر رکوع دوسری نمازوں کی طرح کرے، دوسری رکعت میں **الحمد** اور سورت پڑھ کر تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] وكيفية صلاتها اى العيدين ان ينوى صلاة العيد ثم يكبر للتحريمة ثم يقرأ الثناء ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات الزوائد ثلاثاً يرفع يديه فى كل منها ثم يتعوذ الامام ثم يسمى سراً ثم يقرأ الامام الفاتحة ثم يقرأ سورة ثم يركع فاذا قام للثانية ابتدأ بالبسملة ثم بالفاتحة ثم بالسورة ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات الزوائد ثلاثا يرفع يديه الامام والقوم فيها كما فى الاولى وهذا الفعل وهو الموالات بين القراء تين والتكبير ثلاثا فى كل ركعة اولى من زيادة التكبير ثلاثاً فى كل ركعة (مراقى مع الطحطاوى ص:۴۳۷، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر) ويرفع يديه عند كل تكبيرة منهن ويرسلهما فى اثنائهن ثم يضعهما بعد الثالثة ...... فاذا قام الى الركعة الثانية يبتدى بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلث تكبيرات على هيئة تكبيرة فى الاولى ثم يكبر ويركع فالزوائد فى كل ركعة ثلث والقراءة فى الاولى بعد التكبير وفى الثانية قبله هكذا كيفية صلاة العيد عند علمائنا (حلبى كبير ص:۵۶۸، فصل فى صلاة العيد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، هنديه كوئٹه ص:۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)



فصل پنجم : تکبیرات تشریق

تکبیر تشریق بعد نماز عید

سوال:-عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر اللّٰہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد بآواز بلند کہنا چاہئے یانہیں؟ یاصرف نماز فریضہ کے بعد بآواز بلند تکبیر کہنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ہر فرض نماز کے بعد جہراً کہنا چاہئے اور نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بھی جہراً کہنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۷ھ

---

[1] ویکبر فی الطریق جهراً الیٰ قوله یکبر عقب الصلاة جهراً ویسن الجهر بالتکبیر اظهاراً للشعائر. (البحر الرائق ص۱۶۳، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، درمختار مع الشامی زکریا ص:۳/۶۵، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب کلمة لا بأس قد تستعمل فی المندوب، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۴۴۰/تا ۴۴۴، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر)

نمازِ عید کے بعد تکبیر تشریق

سوال:- بعد العید تکبیرات تشریق جو عام امصار اور قریۂ کبیرہ جہاں جمعہ فقہ حنفی سے ہونا صحیح ہے متروک ہو ہمارے علماء دیوبند کیا فرماتے ہیں۔ **(عقب کل فرض عینی) شمل الجمعة وخرج به الواجب كالوتر والعيدين والنفل وعند البلخيين يكبرون عقب صلوٰة العيد لادائها الجماعة كالجمعة وعليه توارث المسلمين فوجب اتباعه ولابأس به عقب العيد لان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون الخ.** (شامی ص۷۸۶)

الجواب حامداً ومصلياً!

صلوٰۃ عید الاضحیٰ کے بعد بھی علماء دیوبند تکبیر تشریق کہتے ہیں، کہنے کے لئے فرماتے ہیں کتب فقہ ردالمحتار[۱] اور البحر الرائق[۲] وغیرہ سے اس وقت تکبیر تشریق کا وجوب راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ یہ نماز بھی ادا کی جاتی ہے اگرچہ خود فرض نہیں، اس کو علامہ شامیؒ نے اختیار کیا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تو اہل قریٰ پر اور منفرد پر بھی ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ[۳] وغیرہ میں ہے اور اس پر فتویٰ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

۱؎ الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۱/۵٦۴، باب العيدين، مطلب في تكبير التشريق، وشامي زكريا ص ۳/٦۳.

۲؎ البحر الرائق ص ۲/۱٦٦، باب العيدين، مطبوعه ماجديه كوئٹه پاكستان.

۳؎ وقال ابويوسف ومحمد التكبير يتبع الفريضه فكل من ادى فريضة فعليه التكبير والفتوىٰ على قولهما حتى يكبر المسافر واهل القرى ومن صلى وحده الخ. (الجوهرة النيرة ص ۱/۹۳، باب العيدين، مطبوعه نعمانيه، فتح القدير ص:۲/۸۲، باب العيدين، فصل في تكبير التشريق، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه كراچی ص:۲/۱۰۴، من يجب عليه تكبير التشريق)

تکبیر تشریق عورت، دیہاتی، منفرد پر

مکرمی مفتی صاحب.................................. السلام علیکم

سوال:-مولانا اشرف علی صاحبؒ نے بہشتی زیور گیارہواں حصہ یعنی بہشتی گوہر میں تحریر فرمایا ہے کہ تکبیر تشریق واجب ہے ان پر جنہوں نے فرض عین نماز کو جماعت مستحبہ سے ادا کیا ہے بشرطیکہ وہ مصر میں ہوں یعنی مصر میں ہونا شرط ہے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر تکبیر تشریق بعد نماز فرض عین بالجماعۃ المستحبۃ واجب نہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسافر اور عورت جب کہ وہ مقتدی ہو امام مقیم بمصر کے تو ان پر بھی واجب ہے اور اگر منفرد ہو یا عورت ومسافر مقتدی امام مقیم بمصر نہ ہو تو ان پر واجب نہیں لیکن اگر وہ بھی کہہ لیں تو بہتر ہے کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک ان پر بھی واجب ہے اگر چہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان لوگوں پر واجب نہیں تو آیا مصر ہونا تکبیر تشریق کیلئے شرط ہے یا نہیں اور دیہاتی وشہری منفرد عورت مسافر سب پر واجب ہے آپکے یہاں بقرعید کا پرچہ چھپا ہے وہ میرے پاس بھی آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ دیہاتی ہو یا شہری منفرد ہو جماعت سے پڑھا ہو مسافر ہو یا عورت سب پر تکبیر تشریق واجب ہے تو کون صحیح ہے آیا بہشتی گوہر کا مسئلہ یا آپکے اشتہار کا مدلل تحریر کریں تاکہ صحیح صحیح علم ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام صاحب اور صاحبین کے قول کو نقل کر کے بہشتی گوہر کے حاشیہ پر لکھا ہے اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے ہی قول پر ہے اس لئے گاؤں والوں پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے، **قال فی البحر الرائق ص ۱۶۶/۲، واما عندهما فهو واجب علیٰ کل من یصلی المکتوبة لانه تبع لها فیجب علیٰ المسافر والمرأة والقروی قال فی السراج الوهاج والجوهرة والفتوی علیٰ قولهما فی هذا ایضاً فالحاصل ان الفتویٰ علیٰ قولهما**

فی اٰخر وقته وفیمن یجب علیه[1] اھ۔

بہشتی گوہر میں دونوں قول نقل کرکے صاحبین کے قول پرعمل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے[2]، ہمارے اشتہار میں شروع ہی سے صاحبین کے قول کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہی مفتی بہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق میں فتویٰ

سوال:-امام اعظمؒ کے نزدیک تکبیر تشریق کیلئے امصار وجماعت وغیرہ کی قید لگاتے ہیں اور صاحبینؒ کوئی قید نہیں لگاتے ہیں، فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے[3]، کذا فی الدر المختار[4] ص۵۶۴/۱۔　　فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/ ۹۰ھ

---

۱ البحر الرائق ص:۲/۱٦٦، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، الجوهر النیرة س:۱/۹۳، باب صلاة العیدین، مکتبه نعمانیه دیوبند.

۲ بہشتی زیور مدلل ومکمل حصہ گیارہواں ص:۸۶، عیدین کی نماز کا بیان، مسئلہ نمبر:۹، مطبوعہ ادارۂ تھانوی دیوبند۔

۳ واماعندهما فهو واجب علی کل من یصلی المکتوبة لانه تبع لها فیجب علی المسافر والمرأة والقروی قال فی السراج الوهاج والجوهرة والفتویٰ علی قولهما الخ. (البحرالرائق ص۲/۱٦٦، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان)

۴ وقالا بوجوبه فور کل فرض مطلقا ولومنفرداً أو مسافراً او امرأة وعلیه الاعتماد والعمل والفتوی فی عامة الامصار وکافة الامصار (درمختار مع الشامی زکریا ص:۳/٦۴، باب العیدین، نعمانیه ص:۱/۵٦۴، البحر الرائق ص:۲/۱٦٦، باب العیدین، مطبوعه کوئٹه، الجوهرة النیرة ص:۱/۹۳، باب صلاة العیدین، مکتبه نعمانیه)

خطبہ میں تکبیر پڑھنا

سوال:- زید نے عید کی نماز کے بعد کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا۔ جب تکبیر یعنی اللّٰــه اکبر اللّٰه اکبر آئی تو زید نے تکبیر پڑھی اور زید کے ساتھ تمام مقتدیوں نے بھی پڑھنی شروع کی زید نے کہا کہ تم جہر کے ساتھ مت پڑھو۔ کیوں کہ یہ منع ہے اس پر کوئی معترض کہتا ہے کہ تم نے غلط کہا تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ سری و جہری تکبیر میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور دونوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے ایسے وقت میں سامعین کو کچھ تکبیر وغیرہ کہنا منع ہے۔ **اذا خرج الامام فلاصلوة ولا كلام والصواب انه يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم عند سماع اسمه فى نفسه ولايجب تشميت ولارد سلام. به يفتى، وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد** اھ درمختار[1] ص ۸۰۷/۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا

عید کی نماز میں جانے اور واپس آنے میں تکبیر تشریق

سوال:- نماز عیدین کیلئے صرف عیدگاہ کو جاتے وقت تکبیر تشریق پڑھتا چلے یا واپسی میں بھی؟

---

[1] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۵۰/تا ۵۵۱ ج ۱، وشامى زكريا ص ۳۶/۳، باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب قال الله تعالىٰ الخ، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۲۴، ۴۲۵، باب الجمعة، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

واپسی میں بھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق عیدگاہ سے لوٹتے وقت

سوال:-عیدین میں جو تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے، گھر سے عیدگاہ تک پڑھنے کا حکم ہے یا واپسی میں بھی پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدگاہ جاتے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے، اور واپسی میں نہیں پڑھی جاتی، **ویکبر فی حال خروجه الی المصلی جهراً فاذا انتهى الى المصلى يترك الخ بحر**[2]۔ فقط واللہ بعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالفطر کا خطبہ بغیر تکبیر کے

سوال:- ہماری مسجد کے امام صاحب نے اسی سال عیدالفطر کا خطبہ پڑھا، اسمیں ایک مرتبہ بھی تکبیر نہیں پڑھی اور امام مذکور کا کہنا ہے کہ تکبیر نہ پڑھنے پر بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، اس طرح عیدالفطر میں تکبیر پڑھنا کوئی ضروری نہیں، اس سلسلہ میں از روئے شرع صحیح مسئلہ کیا ہے؟ اطلاع دیں۔

---

[1] ويكبر فی الطريق (درمختار مع الشامی کراچی ص:١٧٢، وشامی نعمانیہ ص:١/۵٩٢، مطلب امر الخليفة لا يبقى بعد موته، باب العيدين)

[2] البحر الرائق ص:٢/١٦٣، باب العيدين، مطبوعه کراچی، بدائع زکریا ص:١/٦٢۵، فصل فی صلاة العيدين، بيان مايستحب فی يوم العيد، الهندية ص:١/١۵٠، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين، مطبوعه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ ادا تو اس طرح بھی ہو جاتا ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول گیا بات چیت بھی کرلی

سوال:- اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کے موقع پر تکبیرات نماز کے بعد کہنا بھول گیا، اور نماز کے بعد ایک آدمی سے بات چیت شروع کردی پھر یاد آیا تو کیا ان تکبیرات کو لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر تشریق کا وقت فرض نماز کے فوراً بعد ہے، جب بات چیت کرلی تو وقت ختم ہوگیا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اسلئے کہ خطبۂ عیدین کے اندر تکبیر پڑھنا مستحب ہے، **ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات نشری والثانیة فی بسبع هو السنة، وقال فی الخالنیة: انه لیس للتکبیر عدد فی ظاهر الروایة (درمختار مع الشامی زکریا ص:۳/۵۸، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لا یبقی بعد موته، هندیه ص:۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۹، باب العیدین، مطبوعه مصر)**

[2] **ویجب تکبیر التشریق فی الاصح عقب کل فرض بلا فصل فلو خرج من المسجد او تکلم عامداً او ساهیاً او احدث عامداً سقط عنه التکبیر (درمختار مع الشامی زکریا ملخصاً ص:۳/۶۱-۶۲-۶۳، باب العیدین، مطلب فی تکبیر التشریق، مجمع الانهر ص:۱/۲۵۹، باب العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الهندیة ص:۱/۱۵۲، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)**



فصل ششم : خطبۂ عیدین

خطبۂ عیدین میں عصا لینا

سوال:-عندالخطبہ لاٹھی ہاتھ میں رکھنا بعض کتابوں میں مستحب لکھا ہے اور مولانا تھانوی مدظلہ العالی نے بہشتی زیور گوہر ص۱۲ر میں لاٹھی عندالخطبہ منقول نہیں فرماتے ہیں کون قول معتبر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہشتی گوہر[1] میں اسکے مصنف نے یہ مسئلہ درمختار[2] سے لکھا ہے مولانا تھانوی دامت برکاتہم نے تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ میں اس کی تردید کی ہے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے بہشتی گوہر حضرت مولانا تھانوی کی تصنیف نہیں بلکہ ایک اور صاحب کی تصنیف ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/۶۰ھ

صحیح :عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۱/۶۰ھ

---

[1] بہشتی گوہر ص:۸۱، جمعہ کے خطبے کے مسائل، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

[2] درمختار مع رد محتار زکریا ص: ۳/۴۱، باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۲۱، باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[3] درمختار میں قوس یا عصا پر سہارا لگانے کو مکروہ کہا ہے اور ردالمحتار میں اس پر دو اشکال کئے ہیں (بقیہ آئندہ پر)

دوران خطبہ خطیب کو روپیہ دینا

سوال:- یہاں عیدین کی نماز کے بعد دورانِ خطبہ لوگ خطیب صاحب کو روپیہ دینے کے لئے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ اٹھ کر جاتے ہیں اور خطیب صاحب کے لئے کچھ لوگ روپیہ لینے کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روپیہ لیتے ہیں اور دینے والوں کا یہ عمل کیسا ہے دوران خطبہ روپیہ دینے کے لئے جاتے ہیں۔

خطیب وامام اگر ایسے عمل کو نہیں روکتے تو ان کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دورانِ خطبہ اس قسم کے کاموں کی اجازت نہیں، ادب کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر خطبہ سننا لازم ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ سے پہلے تکبیر

سوال:- کیا خطبات عید الاضحیٰ، عید الفطر کے قبل تکبیر جیسے کہ جمعہ کے خطبہ میں ہوتی ہے

(گذشتہ کا بقیہ) اور ترجیح ردالمحتار کے قول کو ہے۔ پس بہشتی زیور میں گو اس مسئلہ کا ہونا بعید ہے اس لئے کہ اس میں احکام مختصہ بالرجال نہیں لئے گئے لیکن اگر ایسا ہے تو غالباً درمختار کی روایت کا بنا پر لکھ دیا ہوگا۔ جس کا مرجوح ہونا ابھی معلوم ہوا (امداد الفتاویٰ ص: ۱/٦٨١، باب الجمعة والعیدین، عصا گرفتن بوقت خطبہ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)

(صفحہ ہٰذا) [1] اذا خرج الامام فلا صلاة ولا کلام وکل ماحرم فی الصلاة حرم فیها ای فی الخطبة فیحرم اکل وشرب .... بل یجب علیه ان یستمع ویسکت (درمختار مع رد المحتار زکریا ص: ۳/۳۵،۳۴، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۲۴، باب الجمعة، مصری، هندیه ص: ۱/۱۴۷، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه پاکستان)

نہیں ہوتی ہے ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خطبہ جمعہ سے پہلے تکبیر نہیں ہوتی اذان ہوتی ہے خطبۂ عیدین سے پہلے اذان بھی نہیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شوال ۶۷ھ

عیدالفطر کے بعد خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل

سوال: -عیدالفطر کا خطبہ پڑھنے کے بعد اس طرح منبر پر کھڑے ہو کہ خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل پر تقریر کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش نہیں بہتر یہ ہے کہ عید سے متعلق احکام ومسائل عید سے پہلے جمع کو بیان کردئے جائیں[۲]، اور خطبہ ضرور عربی میں ہو ضروری احکام نماز عید سے قبل بیان کردئے جائیں[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم — حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] سن للفرائض دون غيرها اى لا يسن لصلاة الجنازة والتطوع وصلاة العيدين (مجمع الانهر ص:۱۱۳/۱، باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص:۵۳/۱، الباب الثانى فى الاذان، مراقى مع الطحطاوى ص:۱۵۶، باب الاذان، مصرى.

[۲] فينبغى للخطيب ان يعلمهم احكامه فى الجمعة التى قبل عيدالاضحىٰ كما انه ينبغى له ان يعلمهم احكام صدقة الفطر فى الجمعة التى قبل عيدالفطر (بحر كوئٹه ص:۱۶۳/۲، باب العيدين، طحطاوى على المراقى ص:۴۳۸، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر)

[۳] لاشك فى ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى ﷺ والصحابة فيكون مكروهاً تحريماً (عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص:۲۰۰/۱، باب الجمعة، تعريف الخطبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)



فصل ہفتم

عیدین کے بعد دعاء ومصافحہ

دعا بعد خطبۂ عیدین

سوال:-امام عیدین کی نماز میں نماز کے بعد متصلاً دعا کرنے کے بجائے خطبہ کے بعد دعا کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خصوصیت سے بعد عید یا بعد خطبہ دعا کی تصریح حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں، البتہ بعد صلوۃ مطلقاً دعا کا ثبوت بہت سے احادیث سے ہے[1]، نیز اس وقت کو اوقات اجابت میں حصن حصین وغیرہ میں شمار کیا ہے[2]، اور متبادر بعد صلوۃ سے بعدیت متصلہ ہے لہذا بعد صلوۃ دعا نہ

---

[1] عن ابی امامة قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف الأخرو دبر الصلوات المکتوبات وعن عقبة بن عامر امرنی رسول اللہ ﷺ ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوة (مشکوة شریف ص: ۸۹، باب الذکر بعد الصلاة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] احوال الاجابة عند النداء بالصلاة (الی قوله) ودبر الصلوات المکتوبات (حصن حصین ص: ۲۱، مقدمه، احوال الاجابة، مطبوعه مطبع حمیدی)

کرنا اور بجائے اس کے بعد خطبہ مقررہ کرنا بظاہر تغییر سنت ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دعا بعد نماز عید

سوال:-عیدین کی نماز میں کس وقت دعا مانگنی چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عیدین کی نماز کے بعد متصلاً اگر دعا مانگی جائے، تو یہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہے، جس میں ہر نماز کے بعد دعا کا تذکرہ ہے[۲]بعض لوگ بجائے بعد نماز عید دعا مانگنے کے خطبہ کے بعد دعا مانگتے ہیں، سو یہ کسی روایت، حدیث، یا عبارت، یا فقہ سے ثابت نہیں۔ امداد[۳] الفتاویٰ ص۲/۱، میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دعا بعد نماز عید

سوال:-عیدین کی نمازوں میں بعد سلام کے دعا مانگنی چاہئے یا بعد خطبہ کے، کونسا طریقہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تر عمل کرنا ثابت ہے؟ مع الدلائل بالتفصیل ومشرح مع حوالہ

۱؎ فکم مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً (مجموعة الرسائل سباحة الفکر ص:۷۲، مطبع دبدبۂ احمدی لکھنئو)

۲؎ عن عقبة بن عامر قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلاة، رواه احمد وابوداؤد (مشکوة شریف ص:۸۹، باب الذکر بعد الصلاة، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۳؎ امدادالفتاوی جدید ص:۱/۶۰۷، باب صلاة الجمعة والعیدین، سوال:۵۳۲، نمازعیدین کے بعد دعا کا طریقہ، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

کتب جواب تحریر فرمائیں، عنداللہ ماجور ہوں گے۔ المستفتی محمد اسحاق

الجواب حامداً ومصلیاً

احادیث سے علی الاطلاق بعد صلاۃ دعا کا ثبوت ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ کان یعلم بنیه هؤلاء الکلمات کما یعلم المکتب الغلمان ویقول رسول اللہ ﷺ کان یتعوذون بهن دبر الصلاۃ اللّٰهم انی اعوذبک من الجبن الخ. ص۲/۲۱۵[1]، وفیه فقال رسول اللہ ﷺ عجلت ایها المصلی اذا صلیت فقعدت فاحمداللہ بما هو اهله وصل علی ثم ادعه الخ. وقال هذا حدیث حسن ص:۲/۲۰۵.[2]

عمل الیوم[3] واللیلة میں حضرت انس سے روایت کی ہے: عن النبی ﷺ انه قال ما من عبد بسط کفیه دبر کل صلوة ثم یقول اللهم الخ. الی ان قال الا کان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیه خائبتین. اور بعدیت سے بعدیت متصلہ ہے لہذا بعد عید خطبہ ہوکر دعا کرنا پھر اس کو متصل قرار دینا مجازاً ہوگا، جو متبادر نہیں، اس وجہ سے بعد نماز دعا مانگنا مشروع ہوگا، و بعد خطبہ دعا مانگنا کسی روایت سے ثابت نہیں، لہذا بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اسکے خطبہ کے دعا کرنے کو معین کر لینا تخصیص بلا دلیل شرعی ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

بندہ عبدالرحمٰن عبداللطیف عفی عنہ ۱۰/۱/۵۲ھ

---

[1] ترمذی شریف ص:۲/۱۹۷، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی ﷺ وتعوذه فی دبر کل صلوة، مطبوعه ادارة الرشید دیوبند.

[2] ترمذی شریف ص:۲/۱۸۶، ابواب الدعوات، باب بلاترجمه، مطبوعه ادراة الرشید دیوبند.

[3] عمل الیوم واللیلة ص:۳۸و۳۹، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، مطبوعه دائرة المعارف العثمانیه حیدرآباد.

عیدین کے بعد دعا

سوال:-حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ میرٹھی نے اپنے رسالہ ''الصلاۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ عیدین کے بعد دعا نہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ عیدین کے بعد دعا نہیں لیکن امسال ١٣٩٢ھ میں جو احکام رمضان المبارک مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شائع ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ خطبہ کے بعد دعا نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ عیدین کے بعد دعا ہے، ان دونوں قولوں میں کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

نمازعیدین کے بعد خصوصیت سے دعا کا ذکر نہیں، ممانعت بھی نہیں، نمازِ فرض ہو یا نفل عمومی طور پر روایت میں دعا مذکور ہے، ''عمل الیوم[1] واللیلۃ'' میں ان روایات کی تخریج ہے، اس عموم میں نمازعیدین بھی داخل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۲ھ

نمازعید کے بعدمصافحہ

سوال:-عیدین کی نماز میں ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا ثابت ہے یابدعت خصوصاً امام پر ساری قوم کا ٹوٹ پڑنا اور مسجد کی حرمت کا خیال نہ رکھنا کیسا ہے بعض اوقات امام کو اس وجہ سے تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے ایسے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا، مفصل تحریر فرما کر مشکور فرماویں؟

---

[1] عن النبیﷺ انه قال مامن عبد بسط كفيه دبر كل صلوة ثم يقول اللهم الخ (الی قوله) الا كان حقا على الله عزوجل ان لايرد يديه خائبتين (عمل اليوم والليله ص:۳۸/و ۳۹، باب مايقول فی دبر صلوة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانيه حيدرآباد)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مصافحہ بدعت ہے اور طریقۂ روافض ہے اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کذا فی ردالمحتار[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم یوپی ۲۸/۱۱/ ۶۰ھ

دعا ومصافحہ بعد نماز عید

سوال:- امام عیدگاہ کو بعد نماز عیدین دعا مانگنا چاہئے یا بعد خطبہ، مصافحہ ومعانقہ کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز عید کے بعد دعا کریں[۱]، بعد خطبہ دعا کرنا بے اصل ہے، عید کا مصافحہ ومعانقہ بدعت ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] تکرہ المصافحة بعداداء الصلاة بکل حال لان الصحابةؓ ما صافحوا بعد اداء الصلاة لانها من سنن الروافض اھـ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مکروهة لااصل لها فی الشرع الخ. (الشامی نعمانیہ ص۲۴۴/۵، باب الاستبراء وغیرہ وشامی زکریا ص۹/۵۴۷، کتاب الحظر والا باحة)

[۲] عن ابی امامة قال قیل یارسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخرودبر الصلوات المکتوبات الخ. (مشکوة شریف ص ۸۹، باب الذکر بعدالصلوات، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، امداد الفتاوی ص ۱/۲۰۶)

ترجمہ :- حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے ارشاد فرمایا رات کے اخیر حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

[۳] ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها (ای المصافحة بعدالصلوٰة) بدعة مکروهة لااصل لها فی الشرع الخ. (شامی زکریا ص۹/۵۴۷، ونعمانیه ص ۵/۲۴۴، کتاب الحظروالاباحة، باب الاستبراء. سعایه ص ۲/۲۶۵، فصل فی القراءة و من البدع تخصیص المصافحة الخ)



فصل هشتم :

عورتوں کے لیے نماز عیدین میں شرکت

عورتوں پر نمازِ عید

سوال: -عیدگاہ پر پردہ ڈالا جاتا تھا کچھ عورتیں چادر اوڑھ کر جاتی تھیں اور کچھ عورتیں ساڑی پہن کر جاتی تھیں چادر نہیں اوڑھتی تھیں تو دس پانچ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی ہیں اور اکثر عورتیں عیدگاہ جاتی ہیں نہیں مانتی ہیں، عیدگاہ پر اب پردہ کا انتظام نہیں ہے، عیدگاہ سے پورب مدرسہ ہے وہیں جاکر بیٹھتی ہیں اور کچھ عورتیں باہر بیٹھتی ہیں، مدرسہ سے الگ ہٹ کر غیر مسلم کی دوکان رہتی ہے، عورتیں جب نماز کو کھڑی ہوتی ہیں تو ان لوگوں کی نظر پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کے ذمہ عید کی نماز نہیں ہے، ان کو روک دیا جائے، عیدگاہ میں اعلان کردیا جائے کہ عورتیں نہ آئیں، ہر شخص اپنی عورت کو روک دے، اس پر بھی وہ نہ مانیں تو اہل حق علماء کا وعظ کرایا جائے، اسپر بھی باز نہ آئیں اور سرکشی کریں تو وہ جانیں[1]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۹ھ

(اس صفحہ کا حاشیہ آئندہ پر)

عورتوں پر نماز عید نہیں

سوال:- عورت عید کی نماز باجماعت یا بغیر جماعت پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں مع حوالہ مدلل ومفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں پر نماز عید واجب نہیں، بغیر جماعت کے تو مرد بھی نہیں پڑھ سکتے جمعہ کی طرح عید ہے، وشرط وجوبها (ای وجوب الجمعة) الاقامة والذكورة، (كنز[1] ص: ۲/۱۵۱) وتجب صلاة العيد على من تجب عليه الجمعة الخ. على هامش (البحر[2] الرائق ص: ۲/۱۵۷) **وشرط صحتها ان يصلى مع الامام ثلاثة فاكثر لاجماع العلماء على انه لا بد فيها من الجماعة كما فى البدائع[3] الخ ص: ۲/۱۵۱، ويكره تحريماً جماعة النساء ويكره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعيد مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً على المذهب**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد الخ (درمختار على الشامى ص: ۲/۳۰۷، باب الامامة، فتح القدير ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دار الفكر بيروت، عمدة القارى ص: ۳/۲۰۳، الجزء السادس، كتاب العيدين، باب اعتزال الحيض المصلى، مطبوعه دار الفكر بيروت)

(صفحہ ہٰذا) [1] كنز مع البحر كوئٹه ص: ۲/۱۵۱، باب صلاة الجمعة، حلبى كبير ص: ۵۴۸، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۱۱، باب الجعمة، مطبوعه مصرى.

[2] البحر الرائق ص: ۲/۱۵۷، باب العيدين، مطبوعه كوئٹه، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۳۳، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، حلبى كبير ص: ۵۶۵، فصل فى صلاة العيدين، مطبوعه لاهور)

[3] البحر الرائق ص: ۲/۱۵۰، باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه، بدائع زكرى ص: ۱/۵۹۷، فصل فى صلاة الجمعة، الجماعة من شروط الجمعة، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۱۸، باب الجمعة، مطبوعه مصرى)

المفتی به الخ (درمختار[1] مختصر ص: ۱/۳۸۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

عورتوں کا نماز عید کیلئے مسجد میں جانا

سوال:-عورتیں آج کل عید کی نماز مسجد میں پڑھتی ہیں لیکن اس سال بعض علماء اسے بدعت قرار دے کر عورتوں کو عیدگاہ لے گئے، عیدگاہ کے پیچھے کی طرف چاروں طرف سے بند کردیا اس کے اندر عورتوں نے نماز پڑھی (چند عورتیں) بعض مولویوں نے وبعض علماء نے فتویٰ دیا کہ مسجد میں عورتوں کا نماز پڑھنا بدعت ہے، تو اس کا ثبوت دیجئے، تو ثبوت ودلائل پیش کرنے سے انکار نیز وہ خطیب بھی ہے، جامع مسجد کے، اب عوام بگڑی ہوئی ہے کہ وہ بدعت کا ثبوت پیش کرے ورنہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً!

عورتوں پر عید کی نماز نہیں (مراقی[2] الفلاح) لہٰذا وہ نہ مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے جائیں نہ عیدگاہ میں، پنچگانہ نماز کے لئے بھی ان کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۳۰۷تا۳۰۵، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ، فتح القدیر ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دار الفکر بیروت، مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۵۰، باب الامامة، قبیل فصل فیما یفعله المقتدی بعد فراغ امامه الخ، مطبوعه مصر.

[2] فتجب علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها الخ (مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصر ص: ۴۳۳، باب احکام العیدین، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۵، باب العیدین، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۸۴، صفة صلاة العید)

پڑھنا میری مسجد (نبوی) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے[۱]، یہاں کی کوئی مسجد یا عیدگاہ مسجد نبوی کے برابر نہیں ہوسکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اب عورتوں کیلئے جو حالات ہوگئے ہیں، یہ حالات اگر حضور ﷺ کے سامنے ہوتے تو عورتوں کو بالکل ہی مسجد میں جانے کی اجازت نہ ہوتی، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہیں تھیں[۲]۔

اب کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے اسلئے عورتوں کو بالکل منع کردیا جائے، وہ کہیں بھی عیدین یا نماز پنجگانہ کیلئے نہ جائیں نہ مسجد میں نہ عیدگاہ میں[۳]۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عید کی نماز عورتوں پر جامع مسجد میں

سوال:- یہاں عیدگاہ اور جامع مسجد میں عیدین کی نماز ایک عرصہ سے ہوتی ہے امسال کمیٹی جامع مسجد نے عید کی شب میں اعلان کردیا کہ نماز عیدگاہ میں ہوگی اور جامع مسجد میں عورتوں کی نماز ہوگی، کوئی مرد جامع مسجد میں نہ آئے، **لھذا** فرمایئے کہ انکا ایسا کرنا اور مردوں

---

[۱] اِنَّ صَلٰوتَهَا فِيْ بَيْتِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ مَسْجِدِيْ الحديث (اعلاء السنن ص:۸/۸۸، باب وجوب صلاة العيدين، مطبوعه كراچی)

[۲] ان عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ قالت لو ادرک رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائيل (ابوداؤد شريف ص ۸۴/ باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد طبع سعد بکڈپو دیوبند.

[۳] عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات كلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات (فتح القدير ص: ۳۶۶/۱، باب الامامة، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه ص: ۶۲۸/۱، الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة، مطبوعه كراچی، درمختار مع الشامی زكريا ص: ۳۰۷/۲، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ)

کو جو عرصہ سے عید کی نماز جامع مسجد میں ادا کرتے ہیں، پریشان کرنا کیسا ہے جب کہ عورتوں پر نماز عید واجب بھی نہیں، اور اگر عورتیں مسجد میں آئیں تو مردوں کے پیچھے پردے کی جگہ میں نماز ادا کرسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عید کی نماز عیدگاہ جا کر پڑھنا افضل ومستحب ہے[1]، عورتوں پر نماز عید نہیں[2]، ان کیلئے مستقل جامع مسجد میں نماز عید کا انتظام کرنا کہ کوئی مرد وہاں نہ جائے صرف عورتیں وہاں نماز عید ادا کریں غلط طریقہ ہے، شریعت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں اس طریقہ کو بالکل بند کیا جائے عورتیں نماز عید کیلئے نہ مسجد میں جائیں نہ عیدگاہ میں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا عورتوں پر نماز عید ہے؟

سوال:-(حدیث) اذا فاته العید یصلی رکعتین وکذالک النساء ومن کان

---

[1] الخروج الی المصلی وھی الجبانة سنة وان کان یسعھم الجامع (حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فی صلاۃ العید، لاھور طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۵، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، ھندیه ص: ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین)

[2] تجب صلاۃ العید علی کل من تجب علیه صلاۃ الجعمة ومن لافلا (الی قوله) ولیس علی النساء الخروج فی العیدین (تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۹۰، من یجب علیه الخروج فی العیدین، درمختار مع الشامی کریا ص: ۴۵، باب العیدین، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۳، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر)

[3] یکره لھن حضور الجماعات، عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبة الفساد فی سائر الاوقات (فتح القدیر مع الھدایه ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دارالفکر بیروت، حلبی کبیر ص: ۵۹۴، فصل فی صلاۃ الجنائز، مطبوعه سھیل اکیڈمی لاھور)

فی البیوت والقریٰ لقول النبی صلی الله علیه وسلم. هٰذا عیدنا یااهل الاسلام وأمر انس بن مالک مولاه ابن ابی عتبة بالزاویة فجمع اهله وبنیه وصلیٰ کصلوٰة اهل المصرو تکبیرهم وقال عکرمة اهل السواد یجتمعون فی العید یصلون رکعتین کمایصنع الامام وقال عطاء اذا فاته العید صلی رکعتین. تفهیمالبخاری باب ۲۶۶ / پاره ۴ / کتاب العیدین ص۹۷۔

مندرجۂ بالا حدیث پر کچھ سوالات ہیں براہ کرم تشفی بخش جوابات سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) کیا اس حدیث کی رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا نماز عید عورتوں پر بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر ہے۔

(۲) خطبہ سنے بغیر عورتیں گھر میں اکیلے دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے نماز پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟

(۳) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورتوں پر نماز عید واجب نہیں ہے یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت کیا؟

(۴) کیا احادیث میں فقہ کا درجہ اونچا ہے جب کہ متعدد احادیث اس باب میں ہیں کہ نماز عید عورتوں پر بھی واجب ہے چاہے اکیلے ہی دو رکعت پڑھیں؟

(۵) اکیلے ہی دو رکعت نماز گھر میں پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟ پردہ وغیرہ کا انتظام کر لیا جائے تو عورتوں کو عیدگاہ جانیکی اجازت فی زمانہ دی جاسکتی ہے؟ براہ کرم مندرجۂ بالا مسائل فقہ حنفی کی رو سے سمجھائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اس میں حضور ﷺ کا ارشاد صرف اتنا ہے **هذا عیدنا یااهل الاسلام**[۱] بقیہ کوئی لفظ

---

[۱] جیسا کہ لقول النبی صلی اللہ وسلم کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ **بخاری شریف ص ۱۳۴ / ۱، کتاب العیدین، باب إذا فاته العبد یصلی رکعتین، طبع اشرفی دیوبند.** ترجمہ: یہ ہمارے لئے خوشی کا دن ہے اے مسلمانو۔

بھی ارشاد نبوی ؐ نہیں، لہٰذا اس سے عورتوں پر نماز عید کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) اگر حدیث شریف سے ثابت ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ثابت نہیں غیر ثابت کو ثابت ماننا مستقل حرج ہے[۱]۔

(۳) واجب نہ ہونے کیلئے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ واجب ہونے کیلئے ضرورت ہے پہلے وہ پیش کریں تب جواب پوچھیں۔

(۴) وہ متعدد احادیث کہاں ہیں لائیے بیان کیجئے کیا یہ حدیث ہے، **اذا فاتــه العيد يـصلي ركعتين** کیا یہ حدیث ہے، **وكـذالک النساء** کیا یہ حدیث ہے "**ومـن كان فی البيوت والقرىٰ**" اورکس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ عورت پرا کیلے ہی دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے بغیر خطبہ ہی پڑھنا واجب ہے، **اَمـرَ انـس، قـال عـكـرمه، قال عطاء** کی تصریح کے بعد تو ارشاد نبوی ؐ ہونے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے ورنہ اس کو اس طرح لکھا جاتا، **امـر الـنبی صلی الـلـه عـلـيـه وسـلـم، قـال الـنبی صلی الله عليه وسلم امررسول الله عليه وسلم.** جو بات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اس کو حضور اکرم ؐ کی طرف منسوب کرنے کا حق نہیں[۲]۔

(۵) نمبر ۲ رمیں اسکا جواب آ گیا ہے کہ کیا حرج ہے، سوال نمبر ۴ ر سے تو معلوم ہوتا ہے

---

[۱] **من احـدث فـی امرناهذا ماليس منه فهورد ابن ماجه ص ۳ ج ۱ (مكتبه رشيديه دهلی) باب تعظيم حديث رسولؐ الخ.**

[۲] **عن ابی قتادة قـال سـمـعـت رسـول الله صلی الله عليه وسلم يقول علىٰ هذا المنبر اياكم وكثرة الحديث فمن قال علی فليقل حقاً او صدقاً ومن تقول علی مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار. ابـن مـاجـه ص ۵ ج ۱ (مـكتبه رشيديه دهلی) باب التغليظ فی تعمدالكذب علی رسول صلی الله عليه وسلم.**

ترجمہ:- حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ اپنے آپ کو میری جانب سے کثرت تحدیث سے بچاؤ جو شخص میرے بارے میں حدیث بیان کرے وہ حق اور سچ کہے اور جسنے میرے بارے میں ایسا جھوٹ گھڑا جسے میں نے نہیں کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ چاہیے کہ جہنم بنالے۔

کہ فقہ آپ کے بیان کے موافق نظر انداز کر دینے کے قابل ہے، اگر یہی نظریہ ہے تو فقہ حنفی کی رو سے جواب طلب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، پہلے اپنا موقف واضح کیجئے کہ فقہ حنفی آپ کے نزدیک قابل تسلیم ہے یا براہ راست حدیث شریف ہر مسئلہ میں اپنے پاس رکھتے ہیں اور جو مسئلہ آپکو فقہ حنفی کا حدیث شریف کے خلاف نظر آتا ہے اسکی دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں پھر تو جواب آپکے موقف کی رعایت رکھتے ہوئے دینا مفید ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶؍۳؍۹۴ھ

عورت کے ذمہ نمازِ عید نیز رفع یدین وغیرہ

سوال:- میں نے سنا ہے کہ عورت نمازِ عید نہ گھر اور نہ عیدگاہ میں پڑھے، گویا عورت پر واجب نہیں، اسکے متعلق جلد آگاہ کریں۔ عورت اگر نمازِ جمعہ جامع مسجد میں پڑھے تو کیسا ہے؟ جو جماعت اہل حدیث کہلاتی ہے وہ قرآن میں آیتیں نکال نکال کر دکھاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان کر کے یعنی اتنی رکعت فرض یا سنت واسطے اللہ پاک کے میرا منہ کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر یہ غلط ہے اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کیلئے کیا ہے۔ آپ ہم کو بتلائیں، قرآن پاک میں کس جگہ انکار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت پر نمازِ عیدین نہیں، نہ اس کے ذمہ عیدگاہ میں جانا ہے، نہ گھر پر نمازِ عید لازم ہے عورت پر جمعہ بھی نہیں، اسکو چاہئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز ادا کرے، جمعہ کیلئے جامع مسجد نہ

جائے[1]، اگر دل کے ارادہ کو زبان سے بھی کہے تو منع نہیں[2]، قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو کہا ہے، کسی حدیث شریف میں یہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین ہمیشہ کرنے کو فرمایا ہو۔ حضرت[3] عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور بس پھر کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، زیلعی[4] میں اس کی سند مذکور ہے، قرآن پاک میں تو رفع یدین کا حکم کہیں مذکور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عید کا جھنڈا اور عورت کا خطبۂ عید

سوال:- ہمارے یہاں عید، بقرعید، اور شب قدر میں جھنڈا اٹھاتے ہیں، مقصد صرف

---

[1] یکرہ حضور هن الجماعة ولولجمعة وعيد ووعظ مطلقاً (الدرالمختار على الشامى ص ۳۸۰/۱، مكتبه نعمانيه، باب الإمامة، فتح القدير ص: ۳۶۶/۱، باب الامامة، مطبوعه دار الفكر بيروت، تاتارخانيه كراچى ص: ۲۲۸/۱، الفصل الثامن فى الحث على الجماعة)

[2] وهل يشترط فى النية ان يتكلم بلسانه؟ قالوا! يستحب وهو المختار (تاتارخانيه كراچى ص۴۲۳/۱، الفصل الثانى، ومن شرائط الصلوة النية، الهندية ص: ۶۵/۱، الباب الثالث، الفصل الرابع فى النية، مطبوعه كوئٹه، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۹۲/۲، باب شروط الصلاة، بحث النية)

[3] قال عبدالله بن مسعود الاأصلى بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه إلامرة (ابوداؤد شريف ص ۱۰۹/۱، باب من لم يذكر الرفع عندالركوع)

ترجمہ:- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا۔ کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔

[4] نصب الراية ص ۳۹۴ تا ۳۹۵/۱، كتاب الصلاة، حديث عبدالله ابن مسعود فى ترك الرفع الخ، مطبوعه مجلس علمى ڈابھيل.

لوگوں کو بتلانا ہے کہ لوگ آگاہ ہوجائیں، یہ کیسا ہے؟ اور عورتیں اطراف واکناف سے آتی ہیں اور عیدالفطر کی نماز ادا کرتی ہیں اور عورتیں ہی خطبہ دیتی ہیں، تقریر کرتی ہیں، مدرسہ کے لئے چندہ بھی وصول کرتی ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید بقرعید کی اطلاع کیلئے جھنڈا اٹھانا ثابت نہیں، عورتوں کا عید کی جماعت کرنا عورت ہی امام ہو اور خطبہ پڑھے شرعاً ممنوع ہے[۱]، یہ جھنڈا بھی بند کیا جائے اور عورتوں کا اس طرح عید پڑھانا بھی بند کیا جائے، غلط کام کر کے مدرسہ کو چلانا کارِ خیر نہیں، صحیح طریقہ پر کوشش کی جائے، اللہ پاک نصرت فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا عیدگاہ میں جانا

سوال:-عید کی نماز کے لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیکر آیا کرو اور تاکید فرمائی ہے، مگر میں نے اس کا چرچا کبھی آپ بزرگوں میں نہیں سنا ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ گنگوہ اور گردونواح کے علماء نے اس کی تاکید نہیں کی یہ ہمارے یہاں کے رسمی پردہ کی وجہ سے ہے، تو کوئی مذہب کی ادائیگی آپ کی سوسائیٹی اور رسم کی وجہ سے ادھوری رکھی جاسکتی ہے، تمام لوگ اگر اس کی پابندی نہ کریں اور قرآن وحدیث پر سوسائیٹی کی رسومات ورواج کو

[۱] ویکرہ تحریماً جماعةا لنساء (الی قولہ) ویکرہ حضور ھن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً الخ. (الشامی ص ۱/۸۰، مکتبہ نعمانیہ، باب الإمامة، مطبوعہ زکریا ص:۳۰۵/تا ۲/۳۰۷، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی، تاتارخانیہ کراچی ص:۱/۶۰۸، من یصلح اما ما لغیرہ من لا یصلح)

ترجیح دے تو دوسری بات ہے مگر علماء دین تو شاید کبھی بھی رسومات کو دین پر ترجیح نہ دیں مجھے اس کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ نماز کے لئے جب حدیث شریف میں تاکید ہے کہ عورتوں کو بھی لایا جائے تو پھر ہم لوگوں کی عورتوں کو مسجد یا عیدگاہ جہاں عورتوں کے لئے انتظام ہو جانا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابتداءً عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت تھی بلکہ عیدگاہ میں تو حالت حیض میں بھی اجازت تھی اگرچہ نماز میں نہ شریک ہوں[1]، پھر اس کے بعد دوسرا ارشاد فرمایا وہ یہ کہ عورت کا اپنے مکان میں نماز پڑھنا بہتر ہے مسجد نبوی میں حضورﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے سے[2]، اس پر عورتیں بڑی حد تک مسجد نبویﷺ میں جانے سے رک گئیں، حضور اقدسﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنی بیوی کو بڑی علمی تدبیر سے مسجد جانے سے روکا یعنی ایسی تدبیر کی کہ جس سے انہوں نے مسجد جانا بند کر دیا، حضرت عمرؓ کے دریافت پر یہی فرمایا کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کیوں نہیں جاتی ہوتو جواب دیا کہ اب مسجد جانے کا زمانہ نہیں رہا لوگوں کی حالت ٹھیک نہیں ہے، حالانکہ پہلے جایا کرتی تھیں، اور فرمایا کرتی تھیں کہ اگر عمر کو میرا مسجد جانا پسند نہیں تو وہ منع کر دیں میں نہیں جاؤں گی لیکن چونکہ حضورﷺ نے اجازت دے رکھی تھی اس

---

[1] عن ام عطية قالت امرنا ان نخرج العواتق ذوات الخدور وزاد في حديث حفصة قال او قالت العواتق وذوات الخدور ويعتزلن الحيض المصلى (بخاری شریف ص:۱۳۳/ ۱، کتاب العيدين، باب خروج النساء والحيض الى المصلى، مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند)

[2] ان صلاتها في بيتها خير من صلاتها في مسجدى (اعلاء السنن ص:۸/۸۸، ابواب العيدين، باب وجوب صلوة العيدين، مكتبه امداديه مكه مكرمه، مجمع الزوائد ص:۱۵۴/ ۲، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذالک الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت)

لئے جانے سے باز نہیں آ ویں گی[۱]، مگر جب تجربہ ہوا تو خود ہی سمجھ میں آ گیا کہ اب جانا ٹھیک نہیں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آج حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے اور عورتوں کی حالت ملاحظہ فرماتے تو عورتوں کو ہرگز مسجد جانے کی اجازت نہ ملتی جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں جانے سے روک دی گئی تھیں اسی طرح اس امت کی عورتیں بھی روک دی جاتیں[۲]، غور کا مقام ہے کہ اگر حضرت عمرؓ موجود ہوتے یا حضرت عائشہؓ موجود ہوتیں تو موجودہ عورتوں کے متعلق کیا رائے قائم کی جاتی، علماء کا منع فرمانا ان روایات کی بنا پر ہے، محض کسی خود ساختہ رسم کی بنا پر نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۶/۲۱ھ

---

[۱] اوجز، زرقانی، الاصابہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت زبیرؓ کا اپنی بیوی حضرت عاتکہ کے ساتھ پیش آیا ہے، جو پہلے حضرت عمر کے نکاح میں تھیں، ذکر ابو عمر فی التمهيد ان عمر لما خطبها شرطت عليه ان لايضربها ولا يمنعها من الحق ولا من الصلاة فی المسجد النبوی ثم شرطت ذالک علی الزبير فتحيل عليها ان كمن لها لما خرجت الی صلاة العشاء فلما مرت به ضرب علی عجيزتها فلما رجعت قالت انالله فسد الناس فلم تخرج بعد (الاصابة ص:۴/۳۵۷، حرف العين، القسم الاول، مطبوعه دارالفكر بيروت، زرقانی ص: ۲/۹، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، اوجز ص:۴/۱۰۵، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مكتبه امداديه مكه مكرمه، فقد اخرج البيهقی عن ابن عمرؓ كانت لعمرؓ تشهد صلاة الصبح والعشاء فی الجماعة فقيل لها لم تخرجين وقد تعلمين ان عمرؓ يكره ذلک ويغار قالت: فما يمنعه ان ينهانی قال: يمنعه قول رسول الله ﷺ: لا تمنعوا اماء الله مساجد الله (اوجز ص:۴/۱۰۵، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مكتبه امداديه مكه مكرمه)

[۲] عن عائشةؓ قالت لو ادرک رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائيل (بخاری شريف ص:۱/۱۲۰، كتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد بالليل والغلس، مطوعه اشرفی بكڈپو ديوبند، مسلم شريف ص:۱/۱۸۳، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد او لم يترتب عليه الخ مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند)

امام گاؤں میں مردوں کو پھر عورتوں کو عید پڑھائے

سوال:- ایک بہت چھوٹی بستی ہے اس میں نماز جمعہ بھی نہیں ہوتی ہے لیکن امام صاحب عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں، پہلے جنگل میں مردوں کو پڑھاتے ہیں پھر مسجد میں آ کر تمام مستورات کو نمازِ عیدین مسجد میں پڑھاتے ہیں جس میں کوئی مرد شریک نہیں ہوتا صرف عورتیں اور امام مرد بعینہٖ بیچ میں کوئی پردہ حائل ہوئے بغیر پڑھاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس بستی میں نمازِ جمعہ جائز نہیں وہاں نمازِ عید بھی نہیں وہاں نمازِ عید پڑھنا سخت مکروہ ہے، امام صاحب کا یہ طریقہ شرعاً غلط اور واجب الترک ہے[1]، عورتوں پر شہر میں بھی نماز عید نہیں[2]، چہ جائیکہ چھوٹے گاؤں میں اور وہ بھی اس طرح کہ امام صاحب پہلے مردوں کو پڑھائیں پھر عورتوں کو بے پردہ ان کو توبہ لازم ہے[3]، سب مردوں اور عورتوں کو بھی توبہ لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

---

[1] تجب صلاتهما فى الاصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها الى ما قال وصلوٰة العيد فى القرى تكره تحريماً اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة، (الشامى نعمانيه ص ۵۵۵/۱، باب العيدين، بحر كوئٹه ص:۱۵۸/۲، باب العيدين)

[2] ولا يخفى ان علة المنع تختص بالنساء فبقى الوجوب فى حق الرجال على حاله فثبت ان صلاة العيدين والخروج اليها واجبة على الرجال وهو المطلوب (اعلاء السنن ص:۸/۸۸، باب وجوب صلاة العيدين،مطبوعه امداديه مكه مكرمه)

[3] ويكره حضور هن الجماعة ولولجمعة وعيد ووعظ مطلقاً كماتكره امامة الرجل لهن فى بيت ليس معهن رجل غيره ولامحرم منه كاخته اؤ زوجته الخ. (الدرالمختار على الشامى ص۳۰۷/۲، باب الإمامة، مطبوعه زكريا ديوبند.



فصل نہم : متفرق مسائل عیدین

روزہ رکھ کر نماز عید پڑھنا

سوال:-عید کا چاند نظر نہیں آیا، نہ باہر سے شریعت کے مطابق ثبوت ملا۔ریڈیو کی خبر پر بستی والوں نے چاند تسلیم کیا امام عیدگاہ نے ریڈیو کی خبر نہیں مانی، صبح کو روزہ رکھا، روزہ کی حالت میں نماز عید پڑھائی، دن کے گیارہ بجے تک چاند کی خبر نہیں ملی، بعد نماز یعنی زوال کے بعد چاند ہو جانے کی خبر ملی ایسی مجبوری میں جب کہ زوال سے پہلے خبر نہیں ملی اخیر وقت میں نماز روزہ کی حالت میں پڑھائی، نماز ہوئی یا نہیں؟ بدعتی حرام بتلا کر عوام کو بہکاتے ہیں کہ تمہاری نماز حرام ہوئی۔

الجواب حامداومصلیاً!

جب کہ امام صاحب کے نزدیک چاند کا ثبوت نہیں ہوا تھا ان کو روزہ رکھنا ہی لازم تھا[1]،

[1] قال فی الفتح القدیر ثم انما یلزم متاخری الرویة له اذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب حتی لو شهد جماعة ان اهل بلد کذا رأوا هلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وهذا الیوم ثلاثون بحسابهم ولم یر هؤلاء الهلال لا یباح فطر غد ولاتترک التراویح هذه اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهدوا بالرویة، (رسائل ابن عابدین ص: ۲۵۲/ ۱، الرسالة التاسعة تنبیه الغافل والوسنان علی احکام هلال رمضان، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن ایسی حالت میں عید پڑھانا غلط ہوا، ظاہر یہ ہے کہ مقامی لوگوں نے مجبور کیا ہوگا کہ نماز پڑھاؤ، یہ ان لوگوں کی غلطی تھی ورنہ جب امام نے روزہ رکھا تھا تو وہ از خود نمازِ عید کیوں پڑھاتے انھوں نے تو بدعتیوں کو بھی ایسی حالت میں نمازِ عید سے منع کیا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بطور احتجاج عید کے روز نئے کپڑے نہ پہننا

سوال:-عید الفطر کے موقعہ پر مرادآباد کے ہولناک مسلم کش فساد کے بعد نوجوانوں میں ایک تحریک چلی ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر بطور احتجاج واظہار ہمدردی نئے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ دھلے ہوئے کپڑے استعمال کئے جائیں، جبکہ حدیث میں ہے کہ بہتر سے بہتر جو کپڑا تمہارے پاس ہو تو وہ پہنو، اس تحریک میں شرعی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نئے کپڑے عید کے دن پہننا مستحب ہے[۱]، واجب نہیں، اگر اس تحریک سے مظالم کا انسداد متوقع ہو تو شرعی قباحت نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۱۴۰۰ھ

(گذشتہ کا بقیہ) فتح القدیر ص: ۲/۳۱۴، کتاب الصوم، فصل فی رؤیة الهلال، مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری ص: ۱/۱۹۹، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیة الهلال، مطبوعه کوئٹه)

(صفحہ ہذا) [۱] وندب ان یغتسل ویستاک ویتطیب ویلبس احسن ثیابه (مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۴، باب احکام العیدین، مطبوعه مصری، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۸، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب الخ، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۵، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] عن أنسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انصر اخاک ظالماً أو مظلوماً قال یارسول اللّٰه هذا ننصره مظلوماً فکیف ننصره ظالماً؟ قال تاخذ فوق یدیه (بخاری ص ۳۳۱ ج ۱ کتاب المظالم باب أعِن اخاک ظالماً أو مظلوماً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عیدگاہ اور قبرستان بستی کی کس جانب میں ہو؟

سوال:- کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ عیدگاہ ہمیشہ آبادی کے مغرب میں ہونا چاہئے اور قبرستان آبادی کے مشرق میں ہونا چاہئے۔

الجواب حامداومصلیاً!

آبادی سے جانب مغرب عیدگاہ ہونا ضروری نہیں، جس جانب بھی موقع ہو بنالی جائے، ان دونوں چیزوں کی یہ پابندی بے اصل ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۸۸ھ

نماز عید نماز جنازہ پر مقدم ہے

سوال:- اگر جنازہ بھی حاضر ہو اور نماز عید کا وقت بھی ہو تو پہلے نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نماز عید اگر نماز عید پہلے پڑھی جائے تو خطبہ نماز جنازہ سے پہلے ہو یا بعد میں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اول نماز عید پڑھی جائے پھر نماز جنازہ پڑھی جائے پھر خطبہ پڑھا جائے۔ سکب[۲] الانہر ص ۱۸۷ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) رقم الحدیث ۲۳۸۰ طبع اشرفی دیوبند) قال الحافظ كفى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن لم يكف بالقول (فتح الباری ص۳۸۷ ج۵ باق حوالۂ بالا مطبوعه الباز مكة مكرمة.

(صفحہ ہذا) ۱؎ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشكوة شريف ص:۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

۲؎ ويصلى المغرب ثم الجنازة ثم سنة المغرب ...... وتقدم صلوة العيد ثم هى على الخطبة (سكب الانهر على مجمع الانهر ص:۲۷۷/۱، قبيل باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدر على الشامى زكريا ص: ۴۶/۳، باب العيدين، مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة عيد وجنازة، هنديه كوئٹه ۱۵۲/۱، الباب السابع عشر فى صلاة العيد)

شب عیدین میں نفل

سوال:- عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے عیدین کی شب میں حضور ﷺ وصحابہؓ سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدین کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے[1]، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ[2] میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گذری ہے جسمیں آپنے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اسکی قضا کی، جبکہ آپ مزدلفہ میں تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/ ۶۱ھ

واردحال مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ پنجاب

عید کے لئے قاضی کا جلوس

سوال:- ایک قاضی گھوڑے پر چڑھ کر اور جلوس بنا کر نمازِ عید کیلئے جاتا ہے، اسکے آگے باجہ بجتا رہتا ہے، پٹاخے چلتے رہتے ہیں، لوگ اللہ اکبر اور قاضی زندہ باد کے نعرے بھی لگاتے ہیں، قاضی لوگوں کو ایسا کرنے سے نہیں روکتا بلکہ خود بھی چاہتا ہے اور خوش ہوتا ہے، کیا شریعت

---

[1] وندب (احیاء لیلتی العیدین) الفطر والاضحی الحدیث (المراقی الفلاح ص ۳۲۵، مطبوعہ مصر، فصل فی تحیۃ المسجد وصلاۃ الضحی، واحیاء اللیالی، اعلاء السنن ص: ۷/۳۵، استحباب قیام لیلتی العیدین، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ)

[2] ثم دفع حتی اتی المزدلفۃ فصلی بھاالمغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یسبح بینھما ثم اضطجع حتی طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین لہ الصبح انما لم یتھجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مزدلفۃ الخ. (حجۃاللّٰہ البالغۃ ص ۲/۵۹، المطبوعہ المصریہ السنیہ، بیان حجۃ الوداع)

کی رو سے اس طرح نماز کیلئے جانے کی اجازت ہے؟ قاضی کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟ برائے کرم شرعی فیصلہ صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ شرعاً ناجائز ہے[1]، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/ ۹۱ھ

امام کے لئے کمر پر رومال باندھنا

سوال:- امام عیدین کو عذر ہو یا بلا عذر کمر پر رومال باندھ کر نماز پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی حرکت سے امام کو منع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کمر پر رومال باندھنا فی نفسہ درست ہے لیکن بلا وجہ امامت عیدین کیلئے اس کو ضروری سمجھنا اعتقاداً یا عملاً التزام مالا یلزم ہے جو منع ہے، اصرار کی وجہ سے امر مندوب پر بھی شرعاً کراہت کا حکم جاری ہوجاتا ہے، **الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة** اھ سعایہ[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/ ۶۷ھ

---

[1] واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام (شامی زکریا ص ۵۶۲/ ۹، باب الإستبراء، مجمع الانھر ص: ۲۲۲/ ۴، کتاب الکراھیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاوی ھندیه ص: ۳۵۲/ ۵، کتاب الکراھیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ)

پٹاخے بھی حرام ہیں اس لئے کہ اس میں دیگر مفاسد کے ساتھ اسراف بھی ہے۔ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ الآیة سورۂ اعراف آیت: ۳۱، **ترجمہ**:- اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ (بیان القرآن) **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

عید کے دن زیارت قبور

سوال:- ہمارے گاؤں میں عید کی نماز کے بعد لوگ قبرستان جاتے ہیں وہاں فاتحہ پڑھ کر چلے آتے ہیں تو قبرستان جانا خصوصاً اس دن کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کا دن مسرت کا ہوتا ہے بسا اوقات مسرت میں لگ کر آخرت سے غفلت ہوجاتی ہے اور زیارت قبور سے آخرت یاد آتی ہے اسلئے اگر کوئی شخص عید کے دن زیارت قبور کرے تو مناسب ہے[1]، کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے درست نہیں، نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارت قبور نہ کرے تو اسپر طعن کرنا یا اسکو حقیر سمجھنا درست نہیں، اسکی احتیاط لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عیدین میں جھولی پھرانا اور اس رقم سے امام ومؤذن کی تنخواہ

سوال:- ایک مسجد ہے اسکی آمدنی کا خاص ذریعہ نہیں ہے جس سے اس مسجد کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، **لھـــذا** مسجد کی جو کمیٹی ہے انہیں اراکین کمیٹی کی اجازت سے عیدین کے

(گذشتہ کا حاشیہ) [2] السعایہ ص ٢/٢٦٥، باب صفة الصلاة منها استحباب الانصراف من احد الجانبين، مطبوعه لاهور، مرقاة شرح مشكوة ص ٢/١٤، باب الدعاء فى التشهد، مطبوعه بمبئى.

[1] عن ابن مسعود ان رسول اللهﷺ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِيْ الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الآخِرَةِ. مشكوة شريف ص ١٥٤، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] فيه ان من اصر على امر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة او منكر (مرقاة ص: ٢/١٤، باب الدعاء فى التشهد، مطبوعه ممبئى، سعايه ص: ٢/٢٦٥، باب صفة الصلاة ومن البدع تخصيص المصافحة بعد صلاة الفجر الخ، مطبوعه لاهور)

موقعہ پر صفوں میں مقتدیوں کے سامنے رومال یعنی جھولی پھرائی جاتی ہے، جتنا جس سے ہوتا ہے لوگ اس میں پیسہ ڈالتے ہیں پیسہ دینے والوں میں جائز کاروبار والے اور ناجائز کاروبار والے سب لوگ ہوتے ہیں، وہ پیسہ اکٹھا کر کے بصورت مدد کے مسجد کے امام اور مؤذن اور خادم کو دیا جاتا ہے تو کیا امام اور مؤذن اور خادم وغیرہ کی مدد کیلئے اراکین کمیٹی کی اجازت سے عیدین کے موقع پر صفوں کے سامنے جھولی پھرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ چندہ کرنے والے نمازیوں کی گردنوں پر پھلاند کر نہ گذریں تو اس طرح نماز عید سے قبل چندہ کرنا درست ہے جس سے امام اور مؤذن کی تنخواہ ادا کی جاسکتی ہے[1]، عمدہ صورت یہ ہے کہ باحیثیت آدمی مستقل تنخواہ کا انتظام کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید سے پہلے الصلوٰۃ عید الفطر وغیرہ کہنا

سوال:- عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالاضحیٰ ایسے ہی عیدالفطر کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالفطر یا اس قسم کے الفاظ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بقرعید یا عیدالفطر کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالاضحیٰ یا الصلوٰۃ عیدالفطر کی ندا کی کوئی اصل

---

[1] المختار ان السائل اذا کان لایمر بین یدی المصلی ولا یتخطی رقاب الناس ولا یسأل الناس الحافاً ویسأل لامر لابد منه لا بأس بالسوال والاعطاء (الهندية ص:۱/۱۴۸، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه، فتاوی بزازیه علی هامش الهندية مسمی بالوجیز ص:۴/۷۲، کتاب الصلاة، الثالث والعشرون فی الجمعة، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص:۳/۴۲، باب الجمعة، مطلب فی الصلاة علی سوال المسجد)

نہیں، عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، البحر الرائق باب صلوٰۃ الکسوف کے شروع میں ہے، **ومناسبته للعيد هو ان كلاً منهما يؤدى بالجماعة نهاراً بغير اذان ولا اقامة** بحر ص ۱۶۶ ج ۲۔[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۸ھ

نماز عید کے لئے ''الصلوٰۃ'' کہہ کر بلانا

سوال:- صلوٰۃ عیدین میں صلوٰۃ پکارنا بدعت حسنہ ہے یا سئیہ یہ پکارنا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً!

نہیں پکارنا چاہئے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذی قعدہ ۶۷ھ

عید کے لئے اذان نہیں

سوال:- عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے قبل کیا اذان نہیں ہوتی، نہیں ہوتی تو کیا پڑھا جاتا ہے جواب میں لکھدیجئے گا؟

---

[1] البحر الرائق ص ۱۶۶/۲، باب صلاة الكسوف، مطبوعه پاكستان، طحطاوى على المراقى ص: ۴۴۶، باب صلاة الكسوف، مطبوعه مصر، شامى زكريا ص: ۳/۶۶، باب الكسوف.

[2] وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعيدين اذان ولا اقامة (تاتارخانيه كراچى ص ۱/۵۲۲، الاذان، نوع آخر فى بيان الصلوات التى لها اذان الخ، محيط برهانى ص۲/۹۶، الفصل الثانى فى الفرائض، نوع آخر فى بيان الصلات التى لها اذان الخ، مطبوعه مجلس علمى گجرات، هنديه كوئٹه ص۱/۵۳، الباب الثانى فى الاذان)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس موقع پر اذان مشروع نہیں (فلا یؤذن لعید اھ مراقی الفلاح[1]) اور بھی کوئی چیز اذان کے قائم مقام نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عیدین میں جلوس ودف

سوال: - بعض جگہ عیدین کے موقع پر یہ کیا جاتا ہے کہ وہاں کے نوجوان مرد ولڑکے جلوس کی شکل میں نکل کر خوشیاں مناتے ہیں اوران کے ساتھ ڈھول وغیرہ تو نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ دف بجاتے ہیں جس کی ایک طرف چمڑہ ہوتا ہے آیا اس موقع پر جلوس میں اس قسم کا دف بجانا، یا اور کوئی ڈھول وغیرہ بجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دف ڈھول وغیرہ ناجائز ہے۔ (سکب[3] الانہر ص۵۵۳ ج۱) دف کی اجازت بغرض

---

[1] مراقی الفلاح ص ۳۰، مطبوعہ مصر، باب الاذان، محیط برھانی ص: ۲/۹۶، کتاب الصلوات، الاذان، نوع آخر، مجلس علمی گجرات، تاتارخانیہ ص: ۱/۵۲۲، الاذان، نوع آخر فی بیان الصلوات التی لھا اذان الخ، مطبوعہ کراچی.

[2] اخبرنی جابر بن عبداللہ الانصاری ان لا اذان للصلوۃ یوم الفطر حین یخرج الام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیء لانداء یومئذ ولااقامۃ (مسلم شریف ص: ۱/۲۹۰، کتاب العیدین، فصل فی الصلاۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ، مکتبہ بلال دیوبند)

[3] وعن الحسن لابأس بالدف فی العرس یشتھر وفی السراجیۃ ھذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولایضرب علیٰ ھیئۃ التطرب وفی التحفۃ أنہ حرام عنداکثر المشائخ وماورد من ضرب الدف فی العرس فکنایۃ عن الاعلان الخ. سکب الانھر ص ۴/۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع.

اعلان نکاح شریعت نے دی ہے[1]، عید کے روز اجازت نہیں دی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٢٨/٤/٥٨ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ٢/ربیع الآخر ٥٨ھ

صلوۃ کے بغیر عید کی نماز

سوال: -کیا بغیر صلوۃ کہے عیدین کی نماز نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر ایسا کہے بلاشبہ نماز درست ہوجائیگی اس رواج کو ترک کردینا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] (قولہ ویندب اعلانہ) ای اظهاره والضمير راجع الى النكاح بمعنى العقد لحديث الترمذى "اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف (درمختار مع الشامى زكريا ص: ٤/٦٦، كتاب النكاح، مطلب كثيرا ما يتساهل فى اطلاق المستحب على السنة. فتح القدير ص: ٣/٢٠٠، كتاب النكاح، مطبوعه دار الفكر بيروت)

[2] ظاهر ما افاده الشيخ قدس سره ههنا تفرد الامام الشافعى بذالك فيما بين الائمة الابعة وهو الظاهر من مراجعة كتب الفروع ...... وعن عطاء قال اخبرنى جابر ان لا اذان يوم الفطر حين يخرج الامام ولابعد ما يخرج الامام ولا اقامة ولا نداء ولا شىء لانداء يومئذ ولا اقامة رواه مسلم. وفى الاوجز قال الشيخ ابن القيم كان النبى ﷺ اذا انتهى الى المصلى اخذ فى الصلاة من غير اذان ولا قول الصلاة جامعة والسنة ان لا يفعل شئى من ذالك اهـ وقال الدردير ولا ينادى الصلاة جامعة اى لا يسن ولا يندب بل هو مكروه او خلاف الاولى وصرح ابن ناجى وابن عمر وغيرهما بانه بدعة وماذكره خش من انه جائز ههنا غير صواب وما ذكر من ان الحديث ورد بذالك فيها فهو مردود بان الحديث لم يرد فى العيد وانما ورد فى الكسوف وقياس العيد عليه غير ظاهر لتكرر العيد وشهرته (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عیدگاہ کو اپنا کھیت کہنے والا

سوال:- اگر کوئی مسلمان غصہ میں عیدگاہ کے متعلق یہ کہے ''یہ عیدگاہ میرا ہے اس میں ہل چلا کر فصل پیدا کرونگا یہ میرا کھیت ہے، دیکھنا ہے کون اس میں نماز عید پڑھنے آتا ہے'' تو ایسے آدمی پر شرعاً کونسا فتوی عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

نماز عید کے لئے جو عیدگاہ وقف ہو اس کے متعلق ایسے الفاظ کہنے کا کسی کو حق نہیں جو شخص ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے[1]، اگر وہ واقعتاً وہاں ہل چلا کر کھیتی کرے اور نماز عید نہ پڑھنے دے تو وہ ظالم وغاصب ہے، سخت گنہگار ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ونـدور الكسـوف (الـى قـولـه) ولما رأيت فى اللامع النكير على قياس الامام الشـافـع احتـجـت الـى الـمـراجعة فـى كتب الفروع فرأيت الحنابلة انكروا ذالک واكثر الانكار على ذالک المالكية فى فروعهم كما تقدم ولم ار التصريح بذالک لا نفيا ولا اثباتا فـى فـروع الـحـنـفية الى الأن ولعل الله يحدث بعد ذالک امراً، والظاهر من كتب فروعهم ايضـاً عـدم الـقـول بـذالک لانهـم كـلهـم انكروا الاذان والاقامة فى العيدين ولم يتعرضوا لـذالک (لامـع الـدرارى ص: ۲/۲۶، ابـواب الكسـوف، باب النداء بالصلوة جامعة، مكتبه يـحيـويـه سهـارنپـور، مسلم شريف ص: ۱/۲۹۰، كتاب صلاة العيدين، الفصل الاول، سعد بكڈپو ديوبند، اوجز ص: ۳/۳۳۸، الاذان فى العيدين، مطبوعه امداديه مكه مكرمه)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] فـاذا تـم ولـزم لايـملّک قوله (لايملک) اى لايكون مملوكا لصاحبه ولا يـمـلّک اى لا يـمـلک التـمـليک لـغيـره بـالبيـع ونحوه (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۵۳۹، كتـاب الـوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ بحر كوئٹه ص: ۵/۲۰۵، كتاب الوقف، هنديه ص: ۲/۳۵۲، اول كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه)

[2] ومـن اظـلـم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها (سورۂ بقره آيت: ۱۱۴، وعـلـى الـجـمـلة فتـعـطيـل الـمساجد عن الصلاة واظهار شعائر الاسلام فيها خراب لها (قرطبى ص: ۱/۷۴، الـجـزء الثـانـى، سـورۂ بـقره تحت آيت: ۱۱۴، مطبوعه دارالفكر بيروت) من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين متفق عليه (مشكوة شريف ص: ۲۵۴، باب الغصب والعاريه، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

عید الاضحیٰ اور عید الضّحٰی کے معنی

سوال: - بقر عید کو عید الضحی وعید الاضحیٰ دونوں طرح کہنا درست ہے، یا فقط عید الاضحیٰ ہی؟ اگر دونوں لفظ درست ہیں تو اس کی مناسبت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اضحیٰ قربانی کو کہتے ہیں[1]، ضحیٰ وقت چاشت کو کہتے ہیں[2]، عید الاضحیٰ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

عیدین کے دن تجارت کا حکم

سوال: - کیا یہ صحیح ہے کہ عیدین کے دن کام کرنا منع ہے، مثلاً بعد نماز تجارت وغیرہ کرنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید اور بقر عید کو اپنی تجارت وغیرہ کا کام کرنا منع نہیں بلکہ جائز ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۳/ ۱۲/ ۸۹ھ

---

[1] (الاضحاۃ): - شاۃ ونحوها يضحى بها فى عيد الاضحى (ج) أضحى (المعجم الوسيط ص: ۵۳۵، مطبوعه حسنيه ديوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهيه ص: ۲۰۹ / ۱، مطبوعه دارالفضيلة مصر، لسان العرب ص: ۱۴/۴۷۶، مطبوعه دارصادر بيروت)

[2] الضحاء ممدود اذا امتد النهار وكرب ان ينتصف (الى قوله) والضحى بالضم واقصر فوقه وبه سميت صلاة الضحىٰ (لسان العرب ص: ۴۷۴-۴۷۵/ ۱۴، المعجم الوسيط ص: ۱۴/۳، مطبوعه دارعالم الكتب رياض)

[3] كما يستفاد من هذه الآية فإ ذا قضيت الصلوة فَانْتَشِرُوْا فِیْ الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوااللّٰهَ الآية: ۱۰/ قال القرطبى هذ أمر اباحة إ ذا فرغتم من الصلاة فانتشروا فى الأرض للتجارة والتصرف فى حوائجكم (قرطبى ص ۹/۹۹، سورة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

غسلِ عید ایسی جگہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی

سوال: - جب کہ عید بقرعید کی نماز دیہات میں جائز نہیں، تو عید کے دن نہانا، دھونا کپڑے بدلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کے لئے یہ مسنون نہیں، کرلیں گے تو مضائقہ بھی نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۱۸ھ

تعصب کی بنیاد پر امام کے پیچھے عید نہ پڑھنا

سوال: -عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر جب امام مصلی پر چڑھا تو آدھے آدمیوں نے کہا ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، دوسرے آدھے آدمیوں نے کہا کہ ہم تمہارے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، غرضیکہ دو جماعتیں ہوگئیں، اور دو جگہ نماز ہوئی، تو بتلایئے اس طرح سے نماز ہوگی یا نہیں؟ یا ایسے موقع پر کون سی صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز تو دونوں قسم کے آدمیوں کی ہوگئی[۲] لیکن ایسا طریقہ اختیار کرنا بلا وجہ شرعی محض تعصب

---

[۱] ونـدب ای سـن ان يغتسل وتقدم انه للصلاة (المراقی مع الطحطاوی ص۴۳۳تا۴۳۴ باب العيدين، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زكريا ص:۳/۴۸، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب الخ)

[۲] تـجـوز صلاة العيد فی مصر فی موضعين (مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۶، باب صلاة العيدين، مـطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، محيط برهانی ص: ۲/۴۸۴، الفصل السادس والعشرون، فـی صـلاة الـعيـديـن، المجلس العلمی گجرات، هنديه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه)

کی بنا پر کسی شخص کی امامت پر اعتراض کر کے علیحدہ علیحدہ جماعت کرنا شرعاً واخلاقاً ہر طرح مذموم اور قابل نفرت حرکت ہے، اس سے پورا پرہیز ضروری ہے[۱]، مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپس کے ذاتی اختلافات کو ختم کر کے ایک ایسے شخص کو امام تجویز کر لیں جو صحیح العقیدہ مسائل امامت ونماز سے واقف متبع سنت قرآن کریم صحیح پڑھنے والا ہو[۲]، اور سب متفق ہو کر اس کے پیچھے نماز پڑھا کریں تا کہ شیرازہ منتشر نہ ہو[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدین کے موقع پر مسجد میں چندہ کرنا

سوال: -عید کے دن عیدگاہ کے اندر بعد نمازِ عصر امام کیلئے چندہ کرتے ہیں محض اسکے نماز پڑھانیکی وجہ سے، کیا یہ چندہ کرنا درست ہے؟ جب کہ وہ امید بھی یہی کرتا ہے کہ مجھے یہ چندہ ضرور ملے گا، نیز مسجد کے اندر کسی قسم کا چندہ کرنا کیسا ہے، خواہ عید ہو یا جمعہ یا عام نماز، نیز جمعہ کے بعد بھی اور پنکھے وغیرہ کیلئے چندہ کرتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ نیز مدرسہ کے سفیر وغیرہ بھی مسجد میں نماز کے بعد چندہ کا ذکر کرتے ہیں، ایسا کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

---

[۱] ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما وان هو احق لا والكراهة عليهم (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۲۹۸، باب الامامة، طحطاوی مع المراقی ص: ۲۴۴، باب الامامة، مطبوعه مصر)

[۲] الاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة ثم الاورع (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۲۹۴، باب الامامة، عالمگیری ص: ۱/۸۳، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه کوئٹه، مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۴۲، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر)

[۳] واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (سرۂ آل عمران آیت: ۱۰۳) فان الله تعالىٰ يأمر بالألفة وينهى عن الفرقة فان الفرقة هلكة والجماعة نجاة (قرطبی ص: ۲/۱۵۱، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سال بھر بھی نماز پڑھاتے ہیں تو عید کے موقع پر ان کو چندہ کر کے دیدینا بھی درست ہے اور اس مقصد کیلئے عیدگاہ میں چندہ کرنا بھی درست ہے، مگر خطبہ کے وقت چندہ نہ کیا جائے، خطبہ کا سننا واجب ہے اس میں خلل نہ آئے[1]، مسجد میں مسجد و مدرسہ یا اور دینی ضرورت کیلئے چندہ درست ہے لیکن کسی کی نماز میں تشویش نہ ہو اس کا لحاظ ضروری ہے، نیز شور و شغب سے پرہیز لازم ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۱ھ

---

[1] استماع الخطبة من اولها إلى آخرها واجب وإن كان فيها ذكر الولاة وهو الاصح وكذا استماع سائر الخطب (طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۴۲۴، باب الجمعة، النهر الفائق ص: ۳۶۴/ ۱، باب صلاة الجمعة، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص: ۱۵۶/ ۲، باب صلاة الجمعة)

[2] المختار أن السائل إن كان لايمر بين يدى المصلى ولايتخطى الرقاب ولايسال الحافاً بل لامر لابدمنه فلابأس بالسوال والاعطاء (شامی کراچی ص: ۱۶۴/ ج۲، باب الجمعة، مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد، حلبی کبیر ص: ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، طبع لاهور، فتاوی بزازیه کوئٹه ص: ۷۶/ ۴، الثالث والعشرون فی الجمعة، نوع اقتدیٰ بالامام ناویا صلاته علی ظن أنه فی الجمعة)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

نماز استسقاء

صلوٰۃِ استسقاء کی شرط

سوال:- مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے قریب ہی موضع بینا پارہ واقع ہے، وہاں لوگوں نے نمازِ استسقاء ادا کی، مولانا بدرالدین اصلاحی نے نماز پڑھائی اور جامعہ فاروقیہ میں دعا خوانی کی گئی نماز ادا نہیں کی گئی بلکہ مولانا محمد یٰسین قاسمی مہتمم جامعہ ہذا ومولانا مظفر علی قاسمی جو کہ قریب ۳۰ر سال سے مدرسہ میں عربی کی تعلیم دے رہے ہیں، انھوں نے اعلان کیا کہ استسقاء کی نماز ادا نہیں کی جائے گی صرف دعا خوانی ہوگی، اس لئے کہ شرائط نہیں پائے جاتے ہیں اور فضا کا اس وقت یہ عالم تھا کہ بادل خوب گھرا ہوا تھا مگر بارش ایک قطرہ نہیں ہوئی، بلکہ دھوپ سے مکئی وغیرہ سوکھ رہی تھی اور جو شرطیں مالا بدمنہ میں ذکر ہیں وہ بھی نہیں پائی جاتی تھیں، جیسا کہ مالا بدمنہ ص ۸، میں ہے ''واز شرط استسقاء آنست کہ درشدت ضرورت باشد یعنی بقدرِ کف دست ابر درآسمان نباشد۔

برائے آب نوشی خود شان ومواشی ایشاں نباشد واگر باشد کافی نبود والا جائز نیست عالمگر یہ ایضا''

حالانکہ اسوقت پانی وغیرہ کی کھانے پینے میں بہت فراوانی تھی اورآسمان ابرآلود بھی بہت تھاتو بھی نماز ادا کی ،مفتیان دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟فتویٰ دیکرممنوع فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

جب پانی کی قلت کی وجہ سے آدمیوں، جانوروں کھیتوں کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہوتو استسقاء درست اور ثابت ہے[1]۔اس کیلئے دعا بھی ثابت ہے اور نماز بھی[2]۔کسی اختلاف اورنزاع کی ضرورت نہیں، آپس کے نزاعات کوایسے وقت میں سامنے لاکر انتشار پھیلانے سے توجہ الی اللہ نہیں ہوتی توجہ الی الناس ہی رہتی ہے، احادیث میں موجود ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے خطبہ کے وقت کسی نے آکر پانی کی قلت کی شکایت کی جب ہی دعا فرمائی حالانکہ آسمان پر بالکل بادل نہیں تھا، مگرفوراً بارش شروع ہوگئی، ہفتہ تک بارش رہی[3]، حاشیہ مالابدمنہ[4] سے جو بادل ہونے کی شرط کولکھا گیا ہے وہ شرط فتاویٰ عالمگیری میں مجھے نہیں ملی[5]،جس وقت دعا کی گئی اس

---

[2] بل هي اى الجماعة جائز،لامکروهة (الى قوله) ويستسقون بالضعفة اى للدعاو والناس يومنون على دعائهم لان دعاء هم اقرب للاجابة شامی زکریا ص ۷۰/تا۷۲/۳، باب الاستسقاء.

[3] عن انس قال اصاب اهل المدينة قحط على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فبينماهو يخطبنا يوم جمعة اذ قال رجل فقال يارسول اللّٰه هلک الکراع هلک الشاء فادع الله ان يسقينا فمديده ودعا قال انسؓ وان السماء لمثل الزجاجة فهاجت ريح ثم انشأت سحابة ثم اجتمعت ثم ارسلت السماء عزاليها فخرجنا نخوض الماء حتى اتينا منازلنافلم يزل المطر الى الجمعة الأخرىٰ الخ. (ابوداؤد شريف ص ۱٦٦/۱، باب رفع اليدين في الاستسقاء. كتاب الصلوٰة طبع سعد بکڈپو ديوبند)

[4] مالابدمنه ص:۷۳، كتاب الصلوة، طلب باراں حاشيه: ۱، مطبوعه کراچی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقت کا حال راوی نے بیان کیا اور سرعتِ اجابت دعا کے ذیل میں ہے کہ بادل موجود نہ ہونے کے باوجود فوراً بارش شروع ہوگئی نہ یہ کہ استسقاء کے لئے شرط ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/ ۹۳ھ

نماز استسقاء کے شرائط

سوال: -اکثر ضلعوں میں بارش ہے لیکن کچھ ضلعے ایسے ہیں جہاں بارش نہیں ہے مثلاً جیسے ضلع رہتک یا اس کے اردگرد بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو عجیب پریشانی ہے اور مویشیوں کی حالت تو قابل عبرت ہے، سننے میں آیا ہے کہ ہزار ہا مویشی زمین چاٹ چاٹ کر مر گئے کیونکہ پچھلے سال بھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ پیداوار زیادہ نہ تھی اور اس سال بھی بارش نہیں ہوئی جسکی وجہ سے یہاں تک نوبت پہونچی کہ قحط کی صورت ہوگئی ایسی حالت میں نماز استسقاء کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جب تک شرائط نہ پائی جائیں نماز استسقاء جائز نہیں اور ''مالا بدمنہ'' فارسی کی عبارت پیش کرتا ہے مالا بدمنہ مطبع مجیدی غالباً ص ۱۲ کے حاشیہ پر یہ عبارت موجود ہے جو نقل کی جاتی ہے، وھو ہذا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵؎ عالمگیری کی ایک عبارت میں بادل کی شرط کے علاوہ تقریباً تمام باتیں مذکور ہیں، انما یکون الاستسقاء فی موضع لا یکون لهم او دیة و لاانها روآبار یشربون منها ویسقون مواشیهم او زروعهم او یکون لهم و لا یکفیهم ذالک فاما اذا کانت لهم اودیة و آبار وانها فان الناس لا یخرجون الی الاستسقاء لانها انما تکون عند شدة الضرورة والحاجة (عالمگیری کوئٹه ص: ۱۵۴/۱، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء)

(صفحہ ہذا) ۱؎ عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعة (الی قوله) ولا والله مانری فی السماء من سحاب ولا قزعة ومابیننا وبین سلع من بیت ولا دار قال فطلعت من ورائه سحابة مثل الترس فلما توسطت انتشرت ثم امطرت (بخاری شریف ص: ۱۳۸/۱، باب الاستسقاء فی خطبة الجمعة، غیر مستقل القبلة، مکتبه اشرفی دیوبند)

''واز شروطِ استسقاء آنست کہ در شدت ضرورت باشد یعنی بقدر کفِ دست ابر در آسمان نباشد و مستسقیاں را دریاہا وانہار وچاہہائے برائے آب نوشی خودشاں ومواشی ایشاں نباشد واگر باشد کافی نبود والا جائز نیست''

وعالمگیری وغیرہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہریں دریا کنویں نہ ہوں یا ہوں تو پانی کفایت نہ کرتا ہوتب نماز جائز ہے ورنہ نہیں، اب قابل استفسار یہ امر ہے کہ سخت ضرورت میں بشرط عدم جملہ شرائط مثلاً ابر بھی کچھ ہو، دریاؤں میں نہروں میں پانی بھی ہو لیکن مویشیوں کو پوری خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کنوؤں میں سے پانی چاہے نہ نکال سکتے ہوں تو ایسی صورت میں نماز استسقاء جائز ہے یا نہیں اگر ان مذکورہ شرائط کے ساتھ ہی جائز ہو تو احقر کو شبہ ہوتا ہے کہ تقریباً دس گیارہ سال ہوئے احقر نے سہارن پور میں نماز استسقاء پڑھی اور غالباً حضرت حافظ صاحب ناظم مدرسہ نے پڑھائی تھی، اس وقت کنوؤں میں دریاؤں میں نہروں میں پانی نہ ہو یا ہو تو شاید ابر نہ ہو (اعتراضاً تحریر نہیں کیا گیا) بلکہ غرض اس واقعۂ گذشتہ سے یہ ہے کہ احقر کا خیال اور حافظہ میں اس وقت ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں تھی، سوائے اسکے کہ جس طرح اس وقت بارش نہیں ہوتی اس وقت بھی بارش نہ ہوتی تھی یا اگر کوئی سبب ہوگا تو یاد نہیں، شاید احقر کے حافظہ نے غلطی کی ہو، غرض مفصل تحریر کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب بارش نہ ہو اور نہریں کنویں وغیرہ بھی نہ ہوں یا کنویں وغیرہ ہوں مگر ان میں پانی بالکل نہ ہو یا پانی ہو مگر بقدر حاجت نہ ہو یعنی خود پینے کیلئے جانوروں کو پلانے کیلئے کھیتی کرنے کیلئے کافی نہ ہو، تو اس وقت استسقاء مشروع ہے اور جب پانی بقدر کفایت موجود ہو تو مشروع نہیں، وشرعاً **طلب انزال المطر بكيفية مخصوصة عندشدة الحاجة بان يحبس المطر ولم يكن لهم اودية وآبار وانهار يشربون منها ويسقون مواشيهم وزرعهم اوكان ذٰلك الاانه لايكفى فاذا كان كافياً لايستسقى كما فى المحيط**

قهستاني اھ ردالمحتار[۱] ص ۸۸۳ ج ۱ ۔

جب رہتک میں یہ حالت ہے تو شرعاً وہاں صلوٰۃ استسقاء درست ہے کیوں کہ پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے جب جانور زمین چاٹ چاٹ کر مر رہے ہیں تو اس قدر حاجت کافی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۶/۵۸ھ

الجواب صواب: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صلوٰۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں

سوال:۔موسم بارش عام طور پر ۱۷ر جون کو شروع ہوتا ہے لیکن یہاں پر ایک ماہ سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے اور اب تک بارش کا نام ونشان نہیں ہے اور اس وجہ سے پہلی فصل میں محنتیں مشقتیں کی جاتی ہیں۔یعنی کھیت میں بیج وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے وہ ابھی تک نہیں ڈالے گئے لہٰذا اسی بناء پر تمام افراد پریشان ہیں اور اس اثناء میں یہ سوالات پیش آئے ہیں جن کے جوابات آپ سے مطلوب ہیں۔

(۱) بارش طلب کرنے کیلئے نماز استسقاء با جماعت پانچ روز متواتر ادا کرتے ہیں اس میں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس طرح عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں اور نماز استسقاء تین دن سے زائد ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین روز سے زائد نماز استسقاء منقول وثابت نہیں۔**ویخرج ون ثلثة ایام متابعات**

---

[۱] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۶۶/۱، شامی زکریا ص ۷۰/۳، شامی کراچی ص ۱۸۴/۲، باب الاستسقاء، تاتارخانیه کراچی ص: ۱۲۰/۲، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء. حلبی کبیر ص: ۴۲۷، تتمات من النوافل، مطبوعه لاهور.

فقط لانه لم ینقل اکثر منها[1] اھ مجمع الانهر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/ ۹۱ھ

کیا صلوٰۃ استقساء کیلئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہو

سوال:-نماز استسقاء کی شرائط کیا کیا ہیں آیا آسمان پر بادل کا ہونا ضروری ہے یا نہیں کیا بادل ہونے کی صورت میں نماز استسقاء ادا کریں بادل ہو یا نہ ہوان دونوں صورتوں میں نماز ادا کرنا کیسا ہے لیکن یہاں جو مسئلہ پیش آیا ہے وہ بادل نہیں کہرا آسمان پر چھایا ہوا تھا اس صورت میں نماز ادا کرنے کو شہر سے باہر گئے آیا اس طرح عمل درست ہوا یا نہیں کیا بادل کا ہونا شرط ہے یا بادل ہو یا نہ ہو اس صورت میں نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بادل ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں بلکہ حاجت پر مدار ہے، **وهو مسنون عند الحاجة اليه فى موضع لايكون لاهله اودية وانها روآبار يشربون منها ويسقون مواشيهم وزروعهم او كان لهم ذالك لكن لايكفيهم فان كان كافياً لايستسقون ا ھ** (طحطاوی[2] ص ۴۵۰)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مجمع الانهر ص:۲۰۷/تا۲۰۸ /۲، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص: ۱۲۰/ ۲، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء درمختار مع الشامی زکریا ص: ۷۲/۳، باب الاستسقاء.

[2] طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۴۵۰، باب الاستسقاء، شامی زکریا ص: ۷۰/۳، باب الاستسقاء، عالمگیری ص: ۱۵۴/ ۱، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء، مطبوعه کوئٹه.

صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگربتی وغیرہ ساتھ لیجانا

سوال:-نماز استسقاء کو جاتے وقت راستہ سے تمام افراد میں چند افراد بآواز بلند مناجات اور نعت اوراگربتیاں سلگا کر ساتھ لے گئے بہرحال اس طرح سے عمل پیش آرہا ہے کیا یہ عمل شریعت کے موافق ہے یا نہیں صحیح عمل کونسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ طریقہ غلط اختیار کیا گیا نماز استسقاء کیلئے پرانے کپڑے پیوند لگے ہوئے پہن کر خشوع وخضوع کے ساتھ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی سے نظریں نیچی کر کے جانا چاہئے،**ثم یخرجون فی ثیاب خلقة او مرقعة خاشعین ناکسی رؤسهم** اھ سکب الانہر[1] ص: ۱۴۰/۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۶/۴/ ۹۱ھ

نماز استسقاء کے بعد دعاء ترنم سے

سوال:-نماز استسقاء وخطبہ ایک ہی شخص نے پڑھایا ہے اور دوسرا شخص نماز وخطبہ ہوجانے کے بعد بیٹھ کر ترنم میں بآواز بلند دعاء کی گئی سامعین کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی گارہا ہے بہرحال دعا میں جس طرح آہ وزاری وانکساری ہونا چاہئے ویسا نہیں ہورہا تھا بہرحال اس طرح دعا مانگنا ٹھیک ہے یا نہیں صحیح صحیح عمل بتائیں کہ کس طرح کیا جاوے؟

---

[1] (سکب الانہر مع مجمع الانہر ص۲۰۸/۱، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت. عالمگیری کوئٹہ ص:۱۵۴/۱، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء، درمختار مع الشامی زکریا ص:۳/۷۲، باب الاستسقاء.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کام بھی غلط ہوا دعاء میں عاجزی چاہیئے گانا نہیں[۱]، چاہیئے جو امام نماز پڑھائے وہی دعا کرائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۲/۶/ ۹۱ھ

نماز استسقاء کے بعد کھانا کھلانا

سوال:- بارش کے ضمن میں یہ معاملہ پیش آیا کہ چند افراد سے چندہ وصول کر کے گاؤں کے تمام بچوں کو کھانا پکڑ کر کھلوایا اور اس کے بعد دن میں گیارہ بجے بڑے بوڑھوں کو کھلوایا تو یہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غرباء کو صدقہ کر دینا مستحب ہے[۳]، وہ بھی جہاں تک ہو سکے اخفاء کے ساتھ افضل ہے اس

۱؎ فليقتصر الداعى على المأثور من الدعوات بلسان التضرع والخشوع والرهبة من غير سبح ولا تكلف فالتضرع فى السوال هو المحبوب عندالله تعالىٰ (اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين ص ۵/۳۸، آداب الدعا)

۲؎ يقوم الإمام مستقبل القبلة حالة دعائه رافعا يديه (الى قوله) والناس قعود مستقبلين القبلة يؤمنون على دعائه مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۴۵۳، باب الإستسقاء، مطبوعه مصرى، شامى زكريا ص: ۳/۷۰، باب الاستسقاء، تاتارخانيه كراچى ص: ۲/۱۱۹، الفصل الثلاثون فى الاستسقاء)

۳؎ ويستحب للإمام ان يأمر الناس بصيام ثلاثة ايام. (الى قوله) والصدقة (سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۲۰۸، قبيل باب ادراك الفريضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۷۲، باب الاستسقاء، تاتارخانيه ص: ۲/۱۲۰، الفصل الثلاثون فى الاستسقاء، مطبوعه ادارة القرآن كراچى)

میں اپنی شان وشوکت کا اظہار خدائے پاک کو نا پسند ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/ ۹۱ھ

بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء

سوال:-(۱) استسقاء کی نماز پڑھنے گئے تھے، وہاں زید نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ نماز پڑھو۔ جو لوگ بغیر طہارت اور بغیر وضو کے تھے، ان لوگوں نے انکار کیا اس پر زید نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے بندو! اللہ دل کا حال جانتا ہے اس کے بعد اس کے کہنے پر بغیر طہارت وضو کے نماز پڑھی۔

(۲) صلوٰۃ استسقاء کیلئے جب کہ پانی ایک فرلانگ پر موجود ہے، تو تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک امام نامرد ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بغیر وضو اور بغیر طہارت کے نماز استسقاء بھی جائز نہیں گناہ ہے[2]۔

---

[1] وما انفقتم من نفقة فنعما هى وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خيرلكم. اى فالاخفاء خيرلكم من الإبداء وخيرلكم من جملة الخيور. والأول هوالذى دلت الآثار والاحاديث فى افضلية الإخفاء اكثر من أن تحصى (روح المعانى ص۴۳/تا۴۴/۳، مطبوعه مصطفائيه، سورهٔ بقره تحت آيت: ۲۷۱)

[2] يجب على المصلى ان يقدم الطهارة من الاحداث والانجاس (هدايه ص ۹۲ ج ۱ باب شروط الصلاة، مجمع الانهر ص: ۱۱۹/۱، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقى مع الطحطاوى ص:۱۶۷، باب شروط الصلوة، مطبوعه مصر)

(۲) اگر یہ اندیشہ ہے کہ وضو کر کے آ کر نماز نہیں ملے گی تو تیمّم کی اجازت ہے[1]۔

(۳) درست ہے لیکن مرد افضل ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تم الجزء الثانی عشر

بحمد اللہ واحسانہ تعالیٰ

ویلیه الجزء الثالث عشر اوله کتاب الجنائز

انشاء الله تعالیٰ وصلی الله علی خیر خلقه سیدنا ومولانا وحبیبنا

محمدوآله

وصحبه وبارک وسلم تسیلماً کثیراً کثیرا ابداً دائما

برحمتک یا ارحم الراحمین آمین یا رب العالمین

العبد محمد فاروق عفا الله عنه

جامعه هٰذا

[1] والاصل ان کل موضع یفوت فیه الاداء لا الی خلف فانه یجوز له التیمم ومایفوت الی خلف لایجوز له التیمم (عالمگیری ص: ۱/۳۱، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات، مطبوعه کوئٹہ، الجوهرة النیرة ص: ۱/۲۲، باب التیمم، مکتبه نعمانیه دیوبند)

[2] تکره خلف امرد وسفیه ومفلوج الی قوله ومجبوب وحاقن: فالاقتداء بغیره اولیٰ شامی زکریا ص ۲/۳۰۲، شامی کراچی ۵۶۲ ج ۱، مطلب فی امامة الامرد. باب الامامة.